احسن البیان

فی تفسیر القرآن

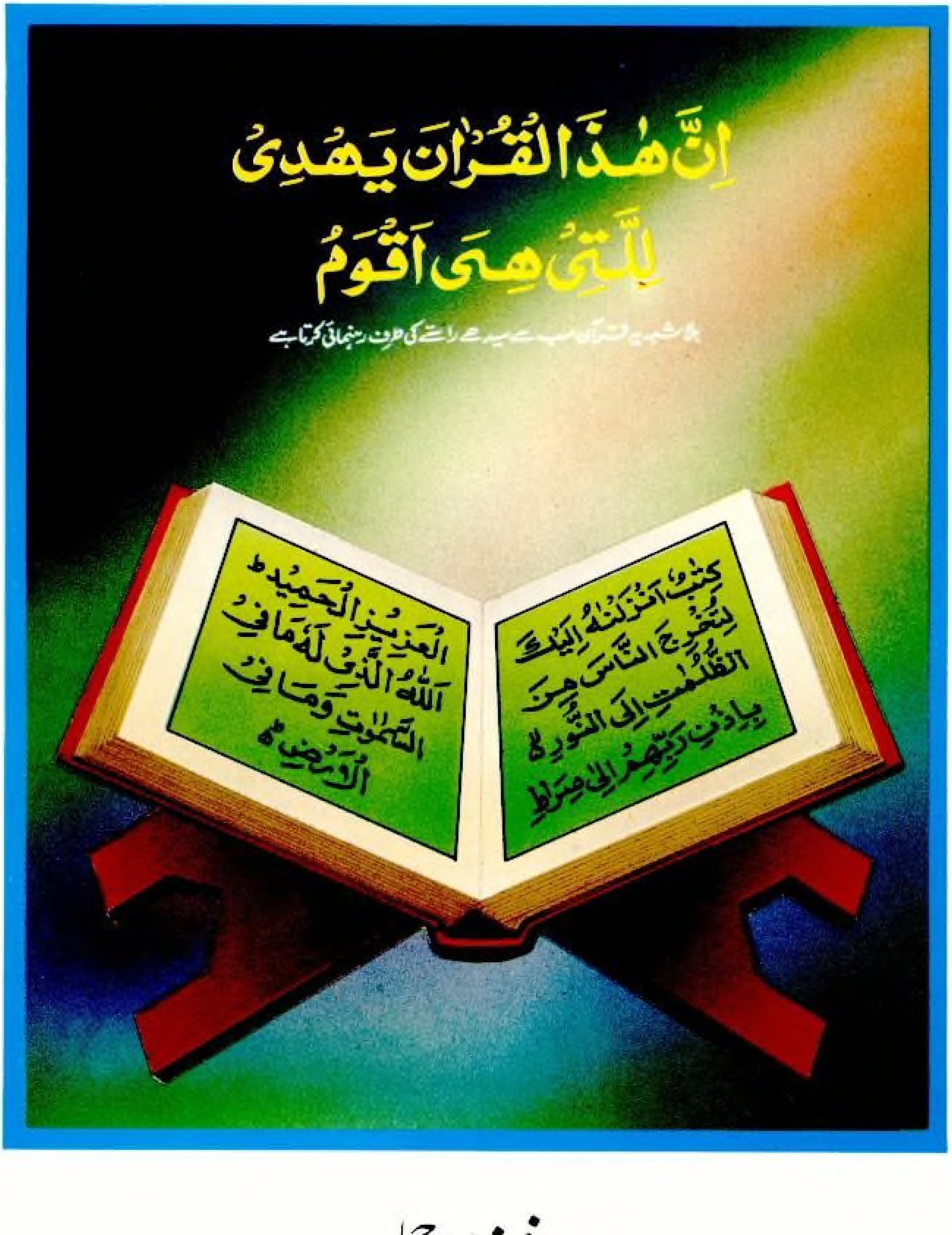

سیّد فضل الرحمٰن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احسن البیان

فی تفسیر القرآن

حصہ ہفتم

سورۃ السبا، سورۃ الفاطر، سورۃ یٰسین، سورۃ الصّٰفّٰت، سورۃ ص، سورۃ الزمر، سورۃ المؤمن
سورۃ حٰم السجدہ، سورۃ الشوریٰ، سورۃ الزخرف، سورۃ الدخان، سورۃ الجاثیہ،
سورۃ الاحقاف، سورۃ محمد، سورۃ الفتح، سورۃ الحجرات، سورۃ ق، سورۃ الذاریٰت، سورۃ طور

سید فضل الرحمٰن

زوار اکیڈمی پبلی کیشنز

جملہ حقوقِ بحق ناشر محفوظ

نام کتاب :	احسن البیان فی تفسیر القرآن
حصہ ہفتم :	تفسیر سورۃ السبا تا سورۃ الطور
مؤلف :	سید فضل الرحمٰن
کتابت قرآن کریم :	سید اشرف علیؒ
تعداد :	ایک ہزار
اشاعت اول :	جمادی الاول ۱۴۲۷ھ/ جون ۲۰۰۶ء
صفحات :	۴۷۲
کمپوزنگ :	سید ناصر ابوالحیدر
اسکینگ۔ قرآنی آیات :	شاہد آفریدی

ملنے کے پتے

دارالاشاعت	اُردو بازار، کراچی
فضلی بک سپر مارکیٹ	اردو بازار، کراچی، فون: ۲۲۱۲۹۹۱
اسلامی کتب خانہ	بنوری ٹاؤن، کراچی، فون ۴۹۲۷۱۵۹
مکتبۃ الانور	بنوری ٹاؤن، کراچی
مکتبہ انعامیہ	اُردو بازار، کراچی، فون: ۲۲۱۶۸۱۴
بیت الکتب	گلشن اقبال، بالمقابل اشرف المدارس، کراچی
کتاب سرائے	فرسٹ فلور، الحمد مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ فون: ۷۳۲۰۳۱۸
ادارہ اسلامیات	۱۹۰، انارکلی۔ لاہور، فون: ۷۲۴۳۹۹۱، ۷۳۵۳۲۵۵
مکتبہ البخاری	نزد صابری مسجد، گلستان کالونی مرزا آدم خان روڈ، لیاری، کراچی۔ فون: ۲۱۴۰۸۶۵۔ ۰۳۰۰
مکتبہ فیض القرآن	قاسم سینٹر، اردو بازار، کراچی، ۲۲۱۷۷۷۶
مکتبہ القادر	نزد جامعہ خیر العلوم، خیر پور ٹامیوالی۔ بھاولپور

زوّار اکیڈمی پبلی کیشنز

اے۔۴/۱۷، ناظم آباد نمبر۴، کراچی۔ فون: ۶۶۸۴۷۹۰

www.zawwaracademy.org

فہرستِ عنوانات

سورة السبا	۱۱	کفر وشرک کا انجام	۳۹
وجہ تسمیہ	۱۱	قرآن اور رسولؐ کی تکذیب	۴۰
تعارف	۱۱	کافروں کو نصیحت	۴۲
مضامین کا خلاصہ	۱۱	حق کا یقینی غلبہ	۴۳
حمد وثنا کی سزاوار ذات	۱۲	کفار کا انجام	۴۴
قیامت کا یقینی طور پر آنا	۱۳	**سورة الفاطر**	۴۶
قیامت کے دلائل	۱۵	وجہ تسمیہ	۴۶
حضرت داؤدؑ کی فضیلت	۱۷	تعارف	۴۶
حضرت سلیمانؑ کی فضیلت	۱۹	مضامین کا خلاصہ	۴۶
حضرت سلیمانؑ کی وفات	۲۲	اللہ کی تحمید واثباتِ توحید	۴۷
قومِ سبا پر اللہ کا انعام	۲۳	اثباتِ توحید ورسالت	۴۸
قومِ سبا کی بربادی	۲۴	انسان کا ازلی دشمن	۴۹
قومِ سبا کی حماقت	۲۵	نیکی اور بدی میں امتیاز	۵۰
بنی آدم کے بارے میں شیطانی گمان	۲۷	اثباتِ حشر	۵۱
مشرکین کی جہالت	۲۸	عزّت کا انحصار	۵۲
حقیقی رازق	۳۰	قضاوقدر کا اثبات	۵۴
اثباتِ رسالت وقیامت	۳۲	اثباتِ توحید	۵۵
کافروں کی سرکشی اور ہٹ دھرمی	۳۴	متصرفِ کامل	۵۶
مال واولاد پر بھروسہ	۳۶	اللہ کی بے نیازی	۵۸
اعمال کا دُہرا اجر	۳۷	مومن وکافر کی مثال	۵۹

منکرین توحید کی تہدید	۶۱
مومنین کی صفات	۶۳
قرآن کے وارث	۶۴
کتاب کے وارثوں کی نجات	۶۵
کافروں کا حال	۶۷
کفر کا وبال	۶۸
باطل معبودوں کی بے بسی	۶۹
مشرکین کی بدعہدی	۷۱
سرکش قوموں کا انجام	۷۲
سورۃ یٰسٓ	۷۴
وجہ تسمیہ	۷۴
تعارف	۷۴
مضامین کا خلاصہ	۷۵
حروفِ مقطعات	۷۵
رسالتِ محمدیہ کا اثبات	۷۵
مکذبین کی مثالیں	۷۶
اصحابِ قریہ کی مثال	۷۸
ایک مردِ صالح کی نصیحت	۸۰
قوم کی اصلاح کی کوشش	۸۱
جنت میں داخلہ	۸۲
سابقہ قوموں کے احوال سے عبرت	۸۳
مظاہر قدرت سے حشر ونشر پر استدلال	۸۴
قدرتِ الٰہی کی نشانی	۸۵
قدرتِ الٰہی کی ایک اور نشانی	۸۷
کافروں کی سنگ دلی	۸۸
قیامت کا اچانک آنا	۸۹
نفخۂ ثانی	۹۰
اہل جنت کے انعام	۹۱
اہل جہنم کی ذلت ورسوائی	۹۲
کفر کا انجام	۹۳
قدرتِ الٰہی کی مثال	۹۵
آپ ﷺ اور شاعری	۹۶
اللہ کی نشانیاں	۹۷
حشر ونشر کا اثبات	۹۹
حاکمِ مطلق	۱۰۰
سورۃ الصّٰفّٰت	۱۰۲
وجہ تسمیہ	۱۰۲
تعارف	۱۰۲
مضامین کا خلاصہ	۱۰۲
اثباتِ توحید	۱۰۳
آسمانِ دُنیا کی زینت	۱۰۴
منکرین حشر کی جہالت	۱۰۵
منکرین حشر کا انجام	۱۰۷
کفار کا ایک دوسرے کو الزام دینا	۱۰۸
اللہ کی طرف سے کافروں کی تکذیب	۱۱۰
اہل جنت کے احوال	۱۱۰
کافر دوست کا حال	۱۱۲
کافروں کی آزمائش	۱۱۴

عنوان	صفحہ
اہل دوزخ کا حال	۱۱۵
حضرت نوحؑ کا واقعہ	۱۱۷
حضرت ابراہیمؑ کا واقعہ	۱۱۸
حضرت ابراہیمؑ کا حیلہ	۱۱۹
بیٹے کی قربانی کا حکم	۱۲۱
ذبحِ عظیم	۱۲۳
حضرت موسیٰؑ وہارونؑ پر اللہ کے انعام	۱۲۴
حضرت الیاسؑ کا واقعہ	۱۲۵
حضرت لوطؑ کا واقعہ	۱۲۶
حضرت یونسؑ کا واقعہ	۱۲۷
مشرکین کی جہالت و بے وقوفی	۱۲۹
ہدایت وگمراہی کا اختیار	۱۳۱
عذاب الٰہی میں عجلت کا مطالبہ	۱۳۲
سورۃ صٓ	۱۳۴
وجہ تسمیہ	۱۳۴
تعارف	۱۳۴
مضامین کا خلاصہ	۱۳۴
حروفِ مقطعات	۱۳۵
سابقہ قوموں کی ہلاکت کی وجہ	۱۳۵
کفار کا تعجب واعتراض	۱۳۶
آپؐ کی رسالت پر مشرکین کا اعتراض	۱۳۷
عاد وثمود اور فرعون وغیرہ کا حال	۱۳۹
حضرت داؤدؑ کا حال	۱۴۱
ایک عجیب مقدمہ	۱۴۲
حضرت داؤدؑ کو زمین پر خلیفہ بنانا	۱۴۴
تخلیق کائنات کی حکمت	۱۴۶
جہاد کے گھوڑے	۱۴۷
حضرت سلیمانؑ کی آزمائش	۱۴۸
حضرت ایوبؑ کا واقعہ	۱۵۰
حضرت ایوبؑ کی قسم	۱۵۲
ابراہیم واسحٰقؑ ویعقوبؑ وغیرہ کا ذکر	۱۵۲
آخرت کا انعام	۱۵۳
سرکشوں کا انجام	۱۵۵
اعلانِ توحید ورسالتؐ	۱۵۶
تخلیق آدم	۱۵۷
ابلیس پر لعنت	۱۵۸
منکرین کو نصیحت	۱۶۰
سورۃ الزمر	۱۶۱
وجہ تسمیہ	۱۶۱
تعارف	۱۶۱
مضامین کا خلاصہ	۱۶۲
شرک کا ابطال	۱۶۲
قدرتِ الٰہی کے مظاہر	۱۶۴
اللہ کی بے نیازی اور انسان کی ناشکری	۱۶۶
فرماں بردار ونافرمان	۱۶۷
ہجرت کے فضائل	۱۶۹
صریح خسارے والے	۱۷۰
اہل اطاعت کو خوشخبری	۱۷۲

جنت کے بالا خانے	۱۷۳	حروفِ مقطعات	۲۰۴
زمین کے چشمے	۱۷۴	توبہ کی فضیلت	۲۰۴
آیاتِ قرآنی کی تاثیر	۱۷۵	مکذبین کا انجام	۲۰۶
ظالموں کا انجام	۱۷۷	مومنوں کے لئے فرشتوں کی استغفار	۲۰۸
شرک وتوحید کی ایک مثال	۱۷۸	کفار کی ہلاکتِ ابدی	۲۰۹
سب سے بڑا ظالم	۱۸۰	حاکمِ اعلیٰ	۲۱۱
اللہ کی کفایت	۱۸۱	حشر کی ہولناکی	۲۱۲
نیند کی حقیقت	۱۸۴	انبیا کی تکذیب کا انجام	۲۱۳
سفارش کی حقیقت	۱۸۵	فرعون کی شقاوت وبدبختی	۲۱۵
مشرکین کی بےبسی	۱۸۶	قومِ فرعون کے ایک مردِ مومن کا قصہ	۲۱۶
مشرکین کی دوعملی	۱۸۸	قومِ فرعون کو مومن کی تنبیہ	۲۱۸
بے پایاں رحمت	۱۹۰	قومِ فرعون کی سرکشی وتکبر	۲۱۹
کفار کی ندامت	۱۹۲	دُنیا وآخرت کی حقیقت	۲۲۱
مکذبین کا انجام	۱۹۳	آلِ فرعون کا انجام	۲۲۲
حقیقی خسارے والے	۱۹۴	آلِ فرعون کی ذلت وخواری	۲۲۵
آپ ﷺ کو شرک کی دعوت	۱۹۵	انبیا ومومنین کی نصرت	۲۲۶
اللہ کی عظمتِ شان	۱۹۶	کائنات کی تخلیق	۲۲۸
قیامت کی ہولناکیاں	۱۹۷	بندگی کی شرط	۲۲۹
کافروں کا انجام	۱۹۹	انعاماتِ خداوندی	۲۳۰
مومنوں کا انجام	۲۰۱	آدمی کی حقیقت	۲۳۲
سورة المؤمن	۲۰۳	مشرکین کا انجام	۲۳۴
وجہ تسمیہ	۲۰۳	فتح ونصرت کا وعدہ	۲۳۶
تعارف	۲۰۳	چوپایوں میں منافع	۲۳۷
مضامین کا خلاصہ	۲۰۴	بے سود توبہ وندامت	۲۳۸

سورۃ حٰم السجدہ ۲۴۰
وجہ تسمیہ ۲۴۰
تعارف ۲۴۰
مضامین کا خلاصہ ۲۴۰
حروفِ مقطعات ۲۴۱
مشرکین مکہ کی ہٹ دھرمی ۲۴۱
مومنین کا دائمی اجر ۲۴۳
آسمان وزمین کی تخلیق ۲۴۴
مشرکین کو دھمکی ۲۴۶
عاد وثمود کا انجام ۲۴۷
منکرین کے خلاف اُن کے اعضاء کی گواہی ۲۴۹
کفار کو ملامت ۲۵۰
کفار پر شیاطین کا تسلّط ۲۵۱
منکرین آیاتِ الٰہی کا انجام ۲۵۳
مؤمنین کا اعزاز واکرام ۲۵۴
صفاتِ حمیدہ ۲۵۵
توحید کے دلائل ۲۵۷
منکرین کی کج روی ۲۵۸
ہدایت وشفا کا ذریعہ ۲۶۰
حضرت موسیٰؑ کی تکذیب ۲۶۱
کافروں کا انجام ۲۶۲
عذابِ شدید کی وعید ۲۶۴
بڑی گمراہی ۲۶۵
سورۃ الشوریٰ ۲۶۷
وجہ تسمیہ ۲۶۷
تعارف ۲۶۷
مضامین کا خلاصہ ۲۶۷
حروفِ مقطعات ۲۶۸
وحیٔ الٰہی کی کیفیت ۲۶۸
حشر کا یقینی دن ۲۷۰
تمام خزانوں کا مالک ۲۷۱
مشرکین پر توحید کا گراں ہونا ۲۷۳
آپؐ کو دعوتِ حق کا حکم ۲۷۴
قیامت کا استہزاء ۲۷۵
نیکیوں کے ثواب میں زیادتی ۲۷۷
مومنوں کو بشارت ۲۷۸
مومنوں پر انعامات ۲۸۰
قدرت کی نشانیاں ۲۸۲
سمندروں کی تسخیر ۲۸۳
مومنین کی صفات ۲۸۴
عدل کے ساتھ بدلہ لینا ۲۸۶
کفار کی ذلّت ورُسوائی ۲۸۷
انسان کا ناشکرا پن ۲۸۹
وحی کے مراتب وکیفیات ۲۹۰
سورۃ الزخرف ۲۹۳
وجہ تسمیہ ۲۹۳
تعارف ۲۹۳
مضامین کا خلاصہ ۲۹۳

حروفِ مقطعات	۲۹۳
اقوامِ سابقہ کے احوال سے عبرت	۲۹۴
سواری پر بیٹھنے کے آداب	۲۹۵
بیٹی کی پیدائش پر رنجیدہ ہونا	۲۹۷
باپ دادا کی اندھی تقلید	۲۹۹
حضرت ابراہیمؑ کا اعلان توحید	۳۰۰
عطیۂ نبوت و رسالتؐ	۳۰۲
ذکرِ الٰہی سے اعراض کی سزا	۳۰۴
نعمتِ عظمیٰ	۳۰۶
قومِ فرعون کا حال	۳۰۷
قومِ فرعون کی حماقت	۳۰۹
حضرت عیسیٰؑ کی مثال	۳۱۰
حضرت عیسیٰؑ کا پیغامِ توحید	۳۱۳
جنت کی نعمتیں	۳۱۴
اہلِ جہنم کا دائمی عذاب	۳۱۶
معبودِ حقیقی	۳۱۸
عاجز و بے اختیار معبود	۳۱۹
سورۃ الدخان	۳۲۱
وجہ تسمیہ	۳۲۱
تعارف	۳۲۱
مضامین کا خلاصہ	۳۲۱
حروفِ مقطعات	۳۲۲
قضا و قدر کے فیصلوں کی رات	۳۲۲
دخانِ مبین	۳۲۳
قومِ فرعون کی آزمائش	۳۲۵
قومِ فرعون کا انجام	۳۲۶
فرعون سے نجات	۳۲۸
مشرکین کا انکارِ قیامت	۳۲۹
فیصلے کا دن	۳۳۰
منکرین قیامت کا انجام	۳۳۱
اہلِ تقویٰ کا حال	۳۳۲
سورۃ الجاثیہ	۳۳۴
وجہ تسمیہ	۳۳۴
تعارف	۳۳۴
مضامین کا خلاصہ	۳۳۴
حروفِ مقطعات	۳۳۴
قدرتِ کاملہ کی نشانیاں	۳۳۵
کفار کی بے بسی	۳۳۶
اللہ تعالیٰ کی نعمتیں	۳۳۷
بنی اسرائیل میں فرقہ بندی	۳۳۹
مومن و کافر کے مراتب	۳۴۰
باطل عقائد	۳۴۲
آخرت کے احوال	۳۴۴
منکرین قیامت کا حال	۳۴۵
دائمی عذاب	۳۴۶
سورۃ الاحقاف	۳۴۸
وجہ تسمیہ	۳۴۸
تعارف	۳۴۸

مضامین کا خلاصہ ۳۴۸
حروفِ مقطعات ۳۴۹
کائنات کی تخلیق کا مقصد ۳۴۹
منکرین کی تکذیب اور افتراء ۳۵۰
قرآن کی سچائی کی شہادت ۳۵۲
کفار کی ذہنیت ۳۵۳
والدین کے حقوق ۳۵۵
نافرمان اولاد ۳۵۷
کافروں کے نیک کاموں کا بدلہ ۳۵۹
حضرت ہودؑ کی دعوتِ توحید ۳۶۰
دردناک عذاب کی آندھی ۳۶۱
قوم عاد کا انجام ۳۶۲
جنات کا قرآن سننا ۳۶۴
کفار کا اقرار ۳۶۶
آپ کو صبر کی تلقین ۳۶۷

سورۃ محمد

وجہ تسمیہ ۳۶۹
تعارف ۳۶۹
مضامین کا خلاصہ ۳۶۹
اعمال کی بربادی ۳۷۰
جہاد میں سختی کا حکم ۳۷۱
اقوام سابقہ کا انجام ۳۷۳
اہل سعادت کے انعامات ۳۷۵
منافقین کی جہالت ۳۷۷
منافقین کا جہاد سے دہشت زدہ ہونا ۳۷۹
منافقین کو شیطانی دھوکہ ۳۸۱
منافقین کی کینہ پروری ۳۸۲
جہاد سے بچنے کے لئے صلح کی ممانعت ۳۸۳
اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا ۳۸۵

سورۃ الفتح ۳۸۷

وجہ تسمیہ ۳۸۷
تعارف ۳۸۷
مضامین کا خلاصہ ۳۸۷
فتح مبین ۳۸۸
نزول سکینت ۳۹۲
آپ ﷺ کی صفات ۳۹۵
منافقین کے حیلے بہانے ۳۹۷
خیبر میں ساتھ لے جانے کی ممانعت ۴۰۰
مستقبل کے معرکوں کی خبر ۴۰۱
بیعت رضوان ۴۰۳
مغانم کی بشارت ۴۰۴
مشرکین پر غلبہ ۴۰۶
حدیبیہ کے موقع پر جنگ نہ ہونے کی مصلحت ۴۰۷
آپ ﷺ کا خواب ۴۰۹
صحابۂ کرامؓ کے اوصاف ۴۱۰

سورۃ الحجرات ۴۱۳

وجہ تسمیہ ۴۱۳
تعارف ۴۱۳

مضامین کا خلاصہ ۴۱۳
رسول اللہ کے آداب وحقوق ۴۱۳
آپ ﷺ کی تعظیم وتکریم کے ثمرات ۴۱۶
آپ ﷺ کا ادب واحترام ۴۱۷
فاسق کی خبر کی تحقیق ۴۱۸
مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرانا ۴۲۱
باہم مذاق اُڑانے کی ممانعت ۴۲۳
بدگمانی اور غیبت کی ممانعت ۴۲۴
فضیلت وبزرگی کا معیار ۴۲۶
ایمان اور اسلام کا فرق ۴۲۷
اعراب کا احسان جتانا ۴۲۹
سورۃ ق ۴۳۱
وجہ تسمیہ ۴۳۱
تعارف ۴۳۱
مضامین کا خلاصہ ۴۳۲
حروف مقطعات ۴۳۲
کلام خداوندی کی عظمت ۴۳۲
زمین اور اُس کی نعمتیں ۴۳۳
امم سابقہ کی ہلاکت ۴۳۵
رگ جان سے قریب ۴۳۸
مشرکین کا انجام ۴۴۰
جہنم کی وسعت ۴۴۲
مشرکین مکہ کو تنبیہ ۴۴۴
قیامت کے روز زمین کا پھٹنا ۴۴۵
سورۃ الذّٰریٰت ۴۴۷
وجہ تسمیہ ۴۴۷
تعارف ۴۴۷
مضامین کا خلاصہ ۴۴۷
منکرین حشر کا انجام ۴۴۷
پرہیزگاروں کی صفات ۴۴۹
حضرت ابراہیم کے مہمان ۴۵۱
قوم لوطؑ کی ہلاکت ۴۵۳
قوم فرعون اور عاد وثمود کا حال ۴۵۴
ہر نوع میں جوڑے بنانا ۴۵۶
جنوں اور انسانوں کی تخلیق کا مقصد ۴۵۷
سورۃ الطور ۴۶۰
وجہ تسمیہ ۴۶۰
تعارف ۴۶۰
مضامین کا خلاصہ ۴۶۰
کفار کا انجام بد ۴۶۰
پرہیزگاروں کا انعام ۴۶۳
اہل جنت کا اظہار اطمینان ۴۶۴
منکرین کی بے عقلی ۴۶۶
قدرت کاملہ کا اظہار ۴۶۷
منکرین کی ضد اور عناد ۴۶۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ السبا

وجہ تسمیہ: اس سورت میں ملک سبا کی سرسبزی وشادابی اور پھر اس کی تباہی اور بربادی کا ذکر ہے اس لیے اس سورت کا نام السبا ہو گیا۔

تعارف: اس میں ۶ رکوع، ۵۴ آیتیں، ۸۸۳ کلمات اور ۴۵۱۲ حروف ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی، قتادہ اور ابن عطیہ کا بھی یہی قول ہے۔

امام قرطبی فرماتے ہیں کہ یہ سورت سب کے نزدیک مکی ہے سوائے ویری الذین اوتو العلم۔ (آیت: ۶) کے۔ (مواہب الرحمٰن ۲۲/۱۳۱، روح المعانی ۲۲/۱۰۲)

قوم سبا کو اللہ تعالیٰ نے قسم قسم کی نعمتوں سے نوازا تھا۔ مگر وہ دنیاوی عیش وعشرت میں مست ہو کر کفران نعمت کر بیٹھے، جس کا انجام تباہی وبربادی ہوا۔

مضامین کا خلاصہ

رکوع ۱: سورت کی ابتدا میں بیان کیا گیا ہے کہ حمد وثناء صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لائق ہے، پھر قیامت کا یقینی طور پر آنا اور اس کے دلائل کا بیان ہے۔

رکوع ۲: حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کی فضیلت کا بیان ہے۔ پھر حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے احوال اور قوم سبا پر اللہ تعالیٰ کا انعام مذکور ہے۔ اس کے بعد قوم سبا کی بربادی اور بنی آدم کے بارے میں شیطان کا گمان بیان کیا گیا ہے۔

رکوع ۳: شروع میں مشرکین کی جہالت بیان کی گئی ہے۔ پھر اثبات رسالت اور منکرین کی جہالت و بےعقلی کا بیان ہے۔

رکوع ۴: کافروں کی سرکشی اور ہٹ دھرمی کا بیان ہے۔ پھر ان کے اس دعوے کی تردید ہے کہ مال

و دولت کی کثرت اللہ کے ہاں ان کے مقبول ہونے کی دلیل ہے۔

رکوع ۵: ابتدا میں اعمال کے دوہرے اجر اور کفر وشرک کے انجام کا بیان ہے، پھر مشرکین کی طرف سے قرآن کریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کا بیان ہے۔

رکوع ٦: اس میں حق کا یقینی طور پر باطل پر غالب آنا اور آخرت میں کفار کا انجام بیان کیا گیا ہے۔

حمد وثناء کی سزاوار ذات

۱۔۲: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِی الْاٰخِرَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ ۝۱ یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْهَا ؕ وَهُوَ الرَّحِیْمُ الْغَفُوْرُ ۝۲

تمام تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس کی ملکیت میں وہ سب کچھ ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے، اور آخرت میں بھی اسی کی حمد ہے اور وہی حکمتوں والا (اور) سب کچھ جاننے والا ہے۔ وہ جانتا ہے جو کچھ زمین میں داخل ہوتا ہے اور جو کچھ اس سے نکلتا ہے۔ اور جو کچھ آسمان سے اترتا ہے اور جو کچھ اس میں چڑھتا ہے اور وہ انتہائی رحم کرنے والا (اور) بہت بخشنے والا ہے۔

یَلِجُ: وہ داخل ہوتا ہے، وہ گھستا ہے۔ وُلُوْجٌ سے مضارع۔

یَعْرُجُ: وہ چڑھتا ہے۔ عُرُوْجٌ سے مضارع۔

تشریح: دنیا و آخرت کی تمام نعمتیں اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہیں۔ وہی تمام آسمانی و زمینی چیزوں کا بلاشرکت غیرے حقیقی خالق و مالک اور حاکم ہے۔ وہ نہایت حکمت و خبرداری کے ساتھ ان کی تدبیر کرتا ہے۔ اس لیے ہر قسم کی تعریف اور حمد وثناء کا تنہا وہی سزاوار ہے اور وہی معبودِ حقیقی ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب اسی کے قبضۂ قدرت اور اسی کے تصرف میں ہے۔ اس کا علم اتنا وسیع اور بے پایاں ہے کہ اس سے کوئی چیز مخفی اور کوئی ذرہ پوشیدہ نہیں۔ وہ خوب جانتا ہے ہر اس چیز کو جو زمین میں داخل ہوتی ہے جیسے بارش کا پانی، مُردے مختلف قسم کے بیج وغیرہ، اور جو زمین سے نکلتی ہے جیسے چشموں کا پانی، نباتات، جواہر اور معدنیات

وغیرہ۔ وہ اس کو بھی خوب جانتا ہے جو آسمان سے اترتا ہے، جیسے وحی، فرشتے، بارش، کڑک، برف اور رزق وغیرہ، اور جو آسمان میں چڑھتا ہے جیسے بندوں کے اعمال، دعائیہ کلمات اور روح وغیرہ۔ وہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے کہ ان کے گناہوں اور نافرمانیوں کی خبر رکھنے کے باوجود ان کو فوراً سزا نہیں دیتا بلکہ مہلت دیتا ہے تاکہ وہ گناہوں سے توبہ کرلیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرلیں۔ وہ ایسا بخشنے والا ہے کہ بندہ جب بھی خلوص دل سے اس کے آگے جھکتا ہے اور اپنے گناہوں اور کوتاہیوں کی معافی طلب کرتا ہے تو وہ فوراً معاف فرما دیتا ہے۔

(ابن کثیر ۵۲۵/۳، روح المعانی ۱۰۴،۱۰۳/۲۲)

قیامت کا یقینی طور پر آنا

۳۔۶: وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَأْتِيْنَا السَّاعَةُ ؕ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَأْتِيَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَيْبِ ۚ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ لِّيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ وَالَّذِيْنَ سَعَوْ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ۝ وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ وَيَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝

اور کافر کہتے ہیں کہ ہم پر قیامت نہیں آئے گی۔ (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہہ دیجئے کہ قسم ہے میرے رب کی جو عالم الغیب ہے وہ تم پر ضرور آئے گی۔ ایک ذرے کے برابر چیز بھی اس سے پوشیدہ نہیں۔ نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور کوئی چیز اس (ذرے) سے چھوٹی اور بڑی ایسی نہیں جو کتاب میں (درج) نہ ہو تاکہ (اللہ) ایمان والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو بدلہ دے۔ انہی لوگوں کے لیے (اللہ کی طرف سے) مغفرت اور عزت کی روزی ہے۔ اور جو لوگ ہماری آیتوں کو نیچا دکھانے میں لگے رہے انہی کے

لیے سخت دردناک عذاب ہے، اور جن کو علم دیا گیا ہے وہ دیکھ لیں گے کہ (یہ قرآن) جو آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے، سراسر حق ہے ،اور وہ خدائے غالب وحمید تک (پہنچنے والے) راستے کی راہنمائی کرتا ہے۔

یَعْزُبُ: وہ غائب ہوتا ہے، وہ چھپتا ہے۔ عُزُوْبٌ سے مضارع۔

مِثْقَالُ: برابر، ہم وزن، بھاری ہونا۔ ثِقْلٌ و ثَقَالَۃٌ سے اسم بھی اور فعل بھی۔ جمع مثَاقِیْلُ۔

مُعْجِزِیْنَ: عاجز کرنے والے، ہرانے والے، نیچا دکھانے والے۔ مُعَاجَزَۃٌ سے اسم فاعل۔

رِجْزٍ: سخت، عذاب، آفت۔

تشریح: قرآن کریم میں تین مقامات ایسے ہیں جہاں قیامت کے آنے کو قسم کے ذریعے بیان کیا گیا ہے۔ ان میں سے ایک تو یہی سورۂ سبا کی آیت نمبر ۳ ہے جس میں کافروں کے انکارِ قیامت کا ذکر کر کے قسم کے ذریعے اس کا جواب دیا گیا ہے۔

وَ يَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ؕ قُلْ اِیْ وَ رَبِّیْۤ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ؔۚ وَ مَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ ۟۵۳

۲۔ اور لوگ آپ سے معلوم کرتے ہیں کہ کیا قیامت کا آنا واقعی حق ہے؟ آپ کہہ دیجئے کہ ہاں میرے رب کی قسم اس کا آنا یقیناً حق ہے اور تم اللہ کو (قیامت کے لانے سے) عاجز نہیں کر سکتے۔ (یونس: ۵۳)

زَعَمَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَنْ لَّنْ یُّبْعَثُوْا ؕ قُلْ بَلٰى وَ رَبِّیْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ؕ وَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ ۝

۳۔ کافروں کا خیال ہے کہ قیامت کے روز وہ زندہ کر کے نہیں اٹھائے جائیں گے۔ آپ کہہ دیجئے کہ ہاں میرے رب کی قسم تم ضرور زندہ کر کے اٹھائے جاؤ گے۔ پھر تمہیں تمہارے اعمال کے بارے میں بتایا جائے گا اور اللہ پر یہ بہت ہی آسان ہے۔ (التغابن: ۷)

مشرکین ومنکرین دنیاوی زندگی پر بھروسہ کر کے یہ کہتے ہیں کہ ان پر قیامت نہیں آئے گی اس لیے ان کو کسی قسم کے عذاب وحساب کا خوف اور اندیشہ نہیں۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان منکرین قیامت کو بتا دیجئے کہ قیامت ضرور آئے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ قیامت لانے پر پوری طرح قادر

ہے ۔ اس کے آنے کا وقت اس کے سوا کسی کو معلوم نہیں ۔ قیامت کے روز وہ مومن و کافر سب کو زندہ فرمائے گا خواہ ان کی ہڈیاں بوسیدہ ہو کر خاک بن گئی ہوں ۔ وہ اس کے علم اور قدرت سے باہر نہیں ۔ وہ عالم الغیب ہے ۔ آسمانوں اور زمین کا کوئی ذرہ یا کوئی چھوٹی بڑی چیز اس سے پوشیدہ نہیں ۔ سب کچھ کتاب مبین یعنی لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے ۔

یہ دنیا تو محنت اور تکلیف کی جگہ ہے ۔ بدلے کی جگہ نہیں ۔ بدلے اور جزا و سزا کے لیے تو قیامت کا دن مقرر ہے ۔ اس لیے قیامت کے روز وہ سب کو زندہ کر کے جمع کرے گا، اور ان سے ان کے اعمال کا حساب لے گا ۔ پھر اعمال کے مطابق ان کو جزا یا سزا دے گا ۔ مومنوں کو ان کے اعمال صالحہ کا اجر و ثواب ملے گا ۔ انہی کے لیے مغفرت اور عزت کی روزی ہے جو ان کو جنت میں بلا محنت ملے گی ۔

جو لوگ ہماری آیتوں کے ابطال کی کوشش کرتے ہیں اور لوگوں کو ان سے بے رغبت اور متنفر کرنے میں لگے رہتے ہیں ان کے لیے سخت تکلیف دہ اور دردناک عذاب ہے ۔ جن لوگوں کو آسمانی کتابوں کا علم دیا گیا یعنی علماء اہل کتاب، وہ خوب جانتے ہیں کہ جو قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے وہ بلاشبہ حق ہے اور ایسے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے جو اس اللہ کی طرف لے جاتا ہے جو بہت عزت اور غلبے والا ہے ۔ اس پر کسی کا بس اور زور نہیں ۔ اس کے سامنے ہر چیز عاجز و کمزور ہے ۔ وہی قابل تعریف ہے ۔ (ابن کثیر ۳/۵۲۵ مواہب الرحمٰن ۲۲/۱۳۵،۱۳۳) ۔

قیامت کے دلائل

۷۔۹ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝ اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ۭ بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ ۝ اَفَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَاۗءِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ۝

اور کافر کہتے ہیں کہ (لوگو!) کیا ہم تمہیں ایک ایسا آدمی بتائیں جو تمہیں یہ خبر

دیتا ہے کہ جب تم (مرکر) بالکل ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو پھر نئے سرے سے پیدا کئے جاؤ گے۔ (معلوم نہیں) اس نے (اپنی طرف سے) اللہ پر جھوٹ باندھا ہے یا اسے جنون (دیوانگی) ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے وہی عذاب میں (مبتلا) ہوں گے اور وہ بڑی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔ کیا انہوں نے آسمان اور زمین کو نہیں دیکھا جو ان کے آگے اور پیچھے (موجود) ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو انہیں زمین میں دھنسا دیں یا ان پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دیں۔ بلاشبہ اللہ کی طرف رجوع کرنے والے بندے کے لیے اس میں (اس کی قدرت کی) نشانی ہے۔

نَدُلُّكُمْ : ہم تمہیں بتائیں۔ دَلَالَۃٌ سے مضارع۔

مُزِّقْتُمْ : تم ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے، تم ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جاؤ گے۔ تَمْزِیْقٌ سے ماضی مجہول۔

نَخْسِفْ : ہم دھنسا دیں گے۔ خَسْفٌ سے مضارع۔

نُسْقِطْ : ہم ڈال دیں گے، ہم گرا دیں گے۔ اِسْقَاطٌ سے مضارع۔

كِسَفًا : ٹکڑے۔ واحد كِسْفَةٌ۔ ہر پھس پھسے اور ہلکے ٹکڑے کو کِسَفٌ کہتے ہیں، جیسے بادل کا ٹکڑا، روئی کا گالا وغیرہ۔

تشریح : جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت قائم ہونے کے بارے میں مشرکین و منکرین کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا تو انہوں نے اس کو محال سمجھا اور آپ کی طرف اشارہ کرکے تمسخر کے طور پر ایک دسرے کو کہتے کہ ہم تمہیں ایک ایسے آدمی کے بارے میں بتاتے ہیں جو یہ عجیب بات کہتا ہے کہ جب تم مرنے کے بعد گل سڑ کر اور ریزہ ریزہ ہو کر پراگندہ ہو جاؤ گے تو تمہیں پھر نئے سرے سے پیدا کر دیا جائے گا تاکہ تمہیں کفر و انکار کی سزا دی جائے۔ ان بدبختوں نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کو محدود سمجھا اور یہ گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بات نہیں کہی ہوگی بلکہ یہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ پر یہ جھوٹی بات اپنی طرف سے بنائی ہے کہ اس نے ان کو یہ خبر دی ہے یا پھر ان کو کسی قسم کا جنون اور دیوانگی ہے کہ دماغ ٹھکانے نہیں اس لیے دیوانوں کی سی بے تکی باتیں کرتے ہیں (العیاذ باللہ)۔

ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو سچے اور اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ وہ جو کچھ کہتے ہیں وہ نہ افترا ہے اور نہ ان کو کسی قسم کا جنون بلکہ وہ سب حق اور سچ ہے۔

یہ منکرین ہی جہالت اور بے سمجھی سے کام لے رہے ہیں ۔ اور آخرت پر ایمان نہیں لاتے ۔ یہ لوگ عقل و دانش اور صدق و صواب کے راستے سے بھٹک کر بہت دور جا پڑے ہیں اور بیہودہ گوئی کر کے اپنے آپ کو عذاب الٰہی کا مستحق بنا رہے ہیں ۔ اس لیے یہی لوگ آخرت کے عذاب سے دوچار ہوں گے ۔

کیا اللہ تعالیٰ کی قدرت میں کوئی کمی نظر آ رہی ہے؟ کیا وہ اپنے آگے پیچھے آسمان و زمین کو نہیں دیکھتے جن میں ان کے لیے بڑی بھاری نشانی موجود ہے؟ کیا اتنی بڑی مخلوق کا خالق اور اتنی زبردست قدرت والا ان جیسی چھوٹی سی مخلوق کو فنا کر کے دوبارہ پیدا کرنے پر قادر نہیں؟ یقیناً وہ اس پر قادر ہے ۔ یہ لوگ اس کے آسمان کے نیچے اور زمین پر رہتے ہوئے اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایسے گستاخانہ کلمات زبان سے نکالتے ہیں ۔ اگر وہ چاہے تو انہیں زمین میں دھنسا کر یا آسمان کا کوئی ٹکڑا ان پر گرا کر ان کو نیست و نابود کر دے اور قیامت کا چھوٹا نمونہ اسی دنیا میں دکھا دے ۔ بلاشبہ آسمان و زمین جیسے مناظر قدرت میں اس بندے کے لیے توحید کی نشانی ہے جو اپنے رب کی جانب رجوع کرنے والا ہے ۔ (عثمانی ۲/۳۷۳،۳۷۲، مواہب الرحمٰن ۲۲/۱۳۷،۱۳۶)

حضرت داؤد علیہ السلام کی فضیلت

۱۰۔۱۱: وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ۭ يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ۝ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝

اور ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے بڑی نعمت دی تھی (ہم نے حکم دیا کہ) اے پہاڑو تم اس (داؤد) کے ساتھ خوش آوازی سے تسبیح کرو اور (یہی حکم) پرندوں کو (بھی دیا) اور ہم نے ان کے لیے لوہے کو نرم کر دیا کہ تو پوری پوری زرہیں بنا اور (اس کی کڑیاں) مناسب اندازے سے جوڑ اور نیک عمل کیا کرو ۔ بیشک میں تمہارے اعمال دیکھ رہا ہوں ۔

اَوِّبِیْ: تو رجوع ہو، تو تسبیح دہرا ۔ تَاْوِیْبٌ سے امر ۔

اَلَنَّا: ہم نے نرم کر دیا، اِلَانَۃٌ سے ماضی ۔

سٰبِغٰتٍ: کشادہ اور پوری زرہیں، لمبی زرہیں جو آدمی کے پورے جسم کو چھپا لیں ۔ سُبُوْغٌ سے اسم

فاعل ۔ واحد سَابِغَۃٌ

قَدِّرْ : تو (کڑیوں کو) حساب سے جوڑ، تو اندازے کے ساتھ بنا۔ تَقْدِیْرٌ سے امر۔

سَرْدِ : کڑیاں جوڑنا، زرہیں بنانا۔ مصدر ہے۔

تشریح: ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک خاص بندے حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر فرمایا ہے جن کو اللہ نے اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں عطا فرمائیں اور نبوت و رسالت کے ساتھ ان کو بے مثال سلطنت بھی عطا فرمائی۔ اس کے باوجود وہ منعم حقیقی کے شکر سے غافل نہیں ہوئے۔ اگر کسی وقت غفلت ہوئی بھی تو فوراً توبہ و استغفار کرنے لگ گئے۔ جیسے ارشاد ہے:

فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ ۩

سوانہوں نے اپنے رب سے معافی مانگی اور سجدے میں گر پڑے اور (اللہ کی طرف) رجوع ہوئے۔ (ص: ۲۴)

چنانچہ ارشاد ہے بلاشبہ ہم نے حضرت داؤد علیہ السلام کو اپنی طرف سے بہت سے مومن بندوں پر فضیلت عطا فرمائی۔ ان کو نبوت، آسمانی کتاب (زبور)، بادشاہت، طاقت و قوت اور لاؤ لشکر دیئے، ان کو حسن صوت یعنی خوش آوازی کا معجزہ عطا فرمایا کہ دنیا کی کوئی آواز اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ ان میں سے ہر نعمت ان کی فضیلت و کرامت اور نبوت کی دلیل کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے کمال قدرت کی بھی دلیل تھی۔ جب حضرت داؤد علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور حمد و ثنا کرتے تو اللہ کے حکم سے پہاڑ اور پرندے بھی حقیقتاً حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ آواز میں آواز ملا کر اس کی حمد و ثنا اور وحدانیت کے گیت گانے لگتے تھے۔ یہ تسبیح اور حمد و ثنا حقیقی تھی، زبان حال سے نہ تھی اور نہ ہی صدائے بازگشت تھی، بلکہ یہ داؤد علیہ السلام کا معجزہ اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ تھا کہ اس کے حکم سے بے عقل مخلوق بھی سمجھ بوجھ والوں کی طرح اس کی مشیت کے موافق عمل کرتی ہے۔ پس جو خدا بے زبان اور بے جان چیزوں کو گویائی عطا کر سکتا ہے وہ مردوں کے بے جان اور بے زبان ذروں کو دوبارہ زندہ کیوں نہیں کر سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو ایک فضیلت یہ بھی عطا فرمائی کہ کسی ظاہری سبب کے بغیر یعنی آگ اور ہتھوڑے وغیرہ کی مدد کے بغیر لوہے کو ان کے لیے موم کی طرح نرم کر دیا اور ان کو اس نرم لوہے سے کشادہ زرہیں بنانے کا حکم دیا اور یہ کہ کڑیوں کو مناسب اندازے سے جوڑو کہ وہ نہ

زیادہ ہلکی ہوں اور نہ زیادہ بھاری۔ اور اس کی کڑیاں چھوٹی بڑی بھی نہ ہوں کہ دیکھنے میں بھدی معلوم ہوں۔ ان کی مضبوطی ایسی ہو کہ پہننے والا تیر اور تلوار سے بچ سکے۔

وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ

حضرت داؤد علیہ السلام کو زرہ سازی کی صنعت اللہ تعالیٰ نے خود سکھائی تھی، جیسے ارشاد ہے:

اور ہم نے ان کو زرہ بنانے کی صنعت سکھائی۔ (الانبیاء: ۸۰)

سب سے پہلے حضرت داؤد ہی نے کڑیاں جوڑ کر زرہ بنائی۔ ان سے پہلے کڑیوں کی زرہ کوئی نہیں بناتا تھا۔ اس طرح حضرت داؤد علیہ السلام اپنی گزر بسر کے لیے بیت المال پر بوجھ بننے کی بجائے اپنے ہاتھ سے زرہیں تیار کر کے فروخت کرتے تھے اور ان کی آمدنی سے اپنی ضروریات پوری کرتے تھے۔

پھر فرمایا کہ تم سب نیک عمل کرتے رہو میں تمہارے اعمال کو خوب دیکھتا ہوں۔ (معارف القرآن مفتی محمد شفیع ۲۶۰۔۲۶۳/ ۷، معارف القرآن مولانا محمد ادریس کاندھلوی ۵۶۱۔۵۶۳/ ۵)

حضرت سلیمان علیہ السلام کی فضیلت

۱۲۔۱۳: وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ۭ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۭ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۱۲﴾ يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَاۗءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ۭ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ۭ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ﴿۱۳﴾

اور ہم نے سلیمان کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا کہ اس کی صبح کی منزل ایک ماہ کی اور شام کی منزل (بھی) ایک ماہ کی ہوتی تھی (ایک ماہ کی مسافت آدھے دن میں ہوتی تھی) اور ہم نے ان کے لیے پگھلے ہوئے تانبے کا ایک چشمہ بہا دیا تھا اور جنوں میں سے کتنے ایسے تھے جو اُن کے رب کے حکم سے ان کے سامنے کام کرتے تھے اور ان (جنوں) میں سے جو کوئی ہمارے حکم سے

سرتابی کرے تو ہم اس کو دوزخ کا عذاب چکھا دیں گے۔ (حضرت)
سلیمان جو کچھ چاہتے وہ (جنات) ان کے لیے بنا دیتے مثلاً قلعے، مجسمے،
حوضوں کے برابر لگن اور ایک ہی جگہ جمی رہنے والی (بڑی بڑی) دیگیں۔
اے داؤد کے گھر والو! تم اس (انعام) کے شکر میں نیک کام کرو اور میرے
بندوں میں شکر کرنے والے بہت کم ہوتے ہیں۔

غُدُوُّ ھا: اس کی صبح کی سیر، اس کی صبح کی منزل۔
رَوَاحُھَا: اس کی شام کی سیر، اس کی شام کی منزل۔ مصدر ہے۔
اَسَلْنَا: ہم نے بہا دیا۔ اِسَالَۃٌ سے ماضی۔
القِطْرِ: پگھلا ہوا تانبا۔
یَزِغْ: وہ منحرف ہو جائے گا، وہ پھر جائے گا۔ زَیْغٌ سے مضارع۔
السَّعِیْرِ: دہکتی ہوئی آگ، دوزخ۔ سَعْرٌ سے صفت مشبہ بمعنیٰ مفعول۔
مَحَارِیْبَ: محرابیں، مسجد کے در، قلعے۔ واحد مِحْرَابٌ۔
تَمَاثِیْلَ: تصویریں، مجسمے۔ واحد تِمْثَالٌ۔
جِفَانٍ: بڑے پیالے، لگن۔ واحد جَفْنَۃٌ۔
جَوَابِ: بڑے حوض، بڑے تالاب۔ واحد جَابِیَۃٌ۔
قُدُوْرٍ: ہانڈیاں، دیگیں۔ واحد قِدْرٌ۔
رٰسِیٰتٍ: چولہوں پر جمی رہنے والی۔ رَسْوٌ و رُسُوٌّ سے اسم فاعل۔ واحد رَاسِیَۃٌ۔

تشریح: گزشتہ آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر اپنے فضل و انعام کا ذکر فرمایا تھا۔ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام پر اپنے فضل و انعام کا ذکر فرمایا ہے کہ ہم نے ہوا کو ان کی سیر و سیاحت کے لیے مسخر کر دیا تھا اور ہوا ان کے حکم کے مطابق ان کو لیکر چلتی تھی۔ تخت سلیمانی ہوا کے کاندھوں پر صبح سے دوپہر تک کے وقت میں ایک مہینے کی مسافت طے کر لیتا تھا اور پھر شام سے رات تک مزید ایک مہینے کی مسافت طے کر لیتا تھا۔ اس طرح ایک دن میں دو مہینے کی مسافت طے ہو جاتی تھی۔ یہ ایک معجزہ تھا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو عطا کیا گیا تھا۔

پھر فرمایا کہ اسی طرح یمن میں صنعا کے قریب ہم نے ان کے لیے پگھلے ہوئے تانبے کا ایک چشمہ جاری کر دیا جو گرم نہ تھا تا کہ وہ آسانی سے اس کو سانچوں میں ڈھال کر اس سے جو چاہیں بنائیں ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو ایک فضیلت یہ بھی عطا فرمائی تھی کہ جنات کو ان کے تابع کر دیا تھا جو ان کے حکم کے مطابق نوکروں کی طرح کام کرتے تھے اور کسی جن کی مجال نہ تھی کہ وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے سرتابی کرے۔

جن حضرت سلیمان علیہ السلام کے ایسے مطیع وفرمان بردار تھے کہ جو کچھ وہ چاہتے ان سے بنواتے مثلاً قلعے، بڑی بڑی عمارتیں ۔ پیتل اور تانبے کی طرح طرح کی مورتیں، تالاب جیسے بڑے بڑے لگن اور بڑی بڑی دیگیں جو اپنی جگہ جمی ہوئی رکھی رہتیں ۔ حضرت سلیمان کی شریعت میں مورتیں بنانا جائز تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ مورتیں جاندار کی نہ تھیں بلکہ درختوں وغیرہ کی تھیں اور بعض کہتے ہیں کہ وہ نیک لوگوں کی مورتیں تھیں تا کہ ان کو دیکھ کر لوگ آخرت کی تیاری میں زیادہ کوشش کریں۔

اے آل داؤد تم زبان اور عمل دونوں سے میری ان نعمتوں کا شکر ادا کرتے رہو کیونکہ شکر سے نعمت باقی بھی رہتی ہے اور زیادہ بھی ہوتی ہے ۔ اللہ تعالیٰ کے احسانات تو سب ہی پر ہوتے ہیں خواہ کسی پر کم ہوں یا کسی پر زیادہ مگر پورے شکر گزار بندے بہت تھوڑے ہوتے ہیں ۔ حضرت داؤد علیہ السلام اور ان کے خاندان والوں نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل اپنے قول و عمل سے اس طرح کی کہ ان کے گھر میں کوئی وقت ایسا نہ گزرتا تھا جس میں گھر کا کوئی فرد اللہ کی عبادت میں نہ لگا ہوا ہو ۔ خاندان کے افراد پر عبادت کے اوقات تقسیم کر دیئے گئے تھے اس لیے حضرت داؤد علیہ السلام کا مصلی نماز پڑھنے والوں سے کسی وقت خالی نہ رہتا تھا۔

بخاری و مسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نمازوں میں اللہ کے نزدیک محبوب ترین نماز داؤد علیہ السلام کی ہے ۔ وہ نصف رات سوتے تھے پھر ایک تہائی رات عبادت میں کھڑے رہتے تھے ۔ پھر آخری چھٹے حصے میں سوتے تھے اور سب روزوں میں محبوب تر اللہ کے نزدیک صیام داؤد علیہ السلام ہیں کہ وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے ۔ معارف القرآن مفتی محمد شفیع ۲۶۴-۲۷۲/ ۷، ابن کثیر ۵۲۸، ۵۲۹/ ۳)

حضرت سلیمانؑ کی وفات

۱۴: فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلَىٰ مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنسَأَتَهُ ۖ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ أَن لَّوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ الْمُهِينِ ﴿١٤﴾

پھر جب ہم نے سلیمان پر موت کا حکم جاری کیا تو کسی چیز نے بھی ان (جنات) کو ان کی موت کی خبر نہ دی سوائے گھن کے ایک کیڑے کے جو ان کے عصا کو کھا تا رہا۔ پھر جب سلیمان گر بڑے تب جنوں کو (حقیقت) معلوم ہوئی کہ اگر وہ غیب داں ہوتے تو اس ذلت کی مصیبت میں نہ رہتے۔

دَلَّهُمْ : اس نے ان کو خبر دی، اس نے ان کو پتہ بتایا۔ دَلَالَةٌ سے ماضی۔

مِنسَأَتَهُ: اس کا عصا، اس کی لاٹھی۔ نَسْأٌ سے اسم آلہ۔

خَرَّ : وہ گر بڑا، خَرٌّ و خُرُورٌ سے ماضی۔

الْمُهِينِ: ذلیل کرنے والا، اِهَانَةٌ سے اسم فاعل۔

تشریح: بیت المقدس کی تعمیر حضرت داؤد علیہ السلام نے شروع کی تھی اور تکمیل حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمائی۔ تعمیر کا کام جنوں کے سپرد تھا جو ہر وقت سرکشی پر آمادہ رہتے ہیں۔ وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے خوف سے کام کرتے تھے۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کی موت کا وقت آیا تو وہ اللہ کے حکم سے اپنی محراب میں داخل ہو گئے جو شفاف شیشے سے بنی ہوئی تھی۔ باہر سے محراب کے اندر کی سب چیزیں نظر آتی تھیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام ایک عصا کا سہارا لے کر عبادت کے لیے کھڑے ہو گئے۔ اسی حالت میں ان کی روح پرواز کر گئی اور جسم عصا کے سہارے اپنی جگہ جما رہا۔ باہر سے دیکھنے والے یہ سمجھتے رہے کہ حضرت سلیمان عبادت میں مشغول ہیں۔ جنات میں بھی یہ مجال نہ تھی کہ قریب آکر دیکھ لیتے۔ وہ حضرت سلیمان کو زندہ سمجھ کر کام میں لگے رہے، یہاں تک کہ ایک سال گزر گیا اور بیت المقدس کی تعمیر کا بقیہ کام مکمل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے دیمک کے کیڑے کو حضرت سلیمان کے عصا پر مسلط کر دیا، جس نے عصا کی لکڑی کو اندر سے کھا کر کمزور کر دیا اور وہ ان کا وزن نہ سہار سکا اس لیے حضرت سلیمان علیہ السلام گر گئے۔ اس وقت جنوں کو ان کی موت کا علم ہوا۔

جنات کو اللہ تعالیٰ نے ایسی قوت عطا فرمائی ہے کہ وہ چند لمحات میں طویل مسافت طے کر لیتے ہیں اور وہ بہت سے ایسے حالات وواقعات سے واقف ہوتے ہیں جن کو انسان نہیں جانتے۔ اس سے بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کو علم غیب حاصل ہے۔

حضرت سلیمان کی موت کے اس عجیب واقعے نے اس کی قلعی کھول دی اور جنوں اور انسانوں کو پتہ چل گیا کہ جنات کو علم غیب حاصل نہیں۔ اگر ان کو علم غیب ہوتا تو ان کو ایک سال پہلے ہی حضرت سلیمان علیہ السلام کی موت کا پتہ چل جاتا اور وہ اس محنت ومشقت سے بچ جاتے، جو وہ سال بھر تک ان کو زندہ سمجھ کر برداشت کرتے رہے۔ (معارف القرآن مفتی محمد شفیع ۲۷۴/ ۷)

قوم سبا پر اللہ کا انعام

۱۵ لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ ۗ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ۭ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ ۝

البتہ قوم سبا کے لیے ان کی بستی میں انعامات الٰہی کی ایک نشانی تھی۔ ان کے دائیں اور بائیں دو باغ تھے۔ اپنے رب کا دیا ہوا رزق کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو۔ (کیا ہی) پاکیزہ شہر اور (کیسا) بخشنے والا رب ہے۔

تشریح: قوم سبا کے لیے ان کی جائے سکونت میں ہی ہماری قدرت کاملہ کی ایک نشانی موجود تھی۔ اگر وہ کچھ سمجھ بوجھ رکھتے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت وقدرت کی یہی نشانی ایمان لانے اور شکر گزار بننے کے لیے کافی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے قوم سبا پر اپنی نعمتوں اور رزق کے دروازے کھول دیئے تھے اور ان کے شہروں میں آرام وعیش کے تمام اسباب مہیا کر دیئے تھے۔ ان کے شہر کے دائیں اور بائیں طرف دور تک باغ تھے۔ آیت کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ ہر شخص کے دو باغ تھے ایک اس کی جائے سکونت کے دائیں طرف اور دوسرا بائیں طرف۔ ان کا شہر نہایت پاکیزہ، زمین زرخیز اور پھلوں کی کثرت تھی۔ پھر رب غفور کہہ کر اس طرف اشارہ فرما دیا کہ تم اعمال صالحہ اور احکام الٰہی پر عمل کے ساتھ ساتھ اللہ کی ان نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرتے رہو۔ اگر بہ تقاضائے بشریت شکر میں کچھ کوتاہی یا کمی ہوگئی تو اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور مہربان ہے۔ وہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر سخت گرفت نہیں فرماتا بلکہ وہ اپنی مہربانی سے

ان کو معاف فرما دیتا ہے۔

سدی اور مقاتل نے بیان کیا کہ اگر کوئی عورت سر پر ٹوکرا رکھ کر باغ کی قطاروں کی طرف سے گزرتی تھی تو درختوں سے خود بخود ٹوٹ کر گرنے والے پھلوں سے اس کا ٹوکرا بھر جاتا تھا۔ ہاتھ سے پھل توڑنے کی ضرورت پیش نہیں آتی تھی۔

سبا کے لوگ پہاڑوں اور وادیوں میں مناسب جگہوں پر بڑے بڑے بند باندھ کر پانی روک لیتے تھے اور پھر ضرورت کے مطابق اس کو زراعت کے کام میں استعمال کرتے تھے۔ انہوں نے ایسے سیکڑوں بند بنا رکھے تھے۔ ان میں سب سے زیادہ مشہور سد مآرب ہے جو ان کے دارالحکومت مآرب میں واقع تھا۔ مآرب شہر کے جنوب میں دائیں اور بائیں دو پہاڑ ہیں۔ سبا کے لوگوں نے ان دونوں پہاڑوں کے درمیان میں تقریباً ۱۵۰ فٹ لمبی اور پچاس فٹ چوڑی ایک دیوار بنا کر بند باندھا تھا۔ اس دیوار کا ایک تہائی حصہ اب بھی باقی ہے۔ اس دیوار (سد) میں اوپر نیچے بہت سی کھڑکیاں تھیں جو حسب ضرورت پانی کے لیے کھولی اور بند کی جاسکتی تھیں۔ پہلے اوپر کی کھڑکی کھول کر اس سے پانی لیا جاتا تھا۔ جب اوپر کا پانی ختم ہو جاتا تو اوپر والی کھڑکی سے نیچے والی کھڑکی کھول کر پانی لیا جاتا تھا، جب اس کا پانی بھی ختم ہو جاتا تو اس سے نیچے والی کھڑکی کھول لی جاتی تھی۔ اسی طرح سب سے آخر میں سب سے نیچے والی کھڑکی کھول کر پانی لیا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ دوسرے سال کی بارشوں کا زمانہ آکر پانی اوپر تک بھر جاتا۔ اس نظام آب رسانی سے سیکڑوں میل تک باغ ہی باغ تھے جن میں انواع واقسام کے پھل، میوے اور خوشبودار درخت تھے۔ جنتن عن یمین و شمال میں اسی طرف اشارہ ہے۔ (عثمانی ۵۷۵،۳۷۶/۲، معارف القرآن مفتی محمد شفیع ۲۷۹۔۲۸۲/۷)

قوم سبا کی بربادی

۱۶۔۱۷: فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَ بَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّ اَثْلٍ وَّ شَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ۝ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ؕ وَهَلْ نُجٰزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ ۝

لیکن انہوں نے (ان نعمتوں سے) روگردانی کی تو ہم نے ان پر ایک زور دار سیلاب چھوڑ دیا اور ہم نے ان کے دونوں (ہرے بھرے) باغوں کے

بدلے میں دو ایسے باغ دے دیئے جن میں بدمزہ اور جھاؤ کے درخت تھے
اور تھوڑے سے بیری کے درخت تھے۔ یہ ہم نے ان کو ان کی ناشکری کا بدلہ
دیا اور ہم ایسا بدلہ ناشکروں ہی کو دیا کرتے ہیں۔

العرِم: تیز وتند، زوردار، سخت۔ عرامۃٌ و غرامٌ سے صفت مشبہ۔

خَمطٍ: بدمزہ، کڑوا، کسیلا۔

اَثلٍ: جھاؤ کا درخت۔ جمع اثالٌ۔

سِدرٍ: بیری کے درخت۔ واحد سِدرۃٌ۔

تشریح: اللہ تعالیٰ کی ایسی عظیم نعمتوں اور انبیا علیہم السلام کی تنبیہات کے باوجود سبا کے لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اس کے احکام سے روگردانی کرتے رہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان پر پانی کا عذاب بھیج دیا جس کو سیل عرم کہتے ہیں۔ قہر خداوندی سے بند ٹوٹ گیا، شہر تباہ ہوگیا، تمام مکانات منہدم ہوگئے اور وہ تمام باغ برباد ہوگئے جو پہلے اسی پانی سے سیراب ہوتے تھے۔ بہت سے لوگ سیلاب کی نذر ہوگئے اور باقی دوسرے علاقوں میں منتقل ہوگئے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے قیمتی پھلوں اور میووں کے درختوں کے بدلے میں وہاں جھاؤ، پیلو، تھوڑی سی جنگلی بیری اور جھاڑ جھنکاڑ اگا دیئے جو خاردار تھے اور ان کے پھل ایسے بدمزہ تھے کہ ان کا کھانا ممکن نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ناشکری کی بنا پر ان سے اپنی نعمت چھین لی اور ان پریشانیوں میں مبتلا کر دیا کیونکہ کفر وشرک سے بڑھ کر کوئی ناشکری نہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسی سزا بڑے ناشکروں ہی کو دیتا ہے۔ (معارف القرآن مفتی محمد شفیع ۲۸۱۔۲۸۴/ ۷، عثمانی ۳۷۶، ۳۷۷/ ۲)۔

قومِ سبا کی حماقت

۱۸۔۱۹: وَ جَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَ بَيْنَ الْقُرَى الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا قُرًى
ظَاهِرَةً وَّ قَدَّرْنَا فِيْهَا السَّيْرَ ؕ سِيْرُوْا فِيْهَا لَيَالِيَ وَ اَيَّامًا
اٰمِنِيْنَ ۝ فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا وَ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ
فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ وَ مَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ
لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝

اورہم نے ان کے اوران بستیوں کے درمیان جن میں ہم نے برکت رکھی تھی چند ایسی بستیاں بسا رکھی تھیں جو (مسافروں کو دور سے) نظر آتی تھیں اورہم نے ان میں آنے جانے کی منزلیں مقرر کردی تھیں کہ تم ان میں راتوں اور دنوں کو امن کے ساتھ چلتے پھرتے رہو۔ سو وہ کہنے لگے کہ اے ہمارے پروردگار! ہمارے سفروں کو دراز کردے اور (یہ دعا کر کے) انہوں نے خود ہی اپنے اوپر ظلم کیا تھا تو ہم نے بھی ان کو افسانہ بنا دیا اوران کے ٹکڑے ٹکڑے اڑا دیئے۔ بے شک اس (واقعے) میں ہر صبر (اور) شکر کرنے والے کے لیے (عبرت کی) بڑی نشانیاں ہیں۔

بٰعِدْ : تو دور کردے،تو دراز کردے۔ مُبَاعَدَۃٌ سے امر۔

اَسْفَارِنَا: ہمارے سفر۔ واحد سَفَرٌ۔

مَزَّقْنٰھُمْ : ہم نے ان کو ریزہ ریزہ کردیا،ہم نے ان کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔ تَمْزِیْقٌ سے ماضی۔

تشریح: ہم نے اہل سبا اوران بستیوں کے درمیان جن میں ہم نے برکت رکھی تھی، ایسی بستیاں آباد کردی تھیں جو سرِراہ ہونے کی بنا پر نظر آتی تھیں۔ یہاں برکت والی بستیوں سے مراد شام کی بستیاں ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اہل سبا کے لیے ان کے ملک سے شام تک کا طویل سفر نہایت مامون و محفوظ تھا، چوروں وغیرہ کا کوئی خوف نہ تھا خواہ دن کو سفر کریں یا رات کو۔ راستے کے کنارے اس انداز اور تناسب سے بستیاں آباد تھیں کہ سفر کرنے والے کو ہر منزل پر کھانا پانی اور آرام کا موقع ملتا تھا۔ آبادیوں کے قریب قریب ہونے اور جلد جلد نظر آنے سے مسافر کا دل نہیں گھبراتا تھا۔ ان نعمتوں اور راحتوں کا تقاضا تو یہ تھا کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی شکرگزاری کرتے اوراس کے احکام بجالاتے، مگر ان کو یہ عیش و آرام اور انعام و راحت راس نہ آیا اور کہنے لگے کہ اے ہمارے پروردگار! بستیاں اور آبادیاں قریب قریب ہونے سے سفر کا مزہ نہیں آتا اس لیے تو ہمارے سفر کی منزلوں میں دوری اور فاصلہ پیدا کردے تاکہ ہمیں بھوک پیاس ستائے اورہم سفر سے لطف اندوز ہوں۔ یہ درخواست کر کے انہوں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا۔

پھرہم نے اہل سبا کو لوگوں کے لیے قصے کہانیاں بنا دیا اورہم نے ان کو بالکل پارہ پارہ کردیا اوران کی آبادیوں کا نام ونشان نہ رہا۔ ان کے اکثر خاندان ادھر ادھر منتشر ہوگئے اوران کا عظیم

الشان تمدن اور شان و شوکت سب خاک میں مل گئی ۔ اب ان کے صرف قصے اور کہانیاں باقی رہ گئیں کہ لوگ ان کو پڑھ کر اور سن کر ان سے عبرت حاصل کریں ۔ بلاشبہ اس واقعے میں صبر و شکر کرنے والوں کے لیے بہت سی عبرتیں اور نشانیاں ہیں کہ اللہ جب چاہتا ہے نعمت و راحت کو ذلت و مصیبت سے بدل دیتا ہے اور عافیت کو ہٹا کر آفت کو لے آتا ہے اس لیے فراخی اور عیش میں اللہ تعالیٰ کو خوب یاد کرنا چاہئے اور اس کا شکر ادا کرنا چاہئے اور تنگی و مصیبت میں صبر و تحمل کے ساتھ اس سے مدد مانگنی چاہئے ۔ (عثمانی ۳۷۷/۲ ، معارف القرآن مولانا محمد ادریس کاندھلوی ۵۶۸/۵)

بنی آدم کے بارے میں شیطانی گمان

۲۰ ۔ ۲۱: وَ لَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَ مَا كَانَ لَهٗ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِيْ شَكٍّ ؕ وَ رَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ۝

اور واقعی ابلیس نے ان (ناشکرے لوگوں کے بارے میں) اپنا خیال سچ کر دکھایا ۔ سو تھوڑے سے مومنوں کے سوا سب اس کے پیچھے ہو لئے ۔ اور ابلیس کا ان پر کچھ زور نہ تھا سوائے اس کے کہ ہم ان لوگوں کو جو آخرت پر ایمان رکھتے تھے ان لوگوں سے جدا کر لیں جو آخرت کی طرف سے شک میں ہیں اور (اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کا رب ہر شئے پر نگہبان ہے ۔

تشریح: قوم سبا کے قصے کے بعد شیطان اور اس کی اتباع کرنے والوں کا بیان ہے ۔ جب شیطان بارگاہِ خداوندی سے مردود ہوا تھا تو اس وقت اس نے کہا تھا کہ میں بنی آدم کو بہکانے اور ورغلانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھوں گا ۔ اس کا گمان تھا کہ وہ بنی آدم میں غصہ اور شہوت کو بھڑکا کر ان پر قابو پا لے گا ۔ دنیا میں آنے کے بعد اس نے اپنا یہ گمان سچ پایا کیونکہ لوگوں کی اکثریت اس کی پیروی میں لگ گئی ۔ صرف مومنوں کا گروہ اس کی پیروی سے بچا رہا ۔

جن لوگوں کے بارے میں شیطان کا گمان سچ ثابت ہوا اُن پر بھی اس کا کچھ زور نہ تھا اور نہ اس نے ان کو کفر و شرک پر مجبور کیا تھا بلکہ اس نے تو محض ان کے دل میں وسوسہ ڈالا تھا اور ظاہری

اعتبار سے ان کے اعمال بدگوان کی نظر میں خوبصورت کر کے دکھایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالنے کی قدرت اس لیے دی تھی تاکہ اس سے لوگوں کا امتحان اور آزمائش ہو جائے اور پتہ چل جائے کہ واضح اور روشن دلائل اور قوت وقدرت کے بعد کون ایمان کو اختیار کرتا ہے اور کون کفر وانکار پر قائم رہتا ہے۔ مومن و کافر غرض سب اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ہیں وہ کسی کی طرف سے بھی غافل نہیں۔ اس لیے وہ ہر ایک کو اس کے عمل کے موافق بدلہ دے گا۔

مشرکین کی جہالت

۲۲۔۲۳: قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ﴿۲۲﴾ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ۭ حَتّٰۤى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۲۳﴾

آپ (ان کفار سے) کہہ دیجئے کہ تم اللہ کے سوا جن کو (اپنا معبود) گمان کرتے ہو ان کو پکارو۔ وہ آسمانوں اور زمین میں ذرہ برابر بھی اختیار نہیں رکھتے اور نہ ان کی ان (آسمانوں اور زمین) میں شرکت ہے اور نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے اور اللہ کے پاس (کسی کی) سفارش کام نہیں آتی سوائے اس کے جس کو وہ خود (سفارش کے لیے) اجازت دیدے، یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے تو وہ (فرشتے ایک دوسرے سے) پوچھتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا۔ (اس وقت مقرب فرشتے) کہتے ہیں کہ وہی فرمایا جو حق ہے اور وہ بڑی شان والا اور سب سے بڑا ہے۔

ظَهِيْرٍ: پشت پناہی کرنے والا، مددگار۔ ظَهْرٌ سے فاعل کے معنی میں صفت مشبہ۔

فُزِّعَ: گھبراہٹ دور کرنا، خوف دور کرنا، ہوش میں آنا۔ تَفْزِيْعٌ سے ماضی مجہول۔

تشریح: ان آیتوں میں مشرکین کی جہالت و نادانی کا بیان ہے کہ جن بتوں میں ذرا سی بھی قوت و قدرت نہیں اور جو ان کے کچھ بھی کام نہیں آسکتے یہ کج فہم انہی کو معبود اور منعم حقیقی کا شریک ٹھہرائے

ہوئے ہیں، جن بتوں کو یہ لوگ معبود گمان کئے ہوئے ہیں وہ آسمان وزمین اور ان کے درمیان کی کسی چیز کے ذرہ برابر بھی مالک نہیں۔ جیسے ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ۝

اورتم اللہ کے سوا جن (باطل معبودوں) کو پکارتے ہو، وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں۔ (فاطر:۱۳)

ظاہر ہے جب وہ کسی چیز کے مالک ہی نہیں تو ان میں الوہیت کہاں سے آ گئی۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کے خیالی اور فرضی معبودوں میں سے نہ تو کوئی آسمان وزمین کی تخلیق وتدبیر میں اللہ تعالیٰ کا شریک ہے اور نہ کوئی اس کا مددگار ہے اور نہ اللہ کو کسی کام میں ان کی مدد کی ضرورت، سوایسے بے بس اور لاچار معبود کس کام کے؟

اگر مشرکین یہ گمان رکھتے ہیں کہ ان کے معبود کسی چیز کے مالک نہ ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی سفارش کریں گے اور ان کی سفارش سے ان کو نفع پہنچے گا تو ان کا یہ گمان بھی باطل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تو وہ ہے جہاں بڑے بڑے مقربین بھی اللہ تعالیٰ کی رضا اور اجازت کے بغیر کسی کے بارے میں سفارش کا ایک حرف بھی زبان پر نہیں لا سکتے۔ وہاں صرف وہی سفارش کر سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ اس کی اجازت دے۔ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر وہاں کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں۔ جیسے ارشاد ہے:

مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ

کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے کسی کی شفاعت کر سکے۔ (البقرۃ:۲۵۵)

اور ارشاد ہے:

وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى

اور وہ صرف ان کی شفاعت کر سکتے ہیں جن کے لیے اس کی رضامندی ہو۔ (الانبیاء:۲۸)

سو مشرکین جن معبودوں کو ھوء لا شفعاء نا عند اللہ کہتے ہیں، قیامت کے روز وہ ان کے کچھ بھی کام نہ آئیں گے، کیونکہ وہ بے جان اور ہر طرح سے عاجز و بے بس ہیں۔ وہ تو اس قابل ہی

نہیں کہ ان کو شفاعت کی اجازت دی جائے۔

پھر فرمایا کہ جب اوپر سے اللہ کا حکم اترتا ہے تو وہ فرشتے بھی جو ہر وقت بارگاہ الٰہی میں حاضر رہتے ہیں، دہشت، خوف اور رعب سے کانپ اٹھتے ہیں اور تسبیح و تمجید کرتے ہوئے سجدے میں گر پڑتے ہیں۔ جب یہ حالت دور ہو جاتی ہے تو ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ کیا حکم ہوا۔ پھر اوپر والے فرشتے نیچے والوں کو بتاتے ہیں کہ فلاں حکم ارشاد فرمایا۔

بخاری، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کوئی حکم جاری فرماتا ہے تو فرشتے عاجزی سے اپنے پر پھڑ پھڑاتے ہیں (اس کی آواز ایسی ہوتی ہے) جیسے پتھر کی چٹان پر کوئی زنجیر ماری جائے۔ پھر جب ان کے دلوں کی گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے تو وہ آپس میں پوچھتے ہیں تمہارے رب نے کیا فرمایا۔ دوسرے فرشتے کہتے ہیں کہ حق فرمایا وہ بلند مرتبہ اور سب سے بڑا ہے۔ (روح المعانی ۲۲/۱۳۸)

بعض مفسرین نے آیت کی یہ تفسیر بیان فرمائی ہے کہ اس روز سب خوفزدہ اور گھبرائے ہوئے ہوں گے اور اللہ کے حکم کے منتظر ہوں گے۔ پھر ان کے دلوں سے گھبراہٹ اور پریشانی دور کر دی جائے گی اور وہ اپنی اصلی حالت پر آ جائیں گے تو ایک دوسرے سے پوچھیں گے کہ شفاعت کے بارے میں اللہ نے کیا حکم دیا ہے۔ اس وقت ملاء اعلیٰ کے فرشتے کہیں گے کہ صرف اہل ایمان کے لیے شفاعت کی اجازت ہوئی ہے۔ کافروں کے لیے اجازت نہیں ہوئی اس لیے ہم کافروں اور مشرکوں کی شفاعت نہیں کر سکتے۔ لہٰذا فرشتوں کی شفاعت سے بھی ان کو کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہی سب سے بلند مرتبہ اور بزرگی والا ہے۔ اس کی عظمت و ہیبت کی کوئی انتہا نہیں۔ قیامت کے روز کوئی مقرب فرشتہ یا نبی اس کی اجازت کے بغیر اس کی بارگاہ عالی میں کسی کی شفاعت تو کیا لب کشائی بھی نہ کر سکے گا۔

(عثمانی ۲/۳۷۹،۳۷۸ معارف القرآن مولانا محمد ادریس کاندھلوی ۵/۵۷۱،۵۷۰)

حقیقی رازق

۲۴۔۲۷: قُلْ مَنْ یَّرْزُقُکُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلِ اللّٰہُ وَاِنَّآ اَوْ
اِیَّاکُمْ لَعَلٰی ھُدًی اَوْ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۞ قُلْ لَّا تُسْئَلُوْنَ

عَمَّآ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ○ قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا
ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ ○ قُلْ اَرُوْنِيَ الَّذِيْنَ
اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَآءَ كَلَّا بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○

آپ ان (مشرکین) سے پوچھیے کہ آسمانوں اور زمین سے ان کو رزق کون دیتا ہے؟ آپ (ہی ان کو) بتا دیجئے کہ اللہ! اور ہم یا تم میں سے ایک ضرور راہ راست پر ہے یا صریح گمراہی میں۔ آپ ان کو بتا دیجئے کہ ہمارے گناہوں کے بارے میں تم سے باز پرس نہ ہوگی اور نہ تمہارے اعمال کے بارے میں ہم سے دریافت کیا جائے گا۔ آپ ان کو بتا دیجئے کہ ہمارا رب ہم سب کو جمع کرے گا۔ پھر وہ ہمارے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ کرے گا اور وہ خوب فیصلہ کرنے والا صاحب علم ہے۔ آپ ان سے کہیے کہ تم مجھے دکھاؤ تو سہی جن کو تم اللہ کا شریک ٹھہرا کر اس سے ملاتے ہو۔ ہرگز (اس کا کوئی شریک) نہیں بلکہ وہی اللہ غالب (اور) حکمت والا ہے۔

تشریح: جس طرح مشرکین و منکرین اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی آسمانوں سے بارش برساتا ہے اور اس کے ذریعے زمینوں سے اناج اُگاتا ہے، اسی طرح انہیں یہ بھی تسلیم کر لینا چاہئے کہ عبادت کے لائق بھی صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کو بتا دیجئے کہ مسئلہ توحید میں ہم اور تم دونوں میں سے ایک گروہ یقیناً راست پر ہے اور دوسرا کھلی گمراہی میں یعنی یا تو اہل توحید راہ راست پر ہیں اور اہل شرک گمراہی میں یا اہل توحید گمراہی میں اور اہل شرک راہ راست پر ہیں لیکن یہ ممکن نہیں کہ دونوں گروہ گمراہ ہوں یا دونوں راہ راست پر ہوں۔ چونکہ توحید کا حق ہونا روز روشن کی طرح واضح ہے اور یہ بھی واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور رزاق نہیں، تنہا وہی سب کو رزق دیتا ہے اس لیے اہل توحید کا ہدایت پر ہونا یقینی ہے۔

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان مشرکوں سے کہہ دیجئے کہ چونکہ شرک کا باطل ہونا اور مشرک کا مجرم ہونا ثابت ہو گیا ہے اس لیے قیامت کے روز تم سے ہمارے اعمال کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا اور ہم سے تمہارے اعمال کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا۔ ہر ایک اپنے اپنے اعمال کا ذمہ دار ہوگا۔ اس روز اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں سب کو جمع کر کے ہمارے اور تمہارے درمیان

حق کے ساتھ فیصلہ فرمادے گا۔ نیکوں کو ان کے اعمال کے مطابق جزا اور بدوں کو ان کی بداعمالیوں کی سزا دے گا۔ وہی ٹھیک ٹھیک فیصلے کرنے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ اس دن تمہیں ہماری صداقت وحقانیت معلوم ہو جائے گی۔

تم اپنے ان معبودوں کو جن کو تم اللہ کا شریک ٹھہراتے ہو، مجھے بھی تو دکھاؤ تاکہ میں دیکھ لوں کہ وہ کوئی چیز پیدا کر سکتے ہیں یا نہیں یا وہ کسی کو نفع یا ضرر پہنچا سکتے ہیں یا کسی کو روزی دے سکتے ہیں؟ جب ان اوصاف میں سے کوئی وصف ان کے اندر نہیں تو ان کو خدا کہنا یا اس کے ساتھ شریک ٹھہرانا جائز نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہی ہر قسم کی عبادت کا مستحق ہے، وہی عزت وحکمت والا ہے۔ اس کے سامنے کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں۔ (ابن کثیر ۳/۵۳۸، مظہری ۲۸، ۸/۲۹)

اثبات رسالت وقیامت

۲۸-۳۰ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ۝

اور ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لیے خوشخبری سنانے والا اور (اعمال بد سے) ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے اور یہ (گستاخ) لوگ پوچھتے ہیں کہ یہ (قیامت کا) وعدہ کب پورا ہوگا؟ (بتاؤ) اگر تم (اپنے دعوے میں) سچے ہو۔ آپ ان کو بتا دیجئے کہ ان کے لیے ایک خاص دن کا وعدہ ہے جس سے یہ نہ ایک ساعت پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں۔

كَافَّةً: سب، تمام۔ اسم جمع کے معنیٰ میں آتا ہے۔

مِيْعَادُ: وعدہ، وعدے کا وقت۔ جمع مَوَاعِيْدُ۔

تشریح: گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور اس کی رزاقیت کا بیان تھا۔ ان آیتوں میں رسالت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا اثبات اور منکرین قیامت کا رد مذکور ہے کہ آپ سے پہلے جو انبیائے کرام بھیجے گئے تھے وہ خاص خاص قوموں اور خاص خاص مقامات کی طرف مبعوث ہوئے تھے

اس کے برعکس آپ کی بعثت صرف اہل عرب یا کسی ایک قوم کے لیے مخصوص نہیں بلکہ آپ کو تمام عالم کے لیے نبی بنا کر بھیجا گیا ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا

آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

(الاعراف:۱۵۸)

اور ارشاد ہے:

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۝١

بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا تاکہ وہ تمام جہانوں کو خبردار کردے۔ (الفرقان:۱)

بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے آگ جلا رکھی ہو۔ جب چاروں طرف آگ کی روشنی پھیل گئی ہو تو پتنگے اور کیڑے مکوڑے اس میں گرنے لگے ہوں۔ وہ شخص کتنا ہی ان کو آگ میں گرنے سے روکتا ہو مگر پتنگے زبردستی اس میں گر رہے ہوں۔ میں بھی اسی طرح پیچھے سے تمہاری کمر پکڑ کر تمہیں آگ میں داخل ہونے سے روک رہا ہوں مگر تم آگ میں گرے جا رہے ہو۔

(مظہری: ۸/۳۰)

پھر فرمایا کہ اکثر لوگ جانوروں کی طرح بے عقل و بے سمجھ ہیں۔ وہ ثواب و عذاب کو نہیں سمجھتے۔ ان کی جہالت کا یہ حال ہے کہ وہ آپ سے جزا و سزا اور قیامت کا ذکر سن کر تمسخر کے طور پر کہتے ہیں کہ یہ ثواب و عذاب یا قیامت کا وعدہ کب پورا ہوگا۔ اگر آپ اپنے دعوے میں سچے ہیں تو ہمیں قیامت کا ٹھیک ٹھیک وقت بتائیے۔ آپ ان سے کہہ دیجئے کہ تم سے ایک خاص دن کا پختہ وعدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی حکمت کے تحت قیامت کا مقررہ وقت مخلوق سے پوشیدہ رکھا ہے۔ جب وہ مقررہ وقت آجائے گا تو اس میں ایک لمحے کی بھی تقدیم و تاخیر نہیں ہوگی بعض علماء کے نزدیک آیت میں موت کا وقت مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہ اس کی موت کا وقت بتایا ہے اور نہ قیامت کا۔ اس نے کسی حکمت کے تحت دونوں کو پوشیدہ رکھا ہوا ہے۔

کافروں کی سرکشی اور ہٹ دھرمی

۳۱-۳۳ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَن نُّؤْمِنَ بِهَٰذَا الْقُرْآنِ وَلَا بِالَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ ۗ وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ مَوْقُوفُونَ عِندَ رَبِّهِمْ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ الْقَوْلَ يَقُولُ الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لَوْلَا أَنتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِينَ ۝ قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لِلَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا أَنَحْنُ صَدَدْنَاكُمْ عَنِ الْهُدَىٰ بَعْدَ إِذْ جَاءَكُم ۖ بَلْ كُنتُم مُّجْرِمِينَ ۝ وَقَالَ الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا بَلْ مَكْرُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ إِذْ تَأْمُرُونَنَا أَن نَّكْفُرَ بِاللَّهِ وَنَجْعَلَ لَهُ أَندَادًا ۚ وَأَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَأَوُا الْعَذَابَ وَجَعَلْنَا الْأَغْلَالَ فِي أَعْنَاقِ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ هَلْ يُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

اور کافر کہتے ہیں کہ ہم اس قرآن پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے اور نہ اس سے پہلی کتابوں پر اور کاش آپ ان ظالموں کو اس وقت دیکھتے کہ جب یہ اپنے رب کے سامنے کھڑے ہوئے ایک دوسرے کو الزام دے رہے ہوں گے۔ جو لوگ (دنیا میں) کمزور سمجھے جاتے تھے وہ تکبر کرنے والوں سے کہیں گے کہ اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور مومن ہوتے (تمہیں نے ہمیں بہکایا اور اس انجام کو پہنچایا)۔ متکبرین کمزوروں کو جواب دیں گے کہ کیا تمہارے پاس ہدایت آجانے کے بعد ہم نے تمہیں اس سے روکا تھا (نہیں) بلکہ تم خود ہی مجرم تھے اور کمزور لوگ (جواب میں) متکبرین سے کہیں گے کہ تمہاری دن رات کی فریب کاریوں نے ہی (ہمیں حق تسلیم کرنے سے روکا تھا) جبکہ تم ہمیں اللہ کا انکار کرنے اور اس کے لیے شریک بنانے کا حکم دیا کرتے تھے اور عذاب کو دیکھتے ہی وہ اپنی پشیمانی کو (ایک دوسرے سے) چھپائیں گے اور ہم کافروں کی گردنوں میں طوق ڈال دیں گے۔ جو کچھ وہ (دنیا میں) کیا کرتے تھے اسی کا بدلہ پائیں گے۔

صَدَدْنٰکُمْ : ہم نے تم کو روکا، ہم نے تم کو بند کیا۔ صَدٌّ سے ماضی ۔

اَنْدَاداً : شریک، ہم سفر، مقابل ۔ واحد نِدٌّ۔

الاَغْلٰلَ : طوق، ہتھکڑیاں ۔ واحد غُلٌّ۔

اَعْنَاق : گردنیں ۔ واحد عُنُقٌ۔

تشریح: ان آیتوں میں کافروں کی سرکشی ،ضد اور عناد کا بیان ہے کہ انہوں نے طے کرلیا ہے کہ قرآن چونکہ آخرت اور قیامت کی باتیں کرتا ہے اس لیے وہ کسی صورت اس پر ایمان نہیں لائیں گے خواہ وہ اس کی حقانیت کی ہزار دلیلیں ہی کیوں نہ دیکھ لیں ۔ وہ ان کتابوں پر بھی ایمان نہیں لائیں گے جو اس قرآن سے پہلے نازل ہو چکی ہیں ۔ کیونکہ ان میں جنت و دوزخ اور آخرت کے حساب و کتاب کا ذکر ہے ۔ ان کی یہ ساری ضد اور ہٹ دھرمی اس دنیا ہی میں ہے ۔ قیامت کے روز یہ سب ختم ہو جائیں گی ۔ کاش آپ ان کی اس حالت کو دیکھتے جب قیامت کے روز ان کو حساب کے لیے اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا کیا جائے گا ۔ اس وقت ان پر سخت خوف طاری ہوگا ۔ وہ ایک دوسرے کو الزام دیں گے اور چھوٹے بڑوں کو کہیں گے کہ اگر تم ہمیں نہ روکتے تو ہم ضرور ایمان لے آئے ہوتے ۔

اس پر بڑے لوگ چھوٹوں کو جواب دیں گے کہ کیا ہم نے تمہیں ہدایت کو قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے سے زبردستی روک دیا تھا ۔ ہم نے تو ایک بات کہی تھی اور تم جانتے تھے کہ ہماری بات بے دلیل تھی جبکہ دوسری طرف تمہاری آنکھوں کے سامنے ہدایت کے ساتھ ساتھ دلیلوں کی بھی بھرمار تھی ۔ پھر تم نے ہدایت کو چھوڑ کر ہماری بات کیوں مانی ۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے تمہیں مجبور نہیں کیا تھا بلکہ محض بہکایا اور پھسلایا تھا ۔ تم تو اپنے اختیار سے حق کو ٹھکرا کر مجرم بنے ہو ۔ اب اس کا الزام ہمیں کیوں دیتے ہو ۔

اس کے جواب میں کمزور اور چھوٹے لوگ اپنے سرداروں اور بڑوں سے کہیں گے کہ ہم یہ نہیں کہتے کہ تم نے ہم پر زبردستی کی تھی ۔ بلکہ تمہاری ہی مکاریوں ، چالاکیوں اور فریب کاریوں نے ہمیں ہدایت سے باز رکھا ۔ تم دن رات ہمیں یہ حکم دیتے تھے کہ ہم اللہ کو نہ مانیں ، اس کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہرائیں اور باپ دادا کے دین پر قائم رہیں ۔ دنیا ہمیشہ اسی طرح رہے گی ۔ سب مر کر خاک ہو جائیں گے اور کوئی ثواب اور عذاب نہ ہوگا ۔ تمہاری ان ہی باتوں نے ہمیں ایمان لانے سے باز رکھا ۔ اس گفتگو کے بعد عذاب کو دیکھ کر دونوں گروہ دل ہی دل میں پشیمان ہوں گے اور اپنی

پشیمانی کو ایک دوسرے سے چھپائیں گے۔ پھر ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے جائیں گے اور ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق سزا ملے گی۔ گمراہ کرنے والوں کو بھی اور گمراہ ہونے والوں کو بھی پورا پورا عذاب ہوگا۔(ابن کثیر: ٥٣٩، ٣/٥٤٠)

مال واولاد پر بھروسہ

٣٤-٣٦: وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝ وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ۝ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

اور ہم نے جس بستی میں بھی کوئی ڈرانے والا بھیجا، وہاں کے خوشحال لوگوں نے یہی کہا کہ جو کچھ تم لے کر آئے ہو ہم اس کو نہیں مانتے۔ اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ ہم مال واولاد میں تم سے زیادہ ہیں (اس لیے آخرت میں بھی) ہمیں عذاب نہیں ہوگا۔ آپ ان کو بتا دیجئے کہ میرا رب جس کے لیے چاہتا ہے روزی کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے لیکن اکثر لوگ (یہ بات) نہیں جانتے۔

مُتْرَفُوْھَا: اس (بستی) کے دولت مند، اس کے خوشحال۔ اِتْرَاف سے اسم مفعول۔

یَبْسُطُ: وہ کشادہ کرتا ہے، وہ پھیلاتا ہے۔ بَسْطٌ سے مضارع۔

یَقْدِرُ: وہ (رزق) تنگ کرتا ہے، وہ کم کرتا ہے۔ قَدْرٌ سے مضارع۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لیے فرمایا کہ آپ روسائے مکہ کی سرکشی اور انحراف سے رنجیدہ خاطر نہ ہوں۔ ہر زمانے میں پیغمبروں کی تعلیمات سے ایسے ہی لوگوں نے انحراف کیا ہے۔ یہ لوگ دولت واقتدار کے نشے میں اندھے ہوتے ہیں اور چھوٹے آدمیوں کے برابر بیٹھنا گوارا نہیں کرتے۔ اسی لیے ابتدا میں انبیا علیہم السلام کے متبعین عموماً ضعیف ومسکین لوگ ہوتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ ہم نے جس بستی میں بھی اپنا رسول بھیجا وہاں کے سرکش لوگ کہنے لگے کہ تم جو پیغام لیکر آئے ہو ہم اس کو نہیں مانتے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں مال واولاد اور عزت ووجاہت دی ہے جو

اس بات کی دلیل ہے کہ ہم اللہ کے مقبول بندے ہیں اور اس کے نزدیک بڑے مرتبے والے ہیں جب وہ ہم پر یہاں مہربان ہے تو آخرت میں بھی مہربان ہی رہے گا۔ اس لیے ہمیں عذاب کا اندیشہ نہیں۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِىْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا ؕ

اور اسی طرح ہم نے ہر بستی میں وہاں کے گناہ گار لوگ سردار بنا دیئے، تاکہ وہ وہاں مکر وفریب کریں۔ (الانعام: ۱۲۳)

وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ﴿۱۶﴾

اور جب ہم کسی بستی کی ہلاکت کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کے خوشحال لوگوں کو کوئی حکم دیتے ہیں۔ پھر جب وہ نہیں مانتے تب ان پر حجت تمام ہو جاتی ہے اور ہم انہیں ہلاک کر دیتے ہیں۔ (بنی اسرائیل: ۱۶)

پھر فرمایا کہ آپ ان کو بتا دیجئے کہ اللہ تعالیٰ جس کا رزق کشادہ کرنا چاہتا ہے، اس کا رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جس کا رزق تنگ کرنا چاہتا ہے تو تنگ کر دیتا ہے۔ دنیا میں تو وہ اپنے تابعداروں اور نافرمانوں سب کو دیتا ہے۔ اس لیے کسی کا غنی یا فقیر ہونا اس کی رضامندی اور ناراضی کی دلیل نہیں بلکہ یہ اس کی مشیت اور حکمت کے تحت ہوتا ہے۔ لیکن اکثر لوگ اس حقیقت کو نہیں جانتے۔

(ابن کثیر ۵۴۰، ۳/۵۴۱، عثمانی ۲/۳۸۲)

اعمال کا دوہرا اجر

۳۷۔۳۹: وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِىْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى
اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۡ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ
بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِى الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَالَّذِيْنَ يَسْعَوْنَ
فِىْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ فِى الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ قُلْ اِنَّ
رَبِّىْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ؕ وَمَآ

اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۳۹﴾

اور تمارے مال اور اولا د ایسے نہیں جو تمہیں درجے میں ہمارا مقرب بنا دے ہاں مگر جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے۔ سو ایسے ہی لوگوں کے لیے ان کے اعمال کا دوہرا اجر ہے اور وہی جنت کے بالا خانوں میں اطمینان سے بیٹھے ہوں گے۔ اور جو لوگ ہماری آیتوں کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں وہی عذاب میں گرفتار کر کے حاضر کئے جائیں گے۔ آپ کہہ دیجئے کہ میرا رب اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے رزق فراخ کرتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کرتا ہے اور جو کچھ تم (اس کی راہ میں) خرچ کرتے ہو وہ اس کا بدلہ دیتا ہے اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

زُلْفٰی : درجہ، مرتبہ، نزدیکی۔ مصدر ہے۔

الغُرُفٰتِ: بالا خانے، اونچے مکان۔ واحد غُرْفَةٌ۔

يُخْلِفُهٗ : وہ اس کا بدلہ دے گا، وہ اس کی وعدہ خلافی کرتا۔ اِخْلَاف سے مضارع۔

تشریح: دنیا میں مال و اولاد اور عزت و جان کی کمی بیشی اللہ کے نزدیک مقبول یا مردود ہونے کی دلیل نہیں بلکہ وہ اپنی مشیت و حکمت کے تحت دنیا میں جس کو چاہتا ہے مال و اولاد فراوانی کے ساتھ دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے کم دیتا ہے۔ مال و اولاد کی کثرت و بہتات کو اللہ کے نزدیک مقبولیت کی دلیل سمجھنا شیطانی دھوکہ اور فریب ہے اللہ کے نزدیک مقبولیت کا مدار صرف ایمان اور عمل صالح پر ہے۔ جس کو یہ حاصل نہیں مال و اولاد کتنا ہی زیادہ کیوں نہ ہو وہ اس کو اللہ کے نزدیک مقبول نہیں بنا سکتا۔

جیسے ارشاد ہے:

اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ ﴿۵۵﴾ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۶﴾

کیا یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم ان کے مال اور اولاد کو بڑھا رہے ہیں۔ ہم ان کے لیے بھلائیوں میں جلدی کر رہے ہیں بلکہ وہ سمجھتے ہی نہیں۔ ۱

(المؤمنون ۵۵، ۵۶)

فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ

لِيُعَذِّبَهُم بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ أَنفُسُهُمْ وَ
هُمْ كٰفِرُونَ ۝

سوان کے مال اور اولاد آپ کو تعجب میں نہ ڈالیں ۔ بیشک اللہ چاہتا ہے کہ ان
چیزوں کی وجہ سے ان کو دنیاوی زندگی میں عذاب میں مبتلا رکھے اور ان کی
جانیں کفر کی حالت میں نکلیں ۔ (التوبہ: ۵۵)

جو لوگ حالت ایمان میں عمل صالح کرتے ہیں ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس دوہرا اجر ہے اور وہ جنت کے بالا خانوں میں بے خوف وخطر اور امن وسکون سے بیٹھیں گے ۔ وہاں ان کو نہ کسی عذاب کا خوف ہوگا اور نہ نعمت زائل ہونے کا ڈر ۔ جو لوگ ہماری آیتوں کے ابطال اور ہمارے پیغمبر کو نیچا دکھانے اور عاجز کرنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں تو ایسے لوگوں کو دائمی عذاب ہوگا ۔ ان کا مال و اولاد ان کو ہمارے عذاب سے نہ بچا سکیں گے ۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان کو بتا دیجئے کہ اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے ۔ تم جو کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے اللہ تعالیٰ اپنے خزانے سے تمہیں اس کا بدل دے دے گا خواہ دنیا میں دے یا آخرت میں یا دونوں جگہ دے دے اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے ۔

(معارف القرآن مفتی محمد شفیع ۲۹۹ ۔ ۳۰۲/ ۷)

کفر و شرک کا انجام

۴۰ ۔ ۴۲: وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ أَهٰٓؤُلَآءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا
يَعْبُدُونَ ۝ قَالُوا سُبْحٰنَكَ أَنتَ وَلِيُّنَا مِن دُونِهِم بَلْ كَانُوا
يَعْبُدُونَ الْجِنَّ أَكْثَرُهُم بِهِم مُّؤْمِنُونَ ۝ فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ
بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَلَا ضَرًّا وَنَقُولُ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا
ذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ الَّتِي كُنتُم بِهَا تُكَذِّبُونَ ۝

اور جس دن وہ ان سب کو جمع کرے گا ۔ پھر فرشتوں سے پوچھے گا کہ کیا یہ
لوگ تمہاری ہی عبادت کیا کرتے تھے ۔؟ وہ (فرشتے) کہیں گے کہ تو پاک
ہے ۔ تو ہی ہمارا ولی ہے نہ کہ یہ بلکہ یہ تو جنوں کی عبادت کرتے تھے ۔ ان میں

سے اکثر انہیں پر ایمان رکھتے تھے ۔ سو آج تم میں سے نہ کوئی کسی کو نفع
پہنچانے کا اختیار رکھتا ہے اور نہ نقصان (پہنچانے کا) اور ہم کافروں سے کہیں
گے کہ (آج) تم اس آگ کے عذاب کا مزہ چکھو جسے تم جھٹلاتے تھے ۔

تشریح: قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ان سب منکرین و مشرکین کو جمع کر کے فرشتوں سے پوچھے گا کہ کیا یہ کافر تمہاری رضامندی سے تمہاری عبادت کیا کرتے تھے ۔ فرشتے جواب میں عرض کریں گے کہ اے اللہ! تو اس سے پاک ہے کہ تیرے سوا کسی کو معبود بنایا جائے تو ہی ہمارا کارساز ہے ۔ یہ لوگ نہ ہمارے کارساز ہیں اور نہ ہمارا ان سے کوئی تعلق ہے ۔ یہ لوگ ہماری عبادت نہیں کرتے تھے بلکہ حقیقت میں یہ شیاطین کی عبادت کرتے تھے اور وہی ان کو اس کی ترغیب دیتے تھے، ان میں سے اکثر لوگ ان شیاطین ہی کے معتقد تھے اور ان ہی کے کہنے پر چلتے تھے ۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ آج کے دن کسی کو کسی نفع و نقصان کا کوئی اختیار نہیں ۔ نہ کوئی باطل معبود اپنی پرستش کرنے والوں کو کسی قسم کا نفع پہنچانے کی قدرت رکھتا ہے اور نہ کسی سے ضرر دور کرنے کی طاقت ۔ ہم ظالم کافروں سے کہیں گے کہ جس دوزخ کے عذاب کی تم تکذیب کرتے تھے اور اس کو جھوٹا جانتے تھے اب اس کا مزہ چکھو ۔ بلا شبہ یہ لوگ اس عذاب کے مستحق ہیں کیونکہ یہ دنیا میں ہمارے پیغمبروں کا مذاق اڑایا کرتے تھے ۔

قرآن اور رسول کی تکذیب

۴۳۔۴۵: وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالُوا مَا هَٰذَا إِلَّا رَجُلٌ يُرِيدُ
أَن يَصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُكُمْ ۚ وَقَالُوا مَا هَٰذَا إِلَّا
إِفْكٌ مُّفْتَرًى ۚ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ إِنْ
هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ﴿٤٣﴾ وَمَا آتَيْنَاهُم مِّن كُتُبٍ يَدْرُسُونَهَا ۖ وَمَا
أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِن نَّذِيرٍ ﴿٤٤﴾ وَكَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ
وَمَا بَلَغُوا مِعْشَارَ مَا آتَيْنَاهُمْ فَكَذَّبُوا رُسُلِي ۖ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ﴿٤٥﴾

اور جب ان کے سامنے ہماری صاف صاف آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہتے
ہیں کہ یہ شخص تو تمہیں ان چیزوں سے روک دینا چاہتا ہے جن کی تمہارے

باپ دادا عبادت کرتے تھے۔ اور (وہ یہ بھی) کہتے ہیں کہ یہ (قرآن) محض گھڑا ہوا بہتان ہے اور کافر حق پہنچنے کے بعد بھی یہی کہتے رہے کہ یہ تو صریح جادو ہے۔ اور (اس سے پہلے) ہم نے ان (اہل مکہ) کو کتابیں نہیں دیں، جن کو یہ پڑھتے ہوں اور نہ آپ سے پہلے ہم نے ان کے پاس کوئی ڈرانے والا بھیجا۔ ان سے پہلے لوگوں نے بھی ہماری باتوں کی تکذیب کی اور جو کچھ ہم نے ان کو دے رکھا تھا یہ (مشرکین مکہ) تو اس کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچے۔ پھر (جب) انہوں نے میرے رسولوں کو جھٹلایا تو (دیکھ لو کہ) میرا عذاب کیسا (ہولناک) ہوا۔

یَصُدَّکُمْ: وہ تم کو روکتا ہے، وہ تم کو منع کرتا ہے۔

اِفْکٌ: بڑا جھوٹ، بڑا بہتان۔

نَکِیْرِ: میرا عذاب، بدل ڈالنا۔

تشریح: یہاں کافروں کی اس سرکشی اور شرارت کا بیان ہے جس کے باعث وہ اللہ تعالیٰ کے عذابوں کے مستحق ہوئے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ یہ مشرکین مکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی ہماری واضح اور کھلی کھلی آیتیں سنتے تو ان پر ایمان لانے اور قبول کرنے کی بجائے یہ کہتے کہ یہ شخص جو تمہیں قرآن پڑھ کر سناتا ہے یہ تو تمہارے ہی جیسا ایک آدمی ہے۔ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں ان چیزوں کی عبادت سے روک دے جن کو تمہارے باپ دادا قدیم زمانے سے پوجتے چلے آئے ہیں۔ یہ تم سے اپنے باطل خیالات کی اتباع کرانا چاہتا ہے اور جو قرآن یہ پڑھتا ہے وہ اللہ کا کلام نہیں بلکہ اس نے اپنی طرف سے بنا کر اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کر دی ہے۔ یہ تو کھلا جھوٹ ہے اور اس کا جادو ہونا بالکل ظاہر ہے۔

اس سے پہلے ہم نے ان مشرکین کی طرف کوئی کتاب نہیں بھیجی جس کو یہ پڑھتے ہوں اور نہ آپ سے پہلے ان کے پاس کوئی رسول آیا جو ان کو حق کی دعوت دیتا اور عذاب الٰہی سے ڈراتا۔ یہ لوگ مدتوں سے تمنا رکھتے تھے کہ ان میں کوئی اللہ کا رسول آئے اور اللہ کی کوئی کتاب نازل ہو تو وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ مطیع و فرماں بردار بن جائیں۔ پھر جب اللہ نے ان کی دیرینہ آرزو پوری کر دی تو وہ اس کو قبول کرنے کی بجائے اس کے رسول اور اس کی کتاب کی

تکذیب میں لگ گئے ۔ سابقہ امتوں کا انجام ان کے سامنے ہے ۔ وہ قوت و طاقت اور دنیاوی مال و اسباب میں ان سے کہیں زیادہ تھے ۔ ان لوگوں کو تو ابھی اس کا دسواں حصہ بھی حاصل نہیں جو ہم نے سابقہ سرکشوں کو دیا تھا ۔ اس لیے ان کو سابقہ اقوام کے حالات و انجام بد سے عبرت حاصل کرنی چاہئے کہ انہوں نے بھی اپنے پیغمبروں کی تکذیب کی تھی سو دیکھ لو کہ میں نے اپنے رسولوں کی کس طرح مدد و نصرت کی اور منکرین پر کیسا عذاب نازل کیا کہ بالکل نیست و نابود کر دیئے گئے ۔ نہ مال ان کے کام آیا نہ اولاد و کنبے قبیلے اور نہ قوت و طاقت نے کوئی فائدہ دیا ۔ (ابن کثیر ۳/۵۴۲، مظہری ۸/۳۶،۳۵)

کافروں کو نصیحت

۴۶ قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۟ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ۝

آپ کہہ دیجئے کہ میں تو تمہیں صرف ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ کے لیے کھڑے ہو جاؤ (خواہ) دو دو اور ایک ایک پھر سوچو (تم اس نتیجے پر پہنچو گے کہ) تمہارے اس رفیق کو ہرگز جنون نہیں ۔ یہ ایک شدید عذاب سے پہلے تمہیں خبردار کرنے والا ہے ۔

تشریح: اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کافر جو آپ کو مجنون کہتے ہیں آپ ان سے کہہ دیجئے کہ میں تمہیں ایک چھوٹی سی نصیحت کرتا ہوں کہ تم تعصب، ضد اور عناد چھوڑ کر تھوڑی دیر کے لیے محض اللہ کی رضا کے لیے اکیلے اکیلے یا دو دو مل کر سنجیدگی سے غور کرو تو تم پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت و صداقت ظاہر ہو جائے گی ۔ ان کی عقل و دانش اور کردار و عمل سے تمام مشرکین مکہ واقف ہیں ۔ تم ان کی گزشتہ ۴۰ سالہ زندگی کو سامنے رکھو، جو ان کی قوم کے درمیان گزری ہے، ان کے احوال میں غور کرو ، ان کے اقوال سنو تو تمہیں خود معلوم ہو جائے گا کہ ان کی ہر بات سے کمال عقل کا اظہار ہوتا ہے ۔ وہ نہ مفتری ہیں، نہ دروغ گو، نہ دیوانہ اور مجنون ۔ وہ تو محض اللہ کے رسول ہیں اور تمہاری خیر خواہی میں تمہیں آنے والے سخت عذاب اور مہلک خطرات سے خبردار کرتے ہیں جن سے تم بالکل بے خبر ہو ۔ وہ تمہیں دلائل و شواہد سے تمہارا برا بھلا سمجھاتے ہیں ۔ یہ کام دیوانوں کے نہیں اولوالعزم پیغمبروں کے

ہوتے ہیں جنہیں احمقوں اور معاندین نے ہمیشہ دیوانہ کہا ہے۔

حق کا یقینی غلبہ

۴۷۔۵۰: قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ
وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۚ
عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝ قُلْ جَاۗءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ ۝
قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰي نَفْسِيْ ۚ وَاِنِ اهْتَدَيْتُ
فَبِمَا يُوْحِيْٓ اِلَيَّ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ ۝

آپ کہہ دیجئے کہ اگر میں نے تم سے کوئی معاوضہ مانگا ہوتو اسے تم ہی رکھو۔ میرا اجر تو اللہ کے ذمے ہے۔ وہ ہر چیز پر مطلع ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ میرا رب حق نازل فرمارہا ہے۔ وہ غیب کا جاننے والا ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ حق آگیا اور باطل نہ پہلی بار اُبھرا اور نہ دوبارہ اُبھرے گا۔ آپ کہہ دیجئے کہ اگر میں گمراہ ہو جاؤں تو میری گمراہی کا وبال مجھ ہی پر ہوگا اور اگر میں ہدایت پر ہوں تو یہ اس وحی کی وجہ سے ہے جو میرے رب نے میری طرف بھیجی ہے۔ بیشک وہ سب کچھ سنتا ہے اور بہت قریب ہے۔

یَقْذِفُ : وہ غالب کرتا ہے، وہ نازل کرتا ہے، وہ پھینکتا ہے، وہ ڈالتا ہے۔ قَذْفٌ سے مضارع۔

یُبْدِءُ ی : وہ تخلیق اول کرتا ہے، وہ ایجاد کرتا ہے۔ اِبْداءٌ سے مضارع۔

یُعِیْدُ : وہ اعادہ کرے گا، وہ دوبارہ کرے گا، وہ لوٹائے گا۔ اِعَادَةٌ سے مضارع۔

تشریح: اے مشرکینِ مکہ! میں جو تمہیں احکام دین پہنچا کر تمہاری خیر خواہی کر رہا ہوں، تمہیں وعظ و نصیحت کر رہا ہوں، اس پر میں تم سے کوئی اجر طلب نہیں کرتا۔ تم اپنا اجر وعوض اپنے پاس رکھو۔ میرا اجر و ثواب تو اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے، وہی میرے کام کا بدلہ دے گا۔ وہ ہر چیز کی حقیقت سے باخبر ہے اور میری نبوت وصداقت اور میرے اخلاص پر گواہ ہے۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کہہ دیجئے کہ میرا رب تو علام الغیوب ہے۔ حق کو باطل پر دے مارتا ہے جس سے باطل پاش پاش ہو جاتا ہے اور وہ حق کے مقابلے میں ایسا پست و ناکارہ ہو جاتا ہے کہ کسی چیز کی ابتدا یا اعادہ کرنے کے قابل نہیں رہتا۔

آپ ان مشرکین سے کہ دیجئے کہ جو دین میں نے اختیار کیا ہے اگر وہ گمراہی ہے تو اس گمراہی کا وبال مجھ پر ہی پڑے گا اور اگر یہ دین حق اور باعث ہدایت ہے تو یہ میری طرف سے نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ میرے پاس بھیجا ہے۔ اس لیے تمہیں بھی میرے طریقے پر چلنا چاہئے تاکہ جس طرح میں نے ہدایت پائی تم بھی ہدایت پا جاؤ۔ بلا شبہ اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا اور بہت قریب ہے۔ (مظہری ۳۷، ۸/۳۸، معارف القرآن مفتی محمد شفیع ۳۱۰۔۳۱۲/۷)

کفار کا انجام

۵۱۔۵۴: وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ وَاُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ۝
وَّقَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ۝
وَّقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍۢ
بَعِيْدٍ ۝ وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ
بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ ۝

اور اگر آپ وہ وقت دیکھیں جب (حشر میں) یہ لوگ گھبرائے ہوئے پھریں گے اور کہیں بھاگ بھی نہ سکیں گے اور قریب ہی کی جگہ سے پکڑ لئے جائیں گے۔ اس وقت وہ کہیں گے کہ ہم اس (قرآن پر) ایمان لائے اور اتنی دور کی جگہ سے ان کا ہاتھ کہاں پہنچ سکتا ہے۔ اور اس سے پہلے ان لوگوں نے اس (قرآن) کا انکار کیا تھا اور دور ہی سے بلا تحقیق باتیں ہانکتے رہے اور (اس دن) ان کے اور ان کی خواہشوں کے درمیان ایک پردہ حائل کر دیا جائیگا جیسا کہ اس سے پہلے بھی ان جیسوں کے ساتھ کیا گیا تھا۔ بیشک یہ ایسے شک میں پڑے ہوئے تھے جس نے انہیں دھوکے میں ڈال رکھا تھا۔

فَزِعُوا: وہ گھبرا گئے۔ وہ ڈر گئے۔ فَزْعٌ سے ماضی۔

اَلتَّنَاوُشُ: پکڑنا، لینا، ہاتھ آنا۔ مصدر ہے۔

اَشْیَاعِهِمْ: ان کے پیشوا، ان کے ہم مذہب۔ واحد شِیْعَةٌ۔

مُرِیْبٌ: شک میں ڈالنے والا۔ اِرَابَةٌ سے اسم فاعل۔

تشریح: قیامت کے روز یا موت کے وقت کافر نہایت گھبراہٹ کے عالم میں عذاب الٰہی سے بچ نکلنا چاہیں گے مگر اس وقت بچاؤ کی کوئی صورت نہ پائیں گے، نہ بھاگ کر، نہ چھپ کر، نہ کسی کی حمایت و پناہ سے اور نہ اپنی جان کا معاوضہ دے کر بلکہ فوراً ہی بہت آسانی سے پکڑ لیے جائیں گے۔ اس وقت یہ لوگ کہیں گے کہ ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔ پس جس طرح کوئی شخص بہت دور کی چیز کو لینے کے لیے دور ہی سے ہاتھ بڑھائے اور وہ اس کے ہاتھ نہ آئے اسی طرح ان لوگوں کا آخرت میں ایمان لانا بے سود ہے۔ ایمان لانے کی قریبی جگہ تو دنیا تھی جہاں یہ حشر و نشر اور قیامت کا انکار کرتے رہے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر، ساحر اور مجنون کہتے رہے۔ اب جبکہ دنیا سے چل کر آخرت میں آگئے ہیں تو اپنا انجام دیکھ کر ایمان کا اقرار کرتے ہیں۔ آخرت تو دارالجزا ہے اور دنیا کے مقابلے میں بہت دور ہے۔ اتنی دور سے ایمان تک ہاتھ پہنچنا محال ہے۔

آخرت میں پہنچ کر یہ لوگ جس چیز کی آرزو رکھتے تھے یعنی ایمان کا قبول ہونا یا نجات اخروی یا دنیا کی طرف واپس جانا، ان چیزوں اور ان کفار کے درمیان پردہ ڈال دیا گیا ہے۔ قبول ایمان کے بارے میں ان کی آرزو اب کبھی پوری نہ ہوگی۔ اس سے پہلے جو ان جیسے لوگ گزرے ہیں ان کے ساتھ بھی اسی طرح کیا گیا تھا کیونکہ وہ بھی سخت دھوکے میں پڑے ہوئے تھے۔

(ابن کثیر ۳/۵۴۶-۵۴۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الفاطر

وجہ تسمیہ: اس سورت کا نام سورۂ فاطر ہے، کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے فاطر و قادر اور قاہر و خالق اور رازق ہونے کا بیان ہے۔ چونکہ اس میں ملائکہ کا ذکر ہے اس لیے اس کو سورۃ الملائکہ بھی کہتے ہیں۔

تعارف: اس میں پانچ رکوع ۴۵ آیتیں، ۷۹۲ کلمات اور ۳۲۸۹ حروف ہیں۔ یہ سورت بالاتفاق مکہ میں نازل ہوئی۔ جو پانچ سورتیں الحمد سے شروع ہوتی ہیں ان میں سب سے پہلے سورۂ فاتحہ نازل ہوئی اور سب سے آخر میں سورۂ فاطر نازل ہوئی۔ ان سورتوں میں اللہ تعالیٰ نے چار نعمتوں کو تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور تمام نعمتوں کی اصل یہی چار نعمتیں ہیں۔ پہلی نعمت ایجادِ اول ہے، دوسری نعمت بقائے اول ہے۔ تیسری نعمت ایجاد دوم ہے اور چوتھی نعمت بقائے دوم ہے۔ ایجاد اول اور بقائے اول سے دنیاوی زندگی اور سامان حیات مراد ہے۔ ایجادِ دوم اور بقائے دوم سے اخروی زندگی اور آخرت کا دوام مراد ہے جو سب سے اعلیٰ وارفع نعمت ہے۔

گزشتہ سورت میں مشرکوں کی طرف سے فرشتوں کو اپنا معبود ٹھہرانا مذکور تھا۔ اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کا مخلوق ہونا مذکور ہے۔ وہ اللہ کے حکم کے تابع ہیں اور دن رات اس کی عبادت و بندگی میں لگے ہوئے ہیں لہٰذا وہ خدا نہیں ہو سکتے۔

(مواہب الرحمٰن ۲۲/۱۹۷، معارف القرآن مولانا محمد ادریس کاندھلوی ۵/۵۸۵)

مضامین کا خلاصہ

رکوع ۱: اللہ تعالیٰ کی تحمید و اثباتِ رسالت کے بیان کے بعد انسان کو قیامت اور اعمال کی جزا و سزا کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔

رکوع ۲: نیکی و بدی میں امتیاز کا بیان ہے۔ پھر مرنے کے بعد زندہ ہونے اور قضا و قدر کا اثبات ہے۔ آخر میں اثبات توحید اور باطل معبودوں کی حقیقت کا بیان ہے۔

رکوع ۳: اللہ کی بے نیازی اور مومن و کافر کی مثال کا بیان ہے۔

رکوع ۴: منکرین توحید کی تہدید اور مومنین کی صفات کا بیان ہے۔ اس کے بعد قرآن کے وارثوں اور ان کا انعام مذکور ہے۔ آخر میں کافروں کا حال بیان کیا گیا ہے۔

رکوع ۵: اللہ تعالیٰ کا علم و حلم اور باطل معبودوں کی بے بسی مذکور ہے۔ پھر مشرکین کا مکر و فریب اور سابقہ سرکش قوموں کا انجام بیان کیا گیا ہے۔

اللہ کی تحمید و اثباتِ توحید

۱۔۲: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِیْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰی وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ؕ یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ مَا یَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَ مَا یُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝۲

تمام تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے اور دو دو اور تین تین اور چار چار پروں والے فرشتوں کو اپنا پیغام رساں بنانے والا ہے۔ وہ اپنی تخلیق میں جیسی چاہتا ہے زیادتی کرتا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں سے جو کچھ لوگوں کے لیے کھول دے اس کو کوئی روکنے والا نہیں۔ اور جو کچھ وہ روک لے تو اس کے سوا اس کو کوئی جاری کرنے والا نہیں۔ وہی غالب (اور) حکمت والا ہے۔

اَجْنِحَةٍ: پر، بازو، واحد جناح۔

مُمْسِکٌ: روکنے والا۔ اِمْساکٌ سے اسم فاعل۔

مُرْسِلٌ: بھیجنے والا، مبعوث کرنے والا، جاری کرنے والا۔ اِرْسالٌ سے اسم فاعل۔

تشریح: ہر قسم کی حمد و ثنا اس اللہ کے لیے ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو ابتدا کسی نمونے کے بغیر

محض اپنی قدرت کاملہ سے پیدا کیا، تاکہ دنیا والے اس کی قدرت کا کرشمہ دیکھ کر اس کے خالق مطلق ہونے کا اقرار کریں۔ اسی نے فرشتوں کو پیغام رساں بنایا ہے جن کے دو دو، تین تین اور چار چار پردار بازو ہیں۔ وہ ان پروں کی مدد سے زمین وآسمان کے درمیان تیزی سے آمد ورفت کرتے ہیں اور اللہ کا پیغام جلد سے جلد اس کے پیغمبروں کو پہنچاتے ہیں تاکہ دنیا سے گمراہی دور ہو۔ وہ مخلوق کی خلقت میں جس طرح چاہتا ہے زیادتی کر دیتا ہے کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے اس لیے وہ جس کو چاہے دو، تین یا چار پر دے اور جس کو چاہے اس سے زیادہ دے۔ اس پر کسی کو چنداں تعجب نہیں ہونا چاہئے۔

وہ ایسا قادر مطلق ہے کہ کوئی اس کی قدرت میں کسی بھی قسم کی رکاوٹ نہیں ڈال سکتا۔ وہ لوگوں کے لیے جس رحمت ونعمت کا چاہے دروازہ کھول دے، جیسے بارش، روزی، امن وعافیت، صحت وتوانائی، علم وحکمت اور ایمان وہدایت وغیرہ تو اسے کوئی بند کرنے والا نہیں اور جس چیز کو وہ بند کر دے تو کوئی اسے کھولنے والا نہیں۔ سب خزانے اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ وہی غالب اور حکمت والا ہے۔ اس کا کھولنا اور بند کرنا سب حکمتوں پر مبنی ہے۔

اثباتِ توحید ورسالت

۳۔۴ یَآاَیُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَیْرُ اللّٰهِ یَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۖ٘ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝ وَاِنْ یُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝

اے لوگو! تم پر جو اللہ کے انعامات ہیں ان کو یاد کرو۔ کیا اللہ کے سوا اور بھی کوئی خالق ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہو اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ پھر تم کہاں بہکے جا رہے ہو اور اگر یہ (مشرکین مکہ) آپ کی تکذیب کریں تو آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول جھٹلائے جا چکے ہیں اور تمام امور اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔

اَنّٰی : جب، کیونکہ، کہاں، جہاں۔ اسم ظرف ہے۔ زمان ومکان دونوں کے لیے آتا ہے۔

تُؤْفَکُوْنَ : تم لوٹائے جاتے ہو، تم پھیرے جاتے ہو۔ اَفْکٌ سے مضارع مجہول۔

تشریح: اے مشرکین مکہ تم اللہ تعالیٰ کے ان انعامات واحسانات کو یاد کرو جو اس نے تم پر کئے ہیں کہ اس نے تمہیں حرم کا باشندہ بنایا جس کی وجہ سے تمہیں کوئی لوٹ نہیں سکتا، تم پر رزق کے دروازے کھول دیئے جن کو کوئی بند نہیں کر سکتا، تمہیں اللہ عدم سے وجود میں لایا، اسی نے تمہارے لیے زمین کو فرش بنایا اور آسمان کو ستونوں کے بغیر چھت کے طور پر قائم کیا۔ کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور بھی خالق ہے جو تمہیں آسمان وزمین سے رزق دیتا ہو یعنی آسمان سے پانی برسا کر اس کے ذریعے زمین سے غلہ اور سبزہ اگاتا ہو۔ جب پیدا کرنا، روزی کے سامان بہم پہنچانا، سب اللہ تعالیٰ کے قبضے اور اختیار میں ہے، تو پھر کسی دوسرے کو معبودیت کا استحقاق کیسے ہو گیا، سو جو خالق اور رازق حقیقی ہے اسی کو معبود ہونا چاہئے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ پھر تم توحید کو چھوڑ کر شرک کی طرف کہاں جا رہے ہو۔

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! اگر یہ مشرکین مکہ اس قدر سمجھانے اور حجت تمام کرنے کے بعد بھی توحید، قیامت اور عذاب کے بارے میں آپ کو جھوٹا قرار دیں تو آپ اس سے رنجیدہ خاطر نہ ہوں۔ یہ کوئی عجیب اور انوکھی بات نہیں، بلکہ آپ سے پہلے انبیائے سابقین کے ساتھ بھی یہی برتاؤ ہو چکا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رسالت اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اور نعمت کی ناشکری انسان کی عادت ہے۔ سو آپ ایسے لوگوں کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیجئے تمام امور اللہ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے لہٰذا وہاں پہنچ کر سب باتوں کا فیصلہ ہو جائیگا۔ وہی آپ کو اس تکذیب پر صبر کا اجر وثواب عطا فرمائے گا اور ان کافروں کو دونوں جہان میں عذاب کی صورت میں سزا دے گا۔ (مظہری ۴۲، ۴۳/ ۸، عثمانی ۲/۳۸۸)

انسان کا ازلی دشمن

۵۔۷: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِاللَّهِ الْغَرُورُ ۝ إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا إِنَّمَا يَدْعُو حِزْبَهُ لِيَكُونُوا مِنْ أَصْحَابِ السَّعِيرِ ۝ الَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ۝

اے لوگو! اللہ کا وعدہ یقیناً برحق ہے۔ سو دنیوی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ وہ دھوکے باز (شیطان) تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکے میں

ڈالے ۔ بیشک شیطان تمہارا دشمن ہے سو تم بھی اسے دشمن ہی سمجھتے رہو ۔ وہ تو اپنے گروہ کو اسی لیے بلاتا ہے تاکہ وہ سب دوزخیوں میں سے ہو جائیں ۔ جو لوگ کافر ہوئے ان کے لیے سخت عذاب ہے اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کئے ان کے لیے مغفرت اور بڑا اجر ہے ۔

تَغُرَّنَّكُمْ : وہ تمہیں ضرور فریب دے گی، وہ تمہیں ضرور بہکائے گی ۔ غُرُورٌ سے مضارع بانون تاکید

حِزْبَهٗ : اس کا گروہ، اس کی جماعت ۔ جمع اَحْزَابٌ ۔

السَّعِيْرِ : دہکتی ہوئی آگ، دوزخ ۔ سَعْرٌ سے صفت مشبہ ۔

تشریح : اے لوگو! قیامت اور اعمال کی جزا و سزا کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ بالکل حق اور صحیح ہے وہ پورا ہو کر رہے گا یعنی قیامت آ کر رہے گی اور اس کے نہ آنے کا کوئی احتمال نہیں ۔ اس دن سب کو اللہ تعالیٰ کی عدالت میں حاضر ہو کر اپنے اچھے برے، چھوٹے بڑے اور ظاہر و پوشیدہ تمام اعمال کا حساب دینا ہے ۔ سو دنیا کی یہ فانی اور عارضی زندگی، اس کی زینت و آرائش اور اس کا عیش و آرام تمہیں آخرت کی طلب و سعی سے غافل نہ کر دے ۔ ایسا نہ ہو کہ شیطان تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکے میں ڈال دے، آخرت سے بے فکر کر دے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے روک دے ۔ بلا شبہ شیطان تمہارا دشمن ہے اور تمہاری تاک میں ہے، تم اس کو اپنا دشمن ہی سمجھو، اس سے ہوشیار رہو اور اس کی جھوٹی اور فریب دینے والی باتوں میں نہ آ جانا ۔ اپنے تمام احوال میں اس کے وسوسوں سے بچتے رہنا اور اللہ کی اطاعت میں لگے رہنا ۔ بیشک شیطان اپنی اتباع کرنے والوں کو گناہ اور دنیا کی طرف میلان رکھنے کی دعوت دیتا ہے تاکہ اس کے ساتھ وہ بھی اہل دوزخ میں سے ہو جائیں ۔ پس جو لوگ اللہ کی ہدایت کا انکار کر کے شیطان کی پیروی کرتے ہیں ان کے لیے آخرت میں سخت عذاب ہے اور جن لوگوں نے شیطان کو اپنا دشمن سمجھا، اللہ کے احکام کی پیروی کی اور نیک کام کئے تو ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں مغفرت اور بڑا اجر و ثواب ہے ۔ یہی لوگ اہل سعادت ہیں ان کو وہم و گمان سے بڑھ کر نعمتیں ملیں گی ۔

نیکی اور بدی میں امتیاز

۸ : اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۖ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝

تو کیا ایسا شخص جس کو اس کا عملِ بد اچھا کر کے دکھایا گیا اور وہ اس کو اچھا سمجھنے لگا (مومن کے برابر ہو سکتا ہے)۔ بیشک اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ سو ان پر افسوس کر کے کہیں آپ کی جان نہ جاتی رہے۔ بیشک اللہ اس سے خوب واقف ہے جو کچھ یہ کر رہے ہیں۔

شانِ نزول: بغوی نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ آیت ابو جہل اور دوسرے مشرکین مکہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ حضرت ابن عباس ہی کی دوسری روایت میں ہے کہ آیت کا نزول اس وقت ہوا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تھی کہ اے اللہ اپنے دین کو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ یا ابو جہل بن ہشام (کے ایمان) سے غلبہ عطا فرما۔ چنانچہ اللہ نے (حضرت) عمر کو ایمان کی توفیق عطا کی اور ابو جہل کو چھوڑ دیا۔ ان ہی دونوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔
(مظہری ۴۴، ۸/۴۵)

تشریح: کیا وہ شخص جس کو شیطان نے اس کے برے اعمال اچھے اور آراستہ کر کے دکھائے ہوں اور وہ ان کو اچھا بھی سمجھتا ہو، اس شخص کی مانند ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضل اور مہربانی سے اچھے اور برے، غلط اور صحیح اور نیکی اور برائی میں تمیز رکھتا ہو۔ ظاہر ہے جب یہ دونوں ایک جیسے اور برابر نہیں ہو سکتے تو ان کا انجام ایک جیسا کیسے ہو سکتا ہے۔

پس خوب سمجھ لو کہ حق اور باطل میں تمیز من جانب اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت یاب کرتا ہے، پس جو شخص شیطان کے بہکانے سے برائی کو بھلائی اور بدی کو نیکی سمجھنے لگے تو اس کے راہِ راست پر آنے کی کیا توقع ہے؟ کسی انسان کے اختیار میں نہیں کہ وہ گمراہ کو ہدایت یافتہ بنا دے۔ اس لیے آپ کو ان گمراہوں پر حسرتیں کرنے کی ضرورت نہیں۔ آپ ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیجئے۔ وہ ان کے اعمالِ بد سے خوب واقف ہے اور جانتا ہے کہ کس بندے نے اپنے لیے گمراہی اختیار کی اور کس نے ہدایت کا راستہ اختیار کیا ہے۔

اثباتِ حشر

وَاللّٰهُ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰی بَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَحْیَیْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ۝

اور اللہ ہی ہواؤں کو بھیجتا ہے جو بادل کو اٹھاتی ہیں ۔ پھر ہم اس بادل کو کسی
مردہ (خشک) زمین کی طرف لیجاتے ہیں اور اس سے اس زمین کو اس کی
موت کے بعد زندہ کر دیتے ہیں ۔ اسی طرح (قیامت کے روز مردے)
زندہ ہو کر اٹھیں گے ۔

تُثِیْرُ : وہ جوتتی ہے، وہ برانگیختہ کرتی ہے، وہ ابھارتی ہے ۔ اِثَارَۃٌ سے ماضی ۔

سَحَابًا : بادل، ابر ۔ جمع سُحُبٌ ۔

سُقْنٰهُ : ہم نے اس کو ہانک دیا، ہم نے اس کو چلایا ۔ سَوْقٌ سے ماضی ۔

اَلنُّشُوْرُ : زندہ ہونا، اٹھ کھڑا ہونا ۔ مصدر ہے ۔

تشریح : اللہ تعالیٰ جس طرح ہواؤں کے ذریعے بادلوں کو اٹھا کر اور ان سے پانی برسا کر مردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے اسی طرح قیامت کے روز وہ تمہیں زندہ کر کے قبروں سے اٹھائے گا، یہاں زمین کو زندہ کرنے سے مراد اس کو سرسبز کر دینا اور زمین کی موت سے مراد اس کی سبزی و ہریالی کو ختم کر دینا ہے جب اللہ تعالیٰ بعث اور نشور (یعنی مردوں کو دوبارہ زندہ کرنے) کا ارادہ فرمائے گا تو عرش کے نیچے سے ایک بارش نازل کرے گا جو تمام زمین پر برسے گی ۔ اس بارش سے تمام مردہ جسم سبزے کی مانند اپنی قبروں سے اگیں گے ۔ پس جس طرح زمین پانی سے زندہ ہوتی ہے اسی طرح قیامت کے دن مردے بھی ایک بارش کے پانی سے زندہ ہوں گے ۔

شیخین نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دونوں بار صور پھونکنے کے درمیان چالیس (کا فاصلہ) ہوگا ۔ (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے چالیس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس کا لفظ فرمایا تھا ۔ سال یا مہینوں یا دنوں کی تعیین نہیں فرمائی تھی ۔ اس لیے میں بھی کوئی تعیین نہیں کر سکتا) پھر اللہ آسمان سے پانی برسائے گا جس سے لوگ اس طرح اُگیں گے جس طرح سبزہ اُگتا ہے، سوائے ایک ہڈی کے انسان کے جسم کا ہر حصہ گل جاتا ہے اور وہ ریڑھ کی ہڈی ہے ۔ قیامت کے روز سارا جسم اسی سے جوڑا جائے گا ۔ (مظہری ۴۵، ۴۶/ ۸)

عزت کا انحصار

۱۰ : مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ۭ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ

الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ ۚ وَالَّذِينَ يَمْكُرُونَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۖ وَمَكْرُ أُولٰٓئِكَ هُوَ يَبُورُ ﴿١٠﴾

جو شخص عزت حاصل کرنا چاہتا ہے تو تمام عزت اللہ ہی کے لیے ہے۔ تمام کلمات طیبات اسی کی طرف چڑھتے ہیں اور نیک کام اسے اٹھالیتا ہے اور جو لوگ بری چالوں میں لگے رہتے ہیں ان کے لیے شدید عذاب ہے اور ان کا یہ مکر برباد ہو کر رہے گا۔

یَصْعَدُ : وہ چڑھتا ہے، وہ پہنچتا ہے۔ صُعُوْدٌ سے مضارع

یَبُوْرُ : وہ ہلاک ہو جائے گا، وہ تباہ ہو جائے گا۔ بَوْرٌ و بَوَارٌ سے مضارع۔

تشریح: جو شخص آخرت میں عزت حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کو قولاً وفعلاً اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور پرہیز گاری اختیار کرنی چاہئے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ہی دنیا و آخرت کا مالک اور عزیز مطلق ہے۔ ساری عزتیں اسی کی ملکیت میں ہیں۔ اسی کی اطاعت و فرماں برداری سے عزت حاصل ہوتی ہے۔ جس درجہ کی اطاعت و فرماں برداری اور تقویٰ و پرہیز گاری ہوگی اسی درجہ کی عزت حاصل ہوگی۔ دنیا میں کافروں کو جو ظاہری عزت حاصل ہے وہ ہیچ اور حقیقی عزت نہیں بلکہ حقیقت اور انجام کے اعتبار سے وہ ذلت و رسوائی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

أَيَبْتَغُونَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيعًا

کیا وہ (منافقین) کافروں کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں پس عزت تو ساری کی ساری اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔ (النساء:۱۳۹)

اور ارشاد ہے:

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ

اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں ہی کے لیے ہے۔ (المنفقون:۸)

پھر فرمایا کہ کلمات طیبہ جیسے اللہ کا ذکر، تلاوت قرآن، علم و نصیحت کی باتیں اور دعائیہ کلمات وغیرہ بارگاہ الٰہی میں قبول کئے جاتے ہیں۔ اگر ان کلمات طیبہ کے ساتھ ساتھ اعمال صالحہ بھی ہوں تو ان کلمات کا اجر و ثواب اور زیادہ ہو جاتا ہے۔ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بری بری تدبیریں کرتے ہیں اور حق کے خلاف سازشیں کرتے رہتے ہیں جیسے قریش نے دار الندوہ میں بیٹھ کر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قید کرنے یا قتل کرنے یا وطن سے نکالنے کے مشورے کئے تھے، ان کو سخت عذاب دیا جائے گا اور ان کا مکر و فریب نیست و نابود ہو جائے گا۔ جیسا کہ بدر کے موقع پر قریش کے ساتھ ہوا۔ (ابن کثیر: ۵۴۹/۳، روح المعانی ۱۷۳۔۲۲/۱۷۶)

قضاو قدر کا اثبات

۱۱۔ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ؕ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖۤ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝

اور اللہ نے تمہیں مٹی سے پھر نطفے سے پیدا کیا۔ پھر اس نے تمہیں جوڑے جوڑے بنا دیا۔ اور عورتوں کا حاملہ ہونا اور بچوں کا جننا سب اس کے علم میں ہوتا ہے اور نہ کسی کی عمر بڑھائی جاتی ہے اور نہ کم کی جاتی ہے مگر یہ سب کتاب میں (لکھا ہوا) ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے یہ سب آسان ہے۔

تشریح: تمہاری ابتدائی پیدائش یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا۔ پھر آئندہ نسل کو ایک حقیر پانی سے نکالا کہ تم قوت کے ساتھ چلتے پھرتے ہو۔ پھر اس نے تمہیں جوڑے جوڑے بنایا کہ تم آپس میں ایک دوسرے سے تسکین پاتے ہو۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی رحمت و انعام ہے۔ پس جو خدا ایسی قدرت والا ہے وہ کائنات کے ذرے ذرے سے واقف ہے۔ استقرار حمل سے لیکر بچہ کی پیدائش تک جو ادوار گزرتے ہیں وہ سب سے باخبر ہے۔ کسی مادہ کے جو بھی حمل ہوتا ہے خواہ وہ لڑکا ہو یا لڑکی وہ سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہوتا ہے۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ جس کے حق میں اللہ تعالیٰ نے لڑکی مقدر کی ہے وہ کسی بت وغیرہ کی کوشش سے لڑکا پالے یا جو حمل ساقط ہونے والا ہے بچالے۔

اللہ تعالیٰ کے علم میں ہر ایک کی عمر مقرر و مقدر ہے۔ نہ کسی کی عمر زیادہ مقرر کی جاتی ہے اور نہ کسی کی عمر کم مقرر کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کو طویل عمر عطا فرماتا ہے وہ پہلے ہی سے لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے۔ اسی طرح جس کی عمر کم رکھی جاتی ہے وہ بھی لوح محفوظ میں پہلے سے درج ہے۔ جو کچھ مذکور ہوا یہ مخلوقات کے حق میں تو محال ہے مگر اللہ تعالیٰ کے لیے بہت آسان ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمار ہے تھے کہ جو شخص اپنی روزی میں کشادگی چاہتا ہو وہ (زندہ رہنے کی) مہلت چاہتا ہو تو اسے صلہ رحمی کرنی چاہئے۔ (بخاری ۲/۴، مسلم کتاب البر، باب صلۃ الرحم۔ ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب فی صلۃ الرحم۔ ابن حبان ۲/۱۵۸)

ابن ابی حاتم میں حضرت ابودرداء سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدمی کی مقررہ مدت (عمر) پوری ہو جاتی ہے تو اس کو ذرا بھی مہلت نہیں دی جاتی، بلکہ عمر میں زیادتی سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اولاد صالحہ عطاء فرمادیتا ہے۔ وہ اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں۔ یہ شخص (دنیا میں) نہیں ہوتا مگر اس کو ان لوگوں کی دعائیں (قبر میں) ملتی رہتی ہیں۔ اس طرح گویا اس کی عمر بڑھ گئی۔ پس مذکورہ حدیث میں جو عمر بڑھنے کا ذکر آیا ہے اس سے مراد عمر کی برکت کا بڑھ جانا ہے۔ (مواہب الرحمٰن ۲۱۴، ۲۲/۲۱۵)

اثباتِ توحید

۱۲: وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ ۖ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَ هٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۖ وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾

اور دو دریا برابر نہیں، ایک (کا پانی) شیریں، پیاس بجھانے والا اور پینے میں خوشگوار ہے اور دوسرے کا کھاری اور کڑوا ہے اور تم ان دونوں سے تازہ گوشت کھاتے ہو اور (وہ) زیورات نکالتے ہو جنہیں پہنتے ہو اور تو دیکھتا ہے کہ کشتیاں پانی کو پھاڑتی ہوئی چلتی ہیں تاکہ تم اللہ کا فضل (روزی) تلاش کرو اور اس کا شکر ادا کرو۔

فُرَاتٌ : بہت شیریں اور ٹھنڈا پانی، تسکین بخش، پیاس بجھانے والا۔

سَائِغٌ : خوش ذائقہ، مزے دار، آسانی سے حلق میں اترنے والا۔ سَوْغٌ سے اسم فاعل۔

اُجَاجٌ : تلخ، کڑوا، کھاری پانی۔

طَرِيًّا: تروتازہ، طَرَاوَۃٌ سے صفت مشبہ۔

حِلْيَةٌ : زیور، گہنے، آرائش۔ جمع حُلیٌّ۔

تشریح: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی زبردست قدرت کو ثابت فرمایا ہے کہ اس نے دو قسم کے دریا پیدا کئے۔ ایک کا پانی تو صاف ستھرا، میٹھا، خوش ذائقہ اور پیاس بجھانے والا ہے، آبادیوں اور جنگلوں میں برابر بہہ رہا ہے۔ دوسرے کا پانی ساکن ہے، سخت نمکین، کڑوا اور حلق کو جلانے والا ہے۔ دونوں قسم کے دریاؤں میں سے تم اپنے کھانے کے لیے تازہ گوشت یعنی مچھلیاں حاصل کرتے ہو اور پہننے کے لیے زیور یعنی موتی اور مرجان وغیرہ نکالتے ہو۔ تم یہ بھی دیکھتے ہو کہ اس تلخ اور ساکن دریا میں بڑی بڑی کشتیاں اور طرح طرح کے جہاز پانی کو چیرتے پھرتے ہیں، تاکہ تم تجارت کی غرض سے ان میں سفر کرتے ہوئے ایک ملک سے دوسرے ملک جا کر اللہ تعالیٰ کے فضل (رزق) کو تلاش کرو اور اس نعمت پر ہمارا شکر ادا کرو کہ ہم نے دریا جیسی ہولناک اور خطرناک چیز کو تمہارے لیے ایک نعمت اور نفع کا ذریعہ بنا دیا۔

بعض مفسرین کے نزدیک یہاں مومن و کافر کی مثال بیان کی گئی ہے کہ دونوں میں برابری کی کوئی صورت نہیں، اس لیے کہ ایک حلاوتِ ایمانی کی وجہ سے آبِ شیریں ہے اور دوسرا کفر و معصیت کی تلخی کی بنا پر آبِ تلخ ہے۔ (روح المعانی: ۱۷۹،۱۸۰/۲۲)

متصرفِ کامل

۱۳-۱۴: يُولِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۙ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۭ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ۝ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَاۗءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ۭ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ۭ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ۝

وہ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اسی نے سورج اور چاند کو (اپنے اپنے) کام میں لگا رکھا ہے۔ ہر ایک مقررہ وقت تک چلتا رہے

گا۔ یہی اللہ تمہارا رب ہے، اسی کی سلطنت ہے۔ اس کے سوا جن کو تم پکارتے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں۔ اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمہاری پکار (بھی) نہیں سن سکتے اور اگر بالفرض سن لیں تو جواب نہیں دے سکتے اور قیامت کے دن وہ تمہارے شرک کا انکار کریں گے اور خدائے باخبر کی طرح تمہیں کوئی بھی خبر نہ دے گا۔

یُوْلِجُ :　وہ پیدا کرتا ہے، وہ داخل کرتا ہے۔ اِیْلَاجٌ سے مضارع۔

مُسَمًّی :　معین، مقرر کیا ہوا، نام رکھا ہوا۔ تَسْمِیَۃٌ سے اسم مفعول۔

قِطْمِیْر : باریک جھلی جو کھجور کے گودے اور گٹھلی کے درمیان ہوتی ہے۔ یہاں اس سے مراد حقیر چیز ہے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے۔ وہی خالق ومتصرف کامل ہے۔ وہ اپنی تمام مخلوق میں جیسے چاہتا ہے تصرف کرتا ہے۔ وہی رات کو دن میں دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔ دن اور رات کو ایک دوسرے میں داخل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایک کو کم کر دیتا ہے اور دوسرے کو بڑھا دیتا ہے۔ جیسے موسم گرما میں رات دونوں طرف سے کم ہو کر دن میں داخل ہو جاتی ہے جس سے دن بڑا ہو جاتا ہے اور رات چھوٹی ہو جاتی ہے اور موسم سرما میں دن دونوں طرف سے کم ہو کر رات میں داخل ہو جاتا ہے جس سے دن چھوٹا ہو جاتا ہے اور رات بڑی ہو جاتی ہے۔ یہ سب اس کی قدرت کا کرشمہ ہے۔

اسی نے سورج اور چاند کو اپنے حکم کے تابع بنایا کہ وہ ہر وقت اس کے حکم کے سامنے سر جھکائے رہتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک اپنے مقررہ وقت تک یعنی قیامت تک اسی طرح حرکت کرتا رہے گا اور اپنے مقررہ وقت پر طلوع اور غروب ہوتا رہے گا، یہی اللہ جس کی قدرت کے کرشمے تمہارے سامنے ہیں تمہارا رب اور خالق ہے۔ اسی کا ملک اور اسی کی بادشاہت ہے۔ اس کے سوا تم جن باطل معبودوں کو پکارتے ہو وہ تو ادنیٰ اختیار بھی نہیں رکھتے۔ وہ ایسے حقیر و ذلیل ہیں کہ کھجور کی گٹھلی پر جو باریک سی چھلی ہوتی ہے وہ اس کے بھی مالک نہیں۔ وہ تو ایسے عاجز و بے بس ہیں کہ اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمہاری پکار بھی نہیں سنیں گے، اور اگر بالفرض سن بھی لیں تو تمہاری پکار کا جواب نہیں دے سکتے۔ قیامت کے روز یہ باطل معبود تمہارے شرک کا صاف انکار کر دیں گے بلکہ یہ تمہارے دشمن ہو جائیں گے۔ ظاہر ہے ایسے حقیر اور عاجز کو اپنا معبود نہیں بنایا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز سے باخبر ہے اس سے زیادہ سچی اور بہتر خبر کوئی اور نہیں دے سکتا۔ اس لیے دنیا و آخرت کی فلاح کے لیے اسی پر ایمان لاؤ اور اسی کے احکام کی بجا آوری میں لگے رہو۔

اللہ کی بے نیازی

۱۵۔۱۸: یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَ اللّٰهُ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ۝ اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ وَ یَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ ۝ وَ مَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِیْزٍ ۝ وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ وَ اِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا یُحْمَلْ مِنْهُ شَیْءٌ وَّ لَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ؕ اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَ مَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا یَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِیْرُ ۝

اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج ہو اور اللہ بے نیاز (اور) خوبیوں والا ہے۔ اگر وہ چاہے تو تمہیں فنا کر دے اور ایک نئی مخلوق پیدا کر دے اور یہ بات اللہ کے لیے ذرا مشکل نہیں اور (قیامت کے روز) کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور اگر کوئی (گناہوں کے) بوجھ سے لدا ہوا کسی کو اپنا بوجھ اٹھانے کے لیے پکارے گا تو وہ اس میں سے کچھ بھی نہ اٹھائے گا خواہ وہ قریبی رشتہ دار ہی ہو۔ (اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم) آپ تو صرف انہی کو ڈرا سکتے ہیں جو اپنے رب کو دیکھے بغیر اس سے ڈرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو شخص (اپنے نفس کو) پاک کرتا ہے تو وہ اپنے لیے ہی پاک کرتا ہے۔ (سب کو) اللہ ہی کی طرف واپس جانا ہے۔

تَزِرُ : وہ بوجھ اٹھاتی ہے۔ وِزْرٌ سے مضارع۔

مُثْقَلَةٌ : بوجھ والی، لدی ہوئی۔ ثِقْلٌ و ثَقَالَةٌ سے اسم مفعول۔

المَصِیْرُ : لوٹنے کی جگہ، ٹھکانا۔ صَیْرٌ سے اسم ظرف مکان و مصدر میمی۔

تشریح: تمام مخلوق اپنے وجود اور اپنی بقا میں اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے اور انسان تمام مخلوق سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے۔ اگر آسمان سے بارش نہ برسے، زمین سے نباتات نہ اگیں اور ہوا اور پانی وغیرہ معدوم ہو جائیں تو انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔ غنی مطلق، بے پرواہ اور ہر طرح سے بے نیاز تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ وہی اپنی تمام صفات میں حمید ہے۔ اس کا کوئی کام حکمت و تعریف سے خالی

نہیں ۔ وہ ہر طرح حمد و ثنا کے لائق ہے ۔

اے لوگو! وہ ایسا غنی اور قادر مطلق ہے کہ اگر چاہے تو تمہیں صفحۂ ہستی سے مٹا کر تمہاری جگہ دوسری مخلوق لے آئے جو اس کی اطاعت کرے اور تمہاری طرح نافرمانی نہ کرے ۔ یہ کام اس پر ذرا بھی دشوار نہیں ۔ وہ اس پر قادر ہے کہ جس مخلوق کو چاہے نیست و نابود کر دے اور جس کو چاہے پیدا کر دے ۔ لہٰذا تم اس کے قہر و غضب سے ڈرتے رہو اور خوب سمجھ لو کہ قیامت کے روز تمہاری محتاجی اور بے بسی اور بڑھ جائے گی جب کوئی گناہوں کا بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا ۔ اگر کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کو اپنا بوجھ اٹھانے کے لیے بلائے گا تو وہ اس میں سے کچھ بھی نہیں اٹھائے گا اگرچہ وہ اس کا قرابت دار ہی ہو ۔ اس روز ہر شخص کو اپنی اپنی پڑی ہوگی ۔ ماں باپ اولاد کا بوجھ اٹھانے سے انکار کر دیں گے اور اولاد ماں باپ کو انکار کر دے گی ۔

اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی وعظ و نصیحت سے گمراہ، ضدی اور آخرت کے منکر لوگ فائدہ نہیں اٹھا سکتے، بلکہ یہ تو ان لوگوں کے حق میں مفید ہے جو غائبانہ طور پر اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور ٹھیک ٹھیک نماز ادا کرتے ہیں ۔ جو شخص ایمان لا کر اور اعمال صالحہ کر کے پاکیزگی حاصل کرتا ہے تو وہ اپنے ہی نفع کے لیے کرتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ تو غنی اور حمید ہے ۔ اس کو کسی کے ایمان و اعمال صالحہ کی ضرورت نہیں ۔ آخر کار سب کو اسی کی طرف لوٹنا ہے اور اس کے سامنے پیش ہونا ہے ۔ وہ سب کو ان کے اعمال کا بدلہ دے گا ۔ (ابن کثیر: ۵۵۱، ۳/۵۵۲، روح المعانی: ۱۸۳ ۔ ۲۲/۱۸۶)

مومن و کافر کی مثال

۱۹ ۔ ۲۶: وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ﴿١٩﴾ وَلَا الظُّلُمَاتُ وَلَا النُّورُ ﴿٢٠﴾
وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُورُ ﴿٢١﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ
إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَن يَشَاءُ ۖ وَمَا أَنتَ بِمُسْمِعٍ مَّن فِي الْقُبُورِ ﴿٢٢﴾
إِنْ أَنتَ إِلَّا نَذِيرٌ ﴿٢٣﴾ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۚ
وَإِن مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ ﴿٢٤﴾ وَإِن يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ
كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ
وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتَابِ الْمُنِيرِ ﴿٢٥﴾ ثُمَّ أَخَذْتُ الَّذِينَ كَفَرُوا ۖ
فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ﴿٢٦﴾

اور اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں ۔ اور نہ تاریکی اور روشنی (یکساں ہیں) اور نہ سایہ اور دھوپ (برابر ہیں) ۔ اور زندہ اور مردہ برابر نہیں ہو سکتے بیشک اللہ جسے چاہتا ہے سنا دیتا ہے اور آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں ۔ آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں ۔ بیشک ہم ہی نے آپ کو حق دے کر بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، اور کوئی امت ایسی نہیں ہوئی جس میں کوئی ڈرانے والا نہ گزرا ہو ۔ اور اگر یہ (منکرین) آپ کو جھٹلائیں تو جو لوگ ان سے پہلے گزرے ہیں انہوں نے بھی (پیغمبروں کو) جھٹلایا تھا ۔ ان کے پیغمبر بھی ان کے پاس معجزے اور صحیفے اور روشن کتابیں لیکر آئے تھے پھر میں نے کافروں کو پکڑ لیا سو (دیکھ لو) میرا عذاب کیسا (سخت) تھا ۔

الحَرُوْرُ : گرم ہوا، لو، دھوپ ۔ مصدر بھی ہے اسم بھی ۔

خلا : وہ گزرا، وہ ہو چکا ۔ خُلُوٌّ سے ماضی ۔

نکیر : میرا عذاب، بدل ڈالنا ۔

تشریح : مومن و کافر ایک دوسرے کی ضد ہیں اس لیے دونوں یکساں نہیں ہو سکتے ۔ جس طرح بینا اور نابینا، اندھیرا اور روشنی، سایہ اور دھوپ میں زمین وآسمان کا فرق ہے اور وہ ایک دوسرے کی مانند نہیں ہو سکتے اسی طرح مومن اور کافر بھی ایک دوسرے کی مانند نہیں ہو سکتے ۔ مومن آنکھ والے، روشنی اور سایہ کی مانند ہے جبکہ کافر اندھے، تاریکی اور دھوپ کی مانند ہے ۔ مومن ایمان کی روح سے زندہ ہے جبکہ کافر ایمان سے خالی ہونے کی بنا پر مردہ کی مانند ہے ۔ مُردوں کو زندہ کرنا اور ان کو سنانا اللہ تعالیٰ کی قدرت میں تو ہے مگر بندوں میں یہ قدرت وطاقت نہیں ۔ بلا شبہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے سناتا ہے اور ہدایت دیتا ہے ۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ! جس طرح مردے کو قبر میں دفنانے کے بعد پکارنا بے سود ہے، اسی طرح ان کافروں کے دل کفر کی وجہ سے مردہ ہو چکے ہیں اس لیے آپ ان کو کلام حق نہیں سنا سکتے ۔ آپ کا کام تو ان کافروں کے کانوں تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دینا اور ان کو دوزخ کا خوف دلانا ہے ۔ بلا شبہ ہم نے آپ کو دین حق دے کر جنت کی خوشخبری سنانے والا اور دوزخ سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے ۔ آپ سے پہلے کوئی امت ایسی نہیں گزری جس میں کوئی خبردار کرنے والا نہ گزرا ہو ۔ اس کے باوجود ان میں بھی بہت سے کافر گزرے ہیں ۔ اسی طرح آپ کی امت میں بھی جو

لوگ مردہ دل ہیں وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! اگر یہ مشرکین آپ کو جھٹلائیں تو آپ اس سے رنجیدہ خاطر نہ ہوں بلکہ آپ بھی سابقہ انبیا کی طرح صبر کریں، کیونکہ ان سے پہلے کافر بھی اپنے پیغمبروں کی تکذیب کرتے رہے اور اپنے کفر پر قائم رہے، حالانکہ ان کے رسول، اللہ کی طرف سے کھلے کھلے معجزات، صحیفے اور روشن کتاب کے ساتھ ان کے پاس آئے تھے۔ پھر میں نے ان کافروں کو عذاب میں پکڑ لیا، سو دیکھ لو میرا عذاب کیسا تھا اور وہ کس طرح تباہ و برباد ہوئے۔ سب سے آخر میں ہم نے آپ کو کتاب منیر (قرآن کریم) دیکر بھیجا ہے۔ اگر یہ مشرکین اس کی تکذیب سے باز نہ آئے تو ممکن ہے ان کا بھی وہی انجام ہو۔ (مواہب الرحمٰن ۲۲۵، ۲۲۶/۲۲، معارف القرآن مولانا محمد ادریس کاندھلوی ۶۰۳، ۶۰۴/ ۵)

منکرینِ توحید کی تہدید

۲۷۔۲۸: اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا ؕ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ ۝ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ؕ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ۝

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اتارا پھر اس کے ذریعے مختلف رنگوں کے پھل پیدا کئے، اور پہاڑوں کے بھی مختلف حصے ہیں سفید اور سرخ کہ ان کی رنگتیں بھی مختلف ہیں اور (بعض نہ سفید نہ سرخ بلکہ) بہت گہرے سیاہ ہیں۔ اور اسی طرح آدمیوں اور جانوروں اور چوپایوں میں بھی (بعض) ایسے ہیں کہ ان کی رنگتیں مختلف ہیں۔ بیشک اس کے بندوں میں سے علم والے ہی اس سے ڈرتے ہیں۔ بیشک اللہ زبردست (اور) بڑا بخشنے والا ہے۔

جُدَدٌ : ٹکڑے، حصے، راستے، گھاٹیاں۔ واحد جُدَّةٌ۔

الدَّوَابّ : چوپائے، زمین پر چلنے والے جاندار۔ واحد دَابَّةٌ۔

انعام: مویشی، چوپائے ۔ واحد نعم ۔

تشریح: ان آیات میں منکرین کو خبردار کرنے اور ڈرانے کے لیے فرمایا کہ کیا یہ لوگ ان آثار قدرت کو نہیں دیکھتے جو ان کی نظروں کے سامنے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک ہی شئے سے مختلف قسم کی چیزیں پیدا کرتا ہے، مثلاً وہ آسمان سے پانی برساتا ہے اور اس پانی کے ذریعے مختلف قسم کے پھل پیدا کرتا ہے جو رنگ، بو، مزے، سائز اور بناوٹ میں مختلف ہوتے ہیں ۔ اسی طرح پہاڑ بھی مختلف قسم کے ہیں، کوئی سفید ہے، کوئی سرخ ہے، کوئی براؤن یا شدید کالا ہے، کسی میں راستے اور گھاٹیاں ہیں، کوئی لمبا ہے، کوئی بالکل سیدھا اور کوئی ناہموار ہے، کوئی نہایت بلند اور کوئی بہت پست ہے ۔ ان بے جان چیزوں کے بعد انسانوں، جانوروں اور چوپایوں کو دیکھو ۔ جس طرح انسانوں کی زبانیں اور رنگتیں مختلف ہیں اسی طرح جانوروں اور چوپایوں کی بھی مختلف رنگتیں ہیں ۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کرشمے ہیں ۔ اسی طرح بندوں کے احوال بھی مختلف ہیں ۔ کوئی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور کوئی نہیں ڈرتا ۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے صاحب علم اور صاحب فہم ہی اللہ سے ڈرتے ہیں، کیونکہ یہی لوگ اللہ تعالیٰ کی عظمت شان کو جانتے اور پہچانتے ہیں ۔ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے بارے میں جس قدر علم رکھے گا اسی قدر اس علیم وخبیر کی عظمت وہیبت اس کے دل میں بڑھے گی ۔ جس کو یہ علم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے وہ قدم قدم پر اس سے ڈرتا رہے گا ۔ خشیت ایک قوت ہوتی ہے جو بندے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے درمیان حائل ہو جاتی ہے ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ بہت سی احادیث یاد کر لینا یا بہت سی باتیں کرنا کوئی علم نہیں بلکہ علم وہ ہے جس کے ساتھ اللہ کا خوف ہو ۔ شیخ شہاب الدین سہروردی نے فرمایا کہ اس آیت میں اشارہ ہے کہ جس شخص میں خشیت نہ ہو وہ عالم نہیں ۔ حضرت انس بن ربیع رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو اللہ سے نہیں ڈرتا وہ عالم نہیں ۔ حضرت امام مالک کا قول ہے کہ کثرت روایات کا نام علم نہیں بلکہ علم تو ایک نور ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے دل میں ڈال دیتا ہے ۔

بیشک اللہ تعالیٰ بڑی عزت والا ہے ۔ جو اس سے نہیں ڈرتا اس کو عذاب میں پکڑ لیتا ہے اور جو بندہ اس سے ڈرتا ہے اور اپنی خطاؤں پر شرمندہ ہوتا ہے اور معافی مانگتا ہے تو اسے معاف کر دیتا ہے ۔ پس جس ذات کی یہ شان ہے اس سے خوف وخشیت ضروری ہے ۔

(ابن کثیر ۵۵۳، ۳/۵۵۴، معارف القرآن مفتی محمد شفیع ۷/۳۳۷)

مومنین کی صفات

۲۹-۳۱: اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا
رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ۝ لِيُوَفِّيَهُمْ
اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ۝
وَالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا
بَيْنَ يَدَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ۝

بیشک جو لوگ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو عطا فرمایا ہے وہ اس میں سے پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتے ہیں وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جس میں کبھی خسارہ نہ ہوگا۔ تاکہ وہ ان کو پوری اجرت دے اور اپنے فضل سے اور زیادہ دے۔ بیشک وہ بڑا بخشنے والا (اور) بڑا قدر دان ہے اور جو کتاب ہم نے آپ پر وحی کی ہے وہ بالکل برحق ہے۔ وہ اپنے سے پہلی (کتابوں) کی تصدیق کرتی ہے۔ بیشک اللہ اپنے بندوں (کے حال) سے باخبر (اور ان کے ظاہر و باطن کو) دیکھنے والا ہے۔

تَبُوْرَ : وہ ہلاک ہوگی، وہ مٹ جائے گی۔ بَوَارٌ سے مضارع۔

يُوَفِّيَهُمْ : وہ ان کو پورا پورا دیا جائے گا۔ تَوْفِيَةٌ سے مضارع مجہول۔

تشریح: جو لوگ قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کی کتاب سمجھ کر عقیدت کے ساتھ پابندی سے تلاوت کرتے ہیں اور اس کے احکام پر عمل کرتے ہیں اور ارکان کی پوری رعایت کے ساتھ نماز کی پابندی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو مال ان کو عطا کیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور علانیہ ہر طرح اس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور اس میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتے، تو ان لوگوں کی تجارت ایسی ہے جس میں خسارے کا احتمال نہیں۔ ظاہر ہے جب ان کے اعمال کا خریدار اللہ تعالیٰ ہے تو ایسی تجارت میں نفع ہی نفع ہے نقصان کا کوئی اندیشہ نہیں۔ یہ بھی احتمال ہے کہ آیت میں چھپا کر دینے سے نفلی صدقہ کی طرف اشارہ ہو اور ظاہر کر کے دینے سے مراد زکوۃ ہو، کیونکہ زکوۃ ظاہر کر کے دی جاتی ہے۔

پھر فرمایا کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ان کو پورا پورا اجر دے گا اور اپنے فضل سے ان کے

استحقاق سے زیادہ بھی عطا فرمائے گا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ گناہوں کو معاف کرنے والا اور طاعتوں کی قدر کرنے والا ہے۔ اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے وحی کے ذریعے جو کتاب آپ پر نازل کی ہے وہ برحق اور سچی کتاب ہے اور سابقہ آسمانی کتب یعنی توریت وانجیل کی تصدیق کرتی ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے احوال خوب جانتا اور دیکھتا ہے کہ کون اس کے احکام پر عمل کرتا ہے اور کون ان سے روگردانی کرتا ہے۔

قرآن کے وارث

۳۲: ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ۝

پھر ہم نے ان لوگوں کو کتاب کا وارث بنایا جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے پسند فرمایا۔ پھر ان میں سے کوئی تو اپنے اوپر ظلم کرنے والا ہے اور ان میں سے کوئی متوسط درجے کا ہے اور ان میں سے کوئی اللہ کی توفیق سے نیکیوں میں آگے بڑھ گیا ہے۔ یہی بہت بڑا فضل ہے۔

اِصْطَفَيْنَا: ہم نے چن لیا، ہم نے منتخب کرلیا، ہم نے پسند کرلیا۔ اِصْطِفَاءٌ سے ماضی۔

مُقْتَصِدٌ: متوسط درجے کا، درمیانی راہ چلنے والا۔ اِقْتِصَادٌ سے اسم فاعل۔

تشریح: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! یہ قرآن خالص حق ہے اور تمام سابقہ آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔ پہلے تو ہم نے اس کو وحی کے طور پر آپ کے پاس بھیجا۔ پھر ہم نے اپنے بندوں میں سے اپنے منتخب اور پسندیدہ لوگوں کو اس کا وارث بنادیا۔ یہاں وارث بنانے سے مراد عطا کرنا ہے۔ اس عطا کو میراث کے لفظ سے تعبیر کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ جس طرح وارث کو میراث کا حصہ اس کے کسی عمل اور کوشش کے بغیر مل جاتا ہے اسی طرح قرآن کی دولت بھی ان منتخب بندوں کو کسی محنت اور مشقت کے بغیر دیدی گئی ہے۔

جمہور مفسرین کے نزدیک آیت میں اِصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا (ہم نے اپنے بندوں میں سے منتخب قرار دیا) سے مراد امت محمدیہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہر اس کتاب کا وارث بنادیا جو اس نے

نازل کی ۔ اس کے علما بلا واسطہ اور دوسرے لوگ بواسطہ علما آیت کے مفہوم میں داخل ہیں ۔ یہ امت محمدیہ کی سب سے عظیم فضیلت ہے کیونکہ قرآن مجید میں لفظ اصطفا اکثر مقامات پر انبیا علیہم السلام کے لیے آیا ہے اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو اصطفا (انتخاب) میں انبیا و ملائکہ کے ساتھ شریک فرمادیا ۔ قرآن کریم تمام سابقہ کتب کی تصدیق و حفاظت کرنے والی کتاب ہونے کی حیثیت سے تمام آسمانی کتابوں کے مضامین کی جامع ہے ۔ اس کا وارث بننا گویا سب آسمانی کتابوں کا وارث بننا ہے ۔ پھر فرمایا کہ ہم نے جن بندوں کو منتخب فرما کر قرآن کا وارث بنایا ہے وہ تین قسم کے ہیں ۔

۱ ۔ ظالم: اس سے مراد وہ شخص ہے جو بعض واجبات میں کوتاہی اور بعض محرمات کا ارتکاب کر لیتا ہے ۔

۲ ۔ مقتصد: ایسا شخص تمام واجبات شرعیہ کو ادا کرتا اور تمام مکروہات سے بچتا ہے ۔ مگر کبھی کبھی بعض مستحبات کو چھوڑ دیتا اور بعض مکروہات میں مبتلا ہو جاتا ہے ۔

۳ ۔ سابق: اس سے مراد وہ شخص ہے جو تمام مستحبات کو ادا کرتا اور تمام مکروہات سے بچتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل اور انعام ہے کہ اس نے ساری دنیا میں سے اس امت کو قرآن کا وارث بنایا ۔

(ابن کثیر ۵۵۴، ۳/۵۵۵، معارف القرآن مفتی محمد شفیع ۳۴۴، ۷/۳۴۵)

حضرت ابو درداء سے روایت ہے کہ انہوں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ نے یہ آیت ثم اورثنا الکتب پڑھ کر فرمایا کہ ان تین قسموں میں سے جو سابق بالخیرات ہیں وہ تو بلا حساب جنت میں جائیں گے ۔ جو مقتصد ہیں ان سے ہلکا حساب لیا جائے گا اور ظالم لنفسہ کو مقام حساب میں (حساب کے لیے) روک لیا جائے گا اور ان پر رنج و غم طاری ہو جائے گا ۔ پھر ان کو بھی جنت میں داخل کر دیا جائے گا ۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی الحمد للہ الذی اذھب عن الحزن (شکر ہے اللہ کا جس نے ہمارا غم دور کر دیا) روح المعانی ۲۲/۱۹۷ ۔

کتاب کے وارثوں کی نجات

۳۳ ۔ ۳۵: جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَهَا یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ لُؤْلُؤًا ۚ وَ لِبَاسُهُمْ فِیْهَا حَرِیْرٌ ۝ وَ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْۤ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ۝ الَّذِیْۤ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا نَصَبٌ وَّ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا لُغُوْبٌ ۝

وہ ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں جن میں یہ لوگ داخل ہوں گے۔ ان کو وہاں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے۔ ان کا لباس ریشم کا ہوگا۔ اور وہ کہیں گے اللہ کا شکر ہے جس نے ہم سے غم دور کیا۔ بیشک ہمارا پروردگار بڑا بخشنے والا (اور) بڑا قدر دان ہے جس نے اپنے فضل سے ہمیں ہمیشہ رہنے کے مقام میں لا اتارا جہاں ہمیں نہ کوئی مشقت ہوگی اور نہ تھکان۔

اَسَاوِرَ : کنگن۔ واحد سِوَارٌ۔

حَرِیْرٌ : ریشم۔

اَحَلَّنَا : اس نے ہمیں اتارا۔ اِحلالٌ سے ماضی۔

نَصَبٌ : محنت، تکلیف، مشقت۔

لُغُوْبٌ : تھکنا، ماندگی، خستگی۔ مصدر و اسم۔

تشریح: جن لوگوں کو ہم نے منتخب اور پسندیدہ بنا کر اپنی کتاب مبین کا وارث بنایا ہے قیامت کے روز ہم انہیں دائمی اور ابدی نعمتوں والی جنت میں داخل کریں گے، جہاں انہیں خالص سونے اور صاف و شفاف موتیوں کے کنگن پہنائے جائیں گے اور ان کا لباس خالص ریشم کا ہوگا۔ جنت میں پہنچ کر یہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے کہیں گے کہ حمد ہے اس اللہ کی جس نے ہم سے غم کو دور کیا اور دنیا و آخرت کی پریشانیوں سے ہمیں نجات دی۔ اب یہاں کوئی غم و فکر نہیں۔ بیشک ہمارا پروردگار بہت مغفرت کرنے والا اور بڑا قدر دان ہے کہ اس نے اپنی مہربانی سے ہمارے گناہوں کو معاف فرمایا اور معمولی نیکیوں پر وہم و گمان سے بڑھ کر اجر عطا فرمایا اور ہمیشہ رہنے کے لیے ہمیں یہ مقام عطا فرمایا جہاں نہ کوئی فکر و اندیشہ ہے اور نہ کوئی محنت و مشقت۔

بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کہ مومن کا زیور (ہاتھ میں) وہاں تک پہنچے گا جہاں تک وضو کا پانی پہنچا ہوگا۔ ابن حاتم اور ابن ابی الدنیا نے حضرت کعب کی روایت سے بیان کیا کہ اگر جنت کا کوئی کپڑا دنیا میں پہن لیا جائے تو جس کی نظر اس پر پڑے گی وہ بیہوش ہو جائے گا۔ کسی کی نظر اس کو برداشت نہ کر سکے گی۔

(مظہری ۵۹، ٦٠ / ۸)

کافروں کا حال

۳۶۔۳۷: وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا
وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ۚ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ ﴿۳۶﴾
وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ
الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ۚ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ
وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ۚ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿۳۷﴾

اور کافروں کے لیے دوزخ کی آگ ہے۔ نہ تو ان کی قضا آئے گی کہ مر ہی جائیں اور نہ ان کا عذاب ہلکا کیا جائے گا۔ ہم کافروں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں اور وہ (کافر) اس میں چلائیں گے کہ اے ہمارے رب ہمیں یہاں سے نکال لے۔ ہم نیک اعمال کریں گے برخلاف ان کے جو ہم کیا کرتے تھے۔ کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہ دی تھی کہ (اس میں) جس کو نصیحت حاصل کرنا ہوتی نصیحت حاصل کر لیتا اور تمہارے پاس ڈرانے والا بھی آیا تھا، سو اب (عذاب کا) مزہ چکھو کہ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

يُقْضٰى: اس کی قضا (موت) آئے گی۔ وہ پورا کیا جائے گا۔ قَضَاءٌ سے مضارع مجہول۔

يَصْطَرِخُوْنَ: وہ چیخیں گے، وہ فریاد کریں گے۔ اِصْطِرَاخٌ سے مضارع۔

تشریح: ان آیتوں میں اہل کفر کی جزا و سزا کا بیان ہے کہ جن لوگوں نے کفر کیا اور توبہ نہیں کی تو ان کے لیے دوزخ کی آگ ہے جہاں نہ ان کی قضا آئے گی کہ مر جائیں اور سکون سے ہو جائیں اور نہ ان کے عذاب میں ایک پل کے لیے کمی ہوگی۔ ہم کفر کرنے والوں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں۔ کافر دوزخ کے اندر چیخ چیخ کر اور پکار پکار کر فریاد کریں گے کہ اے ہمارے پروردگار اب ہمیں جہنم سے نکال دے اور دوبارہ دنیا میں بھیج دے، تاکہ وہاں جا کر ہم نیک کام کریں برخلاف ان کاموں کے جو پہلے ہم وہاں کیا کرتے تھے۔ ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیا اس سے پہلے ہم نے تمہیں دنیا میں اتنی عمر نہیں دی تھی جس میں نصیحت حاصل کرنے والا نصیحت حاصل کر لیتا۔ جن لوگوں نے دنیا میں ہدایت پائی ان کو بھی تمہارے برابر ہی عمر ملی تھی۔ تم بھی اس مدت میں بہت کچھ کر سکتے تھے مگر تم نے اپنی

عمر کو غفلت میں کھو دیا۔ یہی نہیں کہ ہم نے تمہیں صرف عمر اور وقت دیا تھا بلکہ ہم نے تمہارے پاس آخرت کے عذاب سے ڈرانے والا بھی بھیجا تھا مگر تم نے اس کی بات نہیں مانی۔ سو اب تم اس غفلت اور نافرمانی کا مزہ چکھو۔ یہاں ظالموں کا کوئی مددگار نہیں جو ان کو عذاب سے بچا سکے۔

صحیحین میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب جنتی جنت میں چلے جائیں گے اور دوزخی دوزخ میں تو اس وقت موت کو لاکر جنت اور دوزخ کے درمیان ذبح کر دیا جائے گا اور منادی ندا دے گا اے اہل جنت (آئندہ) موت نہیں۔ اے دوزخ والو! آئندہ) موت نہیں۔ یہ سن کر جنتیوں کو مسرت بالائے مسرت ہوگی اور دوزخیوں کو غم بالائے غم۔ (مظہری: ۶۰۔۶۲/ ۸)

کفر کا وبال

۳۸۔۳۹: اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ ؕ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ؕ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِلَّا مَقْتًا ۚ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا ۝

بیشک اللہ آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کا جاننے والا ہے۔ بیشک وہ دلوں کی باتوں کو بھی خوب جانتا ہے۔ اسی نے تمہیں زمین پر آباد کیا۔ سو جو شخص کفر کرے گا اس کے کفر کا وبال اسی پر پڑے گا اور ان کے رب کے نزدیک کافروں کا کفر ناراضی ہی بڑھنے کا باعث ہے اور کافروں کے لیے ان کا کفر خسارہ ہی بڑھنے کا باعث ہے۔

خَلٰٓئِفَ : جانشین، صاحب اختیار۔ واحد خَلِيْفَةٌ

مَقْتًا : ناپسند کرنا، نفرت کرنا، بیزار ہونا، سخت ناراض ہونا۔ مصدر ہے۔

تشریح: دوزخ میں داخل ہونے کے بعد کافر کہیں گے کہ انہیں دوبارہ دنیا میں بھیج دیا جائے تا کہ وہ وہاں جا کر اچھے کام کریں۔ اس کے جواب میں فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کا

جاننے والا ہے۔ وہ دلوں کے بھید، سینوں کی باتوں اور لوگوں کے احوال سے خوب واقف ہے، اسے اپنے علم کامل کی بنا پر پہلے ہی معلوم ہے کہ یہ لوگ دنیا میں واپس جانے کے بعد وہی کریں گے جو پہلے کیا کرتے تھے۔ اس لیے ان کا یہ کہنا کہ وہ دنیا میں واپس جا کر نیک عمل کریں گے غلط ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو عذاب سے بچانا چاہتے ہیں اسی لیے وہ یہ بات کہہ رہے ہیں ورنہ ایک دفعہ نہیں بلکہ اگر انہیں ستر دفعہ بھی لوٹایا جائے تو اپنی شرارتوں سے باز نہیں آئیں گے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝

اور اگر ان کو (دنیا میں) واپس بھیج دیا جائے تب بھی وہ وہی کام کریں گے
جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور یقیناً وہ جھوٹے ہیں۔ (الانعام: ۲۸)

پھر فرمایا کہ اسی نے تمہیں زمین پر پہلی امتوں کا قائم مقام بنایا اور ان کی جگہ تمہیں تصرف و اختیار اور اقتدار دیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا انعام تھا لیکن تم پھر بھی ایمان نہ لائے اور اپنے کفر و شرک پر قائم رہے۔ تمہارے کفر و ناشکری اور اللہ کی آیات کے انکار سے اس کا کچھ نقصان نہیں وہ تمہاری حمد و شکر سے بے پرواہ ہے۔ پس جو شخص کفر کرے گا تو اس کے کفر کا وبال اسی پر پڑے گا۔ جیسے جیسے کافر اپنے کفر میں بڑھتے ہیں اسی اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی ناراضی میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اور آخرت کا خسارہ بھی بڑھتا رہتا ہے۔ اس کے برخلاف مومن کی عمر جس قدر بڑھتی ہے اسی قدر اس کی نیکیاں بھی بڑھتی جاتی ہیں اور وہ اللہ کے ہاں مقبول ہوتا جاتا ہے۔ (ابن کثیر ۳/۵۶۰، عثمانی ۳۹۶، ۲/۳۹۷)

باطل معبودوں کی بے بسی

۴۰۔۴۱: قُلْ اَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ اَرُوْنِيْ
مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۚ
اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰي بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ اِنْ يَّعِدُ
الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا ۝ اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ڬ وَلَىِٕنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا
مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ۝

(اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم!) آپ ان سے کہیے کہ تم ذرا اپنے شریکوں کو تو

دیکھو جنہیں تم اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہو۔ مجھے بتاؤ انہوں نے زمین کا کونسا
حصہ پیدا کیا ہے، یا آسمانوں میں ان کی کچھ شراکت ہے، یا ہم نے ان کو
کوئی کتاب دی ہے کہ یہ اس کی دلیل پر قائم ہوں، بلکہ یہ ظالم ایک
دوسرے سے بڑے دھوکے کی باتوں کا وعدہ کرتے آئے ہیں۔ بیشک اللہ
آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ (اپنی جگہ سے) ہٹ نہ جائیں
اور اگر یہ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں تو اللہ کے سوا کوئی ان کو تھام بھی نہیں
سکتا۔ بیشک وہ حلیم (اور) غفور ہے۔

غُرُوراً: فریب، جھوٹا وعدہ۔ مصدر ہے۔

یُمْسِکُ: وہ روکتا ہے، وہ تھامتا ہے، وہ سنبھالتا ہے۔ اِمْسَاکٌ سے مضارع۔

تَزُوْلَا: وہ دونوں اپنے مقام سے ہٹ جائیں۔ زَوَالٌ سے مضارع۔

تشریح: اے پیغمبر! صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان مشرکوں سے کہہ دیجئے کہ تم جن باطل معبودوں کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہو اور اللہ کے سوا ان کو اپنی حاجتوں کے لیے پکارتے ہو، ذرا تم مجھے دکھاؤ تو کہ انہوں نے زمین کا کونسا حصہ بنایا ہے یا آسمان کے بنانے میں ان کا کتنا حصہ ہے۔ جب وہ کسی چیز کے خالق ہی نہیں، اور نہ اللہ تعالیٰ کے کسی کام میں شریک وساجھی بلکہ وہ تو ایک دوسرے کے بھی مالک و خالق نہیں تو تم اللہ کو چھوڑ کر انہیں کیوں پکارتے ہو۔ کیا ہم نے ان کو کوئی کتاب دی ہے جس میں شرک کا صحیح ہونا لکھا ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کے پاس کوئی عقلی یا نقلی دلیل نہیں بلکہ وہ اپنی نفسانی خواہشوں اور اپنی رائے پر چل رہے ہیں اور ایک دوسرے کو فریب دے رہے ہیں کہ یہ بت تمہاری شفاعت کریں گے۔ یہ سب ان کی خام خیالی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے اور وہ اس کے حکم سے اپنی اپنی جگہ قائم ہیں۔ ان میں سے کسی کی مجال نہیں کہ وہ ایک ذرہ بھر بھی اپنی جگہ سے جنبش کر سکے۔ اگر یہ اپنی جگہ سے ٹل جائیں تو اللہ کے سوا کوئی نہیں جو ان کو روک سکے۔ یہ آسمان و زمین قیامت تک اسی طرح اپنی اپنی جگہ قائم رہیں گے۔ جب قیامت آئے گی تب اپنی اپنی جگہ سے ہٹیں گے۔ بلاشبہ ان کے کفر و معصیت اور سرکشی کا تقاضا تو یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ ان پر اپنا قہر و غضب نازل کرتا لیکن اس کے حلم کی وجہ سے ان کافروں کو ڈھیل ملی ہوئی ہے۔

مشرکین کی بدعہدی

۴۲۔۴۳: وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرَا ۝۴۲ اِۨسْتِكْبَارًا فِى الْاَرْضِ وَ مَكْرَ السَّيِّئِ ؕ وَ لَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ؕ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ ۚ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۚ وَ لَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا ۝۴۳

اوران کافروں نے بڑی زوردار قسم کھائی تھی کہ اگران کے پاس کوئی ڈرانے والا آیا تو وہ ہر امت سے زیادہ ہدایت قبول کرنے والے ہوں گے۔ پھر جب (واقعی) ان کے پاس ڈرانے والا آیا تو اس سے ان کی نفرت ہی میں اضافہ ہوا کہ دنیا میں اپنے آپ کو بڑا سمجھنے اور بری تدبیریں کرنے لگ گئے اور بری تدبیروں کا وبال انہی پر پڑتا ہے جو یہ تدبیریں کرتے ہیں۔ سو کیا یہ اسی (برتاؤ) کے منتظر ہیں جو پہلے لوگوں (کافروں) کے ساتھ ہوتا رہا۔ پس آپ اللہ کے دستور میں کبھی تبدیلی نہیں پائیں گے اور نہ آپ اللہ کے دستور کو کبھی ٹلتا ہوا پائیں گے۔

نُفُوْراً: نفرت کرنا، فرار ہونا، بھاگنا۔ مصدر ہے۔

یَحِیْقُ: وہ گھیرتا ہے، وہ پکڑتا ہے۔ حَیْقٌ و حَیَقَانٌ سے مضارع۔

تَحْوِیْلاً: تبدیلی، تغیر۔ مصدر ہے۔

شان نزول: ابن ابی حاتم نے ابن ابی ہلال کی روایت سے بیان کیا کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے) قریش کہا کرتے تھے اگر اللہ ہم میں سے کسی کو نبی بنادے گا تو ہم سے زیادہ اس نبی کی فرماں بردار، خالق کی اطاعت گزار اور کتاب اللہ کے احکام کی پابند کوئی اور امت نہیں گزری ہوگی۔ اس پر یہ آیت واقسمو باللہ نازل ہوئی۔ (مظہری ۶۴/ ۸)

تشریح: ان آیتوں میں مشرکین کے مکر وفریب اور بدعہدی کا بیان ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی بعثت سے پہلے مشرکین عرب بڑی پختہ قسمیں کھا کر کہا کرتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا (پیغمبر) آتا تو ہم یہود ونصاریٰ کی طرح اس کی تکذیب نہ کرتے، بلکہ ہم سابقہ امتوں سے بڑھ کر اپنے نبی کی اتباع کر کے اللہ کے مخلص بندے بن جاتے۔ پھر جب ان کے پاس ڈرانے والا پیغمبر یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی آخری کتاب قرآن لے کر آ گئے تو وہ اپنی سب قسمیں اور عہد بھول گئے اور ہدایت کی بجائے ان کی نفرت میں اضافہ ہوگیا۔ نتیجتاً وہ زمین میں سرکشی کرنے لگے، اپنے پیغمبر کی دشمنی پر کمربستہ اور اس کو ہلاک کرنے کے درپے ہو گئے۔

یہ لوگ کفر وعہد شکنی کے ساتھ ساتھ تکبر وسرکشی بھی کرتے ہیں خود بھی اللہ تعالیٰ کے احکام قبول نہیں کرتے اور دوسروں کو بھی اس سے روکتے ہیں اور دین کے خلاف سازشیں کرتے رہتے ہیں۔ اگرچہ وقتی طور پر یہ لوگ اپنی چالاکیوں پر خوش ہوتے ہیں مگر انجام کار ان کی مکاری کا وبال انہی پر پڑے گا۔ سو کیا یہ لوگ اسی سلوک کے منتظر ہیں جو ان سے پہلے گزرے ہوئے کافروں اور امتوں کے ساتھ ہوتا رہا ہے۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اللہ کے دستور کو نہ تو کبھی بدلتا ہوا پائیں گے اور نہ کبھی ٹلتا ہوا پائیں گے۔ کسی کی مجال نہیں کہ وہ اللہ کے دستور اور قانون عذاب کو کافروں اور مکاروں سے ہٹا کر دوسروں کی طرف کر دے۔ ایسا کبھی نہیں ہوسکتا کہ ضابطۂ ہلاکت تکذیب کرنے والوں کو چھوڑ کر دوسروں کی طرف منتقل کر دیا جائے بلکہ جو عذاب جس قوم کے لیے مقرر ہوا ہے اسی پر واقع ہوگا۔ آیت میں لفظ تبدیلاً سے مراد عذاب کو رحمت سے بدل دینے کے ہیں اور تحویلاً سے مراد عذاب کو مجرموں سے ہٹا کر غیر مجرموں کی طرف منتقل کر دینے کے ہیں (ابن کثیر: ۳/۵۶۲)

سرکش قوموں کا انجام

۴۴۔۴۵　اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَكَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۭ وَمَا كَانَ
اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ
كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ۝۴۴ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا
تَرَكَ عَلٰي ظَهْرِهَا مِنْ دَاۗبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ
مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَاۗءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا ۝۴۵

کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ ان لوگوں کا انجام دیکھ لیتے جو ان سے پہلے گزرے ہیں، حالانکہ وہ ان سے بہت زیادہ قوی تھے اور اللہ کو کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی، نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں۔ بیشک وہ بڑے علم والا (اور) بڑی قدرت والا ہے۔ اور اگر اللہ لوگوں کو ان کے اعمال (بد) پر فوراً پکڑنے لگتا تو روئے زمین پر ایک بھی چلنے پھرنے والا نہ چھوڑتا، لیکن وہ ان کو ایک مقررہ مدت تک مہلت دے رہا ہے (تاکہ وہ اپنی اصلاح کرلیں) سو جب ان کی وہ مقررہ مدت پوری ہو جائے گی تو اللہ اپنے بندوں کو خود دیکھ لے گا۔

تشریح: کیا ان منکرین و مکذبین نے دنیا میں گھوم پھر کر گزشتہ سرکش اور مکار اقوام کا عبرت ناک انجام نہیں دیکھا کہ ان کی نعمتیں چھن گئیں۔ ان کے محلات اور مال تباہ کر دیئے گئے۔ وہ خود اور ان کی اولادیں ہلاک کر دی گئیں۔ کوئی بھی اللہ کے عذاب کو ان سے نہ ٹال سکا، حالانکہ وہ لوگ قوت، جسامت اور مال و دولت میں ان سے کہیں زیادہ تھے اس کے باوجود وہ اللہ کے عذاب سے نہ بچ سکے اور نہ اللہ کے مقابلے میں کوئی مکر اور تدبیر کام آئی۔ زمین و آسمان میں کوئی چیز ایسی نہیں جو اللہ کے ارادے میں حائل ہو سکے اور اس کے حکم کو ٹال سکے۔ کوئی چیز اس کے علم و قدرت سے باہر نہیں۔

اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کی بداعمالیوں کی بنا پر پکڑنے لگے اور کفر و معصیت پر ان کو مہلت نہ دے تو زمین پر کوئی جاندار باقی نہ رہے۔ لیکن اللہ نے ان کو ایک مقررہ مدت تک مہلت دے رکھی ہے۔ پھر جب ان کے ہلاک ہونے کا مقررہ وقت آجائے گا تو اس میں ذرا بھی تاخیر نہ ہوگی۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے احوال کو دیکھ رہا ہے کہ کون ہلاکت کا مستحق ہے اور کون نجات کا۔ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق جزا یا سزا دے گا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ یٰسٓ

وجہ تسمیہ: ابن مردویہ، خطیب اور بیہقی نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورۂ یٰسٓ کو معمہ بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ عموماً اپنے پڑھنے والے کو دونوں جہان کی بھلائی عطا کرتی ہے۔ اس کو دافعہ بھی کہتے ہیں، کیونکہ یہ اپنے پڑھنے والے سے ہر برائی کو دفع کرتی ہے۔ اس سورت کا نام قاضیہ بھی ہے کہ یہ اپنے پڑھنے والے کی ضرورت کو پورا کرتی ہے۔ اس کا مشہور نام یٰس ہے۔ خطیب کہتے ہیں کہ ایک نام القلب بھی ہے۔ (روح المعانی: ۲۰۹/۲۲، مواہب الرحمٰن: ۲۵۴/۲۲)

تعارف: اس میں ۵ رکوع، ۸۳ آیات ۷۲۹ کلمات اور تین ہزار حروف ہیں۔ یہ سورت بالاجماع مکہ میں نازل ہوئی۔ سورت کے آغاز میں رسالت کا بیان ہے۔ اس کے بعد توحید کے دلائل اور آخر میں حشر ونشر اور معاد جسمانی کا مفصل و مدلل بیان ہے۔ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یٰسٓ قرآن کا دل ہے۔ (روح المعانی ۲۰۸/۲۲) ابویعلیٰ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا کہ جو شخص رات کو سورۂ یٰسٓ پڑھے اسے بخش دیا جاتا ہے اور جو سورۂ دخان پڑھے اسے بھی بخش دیا جاتا ہے۔ مسند بزار میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری خواہش ہے کہ میری امت کے ہر ہر فرد کو یہ سورت یاد ہو۔ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم اس سورت کو اپنے مرنے والوں کے پاس پڑھا کرو۔ (ابن کثیر: ۵۶۳/۳)

حضرت ابوسعید سے مروی ہے کہ جس نے ایک مرتبہ سورۃ یٰسٓ پڑھی تو گویا اس نے دو مرتبہ قرآن پڑھا۔ (روح المعانی: ۲۱۰/۲۲)

مضامین کا خلاصہ

رکوع ۱: رسالت محمدی کا اثبات اور مکذبین نبوت کی تہدید ہے۔

رکوع ۲: اصحاب قریہ کی مثال اور ایک مرد صالح کی نصیحت مذکور ہے۔

رکوع ۳: مظاہر قدرت سے حشر و نشر پر استدلال ۔ پھر کافروں کی سنگدلی اور قیامت کا اچانک آنا بیان کیا گیا ہے۔

رکوع ۴: نفخہ ثانی، اہل جنت کا انعام اور اہل جہنم کی ذلت و رسوائی بیان کی گئی ہے۔

رکوع ۵: اللہ کی نشانیوں، حشر و نشر کا اثبات اور اس کی قدرت کاملہ کا بیان ہے۔

ا۔ حروف مقطعات

۱: یٰسٓ ۝

یہ حروف مقطعات ہیں جو بعض سورتوں کے شروع میں آئے ہیں ۔ ان کے معنیٰ و مراد اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی جانتے ہیں ۔ ان کا علم بندوں کو نہیں دیا گیا ۔ حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے کہ یہ اسمائے الٰہیہ میں سے ہے ۔ ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس کی روایت سے بیان کیا کہ یہ حبشی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنیٰ ہیں، اے انسان اور انسان سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ۔ (روح المعانی ۲۲/۲۱۰)

رسالتِ محمدیہ کا اثبات

۲۔۷: وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۝ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ۝ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ۝ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝

قسم ہے قرآن حکیم کی ۔ بیشک آپ رسولوں میں سے ہیں (اور) سیدھے راستے پر ہیں ۔ یہ (قرآن) غالب (اور) مہربان کی طرف سے نازل کیا گیا

ہے تاکہ آپ ایسے لوگوں کو ڈرائیں جن کے باپ دادا، ڈرائے نہیں گئے
تھے۔ سو یہ لوگ بے خبر ہیں ۔ بیشک ان میں سے اکثر لوگوں پر بات ثابت
ہو چکی ہے سو وہ ایمان نہ لائیں گے۔

تشریح: قسم ہے قرآن حکیم کی جس کا ہر ہر حرف علم و حکمت کا سرچشمہ ہے۔ اے منکرین اسلام! جس قرآن کو یہ نبی اُمی تمہیں پڑھ کر سنا رہے ہیں وہ ایسا حق اور سچ ہے کہ باطل تو اس کے قریب سے بھی نہیں گزر سکتا۔ لہٰذا جو شخص اس قرآن کے راستے پر چلتا ہے وہ بھی یقیناً حق پر ہے۔ نقاش کہتے ہیں کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے کسی پیغمبر کی رسالت پر قسم نہیں کھائی سوائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم کے لیے کافروں کے اس قول کے جواب میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول نہیں ہیں، قسم کھا کر اور تاکید افرمایا کہ آپ یقیناً اللہ کے بھیجے ہوئے رسول ہیں۔ آپ نہ ساحر ہیں نہ مجنون جیسا کہ کافر گمان کرتے ہیں بلکہ آپ تو صاف اور سیدھے راستے پر ہیں جو اللہ تک پہنچانے والا ہے۔ یہاں صراط مستقیم سے مراد دین اسلام ہے۔

یہ قرآن تو زبردست مہربان کی طرف سے نازل کیا گیا ہے تاکہ آپ ایک ایسی قوم کو آخرت کے عذاب سے ڈرائیں جو حق و ہدایت سے بے خبر ہے اور جن کے آبا و اجداد کو زمانۂ فترت میں کسی رسول کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے قہر سے نہیں ڈرایا گیا۔ ان میں سے بہت سے افراد ایسے ہیں جو کسی قسم کی نصیحت پر کان دھرنے کے لیے تیار نہیں۔ اسی لیے شیطان ایسے لوگوں پر پوری طرح مسلط ہو جاتا ہے اور ان کی شرارتوں اور حماقتوں کو ان کی نگاہ میں خوشنما کر کے دکھاتا ہے جس کے نتیجے میں یہ لوگ آخرت سے منکر ہو کر اپنی فانی خواہشات کو اپنا مقصد حیات بنا لیتے ہیں۔ اس وقت شیطان کی یہ بات کہ میں اللہ کے مخلص بندوں کے سوا سب کو بہکا کر رہوں گا، سچ ہو جاتی ہے اور دوسری طرف اللہ کا یہ کہنا کہ میں تجھ سے اور تیری اتباع کرنے والوں سے دوزخ بھر دوں گا، ان میں سے بہت سے لوگوں کے حق میں ثابت ہو جاتا ہے۔ سو ان میں سے بہت سے لوگ ایمان نہیں لائیں گے، اس لیے آپ کو ان کے ایمان نہ لانے سے غمگین ہونے کی ضرورت نہیں۔ (مواہب الرحمٰن ۲۲/۲۶۰، عثمانی ۳۹۹، ۲/۴۰۰)

مکذبین کی مثالیں

۸-۱۲: اِنَّا جَعَلْنَا فِيْۤ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ
مُّقْمَحُوْنَ ۝ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ

خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ۝٩ وَسَوَآءٌ
عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝١٠
اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ
فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ ۝١١ اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ
مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ۚ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ
مُّبِيْنٍ ۝١٢

بیشک ہم نے ان کی گردنوں میں ٹھوڑیوں تک طوق ڈال دیئے جس سے ان کے سر اوپر کو اٹھ گئے ہیں اور ہم نے ایک دیوار ان کے آگے کھڑی کر دی ہے اور ایک دیوار ان کے پیچھے۔ پھر ہم نے انہیں ڈھانک دیا سو ان کو کچھ نہیں سوجھتا۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کا ان کو ڈرانا یا نہ ڈرانا دونوں برابر ہیں۔ یہ ایمان نہیں لائیں گے۔ بیشک آپ تو ایسے شخص کو ڈرا سکتے ہیں جو نصیحت پر چلے اور بغیر دیکھے اللہ سے ڈرے، سو آپ اس کو مغفرت اور عمدہ اجر کی خوشخبری سنا دیجئے۔ بیشک ہم مردوں کو زندہ کریں گے اور ہم وہ اعمال بھی لکھتے جاتے ہیں جن کو وہ آگے بھیج رہے ہیں اور ان کے وہ اعمال بھی جن کو وہ پیچھے چھوڑ جاتے ہیں اور ہم نے ہر چیز کو ایک واضح کتاب میں شمار کر رکھا ہے۔

اَعْنَاقِهِمْ: ان کی گردنیں۔ واحد عُنُقٌ۔

اَغْلٰلاً: طوق، ہتھکڑیاں۔ واحد غُلٌّ۔

اَذْقَان: ٹھوڑیاں، واحد ذَقَنٌ۔

مُقْمَحُوْنَ: سر اوپر کو کئے ہوئے، سر پشت کی طرف جھکے ہوئے۔ اِقْمَاحٌ سے اسم مفعول۔

سَدًّا: دیوار، آڑ، روک۔ مصدر ہے۔

تشریح: ان کافروں کی مثال ایسی ہے جیسے کسی کی گردن میں اس طرح طوق ڈال دیا جائے کہ اس کا چہرہ اور آنکھیں اوپر اٹھ جائیں اور وہ نیچے راستے کی طرف دیکھ ہی نہ سکے۔ ظاہر ہے ایسا شخص اپنے آپ کو کسی کنوئیں یا کھائی میں گرنے سے نہیں بچا سکتا۔ یہ مثال ایسے کافر کی ہے جو حق کو خوب پہچان کر بھی اس سے منہ موڑے رہتا ہے۔ کافروں کے حال کی دوسری مثال یہ بیان فرمائی کہ جس طرح کسی

کے آگے اور پیچھے دیواریں کھڑی کر کے اس کو محصور کر دیا گیا ہو اور اوپر سے اس کی آنکھوں پر پردہ بھی ڈال دیا گیا ہو تو وہ باہر کی چیزوں سے بے خبر ہو گیا ہے۔ اب وہ ان کو دیکھ نہیں سکتا۔ اسی طرح ان کافروں کی جہالت اور ہٹ دھرمی نے ان کا محاصرہ کر رکھا ہے اور حق باتیں گویا ان تک پہنچتی ہی نہیں۔ لہٰذا ایسی حالت میں وہ کسی طرح بھی حق کو قبول نہیں کر سکتے۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لیے فرمایا کہ ان کے دلوں اور کانوں پر کفر کی مہر لگ چکی ہے اور آنکھوں پر عناد کا پردہ پڑ چکا ہے اب یہ ایمان نہیں لائیں گے کیونکہ ان میں ایمان کی صلاحیت ہی باقی نہیں رہی۔ اس لیے اب ان کو ڈرانا اور نہ ڈرانا برابر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ازلی علم میں ان کا کفر پر مرنا ثابت ہو چکا ہے، اس لیے ان کو ڈرانا اور تبلیغ دین کرنا صرف اتمام حجت کے لیے ہے۔ البتہ آپ کا ڈرانا ایسے لوگوں کے لیے سود مند ہو سکتا ہے جن میں ایمان اور حق کو قبول کرنے کی صلاحیت موجود ہو، وہ نصیحت کو سننے اور سمجھنے کی کوشش کرتے ہوں اور دیکھے بغیر غائبانہ طور پر اللہ سے ڈرتے ہوں سو آپ ایسے لوگوں کو مغفرت اور اچھے ثواب کی خوشخبری سنا دیجئے۔

قیامت کے روز ہم یقیناً مردوں کو دوبارہ زندہ کریں گے۔ ہم ان کے اعمال کو لکھتے جاتے ہیں جو انہوں نے اپنی زندگی میں کئے اور ہم ان آثار و نشانات کو بھی لکھتے جاتے ہیں جو انہوں نے مرنے کے بعد اپنے پیچھے چھوڑے۔ آثار سے وہ اعمال مراد ہیں جن کا اثر مرنے کے بعد بھی باقی رہتا ہے جیسے علم دین کے بارے میں کوئی کتاب لکھی ہو یا کوئی ناول افسانہ لکھا ہو۔ کوئی مسجد یا مدرسہ بنا کر چھوڑا یا سینما اور تھیٹر وغیرہ۔ غرض ان چیزوں کی جزا یا سزا ملے گی۔ ہمارا علم ایسا وسیع اور محیط ہے کہ ہم نے پہلے ہی سے ہر چیز کو لوح محفوظ میں شمار کر رکھا ہے۔ یہاں امام مبین سے لوح محفوظ مراد ہے جو اس اعمال نامے کے علاوہ ہے جس میں بندوں کے اعمال لکھے جاتے ہیں۔

اصحابِ قریہ کی مثال

۱۳۔۱۷ وَاضْرِبْ لَهُمْ مَثَلًا أَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ إِذْ جَاءَهَا الْمُرْسَلُونَ ﴿١٣﴾
إِذْ أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوا
إِنَّا إِلَيْكُمْ مُرْسَلُونَ ﴿١٤﴾ قَالُوا مَا أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا وَمَا
أَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَكْذِبُونَ ﴿١٥﴾ قَالُوا رَبُّنَا
يَعْلَمُ إِنَّا إِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُونَ ﴿١٦﴾ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِينُ ﴿١٧﴾

اور آپ ان کے سامنے ایک بستی والوں کی مثال بیان کیجئے جبکہ اس بستی میں کئی رسول آئے ۔ جب ہم نے ان کی طرف دو (رسول) بھیجے تو ان لوگوں نے ان دونوں کی تکذیب کی ۔ پھر ہم نے تیسرے رسول سے ان کو قوت دی تو ان تینوں نے کہا کہ ہم تمہارے پاس بھیجے گئے ہیں ان لوگوں نے کہا کہ تم تو ہمارے ہی جیسے آدمی ہو اور رحمان (اللہ) نے کوئی چیز نازل نہیں کی ۔ تم تو نرا جھوٹ بولتے ہو ۔ ان رسولوں نے کہا کہ ہمارا رب جانتا ہے کہ یقیناً ہم تمہارے پاس بھیجے گئے ہیں اور ہمارے ذمے تو صرف واضح طور پر پہنچا دینا ہے ۔

تشریح: ان آیتوں میں اصحاب قریہ کی مثال بیان کی گئی ہے جو مومنوں کے لیے بشارت اور مکذبین کے لیے عبرت ہے ۔ اکثر مفسرین کے نزدیک اس قریہ سے شام کی ایک بستی ''انطاکیہ'' مراد ہے ۔ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ اس سے انطاکیہ مراد نہیں بلکہ گزشتہ زمانے کی کوئی بستی مراد ہے جہاں یہ واقعہ پیش آیا ۔ یہ قصہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے زمانے کے مکذبین رسالت کا ہے جہاں پہلے اللہ تعالیٰ نے دو رسول بھیجے ، پھر ان کی مدد کے لیے تیسرا رسول بھیجا ۔ پھر ان تینوں کی مدد کے لیے شہر کے کنارے سے ایک مرد صالح آیا جس نے رسولوں کی اطاعت و اتباع کے متعلق نہایت معقول و مدلل تقریر کی جس پر مکذبین نے اس مردِ صالح کو قتل کر دیا ۔

قرآن کریم نے اس قصے کو تفصیلاً بیان نہیں کیا بلکہ نہایت اختصار و اجمال کے ساتھ بیان کیا ہے تاکہ مکذبین رسالت اس سے عبرت پکڑیں اور جان لیں کہ متکبرین و مکذبین کا انجام کیا ہوتا ہے ۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ! آپ ان مکذبین رسالت کے سامنے اس بستی والوں کا حال بیان کیجئے جس میں تین رسول آئے تھے تاکہ ان کو معلوم ہو جائے کہ ان سے پہلے بھی جھٹلانے والے عذاب الٰہی میں گرفتار ہوئے ۔ پہلے ہم نے ان کے پاس دو رسول بھیجے لیکن اہل بستی نے دونوں کو جھٹلا دیا ۔ پھر ہم نے ان کی تائید و تقویت کے لیے تیسرے رسول کو بھیجا ۔ پھر ان تینوں نے اہل بستی کو بتایا کہ ہم خود نہیں آئے بلکہ اللہ تعالیٰ نے پیغام ہدایت دے کر ہم تینوں کو تمہاری طرف بھیجا ہے تاکہ تم اس پیغام ہدایت پر عمل کر کے اپنے آپ کو عذاب جہنم سے بچا سکو ۔ لہٰذا تم بت پرستی کو چھوڑ کر توحید و رسالت پر ایمان لے آؤ ۔ اہل بستی نے جواب دیا کہ تم تو ہمارے ہی جیسے انسان ہو ۔ کوئی بشر اللہ تعالیٰ کا رسول نہیں ہو سکتا ۔ ہم میں اور تم میں کوئی فرق نہیں اور نہ تمہیں ہم پر کسی طرح برتری حاصل ہے ۔

اللہ نے کسی بشر پر کوئی چیز نازل نہیں کی۔ تم محض جھوٹ کہتے ہو کیونکہ ہم بھی بشر ہیں اور تم سے زیادہ مال و دولت والے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کو کوئی کتاب ہی نازل کرنا تھی یا کسی انسان کو رسول بنانا تھا تو ہم اس کے زیادہ لائق ہیں۔ رسولوں نے جواب دیا کہ ہمارا رب خوب جانتا ہے کہ اس نے ہمیں ہی تمہاری جانب رسول بنا کر بھیجا ہے۔ ہمارا کام تو صرف اللہ کا پیغام اور اس کے احکام کو ٹھیک ٹھیک پہنچا دینا ہے۔ سو وہ ہم نے پہنچا کر اتمام حجت کر دیا۔ ان کو ماننا یا نہ ماننا تمہارا کام ہے۔

(ابن کثیر ۵۶۶، ۳/۵۶۷، مواہب الرحمٰن ۲۶۹۔ ۲۲/۲۷۰)

ایک مردِ صالح کی نصیحت

۱۸۔۲۱: قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَ لَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ ۭ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ۝ وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْــَٔـلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝

وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم تو تمہیں منحوس سمجھتے ہیں۔ اگر تم (اپنی تبلیغ سے) باز نہ آئے تو ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے اور ہماری طرف سے تمہیں سخت تکلیف پہنچے گی۔ ان رسولوں نے کہا کہ تمہاری نحوست تو تمہارے ساتھ ہی (لگی ہوئی) ہے۔ کیا تم اس کو نحوست سمجھتے ہو کہ تمہیں نصیحت کی جائے بلکہ تم تو حد سے نکل جانے والے لوگ ہو۔ اور ایک شخص شہر کے دور والے حصے سے دوڑتا ہوا آیا۔ کہنے لگا اے میری قوم تم ان رسولوں کی پیروی کرو۔ ایسے لوگوں کی پیروی کرو جو تم سے کچھ معاوضہ نہیں مانگتے اور وہ خود راہ راست پر بھی ہیں۔

تَطَيَّرْنَا: ہم نے بدفالی کی، ہم نے منحوس جانا۔ تَطَيُّرٌ سے ماضی۔

نَرْجُمَنَّكُمْ: ہم تم کو ضرور سنگسار کریں گے۔ رَجْمٌ سے مضارع با نون تاکید۔

اَقْصَا: بہت دور۔ قَصَاءٌ و قُصُوٌّ سے اسم تفضیل۔

تشریح: اہل قریہ اپنی بدکاریوں اور کفر و انکار کو نظر انداز کرتے ہوئے رسولوں کو الزام دینے لگے کہ

بیشک ہم تو تمہیں لوگوں کو منحوس سمجھتے ہیں ۔ جب سے تم آئے ہو ہم تو طرح طرح کی مصیبتوں میں گرفتار ہیں ۔ تمہارے آنے کے بعد سے بارش بند ہوگئی اور ہماری سب کھیتیاں خشک ہوگئیں ۔ اگر تم باز نہ آئے تو ہم تمہیں سنگسار کردیں گے اور ہماری طرف سے تمہیں شدید تکلیف پہنچے گی ۔ ان کے جواب میں انبیا نے فرمایا کہ بارش بند ہونے اور کھیتیاں سوکھنے سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ، یہ سب تمہارے اعمالِ بد کی نحوست ہے ۔ کیا تم اس لیے ہمیں الزام دیتے ہو کہ ہماری طرف سے تمہیں نصیحت کی گئی ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ تم ہی حد سے گزر جانے والے لوگ ہو اور یہ مصیبت و نحوست تمہارے ہی افعال و اعمالِ بد کا نتیجہ ہے ۔

جب یہ لوگ رسولوں کے قتل پر آمادہ ہوگئے اور یہ خبر شہر میں پھیل گئی تو منتہائے شہر سے ایک شخص رسولوں کی مدد و اعانت کے لیے دوڑتا ہوا آیا اور لوگوں کو نصیحت کے طور پر کہنے لگا کہ تم ان رسولوں کی اتباع کرو ۔ یہ تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نیک پیغام لیکر آئے ہیں اور تمہارے خیر خواہ ہیں ۔ اے میری قوم کے لوگو ! تم ان کی اتباع کرو جو تم سے کوئی اجرت و معاوضہ نہیں مانگتے ۔ یہ لوگ مخلص اور بے لوث ہیں ، ہدایت یافتہ ہیں اور تمہیں بھی سیدھے راستے پر چلانا چاہتے ہیں ۔ ان بدبختوں نے اس کی ایک نہ سنی ۔ آخر اس کو قتل کردیا ۔

قوم کی اصلاح کی کوشش

۲۲-۲۵: وَمَا لِيَ لَآ أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿۲۲﴾ ءَأَتَّخِذُ
مِنْ دُونِهِ آلِهَةً إِنْ يُرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّي
شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يُنْقِذُونِ ﴿۲۳﴾ إِنِّيٓ إِذًا لَّفِي ضَلٰلٍ
مُّبِينٍ ﴿۲۴﴾ إِنِّيٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُونِ ﴿۲۵﴾

اور مجھے کیا ہوا کہ میں اس کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ۔ کیا میں اس (اللہ) کے سوا ایسوں کو معبود بناؤں کہ اگر وہ رحمان مجھے تکلیف پہنچانا چاہے تو ان کی سفارش میرے کچھ کام نہ آئے اور نہ وہ مجھے (اس کی گرفت سے) بچا سکیں ۔ اگر میں ایسا کروں تو صریح گمراہی میں جا پڑوں ۔ سو تم سب سن لو کہ میں تمہارے رب پر ایمان لا چکا ۔

فَطَرَنِيْ: اس نے مجھے پیدا کیا ۔ فَطْرٌ سے ماضی ۔

یُنْقِذُوْن: وہ چھڑائیں گے، وہ بچائیں گے۔ اِنْقَاذٌ سے مضارع۔

تشریح: اس مرد صالح نے کہا کہ میرے پاس کونسا عذر ہے کہ میں اس معبود حقیقی کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور آخر کار تم سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔ وہ تمہیں تمہارے اعمال کا بدلہ ضرور دے گا۔ کیا میں اللہ کو چھوڑ کر ان بتوں کو معبود بنالوں جو کسی طرح عبادت کے لائق نہیں بلکہ ایسے عاجز و بے بس ہیں کہ اپنی جگہ سے جنبش بھی نہیں کر سکتے۔ اگر اللہ تعالیٰ کسی وقت مجھے کوئی تکلیف پہنچانے کا ارادہ کرے تو ان باطل معبودوں کی سفارش میرے کچھ کام نہ آئے گی اور نہ یہ بت اپنی طاقت وقوت سے مجھے اللہ کے عذاب سے چھڑا سکیں گے۔ بلا شبہ ایسی حالت میں اگر میں ان بتوں کی پوجا کروں جو نہ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ ضرر تو میں کھلی گمراہی میں پڑ جاؤں گا۔ تم میری نصیحت کو گراں نہ جانو۔ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ یقیناً میں تمہارے معبود حقیقی پر ایمان لا چکا ہوں سو تم میری بات سنو اور اپنے خالق و معبود حقیقی پر ایمان لے آؤ۔

بغوی نے لکھا ہے کہ جب اس شخص نے یہ بات کہی تو اس کی قوم کے لوگوں نے اس پر ایک دم حملہ کر کے قتل کر دیا۔ حضرت ابن مسعود نے فرمایا کہ قدموں سے ایسا روندا کہ اس کی آنتیں باہر نکل آئیں۔ سدی نے کہا کہ لوگ اس کو پتھروں سے مار رہے تھے اور وہ کہہ رہا تھا کہ اے اللہ میری قوم کو ہدایت کر۔ آخر اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور مار ڈالا۔ (مظہری ۸/۷۹،۷۸)

جنت میں داخلہ

۲۹-۲۶: قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ۭ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ ۝ بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ ۝ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰي قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِيْنَ ۝ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ ۝

(اس سے) کہا گیا کہ جنت میں داخل ہو جا۔ اس نے کہا کاش میری قوم کو یہ بات معلوم ہو جاتی کہ میرے رب نے مجھے بخش دیا اور مجھے اہل عزت میں شامل فرمایا۔ اور اس کے بعد ہم نے اس کی قوم پر آسمان سے کوئی لشکر نہیں اتارا اور نہ ہم اس طرح اتارا کرتے ہیں۔ وہ تو صرف ایک چیخ تھی۔ پھر

یکا یک وہ بجھ (مر) گئے۔

جُنْد: لشکر، فوج۔ جمع جُنُوْدٌ۔

صَیْحَةٌ: چیخ۔ کڑک۔ ہولناک آواز۔ مصدر ہے۔

خٰمِدُوْنَ: بجھے ہوئے۔ بجھنے والے۔ خُمُوْدٌ سے اسم فاعل۔ واحد خَامِدٌ۔

تشریح: جب قوم نے اس مرد صالح کو شہید کر دیا جو ایک گوشۂ شہر سے رسولوں پر ایمان لانے کی تلقین کرنے کے لیے آیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ خاص اعزاز و اکرام کا معاملہ فرماتے ہوئے اس کو جنت میں داخل ہونے کا حکم فرمایا۔ جب اس نے انعام و اکرام اور جنت کی نعمتوں کا مشاہدہ کیا تو اس کو پھر اپنی قوم یاد آئی اور تمنا کی کہ کاش میری قوم کو میرا حال معلوم ہو جاتا کہ رسولوں پر ایمان لانے کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کیا کیا انعامات فرمائے اور کیسی کیسی دائمی نعمتیں عطا فرمائیں تو شاید وہ بھی ایمان لے آئیں اور طاعت گزار ہو جائیں۔

اس کے بعد اس قوم پر آسمانی عذاب کا ذکر ہے کہ جن لوگوں نے اللہ کے رسولوں کی تکذیب کی اور اس شخص کو شہید کر دیا جو ان کو نصیحت کرنے کے لیے آیا تھا تو ہم نے اس نافرمان قوم کو عذاب دینے کے لیے آسمان سے فرشتوں کا کوئی لشکر نہیں بھیجا اور نہ ہمیں ایسا کرنے کی ضرورت تھی بلکہ صرف اتنا ہوا کہ فرشتے نے ایک زور کی چیخ نکالی اور سب کے سب ٹھنڈے ہو گئے۔

سابقہ قوموں کے احوال سے عبرت

۳۰-۳۲: يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ رَّسُولٍ اِلَّا كَانُوا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ۝ وَاِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ۝

افسوس ہے ان بندوں (کے حال) پر! کہ ان کے پاس (ایسا) کوئی رسول نہیں آیا جس کی انہوں نے ہنسی نہ اڑائی ہو۔ کیا ان لوگوں نے نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے ہم بہت سی امتیں ہلاک کر چکے ہیں جو ان کی طرف واپس نہیں لوٹیں اور یہ سب کے سب ہمارے سامنے حاضر کئے جائیں گے۔

تشریح: ایسے لوگوں کے حال پر حسرت و افسوس ہے ۔ قیامت کے روز یہ لوگ عذاب الٰہی کو دیکھ کر اپنے اوپر نادم ہوں گے اور کف افسوس ملیں گے اور کہیں گے کہ ہائے افسوس! ہم نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی تکذیب کر کے خود اپنا برا کیا ۔ دنیا میں ان لوگوں کا حال یہ تھا کہ جب بھی ان کے پاس کوئی رسول آتا فوراً بلا تامل اس کی تکذیب کرتے اور اس کا تمسخر اڑاتے ۔ جو لوگ ایسے مخلص اور خیر خواہوں کا مذاق اڑائیں جن کی نصیحت پر عمل پیرا ہونے سے دونوں جہان کی خیر و فلاح حاصل ہوتی ہو، وہ اس قابل ہیں کہ ان کی حالت پر حسرت و افسوس کیا جائے ۔

یہ مشرکین مکہ تو گزشتہ امتوں کے احوال سے بھی نصیحت حاصل نہیں کرتے ۔ کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ ان سے پہلے ہم نے کتنی ہی امتوں کو اللہ کے رسولوں کی تکذیب اور تمسخر کی سزا میں ہلاک و غارت کر دیا اور ہلاک شدہ قومیں انکے پاس کبھی لوٹ کر نہیں آئیں گی کہ آ کر ان کو اپنا حال بتائیں ۔ کسی مردے میں یہ قدرت نہیں کہ وہ مرنے کے بعد اپنے اختیار سے دو چار گھنٹے ہی کے لیے دنیا میں آ جائے ۔ قیامت کے روز حساب و کتاب اور جزا و سزا کے لیے سب کو جمع کر کے ہمارے سامنے حاضر کیا جائے گا ۔

مظاہر قدرت سے حشر و نشر پر استدلال

۳۳-۳۶ وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ۚ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ ۝ وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ ۝ لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ۭ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ۝ سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

اور مردہ زمین ان کے لیے ایک نشانی ہے ۔ ہم نے اس کو زندہ کیا اور اس سے غلہ نکالا ۔ سو یہ لوگ اس میں سے کھاتے ہیں ۔ اور ہم نے اس میں کھجور اور انگور کے باغ پیدا کر دیے اور اس میں چشمے جاری کر دیے تاکہ لوگ اس کے پھل کھائیں اور انہوں نے اس (پھل اور غلے) کو اپنے ہاتھوں سے نہیں بنایا ۔ پھر کیوں شکر نہیں کرتے ۔ وہ ذات پاک ہے جس نے ہر چیز کے

جوڑے پیدا کیے خواہ وہ زمین سے اگتی ہوں یا خود ان کے نفوس ہوں یا وہ
چیزیں ہوں جنہیں یہ جانتے بھی نہیں ۔

تشریح: اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک مردہ زمین بھی ہے جس کو تم ہر وقت دیکھتے ہو ۔ اس مردہ اور بنجر زمین میں کوئی روئیدگی، ہریالی اور گھاس وغیرہ نہیں ہوتی ۔ پھر آسمان سے پانی برسا کر ہم اس مردہ زمین کو زندہ کر دیتے ہیں اور وہ لہلہانے لگتی ہے، ہر طرف سبزہ ہی سبزہ نظر آنے لگتا ہے ۔ ہم اس میں قسم قسم کے اناج پیدا کرتے ہیں جن کو تم خود بھی کھاتے ہو اور تمہارے بعض جانور بھی کھاتے ہیں ۔ اس زمین میں ہم کھجوروں اور انگوروں کے باغات پیدا کر دیتے ہیں، نہریں اور چشمے جاری کر دیتے ہیں جن سے باغ اور کھیتیاں سیراب ہوتی رہتی ہیں ۔ یہ سب اس لیے کہ لوگ ان باغوں، کھیتوں اور درختوں سے منافع حاصل کریں ۔ یہ تمہارے ہاتھوں کی پیدا کردہ چیزیں نہیں اور نہ تم ان کو اگانے کی طاقت و قدرت رکھتے ہو بلکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی رحمت و قدرت سے پیدا ہوتی ہیں ۔ پھر لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں کو پا لینے کے بعد بھی اس کا شکر نہیں کرتے اور نہ خالص اللہ کی عبادت کرتے ہیں جو ان تمام نعمتوں کا خالق ہے ۔ سو پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی قدرت کاملہ سے ہر چیز کے جوڑے پیدا کیے خواہ وہ زمین کی اگائی ہوئی چیزیں ہوں یا ان کی اپنی ذاتوں میں سے ہوں یا وہ چیزیں ہوں جن کو یہ نہیں جانتے ۔

قدرتِ الٰہی کی نشانی

۳۷ ۔ ۴۰: وَ اٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ ۚۖ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ۙ
وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۙ
وَ الْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ﴿۳۹﴾
لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَ لَا الَّيْلُ سَابِقُ
النَّهَارِ ؕ وَ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿۴۰﴾

اور ان کے لیے رات بھی ایک نشانی ہے جس سے ہم دن کو الگ کر دیتے ہیں
تو وہ یکا یک اندھیرے میں رہ جاتے ہیں اور سورج اپنے مقرر راستے پر چلا
جا رہا ہے ۔ یہ اندازہ اس اللہ کا مقرر کیا ہوا ہے جو زبردست (اور) علم والا

ہے اور ہم نے چاند کی بھی منزلیں مقرر کر رکھی ہیں یہاں تک کہ وہ (ان سے گزر کر) ایسا ہو جاتا ہے جیسے (کھجور کی) پرانی ٹہنی ۔ نہ سورج کی مجال کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن سے آگے بڑھ سکتی ہے اور سب آسمان میں تیر رہے ہیں ۔

نَسۡلَخُ: ہم کھینچ لیتے ہیں، ہم اتار لیتے ہیں ۔ نَسۡلَخٌ سے مضارع ۔

مُظۡلِمُوۡنَ: تاریکی میں پڑے ہوئے، اندھیرے میں داخل ہونے والے ۔ اظۡلَامٌ سے اسم فاعل ۔

مُسۡتَقَرٍ: ٹھہرایا ہوا، ٹھہرنے کی جگہ ۔ اِسۡتِقۡرَارٌ سے اسم مفعول و اسم ظرف مکان ۔

الۡعُرۡجُوۡنِ: کھجور کی شاخ، کھجور کی ٹہنی ۔ جمع عَرَاجِیۡنُ ۔

یَنۡبَغِیۡ: وہ لائق ہوتا ہے، وہ درست ہوتا ہے ۔ اِنۡبِغَاءٌ سے مضارع ۔

یَسۡبَحُوۡنَ: وہ تیرتے ہیں، وہ تیزی سے چلتے ہیں ۔ سَبۡحٌ سے مضارع ۔

تشریح: رات بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، جس میں سے ہم دن کو کھینچ کر الگ کر دیتے ہیں ۔ اس طرح دن ختم ہو جاتا ہے اور رات کے چھا جانے سے ہر طرف اندھیرا پھیل جاتا ہے ۔ جس طرح جاندار کی کھال اس کے گوشت کو چھپائے رکھتی ہے اور کھال اتار لینے سے اندر کا گوشت ظاہر ہو جاتا ہے اسی طرح دن کی روشنی رات کو اپنے اندر چھپائے رکھتی ہے ۔ جب خلا سے روشنی کھینچ لی جاتی ہے تو اندر سے ظلمت اور تاریکی ظاہر ہو جاتی ہے جو ہر طرف پھیل جاتی ہے ۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے سورج بھی ہے جو اس کے حکم سے اپنے مقررہ ٹھکانے کی طرف چلتا رہتا ہے ۔ آفتاب کا یہ چلنا اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ ہے ۔ اس میں غلطی اور خطا کا امکان نہیں ۔ آفتاب کی مجال نہیں کہ وہ اللہ کے مقرر کردہ راستے سے ذرا بھی انحراف کر سکے ۔ وہ اللہ کے حکم کے مطابق مقررہ وقت پر طلوع ہوتا ہے اور مقررہ وقت ہی پر غروب ہوتا ہے ۔ قیامت تک وہ اسی طرح طلوع اور غروب ہوتا رہے گا ۔ اسی طرح ہم نے چاند کے لیے منزلیں مقرر کر دی ہیں جن کو وہ طے کرتا رہتا ہے ۔ چاند کی کل اٹھائیس منزلیں ہیں ۔ وہ روزانہ ایک منزل طے کرتا ہے ۔ نہ اس سے آگے بڑھتا ہے اور نہ اس سے پیچھے رہتا ہے ۔ پہلی رات سے اس کا سائز اور روشنی بڑھنا شروع ہوتی ہے یہاں تک کہ چودھویں رات کو اس کا سائز اور روشنی پوری ہو جاتی ہے ۔ پھر پندرھویں رات سے اس میں پھر کمی شروع ہو جاتی ہے اور اٹھائیسویں رات کو کھجور کی پرانی ٹہنی کی طرح باریک اور پتلا

ہو جاتا ہے۔ پھر ایک یا دو رات پوشیدہ رہ کر مہینے کے شروع میں کمان کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ چاند کا اس طرح کم زیادہ ہونا بھی اس کی قدرت کی نشانی ہے۔ سورج اور چاند دونوں کی رفتار اور طلوع و غروب کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک حد مقرر کر دی ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کر سکتے۔ لہٰذا نہ سورج کی مجال کہ وہ چاند کو پکڑ لے اور اس کی منزل میں جا اترے اور نہ چاند کی مجال کہ وہ سورج کو پکڑ سکے دونوں کی رفتار اس کی قدرت کے تابع ہے۔ اسی طرح رات بھی دن پر سبقت نہیں کر سکتی، یعنی دن پورا ہونے سے پہلے رات نہیں آسکتی چاند اور سورج سب اپنے اپنے آسمان اور اپنے اپنے دائرے میں تیرتے اور گھومتے ہیں۔ کسی کی مجال نہیں کہ وہ اپنے دائرے یا مدار سے باہر قدم نکال سکے۔

قدرتِ الٰہی کی ایک اور نشانی

۴۱-۴۴: وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۴۱﴾ وَ خَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَ مَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿۴۴﴾

ان کے لیے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ ہم نے ان کی نسل کو (حضرت نوح کے زمانے میں) بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا (اور اس کو زمین پر باقی رکھا) اور ہم نے ان کے لیے اس (کشتی) جیسی اور چیزیں (بھی) پیدا کیں جن پر یہ سوار ہوتے ہیں اور اگر ہم چاہیں تو ان کو غرق کر دیں پھر نہ ان کا مددگار ہو اور نہ وہ رہائی پا سکیں مگر یہ ہمارے مہربانی ہے کہ ہم ان کو ایک مدت تک فائدہ (اٹھانے کا موقع) دے رہے ہیں۔

اَلْمَشْحُوْنِ: بھرا ہوا۔ شَحْنٌ سے اسم مفعول۔

یَرْکَبُوْنَ: وہ سوار ہوتے ہیں۔ رَکْبٌ و رُکُوْبٌ سے مضارع۔

صَرِيْخَ: مددگار، فریادرس، مصدر بھی ہے اور صُرَاخٌ سے صفت مشبہ بھی۔

يُنْقَذُوْنَ: ان کو چھڑایا جائے گا، ان کو بچایا جائے گا۔ اِنْقَاذٌ سے مضارع مجہول۔

تشریح: اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ایک بڑی نشانی یہ بھی ہے کہ وہ اپنی قدرت کاملہ سے گراں بار

کشتیوں اور جہازوں کو دریاؤں اور سمندروں میں چلاتا ہے جن پر ان کی اولاد اور وہ دور دراز کا سفر کرتے ہیں حالانکہ سمندر کے اندر بڑے سے بڑا جہاز بھی ایک تنکے سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا۔ اس کے علاوہ ہم نے ان کے لیے کشتی کی مانند اور چیزیں بھی پیدا کی ہیں جن پر وہ سواری کرتے ہیں، مثلاً اونٹ، گھوڑے وغیرہ۔ بعض مفسرین کے نزدیک خلقنا لهم من مثله ما يركبون سے وہ تمام قسم کے جہاز اور کشتیاں مراد ہیں جو حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کے بعد اس کی مماثلت اور مشابہت میں بنائی گئیں۔ بہر حال لوگوں کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کا شکر ادا کریں کہ اس نے محض اپنی رحمت سے بحر و بر میں ان کی سواری اور بار برداری کا انتظام فرما دیا۔

پھر فرمایا کہ اگر ہم چاہیں تو کشتی کو دریا میں غرق کر دیں، اس وقت ان کا کوئی فریادرس بھی نہ ہوگا جو ان کو بچا سکے اور نہ وہ ڈوبنے سے نجات پا سکیں گے یہ تو ہماری رحمت و مہربانی ہے کہ ہم ان کو اپنے مقرر کئے ہوئے وقت تک فائدہ پہنچاتے ہیں اور ہر طرح صحیح سلامت رکھتے ہیں اور ان کو غرق نہیں کرتے ورنہ وہ اپنے کرتوتوں اور کفر و شرک کی بناء پر غرق ہی کے مستحق تھے۔ (مظہری ۸/۸۷)

کافروں کی سنگدلی

۴۵۔۴۷: وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّقُوا مَا بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿٤٥﴾ وَمَا تَأْتِيهِم مِّنْ آيَةٍ مِّنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ﴿٤٦﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ أَنفِقُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنُطْعِمُ مَن لَّوْ يَشَاءُ اللَّهُ أَطْعَمَهُ إِنْ أَنتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٤٧﴾

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس (عذاب) سے بچو جو تمہارے سامنے اور تمہارے پیچھے ہے تاکہ تم پر رحم کیا جائے اور ان کے سامنے ان کے رب کی آیتوں میں سے کوئی آیت بھی ایسی نہیں آئی جس سے وہ روگردانی نہ کرتے ہوں اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس میں سے خرچ کرو جو اللہ نے تمہیں دیا ہے تو کافر مومنوں سے کہتے ہیں کہ کیا ہم ان کو کھلائیں جنہیں اگر اللہ چاہتا تو خود کھلا دیتا (آپ ان سے کہہ دیجئے کہ) تم تو ہو ہی کھلی گمراہی میں۔

تشریح: ان آیتوں میں کافروں کی سنگدلی، سرکشی اور عناد و تکبر کا بیان ہے کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم اس عذاب الٰہی سے ڈرو جو تم سے پہلے سرکشی اور تکذیب کرنے والوں پر آچکا ہے اور اس عذاب سے بھی ڈرو جو قیامت میں آنے والا ہے اور اپنی بداعمالیوں سے تائب ہوکر اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ تاکہ اللہ تم پر مہربان ہو جائے اور تمہیں اپنے عذاب سے بچالے، تو یہ سنگدل ایسی باتوں کو سنتے تک نہیں بلکہ جب بھی اللہ کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی ان کے پاس آتی ہے تو یہ اس کی طرف التفات کرنے کی بجائے اس سے منہ موڑ لیتے ہیں۔

جب ان کافروں سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے دیئے ہوئے مال میں سے کچھ اس کے محتاج بندوں پر خرچ کردو تو یہ لوگ اہل ایمان سے تمسخر کے طور پر کہتے ہیں کہ تم تو یہ کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ ہی سب کو روزی دیتا ہے سو جب اللہ نے ان کو روزی نہیں دی تو ہم اللہ کے ارادے کے خلاف کیوں کریں۔ اے مسلمانوں! تم جو ہمیں غریبوں کی مدد کا مشورہ دے رہے ہو تو تم کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے ہو۔ بعض مفسرین کے نزدیک ان انتم الا فی ضلیل مبین کافروں کے قول کا تتمہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کافروں کو خطاب ہے کہ تم کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو۔ کوئی جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کس کے حق میں کیا چاہتا ہے۔ اپنے بخل کے سبب نیک کام نہ کرنے کے لیے اللہ کی تقدیر اور مشیت کو بہانہ بنانا صریح گمراہی ہے۔ سب جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق میں سے بعض کو مالدار بنایا اور بعض کو غریب و مسکین تاکہ غریب و مسکین صبر کریں اور مالدار شکر کریں۔ اللہ تعالیٰ نہ بخیل ہے اور نہ غنی کا محتاج ہے بلکہ اس نے بطور آزمائش مالداروں کو حکم دیا کہ اس کے دیئے ہوئے مال میں سے غریبوں اور محتاجوں کو بھی دیں۔ پس خیرات کے بارے میں اللہ کے حکم کو چھوڑ دینا اور تقدیر کو بہانہ بنانا کھلی گمراہی ہے (مظہری ۸/۸۸،۸۷، معارف القرآن ۱۲ تا ادریس کاندھلوی ۶/۴۵۷-۴۵۵)

قیامت کا اچانک آنا

۴۸-۵۰: وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٤٨﴾ مَا يَنظُرُونَ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً تَأْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُونَ ﴿٤٩﴾ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ تَوْصِيَةً وَلَا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ يَرْجِعُونَ ﴿٥٠﴾

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ (قیامت کا) وعدہ کب ہوگا اگر تم (اپنے دعوے

میں) سچے ہو ۔ یہ لوگ بس ایک سخت چیخ کے منتظر ہیں جو ان کو آ پکڑے گی
اور یہ آپس میں ہی جھگڑ رہے ہوں گے ۔ سو اس وقت نہ تو یہ وصیت
کر سکیں گے اور نہ لوٹ کر اپنے گھر والوں کے پاس جا سکیں گے ۔

یَخِصِّمُوْنَ : وہ جھگڑتے ہیں ۔ اِخْتِصَامٌ سے مضارع ۔

تَوْصِیَۃً : وصیت کرنا ۔ مصدر ہے ۔

تشریح : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح تمام سابقہ انبیائے کرام علیہم السلام بھی قیامت اور آخرت کی جزا وسزا کے بارے میں بتاتے رہے ۔ قیامت کے آنے میں ذرہ برابر بھی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ، مگر مشرکین ومنکرین چونکہ قیامت کے قائل نہ تھے اس لیے وہ تمسخر اور انکار کے طور پر انبیائے کرام اور ان کے متبعین سے کہا کرتے تھے کہ قیامت کب آئے گی ، کہاں ہے وہ قیامت جس سے تم ہمیں ڈراتے ہو ۔ اگر تم اپنی بات میں سچے ہو تو قیامت کو لاتے کیوں نہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں فرمایا کہ یہ لوگ قیامت کے منتظر ہیں ، اس کو لانے کے لیے ہمیں کسی تیاری کی ضرورت نہیں بلکہ وہ تو صرف ایک مرتبہ صور پھونک دینے ہی سے برپا ہو جائے گی ۔ صور کی آواز سب کو اس طرح اچانک آ پکڑے گی کہ لوگ اپنے اپنے کام میں مشغول ہوں گے اور باہمی معاملات میں جھگڑ رہے ہوں گے ، صور کی آواز سنتے ہی جو جہاں اور جس حال میں ہوگا وہیں اسی وقت فنا ہو جائے گا ۔ نہ کوئی کسی کو وصیت کر سکے گا اور نہ اپنے گھر واپس جا سکے گا اور نہ اپنے اس کام کو مکمل کر سکے گا جس میں وہ اس وقت مشغول ہوگا ۔

نفخہ ثانی

۵۱۔۵۴ : وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُمْ مِنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنْسِلُونَ ۝
قَالُوا يَا وَيْلَنَا مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَرْقَدِنَا ۜ هَٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمَٰنُ
وَصَدَقَ الْمُرْسَلُونَ ۝ إِنْ كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً
فَإِذَا هُمْ جَمِيعٌ لَدَيْنَا مُحْضَرُونَ ۝ فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ
شَيْئًا وَلَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝

اور جب (دوسری بار) صور میں پھونک ماری جائے گی تو سب یکا یک

قبروں سے (نکل کر) اپنے پروردگار کی طرف دوڑ پڑیں گے اور کہیں گے ہائے ہماری شامت۔ کس نے ہمیں ہماری خوابگاہوں سے اٹھا دیا۔ یہ وہی (قیامت) ہے جس کا رحمن نے وعدہ کیا تھا اور رسولوں نے سچ کہا تھا۔ بس وہ ایک چیخ ہوگی جس سے سب یکایک ہمارے پاس حاضر کردیئے جائیں گے سو آج کسی شخص پر ذرا بھی ظلم نہ ہوگا اور تمہیں صرف ان ہی کاموں کا بدلہ دیا جائے گا جو تم (دنیا میں) کرتے تھے۔

تشریح: جب دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو سب زندہ ہوکر اپنی قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے اور فرشتے ان کو جلدی جلدی دھکیل کر میدان حشر میں لے جائیں گے۔ کفار اگرچہ اپنی قبروں میں بھی عذاب میں مبتلا رہیں گے اور وہاں کچھ آرام نہ پائیں گے مگر وہ میدان حشر اور حساب و کتاب کا ہولناک منظر دیکھیں گے تو اس کے مقابلے میں ان کو قبر کا عذاب بہت ہلکا معلوم ہوگا اس لیے پکار کر کہیں گے کہ ہائے افسوس! کس نے ہمیں ہماری خواب گاہ سے جگادیا اور ہمیں اس مصیبت کے میدان میں لا کھڑا کیا۔ اس وقت فرشتے یا مومن ان کو جواب دیں گے کہ یہ وہی قیامت ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے تم سے وعدہ کیا تھا اور اس کے رسولوں نے تم سے سچ کہا تھا مگر اس وقت تم نے اس پر یقین نہیں کیا تھا بلکہ رسولوں کی تکذیب کرتے رہے۔

پھر فرمایا کہ یہ نفخۂ ثانیہ ایک سخت آواز ہوگی جس کے نتیجے میں ایک دم سب کے سب ہمارے سامنے حاضر کردیئے جائیں گے اور کوئی بھی وہاں سے نہ بھاگ سکے گا اور نہ روپوش ہو سکے گا۔ پس آج قیامت کے دن کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہ ہوگا۔ آج تم سب کو تمہارے اعمال کے مطابق بدلہ ملے گا۔ کافروں کے ساتھ عدل کا معاملہ ہوگا اور اہل ایمان کے ساتھ فضل و مہربانی کا معاملہ ہوگا۔

(معارف القرآن: ۴۰۲/ ۷، عثمانی: ۴۰۹/ ۲)

اہل جنت کے انعام

۵۵۔۵۸: إِنَّ أَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ﴿۵۵﴾ هُمْ وَ
أَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ عَلَى الْأَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ ﴿۵۶﴾ لَهُمْ فِيْهَا
فٰكِهَةٌ وَّ لَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ ﴿۵۷﴾ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ﴿۵۸﴾

بیشک آج کے دن اہل جنت (اپنے) مشاغل میں خوش ہوں گے۔ وہ اور اُن
کی بیویاں سایوں میں مسہریوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے۔ جنت میں ان
کے لیے (ہر قسم کے) میوے ہوں گے اور جو چاہیں گے وہ ان کو ملے گا۔
مہربان رب کی طرف سے ان کو سلام کہا جائے گا۔

فٰکِھُوْنَ: خوش ہونے والے، مزے اڑانے والے۔ فکاھۃ سے اسم فاعل۔

اَرائِک: بہت سے تخت، مسہریاں۔ وحد اَرِیکۃ۔

تشریح: اہل جنت اس روز یقیناً اپنے پسندیدہ اور مرغوب کاموں میں مشغول اور ہشاش بشاش ہوں گے۔ وہ جنت کی نعمتوں اور راحتوں میں ایسے مگن ہوں گے کہ ان کو کوئی دوسرا خیال تک نہ آئے گا اور ہر چیز سے بے خبر ہو جائیں گے۔ وہ اپنی بیویوں کے ہمراہ شاہانہ تختوں پر تکیے لگائے ہر قسم کے رنج و غم سے بے فکر درختوں کے ٹھنڈے اور گھنے سایوں میں بیٹھے ہوئے ہوں گے۔ وہاں ان کے لیے ہر قسم کے میوے اور پھل ہوں گے جن کا دنیا میں تصور بھی محال ہے۔ اس کے علاوہ بھی وہاں وہ جس چیز کی خواہش کریں گے فوراً اُن کو مل جائے گی۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ ان پر اللہ کی طرف سے سلام ہوگا۔

ابن ماجہ اور دار قطنی وغیرہ میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جنت اپنے عیش و آرام میں ہوں گے کہ اچانک ان پر ایک نور پھیل جائے گا۔ اہل جنت اپنے سر اٹھا کر دیکھیں گے تو ان کو معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر تجلی فرمائی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے اہل جنت تم پر سلام ہو۔ سلام قولا من رب الرحیم میں یہی بیان ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جنت اپنے ربّ کی طرف دیکھیں گے اور کسی چیز کی طرف التفات نہیں کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان پر نظر رحمت فرماتا رہے گا یہاں تک کہ وہ خود اوٹ کر لے گا لیکن اس کا نور اور برکت ان کے گھروں میں باقی رہے گی۔ (مظہری ۹۱۔۹۳/ ۸)

اہل جہنم کی ذلت و رسوائی

۵۹۔۶۴: وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ۝ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ
اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ وَّاَنِ
اعْبُدُوْنِيْ ۚ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝ وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ

جِبِلًّا كَثِيرًا ۖ أَفَلَمْ تَكُونُوا تَعْقِلُونَ ﴿٦٢﴾ هَٰذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ﴿٦٣﴾ اصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿٦٤﴾

اور اے مجرمو! آج تم الگ ہو جاؤ۔ اے بنی آدم کیا میں نے تم سے یہ عہد نہیں لیا تھا کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا۔ بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور یہ کہ میری عبادت کرتے رہنا۔ یہی سیدھا راستہ ہے اور البتہ وہ (شیطان) تم میں سے ایک کثیر مخلوق کو گمراہ کر چکا۔ کیا تم عقل نہیں رکھتے۔ یہی وہ جہنم ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ آج تم اپنے کفر کے بدلے اس میں داخل ہو جاؤ۔

جِبِلًّا: مخلوق، بڑی جماعت، بڑا گروہ۔

اِصْلَوْهَا: تم اس (آگ) میں داخل ہو جاؤ، تم اس میں گر جاؤ۔ صَلیٰ سے امر۔

تشریح: حشر کے میدان میں جب اہلِ جنت کو جنت میں جانے کا حکم ہوگا تو اس وقت اہلِ جہنم کو اہلِ جنت سے علیحدہ کر کے کہا جائے گا کہ جنت کے عیش و آرام میں تمہارا کوئی حصہ نہیں۔ اے بنی آدم! کیا میں نے تمہیں اسی دن کے لیے انبیا علیہم السلام کے ذریعے بارہا نہیں سمجھایا تھا کہ تم شیطان لعین کی اتباع نہ کرنا۔ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اس لیے وہ تمہیں جہنم میں پہنچائے بغیر نہیں چھوڑے گا۔ اگر تم نجاتِ اُخروی چاہتے ہو تو خدائے واحد کی عبادت کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔ لیکن تم نے انبیا کی تکذیب کی، سیدھے راستے کو چھوڑ کر شیطان کا راستہ اختیار کیا جو یقیناً تم میں سے بہت سی گزشتہ مخلوق کو گمراہ کر چکا تھا۔ کیا تم اتنی عقل بھی نہیں رکھتے تھے کہ شیطان کی اس کھلی دشمنی کو سمجھتے، دوست اور دشمن میں تمیز کرتے اور اپنے نفع و نقصان کو پہچانتے حالانکہ دنیا کے کاموں میں تم نہایت ہوشیاری اور ذہانت سے کام لیتے تھے۔ اور آخرت کے بارے میں تم میں صاف اور صریح باتوں کے سمجھنے کی اہلیت نہ رہی۔ سو اب تم اپنی حماقتوں کا خمیازہ بھگتو، یہی ہے وہ جہنم جس سے انبیا علیہم السلام تمہیں دنیا میں ڈرایا کرتے تھے اور تم انہیں جھٹلاتے اور قیامت کا انکار کرتے تھے۔ اب تم اپنے کفر و معصیت کے بدلے اس میں داخل ہو جاؤ۔ یہی تمہارا ٹھکانا ہے۔ (مواہب الرحمٰن ۲۳/۲۶، عثمانی ۲/۴۱۰)

کفر کا انجام

۶۵۔۶۷: اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَىٰ أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ

بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓى اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ ﴿۶۶﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا وَّلَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۶۷﴾

آج ہم ان کے منہ پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور ان کے پاؤں ان کاموں کی گواہی دیں گے جو وہ (دنیا میں) کرتے تھے اور اگر ہم چاہیں تو ان کی آنکھیں بے نور کر دیں پھر یہ راستہ پانے کے لیے دوڑتے پھریں، پھر ان کو کہاں دکھائی دے گا۔ اور اگر ہم چاہیں تو ان کی جگہ پر ہی ان کی صورتیں مسخ کر دیں۔ پھر نہ وہ آگے چل سکیں اور نہ پیچھے لوٹ سکیں۔

اَفْوَاهِهِمْ: ان کے منہ۔ واحد فَمٌ۔

اَرْجُلُهُمْ: ان کے پاؤں۔ واحد رِجلٌ۔

طَمَسْنَا: ہم نے بے نور کر دیا، ہم نے مٹا دیا۔ طُمُسٌ سے ماضی۔

مُضِيًّا: گزر جانا، آگے چلنا۔ مصدر میمی۔

تشریح: قیامت کے روز جب کفار و منافقین اپنے گناہوں کا انکار کریں گے اور قسمیں کھا کر کہیں گے خدا کی قسم ہم بتوں کو نہیں پوجتے تھے (واللہ ربنا ما کنا مشرکین۔ انعام ۲۳) تو اس وقت اللہ تعالیٰ ان کی زبانوں کو بند کر دے گا تا کہ وہ جھوٹ نہ بول سکیں۔ پھر ان کے جسم کے اعضا کو بولنے کی قوت دے کر گواہی کا حکم دے گا۔ ان کے ہاتھ پیر، کان، آنکھ اور بدن کی کھال ان کے جرموں کی شہادت دیں گے۔ جیسے ارشاد ہے:

حَتّٰٓى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۰﴾

یہاں تک کہ جب وہ اس (جہنم) پر پہنچیں گے تو ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کی جلدیں (ان اعمال کی) گواہی دیں گی جو وہ (دنیا میں) کرتے تھے۔ (حٰم السجدہ: ۲۰)

جس طرح انہوں نے ہماری آیتوں سے آنکھیں بند کر رکھی تھیں اگر ہم چاہتے تو دنیا ہی میں سزا کے طور پر ان کی بینائی ختم کر کے ان کو مطلق اندھا بنا دیتے کہ ان کو ادھر ادھر جانے کا راستہ بھی

سوجھائی نہ دیتا۔ اگر ہم چاہتے تو ان کے کفر وعناد کی بنا پر ان کی صورتیں مسخ کر کے ان کو بالکل اپاہج بنا دیتے۔ پھر وہ نہ آگے چلنے پر قادر ہوتے اور نہ پیچھے لوٹنے پر لیکن ہم نے اپنی رحمت سے ایسا نہیں کیا۔ یہ ہماری طرف سے مہلت اور ڈھیل تھی۔ آج وہی اعضا یعنی آنکھیں، کان اور ہاتھ پاؤں وغیرہ ان کے خلاف گواہی دیں گے۔ (عثمانی ۲/۴۱۱)۔

قدرتِ الٰہی کی مثال

٦٨۔ وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ۭ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ ۞

اور جسے ہم طویل عمر دیتے ہیں تو اسے پیدائشی حالت کی طرف لوٹا دیتے ہیں (کہ وہ شیر خوار کی طرح دوسروں کا محتاج ہو جاتا ہے)۔ کیا ان کو عقل نہیں۔

نُعَمِّرْهُ: ہم اس کی عمر زیادہ کرتے ہیں۔ تَعْمِیْرٌ سے مضارع۔

نُنَكِّسْهُ: ہم اس کو پلٹ دیتے ہیں، ہم اس کو الٹا کرتے ہیں۔ تَنْکِیْسٌ سے مضارع۔

تشریح: جوں جوں آدمی کی جوانی ڈھلتی ہے اس پر بڑھاپے کے اثرات نمایاں ہونے لگتے ہیں اور اس کے قویٰ کمزور ہو کر جواب دینے لگتے ہیں۔ جیسے ارشاد ہے:

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَيْبَةً ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ۞

اللہ ہی ہے جس نے کمزوری کی حالت میں تمہاری تخلیق کی۔ پھر کمزوری کے بعد قوت عطا فرمائی۔ پھر قوت کے بعد ضعف اور بڑھاپا بنایا۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہی علم (اور) قدرت والا ہے۔ (الروم: ۵۴)

اور ارشاد ہے:

وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَـيْـــًٔـا ۭ

اور تم میں سے بعض بہت بڑی عمر کی طرف لوٹائے جاتے ہیں تاکہ علم کے بعد وہ بے علم ہو جائیں۔ (النحل: ۷۰)

دنیا زوال اور تغیر کی جگہ ہے۔ یہاں پائیداری اور قرار نہیں۔ یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ کہ بینائی چھین لینا اور صورتیں مسخ کر کے اپاہج بنا دینا کچھ بعید اور محال ہے۔ یہ عام مشاہدہ ہے کہ ایک مضبوط اور تندرست آدمی زیادہ بوڑھا ہو کر دیکھنے سننے اور چلنے پھرنے سے معذور ہو جاتا ہے، پس جو خدا پیرانہ سالی کی حالت میں انسان کی قوتیں سلب کر لیتا ہے وہ جوانی میں بھی ایسا کر سکتا ہے۔ کیا یہ کافر اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ جو ذات واحد صورت بنانے پر قادر ہے وہ صورت بدلنے پر بھی قادر ہے۔ (ابن کثیر ۵۷۸/۳)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور شاعری

۶۹۔۷۰: وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ۝ لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝

اور ہم نے اس (پیغمبر) کو شعر کہنا نہیں سکھایا اور یہ (شاعری) ان کے شایان شان بھی نہیں۔ وہ تو صرف نصیحت اور واضح قرآن ہے تاکہ وہ ہر اس شخص کو آگاہ کر دے جو زندہ ہے اور کافروں پر حجت قائم ہو جائے۔

شان نزول: بغوی نے حسب قول کلبی بیان کیا کہ کفار مکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر قرار دیتے تھے اور کہتے تھے کہ محمد جو کلام بناتے ہیں وہ شعر ہیں اس کی تردید میں یہ آیت نازل ہوئی۔

تشریح: یہ کافر جب ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے حکمت اور نصیحت کی باتیں سن کر لاجواب ہو جاتے ہیں تو کہنے لگتے ہیں کہ یہ سب شاعرانہ خیالات ہیں حالانکہ ہم نے اپنے پیغمبر کو نہ تو شاعری سکھائی ہے اور نہ شاعری ان کے شایان شان ہے، نہ شعر و شاعری سے ان کو کوئی محبت ہے اور نہ اس طرف ان کی طبیعت کا میلان۔ حقیقت میں ہم نے اپنے پیغمبر کو قرآن دیا ہے جو نصیحتوں اور روشن تعلیمات سے معمور ہے۔ باطل تو اس کے پاس بھی نہیں پھٹک سکتا۔ یہ ایسی کتاب ہے جو دن رات پڑھی جاتی ہے اور حقائق و معارف اور احکام وحدود کو ظاہر کرتی ہے اور اس شخص کو آخرت کے انجام سے ڈراتی ہے جس کا دل زندہ اور حق و باطل کے فرق کو سمجھتا ہے اور کافروں پر عذاب کی حجت قائم کرتی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ شعر گوئی سے آپ کو طبعاً نفرت تھی۔ حضرت شعبی فرماتے ہیں کہ عبدالمطلب کی اولاد کا ہر مرد و عورت شعر کہنا جانتا تھا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے کوسوں دور

تھے ۔ ابوداؤد میں ہے کہ کسی کا پیٹ پیپ سے بھر جانا اس کے لیے شعروں سے بھر لینے سے بہتر ہے ۔
بغوی نے حسن کی روایت سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مصرع بطور مثل پڑھا:

كَفٰى بِالْاِسْلَامِ وَالشَّيْبِ لِلْمَرْءِ نَاهِيًا

اسلام اور بالوں کی سفیدی آدمی کو گناہوں سے روکنے کے لیے کافی ہے ۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! شاعر نے تو اس طرح کہا ہے ۔ **كفى الشيب و الاسلام بالمرء ناهيا**

آپ نے دوبارہ پڑھا تو پھر بھی پہلے ہی کی طرح پڑھا ۔ اس پر حضرت ابوبکر نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں ۔ اللہ نے فرمایا ہے ۔ **وما علمنه الشعر وماينبغى له ۔** (یٰس : ۶۹) ۔ (ابن کثیر ۵۷۸ ۔ ۳/۵۸۰، مظہری ۸/۹۷)

اللہ کی نشانیاں

۷۱-۷۶: اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَیْدِیْنَاۤ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ۝ وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا یَاْكُلُوْنَ ۝ وَلَهُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ؕ اَفَلَا یَشْكُرُوْنَ ۝ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ یُنْصَرُوْنَ ۝ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَهُمْ ۙ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ ۝ فَلَا یَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّا نَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ ۝

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اپنے ہاتھوں سے بنائی ہوئی چیزوں میں سے ان کے لیے مویشی پیدا کئے پھر وہ ان کے مالک ہو گئے اور ہم نے ان مویشیوں کو ان کے تابع کر دیا سو ان میں سے بعض ان کی سواریاں ہیں اور بعض کو وہ کھاتے ہیں ۔ ان مویشیوں میں ان کے لیے اور بھی فوائد اور پینے کی چیزیں ہیں ۔ سو کیا یہ پھر بھی شکر نہیں کرتے ۔ اور انہوں نے اللہ کے سوا دوسروں کو معبود بنا لیا ہے کہ شاید وہ ان منکرین کی مدد کریں ۔ یقیناً ان میں ان کی مدد کی طاقت ہی نہیں اور وہ (باطل معبود) ان مشرکین کے لشکر بن کر

حاضر ہوں گے ۔ سو آپ ان کی باتوں سے رنجیدہ نہ ہوں ۔ ہم ان کی پوشیدہ اور علانیہ باتوں کو خوب جانتے ہیں ۔

ذَلَّلْنا : ہم نے فرماں بردار کر دیا، ہم نے تابع کر دیا ۔ تَذْلِیْلٌ سے ماضی ۔

جُنْدٌ : لشکر ۔ فوج ۔ جمع جُنُوْدٌ ۔

یُسِرُّوْنَ : وہ چھپاتے ہیں ۔ اِسْرَارٌ سے مضارع ۔

تشریح: کیا ان منکرین و مکذبین نے اس پر نظر نہیں کی کہ ہم نے ان کے نفع کے لیے اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری، گھوڑے، خچر وغیرہ جانوروں کو اپنے دست قدرت سے پیدا کیا ہے ۔ کوئی دوسرا آدمی ان کے بنانے میں ہمارا شریک نہیں اور نہ کوئی معین و مددگار ہے ۔ پھر محض اپنے فضل سے ہم نے ان کو ان چوپایوں کا مالک بنا دیا ۔ ہم ہی نے ان مویشیوں کو ان کے تابع کیا ہے کہ جس طرح چاہیں ان سے کام لیں اور فائدہ اٹھائیں ۔ سیکڑوں اونٹوں کی قطار کو ایک چھوٹا سا بچہ نکیل پڑ کر جدھر چاہے لے جائے ۔ ان جانوروں میں سے بعض پر تو یہ سواری کرتے ہیں اور بعض کا گوشت کھاتے ہیں اس کے علاوہ ان میں لوگوں کے لیے اور بھی منافع اور پینے کی چیزیں ہیں جیسے دودھ، اون وغیرہ ۔ پھر بھی یہ لوگ اللہ کا شکر نہیں کرتے جس نے ان کو یہ نعمتیں عطا فرمائیں ۔ یہ لوگ شکر کی بجائے کفر و شرک میں مبتلا ہیں ۔

انہوں نے اس امید پر اللہ کے سوا دوسرے معبود بنا رکھے ہیں کہ شاید کسی مصیبت کے وقت یہ ان کے کام آئیں اور ان کی مدد کریں ۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ باطل معبود ان کی تو کیا خود اپنی بھی کچھ مدد نہیں کر سکتے ۔ یہ تو ایسے عاجز و بے بس ہیں کہ جو چاہے ان کو توڑ پھوڑ دے ۔ یہ اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے ۔ یہ نہ بولنے پر قادر ہیں اور نہ منکرین کی بات کو سمجھ سکتے ہیں ۔ قیامت کے روز کافروں کے باطل معبودوں کو طلب کیا جائے گا، ان کے ساتھ ان کے پرستاروں کو بھی لایا جائے گا جو ایک لشکر کی مانند اپنے معبودوں کے پیچھے پیچھے ہوں گے ۔ پھر ان سب کو دوزخ میں جھونک دیا جائے گا ۔

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! یہ مشرکین جو آپ کی تکذیب و توہین اور ملحدانہ باتیں کرتے ہیں، آپ ان سے رنجیدہ خاطر نہ ہوں ۔ یقیناً ہم ان کے دلوں میں چھپے ہوئے بغض و عناد، غلط عقائد اور فاسد خیالات سے واقف ہیں اور جو کلمات کفر و شرک زبان سے کہتے ہیں ہم ان کو بھی جانتے ہیں ۔ ہم ان کو ان کے تمام اعمال بد کی سزا دیں گے ۔

(مظہری ۹۸، ۹۹/ ۸، معارف القرآن مولانا ادریس کاندھلوی ۶۴۹ ۔ ۶۵۰/ ۵)

حشر و نشر کا اثبات

۷۷۔۸۰: وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّ نَسِيَ خَلْقَهٗ ؕ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَ هِيَ رَمِيْمٌ ۝ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمُ ۝ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ۝

کیا انسان نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا۔ پھر بھی وہ کھلا جھگڑالو ہو گیا اور ہمارے لیے مثال دینے لگا اور اپنی پیدائش کو بھول گیا کہنے لگا کہ ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا۔ آپ کہہ دیجئے کہ ان کو وہی زندہ کرے گا جس نے ان کو پہلی بار پیدا کیا تھا اور وہ ہر طرح کی پیدائش کو خوب جانتا ہے۔ اسی نے تمہارے لیے سبز درخت سے آگ بنائی۔ پھر تم اس سے (مزید) آگ جلاتے ہو۔

عِظَام: ہڈیاں۔ واحد عَظْمٌ۔

رَمِیْمٌ: بوسیدہ، ریزہ ریزہ، گلی ہوئی۔ رِمَّۃٌ سے صفت مشبہ۔

اَخْضَرَ: ہرا۔ سبز۔ خَضْرَاءُ سے صفت مشبہ۔

تُوْقِدُوْنَ: تم آگ سلگاتے ہو، تم آگ روشن کرتے ہو۔ اِیْقَادٌ سے مضارع۔

شانِ نزول: حاکم نے حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے بیان کیا اور اس کو صحیح قرار دیا ہے کہ عاص بن وائل ایک بوسیدہ ہڈی ہاتھ میں لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! اس (ہڈی) کی حالت جو میں دیکھ رہا ہوں کیا اس کے بعد بھی اللہ تعالیٰ اس کو زندہ کر کے اٹھائے گا۔ آپ نے فرمایا بیشک اللہ اس کو بھی زندہ کر کے اٹھائے گا۔ تجھے بھی ہلاک کرے گا پھر جہنم میں داخل کرے گا۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں (سورت کے آخر تک)۔

ابن ابی حاتم نے متعدد اسناد سے مجاہد، عکرمہ اور عروہ بن زبیر کی روایت سے اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابو مالک کی روایت سے بیان کیا کہ ان آیات کا نزول ابی بن خلف جمحی کے حق میں ہوا۔ یہی ایک بوسیدہ ہڈی لیکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور بعث و حشر کا انکار کر

کے آپ سے جھگڑا کر رہا تھا۔ اسی نے کہا تھا کہ اس قدر بوسیدہ ہو جانے کے بعد اس کو کون زندہ کر سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ تجھے بھی زندہ کر کے اٹھائے گا اور جہنم میں داخل کرے گا۔ اس پر یہ آیتیں سورت کے اختتام تک نازل ہوئیں۔ (مظہری ۸/۹۹)۔

تشریح: کیا انسان دوبارہ زندہ کرنے پر ہمارے قادر ہونے کا انکار کرتا ہے۔ کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ نے اس کو ایک حقیر و ذلیل قطرے سے پیدا کیا حالانکہ وہ اس سے پہلے کچھ بھی نہ تھا۔ پھر جب وہ اللہ کی قدرت سے پیدا اور زندہ ہو گیا تو ہمارے قدرت کے بارے میں علی الاعلان جھگڑنے لگا۔ اور ہمارے لیے ایک تعجب انگیز مثال بیان کرنے لگا اور اپنی پیدائش کو بھول گیا۔ وہ ایک بوسیدہ ہڈی کو ہاتھ میں لے کر کہنے لگا کہ ان بوسیدہ اور گلی سڑی ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا۔

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کہہ دیجئے کہ جس نے اپنی قدرت کاملہ سے ان گلی سڑی ہڈیوں کو پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا وہی ان کو دوبارہ پیدا کرے گا۔ وہ ہر مخلوق کو اور ہر قسم کی پیدائش کو خوب جانتا ہے۔ کوئی مخلوق اپنی پیدائش سے اتنی آگاہ نہیں جتنا خالق اپنی مخلوق اور اس کی پیدائش سے آگاہ ہے۔ کائنات کا ذرہ ذرہ اس کے قبضہ قدرت میں ہے۔ وہ ہر چیز کے منتشر و پراگندہ اجزا سے خوب واقف ہے۔ جس طرح وہ ان اجزا کو متفرق و منتشر کرنے پر قادر ہے اسی طرح وہ ان منتشر اجزا کو جمع کرنے پر بھی قادر ہے۔ اس لیے وہ جب چاہے ان ذرات کو جمع کر کے زندہ کر سکتا ہے۔ اسی نے تمہارے لیے سرسبز اور ہرے بھرے درخت سے آگ پیدا کی سو تم اس درخت سے آگ جلاتے ہو۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس سے مراد مَرخ اور عفار کے درخت ہیں جو حجاز میں ہوتے ہیں۔ ان کی سبز ٹہنیوں کو آپس میں رگڑنے سے چقماق کی طرح آگ نکلتی ہے۔ (مظہری ۹۹۔۸/۱۰۳)

حاکم مطلق

۸۱۔۸۳: اَوَلَيْسَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ۚ بَلٰى ۚ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ۝ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ فَسُبْحٰنَ الَّذِىْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَىْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝

اور جس نے آسمانوں اور زمین جیسے بڑے بڑے اجسام کو پیدا کیا کیا وہ ان

(انسان) جیسی چھوٹی مخلوق کو پیدا کرنے پر قادر نہیں۔

دوسری جگہ فرمایا:

لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ

البتہ آسمانوں اور زمین کی پیدائش، انسانی پیدائش سے بہت بڑی اور اہم ہے۔ (المؤمن:۵۷)

جو ذات کسی چیز کو ابتداءً پیدا کر سکتی ہے اس کے لیے اس کو دوبارہ پیدا کرنا بہت آسان ہے اس لیے وہ یقیناً مردوں کو زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔ یہی نہیں بلکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ جب وہ کسی چیز کو کرنا چاہتا ہے تو اس کے لیے اس کو کسی قسم کے آلات اور مشینری وغیرہ کی ضرورت نہیں بلکہ اس کا صرف یہ کہہ دینا ہی کافی ہے کہ ہو جا تو وہ اسی وقت ہو جاتی ہے یعنی کسی چیز کی ایجاد و تخلیق کے لیے صرف اس کا ارادہ اور مشیت کافی ہے۔ سو تم اس کی قدرت کاملہ پر ایمان لاؤ اور اسی کی تسبیح و تقدیس کرو جس کے قبضۂ قدرت میں ہر چیز کی بادشاہی اور ملکیت ہے۔ آخر دوبارہ زندہ ہو کر تمہیں اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا۔ اس وقت تمہیں کفر و انکار کی پوری پوری سزا ملے گی۔ (ابن کثیر ۵۸۲،۵۸۳/۳)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الصّٰفّٰت

وجہ تسمیہ: سورت کی ابتدا لفظ الصّٰفّٰت سے ہوئی ہے۔ اسی کی مناسبت سے اس کا نام الصفت ہے۔

تعارف: اس میں پانچ رکوع ۱۸۲ آیتیں ۸۶۰ کلمات اور ۳۸۲۶ حروف ہیں۔ یہ سورت بالاتفاق مکی ہے۔ دوسری مکی سوتوں کی طرح اس کا بنیادی موضوع بھی ایمانیات ہے۔ اس میں توحید، رسالت اور آخرت کے عقائد کو مختلف دلائل سے ثابت کیا گیا ہے، نیز مشرکین کے عقائد فاسدہ کا رد اور جنت و دوزخ کے حالات کی منظر کشی اور مشرکین و منکرین کے انجام بد کا بیان ہے۔ ضمناً بعض انبیا علیہم السلام کے واقعات کا بیان ہے۔

نسائی میں حضرت عبداللہ بن عمر سے رویت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ہلکی نماز پڑھنے کا حکم دیتے تھے اور آپ ہمیں سورۃ الصّٰفّٰت سے نماز پڑھایا کرتے تھے۔

(ابن کثیر ۲/۴، مواہب الرحمٰن ۲۳/۴۰)

مضامین کا خلاصہ

رکوع ۱: توحید کا اثبات، آسمان دنیا کی زینت اور منکرین حشر کی جہالت کا بیان ہے۔

رکوع ۲: منکرین حشر کا انجام اور کفار کا ایک دوسرے کو الزام دینا بیان کیا گیا ہے۔ پھر اہل جنت اور اہل دوزخ کے احوال کا بیان ہے۔

رکوع ۳: شروع میں حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہم السلام کے واقعات مذکور ہیں۔ پھر حضرت ابراہیم کو بیٹے کی قربانی کا حکم ہے اور اس قربانی کو ذبح عظیم قرار دیا گیا ہے۔

رکوع ۴: حضرت موسیٰ و ہارون، حضرت الیاس اور حضرت لوط علیہم السلام کے واقعات کا بیان ہے

رکوع ۵: حضرت یونس کا واقعہ، ملائکہ اور جنوں کا حال اور کفار کا تمسخر کے طور پر عذاب الٰہی کے لیے جلدی کرنا مذکور ہے۔

اثباتِ توحید

۱۔۵: وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۙ﴿۱﴾ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ۙ﴿۲﴾ فَالتّٰلِیٰتِ ذِكْرًا ۙ﴿۳﴾ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ؕ﴿۴﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ؕ﴿۵﴾

قسم ہے صف باندھنے والے (فرشتوں) کی۔ پھر (قسم ہے) پوری طرح ڈانٹنے والوں کی، پھر یاد کر کے تلاوت کرنے والوں کی۔ بیشک تم سب کا معبود ایک ہی ہے۔ وہ آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان کا اور مشرقوں کا رب ہے۔

الزّٰجِرٰتِ: ڈانٹنے والیاں، بندش کرنے والیاں۔ یہاں فرشتے مراد ہیں جو شیطانوں کو ڈانٹ کر بھگاتے رہتے ہیں۔ زَجْرٌ سے اسم فاعل۔

التّٰلِیٰتِ: تلاوت کرنے والیاں، پڑھنے والیاں۔ تِلَاوَۃٌ سے اسم فاعل۔

تشریح: ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے تین قسمیں کھائی ہیں۔

۱۔ قسم ہے ان فرشتوں کی جو اپنے اپنے مقام پر آدابِ عبودیت کا پورا پورا لحاظ رکھتے ہوئے نمازیوں کی صفوں کی طرح صف باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں اور حکمِ الٰہی کے منتظر رہتے ہیں۔

۲۔ اور قسم ہے ان فرشتوں کی جو بادلوں کو روکتے اور چلاتے ہیں یا شیاطین کو ڈانٹ کر بھگاتے رہتے ہیں۔

۳۔ اور قسم ہے ان فرشتوں کی جو ذکر اللہ کی تلاوت کرتے ہیں یا ان آیتوں کو پڑھتے ہیں جو آسمانی کتابوں میں انبیاء علیہم السلام پر نازل کی گئی ہیں۔

ان قسموں کے بعد فرمایا کہ اے اہلِ مکہ بلاشبہ تم سب کا معبودِ برحق اپنی ذات و صفات اور اپنے اقوال و افعال میں ایک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ وہی آسمانوں اور زمین کا خالق اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کا مالک و متصرف ہے اور وہی تمام قوموں کا رب ہے۔ اسی نے ستاروں، چاند اور سورج کو مسخر کر رکھا ہے جو مشرق سے طلوع ہوتے ہیں اور مغرب میں غروب۔ آیت میں لفظ مشارق سے مراد تمام ستاروں اور چاند و سورج کے طلوع ہونے کے مقامات ہیں۔ سال میں ۳۶۵ دن ہوتے ہیں، ہر

روزطلوع کا مقام بدلتا رہتا ہے۔ جس طرح مقام طلوع روزانہ بدلتا رہتا ہے اسی طرح مقام غروب بھی روزانہ بدلتا رہتا ہے۔

مسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمیں سب لوگوں پر تین باتوں میں فضیلت دی گئی ہے۔

۱۔ ہماری صفیں فرشتوں کی صفوں جیسی کی گئی ہیں۔

۲۔ ہمارے لے ساری زمین مسجد بنا دی گئی ہے۔

۳۔ پانی نہ ملنے کے وقت زمین کی مٹی ہمارے لیے وضو کے قائم مقام کی گئی ہے۔

(مظہری ۱۰۵، ۱۰۶/ ۸، ابن کثیر ۲، ۳/۴)

آسمانِ دنیا کی زینت

۶۔۱۰: اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ۨالْكَوَاكِبِ ۝ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ
شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ۝ لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ
كُلِّ جَانِبٍ ۝ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۝ اِلَّا مَنْ
خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ۝

اور ہم ہی نے آسمان دنیا کو ستاروں سے رونق دی ہے اور ہم ہی نے ہر سرکش شیطان سے اس کی حفاظت کی ہے۔ عالم بالا کے فرشتوں کی باتیں سننے کے لیے وہ (شیاطین) کان بھی نہیں لگا سکتے اور ان پر ہر طرف سے (انگارے) پھینکے جاتے ہیں۔ (ان کو) بھگانے کے لیے اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے مگر جو (شیطان چھپ چھپا کر) کچھ (خبر) اُچک لے تو ایک دہکتا ہوا انگارا اس کا پیچھا کرتا ہے۔

مارِدٍ : سرکش، شریر۔ مُرُوْدٌ سے اسم فاعل۔

يُقْذَفُوْنَ : ان پر انگارے پھینک کر مارے جاتے ہیں۔ قَذْفٌ سے مضارع مجہول۔

دُحُوْرًا : دور کرنا، دھتکارنا، ہانکنا۔ مصدر ہے۔

وَاصِبٌ : لازوال، دائمی، مستقل۔ وُصُوْبٌ سے اسم فاعل۔

خَطِفَ: اس نے اچک لیا، اس نے جھپٹ لیا۔ خَطْفَةٌ سے ماضی۔

تشریح: یہاں آسمان دنیا سے مراد نزدیک ترین آسمان ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس نزدیک والے آسمان کو جس کو آسمان دنیا کہتے ہیں، نہایت خوبصورت اور چمک دار ستاروں کے ذریعے زینت دی ہے جو رات کے وقت آسمان پر قندیلوں کی مانند روشن اور جگمگاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہ تاروں بھرا آسمان خود بخود وجود میں نہیں آیا بلکہ اس کو کسی نے پیدا کیا ہے۔ پس جو ذات اتنی عظیم الشان چیزوں کو وجود میں لاسکتی ہے اسے کسی شریک اور ساجھی کی ضرورت نہیں۔

زینت و آرائش کے علاوہ ان ستاروں کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ ان کے ذریعے آسمان کو ہر سرکش شیطان کی رسائی سے محفوظ کر دیا گیا ہے، اب آسمان دنیا سے اوپر کسی شیطان کی رسائی نہیں کہ عالم بالا کی باتیں سن سکے۔ اگر کوئی شیطان غیبی خبروں کی سن گن لینے کے لیے آسمان کے قریب جانے کی کوشش کرتا ہے یا کچھ سن گن پا لیتا ہے تو اس کو ایک دہلکتے ہوئے انگارے کے ذریعے سنگسار کیا جاتا ہے، تاکہ وہ دنیا میں پہنچ کر اپنے معتقد کاہنوں کو کچھ نہ بتا سکے۔ بعض اوقات آسمان پر کہیں کہیں تارے ٹوٹ کر گرتے ہوئے نظر آتے ہیں جو حقیقت میں دہکتے ہوئے انگارے ہوتے ہیں۔ اور شیاطین کو مارے جاتے ہیں۔ ان ہی کو شہاب ثاقب کہتے ہیں۔

منکرین حشر کی جہالت

۱۱۔۱۹: فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ۝ بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ ۝ وَاِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ ۝ وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ ۝ وَقَالُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۝ اَوَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ۝ قُلْ نَعَمْ وَاَنْتُمْ دٰخِرُوْنَ ۝ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝

آپ ان کافروں سے پوچھئے کہ آیا ان کا پیدا کرنا دشوار ہے یا جنہیں ہم نے پیدا کیا ہے۔ ان کو تو ہم نے لیس دار مٹی سے پیدا کیا ہے بلکہ آپ تو (قدرت الٰہی پر) تعجب کر رہے ہیں اور یہ لوگ تمسخر کرتے ہیں اور جب انہیں نصیحت

کی جاتی ہے تو مانتے نہیں اور جب کسی معجزے کو دیکھتے ہیں تو مذاق اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو صریح جادو ہے۔ بھلا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا پھر بھی ہمیں زندہ کر کے اٹھایا جائے گا۔ کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی (زندہ کر کے) اُٹھائے جائیں گے۔ آپ کہہ دیجئے کہ ہاں! اور تم ذلیل (بھی) ہو گے۔ وہ (قیامت) تو بس ایک زور کی آواز ہو گی پھر یکا یک سب دیکھنے لگیں گے۔

لَازِبٍ : لازم، چپکنے والا، چمٹنے والا۔ لَزْبٌ سے اسم فاعل۔

دٰخِرُوْنَ : ذلیل ہونے والے، جھکنے والے۔ دُخُوْرٌ سے اسم فاعل۔

تشریح: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! جو لوگ قیامت کا انکار کرتے ہیں اور حشر و نشر کو محال بتاتے ہیں آپ ان سے معلوم تو کیجئے کہ ہم پر ان کا پیدا کرنا مشکل ہے یا آسمان و زمین، فرشتے اور جنات وغیرہ کا۔ ظاہر ہے آسمان و زمین جیسے اجسام کے مقابلے میں انسان کی کیا حقیقت ہے۔ انسان کو تو ہم نے لیس دار اور چپکنے والی مٹی سے پیدا کیا جو آسمان و زمین کی طرح مضبوط اور سخت نہیں ہو سکتی۔ آپ کو اس بات پر تعجب ہوتا ہے کہ معجزات بھی آپ کی سچائی کے گواہ ہیں اور یہ لوگ خود بھی آپ کو صادق و امین کہتے ہیں اور اس کے باوجود آپ کی تکذیب کرتے ہیں۔ آیت کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قدرت الٰہیہ کا ہمہ گیر ہونا ظاہر اور روشن ہے، اس کے باوجود یہ لوگ قدرت الٰہیہ کا انکار کرتے ہیں اور دوبارہ زندہ ہونے کو محال سمجھتے ہیں۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ قیامت اور حشر و نشر کا مذاق اڑاتے ہیں۔

جب قرآن کے ذریعے ان کو نصیحت کی جاتی ہے تو وہ جان بوجھ کر اس سے اعراض کرتے ہیں اور جب کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو اس کو تمسخر میں اڑانے کی کوشش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو صریح اور کھلا جادو ہے۔ کیا جب ہم مر کر مٹی اور ہڈیاں بن جائیں گے پھر بھی ہمیں دوبارہ زندہ کر دیا جائے گا یا ہمارے باپ داد جو ہم سے برسہا برس پہلے مر چکے وہ بھی دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے۔ مشرکین اپنے گمان میں، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے باہر سمجھتے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ ان کو بتا دیجئے کہ یقیناً ان کو اور ان کے باپ داد کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ اس کی ذات تو ایسی قادر و قاہر ہے کہ اس کے سامنے کسی کی کوئی حقیقت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر فرمایا:

وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ ﴿۸۷﴾

اس کے سامنے ہر شخص عاجزی اور لاچاری سے حاضر ہونے والا ہے۔ (النمل: ۸۷)

اور ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ﴿۶۰﴾

جو لوگ میری عبادت سے سرکشی کرتے ہیں وہ ذلیل و خوار ہو کر جہنم میں جائیں گے۔ (المؤمن: ۶۰)

جس قیامت کو یہ منکرین و مشرکین محال سمجھ رہے ہیں وہ تو اللہ پر بہت آسان ہے اور ان کا دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جانا بھی کسی مادی سبب کا محتاج نہ ہوگا، بلکہ وہ تو ایک ہولناک اور سخت آواز ہوگی جس کو سن کر سب لوگ قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے اور قیامت کے ہولناک منظر کو دیکھنے لگیں گے۔ (ابن کثیر ۳/۴/۴ مظہری ۱۰۶-۱۱۲/۸)

منکرینِ حشر کا انجام

۲۰-۲۶: وَقَالُوْا يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿۲۰﴾ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۱﴾ اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿۲۲﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ﴿۲۳﴾ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ ﴿۲۴﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ ﴿۲۵﴾ بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ ﴿۲۶﴾

وہ کہیں گے کہ ہائے ہماری کم بختی۔ یہ تو جزا کا دن ہے۔ یہ تو وہی فیصلے کا دن ہے جسے تم جھٹلاتے رہے۔ ظالموں، ان کے ہم مشربوں اور ان کے معبودوں کو جمع کر لو، اللہ کو چھوڑ کر (جن کی یہ عبادت کرتے تھے) ان سب کو دوزخ کی راہ دکھاؤ اور ان کو روکے رکھو۔ بیشک ان سے کچھ سوال کئے جائیں گے۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے۔ بلکہ آج وہ سب کے سب فرماں بردار ہوں گے۔

تشریح: قیامت کے روز دہشت و ہولناکی دیکھ کر کفار حسرت و ناامیدی کے ساتھ کہیں گے کہ یہ تو وہی بدلے کا دن معلوم ہوتا ہے جس کا انبیا نے ہم سے وعدہ کیا تھا۔ اس وقت فرشتے ان کی ندامت بڑھانے کے لیے ان سے کہیں گے کہ یہ وہی فیصلے کا دن ہے جس کو تم سچا نہیں مانتے تھے اور جس کو تم محال بتایا کرتے تھے۔ اس دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کو حکم ہوگا کہ تم ان ظالموں کو جنہوں نے اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہرا کر اپنے اوپر ظلم کیا تھا، ان کے بھائی بندوں سمیت ایک جگہ جمع کرو اور ان کو بھی جمع کرو جن کو یہ اللہ کے سوا پوجتے تھے۔ پھر ان سب کو جہنم کا راستہ دکھاؤ۔ جیسے فرمایا:

وَ نَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّ بُكْمًا وَّ صُمًّا ؕ
مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ۝

اور ہم انہیں ان کے منہ کے بل اندھے، بہرے، گونگے کر کے جمع کریں گے۔ پھر ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ جب بھی اس کی آگ ہلکی ہوگی ہم اسے بھڑکا دیں گے۔ (الاسراء ۹۷)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ان کو کچھ دیر جہنم کے پاس کھڑا کرو تا کہ ہم ان سے باز پرس کریں۔ پھر ان سے کہا جائے گا کہ جس طرح تم دنیا میں ایک دوسرے کے حامی اور مددگار تھے آج ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے۔ اس دن یہ سب گردن جھکائے دم بخود ہوں گے۔

کفار کا ایک دوسرے کو الزام دینا

۲۷۔۳۶: وَ اَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ۝ قَالُوْۤا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ
تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ ۝ قَالُوْا بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝ وَ
مَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ ۚ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ ۝
فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَاۤ ۖ اِنَّا لَذَآىِٕقُوْنَ ۝ فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا
كُنَّا غٰوِيْنَ ۝ فَاِنَّهُمْ يَوْمَىِٕذٍ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ۝ اِنَّا
كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ۝ اِنَّهُمْ كَانُوْۤا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَاۤ اِلٰهَ
اِلَّا اللّٰهُ ۙ يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ وَ يَقُوْلُوْنَ اَىِٕنَّا لَتَارِكُوْۤا اٰلِهَتِنَا
لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ؕ ۝

اور وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوکر سوال و جواب کریں گے اور (اپنے پیشواؤں سے) کہیں گے کہ تم تو ہمارے پاس داہنی طرف سے آیا کرتے تھے، وہ جواب دیں گے بلکہ تم ہی مومن نہ تھے۔ تم پر ہمارا کچھ زور نہ تھا بلکہ تم خود سرکش تھے۔ سو ہم پر ہمارے رب کی بات ثابت ہوچکی کہ ہم سب کو (عذاب کا) مزہ چکھنا ہے۔ سو ہم نے تمہیں گمراہ کیا بیشک ہم تو خود ہی گمراہ تھے۔ پس آج کے دن یہ سب عذاب میں شریک ہیں۔ بیشک ہم مجرموں کے ساتھ اسی طرح کرتے ہیں یہ وہ لوگ تھے کہ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو یہ تکبر کرتے تھے اور کہتے تھے کہ کیا ہم ایک دیوانے شاعر کی خاطر اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں۔

تشریح: قیامت کے روز کافر ایک دوسرے کو الزام دیں گے اور چھوٹے لوگ اپنے سرداروں کو الزام دیں گے کہ تمہارے ہی کہنے سے ہم گمراہ ہوئے اور تمہاری ہی وجہ سے ہمیں یہ روز بد دیکھنا پڑا۔ تمہیں تو ہمیں حق سے روکتے تھے اور باطل کو اچھا کر کے دکھاتے تھے۔ اگر آیت میں یمین سے قوت و غلبہ کے معنی مراد لیے جائیں تو مطلب یہ ہوگا کہ تم بزورقوت ہمیں راہ ہدایت سے روکتے تھے۔ ان کے جواب میں سردار کہیں گے کہ ہم نے تم پر کوئی زبردستی نہیں کی تھی بلکہ تم خود ہی مومن نہ تھے۔ تم نے اپنی مرضی سے گمراہی کو پسند کیا تھا اور تم کو خود ہی سرکشی کرتے تھے۔ اب ہمارے رب کی بات ہم سب پر ثابت ہوگئی۔ بلاشبہ اب ہم عذاب کا مزہ چکھنے والے ہیں۔ پھر سردار لوگ کہیں گے کہ حقیقت یہ ہے کہ ہم تو خود ہی گمراہ تھے۔ ہم نے تو صرف اتنا کیا کہ تمہیں بھی گمراہی کی طرف بلایا تا کہ تم بھی ہماری طرح ہوجاؤ۔ تم ہماری باتوں میں کیوں آگئے؟ تم نے سیدھی راہ دکھانے والوں کی بات پر عمل کیوں نہیں کیا۔

پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فیصلہ ہوگا کہ سردار اور ان کی اتباع کرنے والے دونوں مجرم ہیں اس لیے آج دونوں جہنم کے عذاب میں شریک ہیں۔ ہر ایک اپنے اپنے اعمال کی سزا پائے گا۔ بلا شبہ ہم کفر و شرک کرنے والوں کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرتے ہیں۔ بیشک ان لوگوں کا جرم یہ تھا کہ یہ لوگ توحید و رسالت کا انکار کرتے تھے۔ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں تو یہ تکبر اور غرور کے ساتھ منہ موڑ لیتے تھے اور کہتے تھے کہ کیا ہم ایک دیوانے شاعر کے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں۔

اللہ کی طرف سے کافروں کی تکذیب

۳۷۔۳۹: بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ ۝ وَمَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

(وہ شاعر و مجنوں نہیں) بلکہ وہ تو ایک سچا دین لے کر آئے ہیں اور دوسرے رسولوں کی تصدیق کرتے ہیں۔ یقیناً تم سب کو ایک دردناک عذاب کا مزہ چکھنا ہے اور تمہیں اسی کا بدلہ ملے گا جو تم دنیا میں کیا کرتے تھے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے کافروں کی تردید میں فرمایا کہ بیشک آپ نہ شاعر ہیں اور نہ دیوانے بلکہ آپ تو اللہ کے رسول ہیں اور سچا دین لیکر آئے ہیں۔ آپ سے پہلے جو پیغمبر اللہ کا دین اور احکام لیکر آتے رہے آپ ان سب کی تصدیق کرتے اور سب کو سچا بتاتے ہیں۔ ظاہر ہے جو شخص سابقہ انبیا کی تصدیق کرتا ہو اور جس کا لایا ہوا دین سراسر حق اور سچ ہو وہ شاعر اور مجنون نہیں ہو سکتا۔ پھر اللہ تعالیٰ کافروں کو مخاطب کر کے فرمائے گا کہ اب تم اللہ کے ساتھ شرک کرنے اور اللہ کے پیغمبروں کو جھٹلانے کی پاداش میں دردناک عذاب کا مزہ چکھو۔ یہ دردناک عذاب بطور ظلم نہیں بلکہ تمہارے اعمال کا بدلہ ہے جو تم دنیا میں کیا کرتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے لوگوں پر جہاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے یہاں تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کہیں پھر جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا تو اس نے میری طرف سے اپنی جان اور مال کو محفوظ کر لیا سوائے اس حق کے جو کلمہ توحید کے متعلق ہے (یعنی شرعی حق زکوٰۃ و قصاص وغیرہ) اور ایسے شخص کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے۔ (مواہب الرحمٰن ۲۳/۵۱)

اہل جنت کے احوال

۴۰۔۴۹: اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ۝ فَوَاكِهُ ۚ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ ۝ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝ عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ۝ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ۝ بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۝ لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ۝ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ ۝ كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ۝

مگر جو اللہ کے مخلص بندے ہیں (ان پر اللہ کے انعامات ہوں گے) انہی
کے لیے رزق مقرر ہے (ان کے لیے) میوے ہیں اور وہ عزت والے ہیں،
نعمتوں والی جنتوں میں ہیں تختوں پر آمنے سامنے (بیٹھے) ہوں گے ۔ لطیف
شراب کا جام ان کے درمیان گردش کرے گا، جو سفید اور پینے میں لذیذ ہوگی
اور نہ اس سے سر چکرائے گا اور نہ وہ اس سے بہکیں گے اور ان کے پاس نیچی
نگاہ رکھنے والی اور خوبصورت آنکھوں والی (حوریں) ہوں گی ۔ گویا وہ
انڈے ہیں چھپائے ہوئے ۔

فَوَاكِهُ: پھل، میوہ ۔ واحد فَاكِهَةٌ ۔ عربی میں فاکہہ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو بھوک کی ضرورت رفع کرنے کے لیے نہیں بلکہ لذت حاصل کرنے کے لیے کھائی جائے ۔

سُرُرٍ : تخت ۔ واحد سَرِيْرٌ ۔

كَاْسٍ : ایسا جام جو لبالب بھرا ہوا ہو ۔ جمع كُئُوْسٌ ۔

مَعِيْنٍ : بہتا ہوا، آب رواں، جاری چشمہ ۔ مَعْنٌ سے اسم مفعول ۔

غَوْلٌ : خرابی، دردسر، خمار، سر چکرانا ۔ مصدر بھی ہے اسم بھی ۔

يُنْزَفُوْنَ : وہ بہکائے جائیں گے، وہ مدہوش ہو جائیں گے ۔ نَزْفٌ سے مضارع مجہول ۔

قٰصِرٰتُ : نیچی نظر رکھنے والیاں، پاک دامن عورتیں ۔ قَصْرٌ سے اسم فاعل ۔

تشریح: اللہ کے مخلص اور پسندیدہ بندے جو دنیا میں کفر و شرک کی نجاستوں سے پاک وصاف رہے وہ قیامت کی ذلت و رسوائی اور اس کے مصائب و آلام سے محفوظ رہیں گے ۔ ان کے لیے قسم قسم کے میوہ جات سے پُر روزی مقرر ہے ۔ جنت کا رزق بطور ضرورت نہیں بلکہ لذت و فرحت کے لیے ہوگا ۔ جیسے ارشاد ہے:

اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَ لَا تَعْرٰى ۝۱۱۸ وَ اَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا
فِيْهَا وَ لَا تَضْحٰى ۝۱۱۹

بیشک اس (جنت) میں نہ تو بھوکا رہے گا اور نہ ننگا اور یہ کہ نہ تو تو یہاں پیاسا
رہے اور نہ دھوپ سے تکلیف اٹھائے گا ۔ (طٰہٰ :۱۱۸، ۱۱۹)

رزقِ معلوم کی تفسیر میں کئی اقوال ہیں:

۱۔ اس میں جنتی غذاؤں کی ان تفصیلی صفات کی طرف اشارہ ہے جو قرآن میں مختلف مقامات پر بیان کی گئی ہیں۔

۲۔ رزق کے اوقات معین اور معلوم ہیں یعنی وہ صبح شام دیا جائے گا۔ جیسا کہ دوسری آیت میں غدو وعشیا (صبح شام) کے الفاظ سے ظاہر ہے۔

۳۔ وہ یقینی اور دائمی رزق ہوگا۔ دنیاوی رزق کی طرح غیر یقینی اور محدود نہیں ہوگا۔

اہل جنت اللہ کے ہاں بڑی عزت واکرام والے ہوں گے، ان کی خوب آؤ بھگت ہوگی اور وہ ناز ونعمت کے باغوں میں نہایت عیش وآرام کے ساتھ شاہی تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ ان کے سامنے لطیف اور بہتی ہوئی شراب کے دور چل رہے ہوں گے یہ شراب دیکھنے میں سفید اور پینے میں لذیذ اور مزیدار ہوگی۔ دنیاوی شراب کی طرح اس میں نہ کسی قسم کی خرابی ہوگی کہ پینے والے گرانی محسوس کریں اور نہ اس میں نشہ ہوگا کہ پی کر بدمست ہو جائیں اور بیہودہ گوئی کرنے لگیں۔ جن تختوں پر اہل جنت بیٹھے ہوئے ہوں گے انہی پر ان کے پاس نیچی نگاہ کئے ہوئے بڑی بڑی آنکھوں والی حسین وجمیل عورتیں ہوں گی جو اپنے شوہروں کے سوا کسی پر نظر نہیں ڈالیں گی۔ ان کی رنگت محفوظ موتی یا انڈے کی مانند صاف وشفاف ہوگی۔ (معارف القرآن ۴۳۵/ ۷)

کافر دوست کا حال

۵۰۔۶۱: فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ۝ قَالَ قَآئِلٌ
مِّنْهُمْ اِنِّىْ كَانَ لِىْ قَرِيْنٌ ۝ يَّقُوْلُ اَئِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ ۝
ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ ۝ قَالَ هَلْ
اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ ۝ فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِىْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ۝ قَالَ
تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ ۝ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّىْ لَكُنْتُ مِنَ
الْمُحْضَرِيْنَ ۝ اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ ۝ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى وَمَا
نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ۝ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ لِمِثْلِ
هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ۝

پھر وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر بات چیت کریں گے۔ ان میں سے

ایک کہنے والا کہے گا کہ (دنیا میں) میرا ایک ساتھی تھا، وہ مجھ سے کہا کرتا تھا کہ کیا تو بھی (قیامت کے آنے کا) یقین رکھنے والوں میں سے ہے۔ جب ہم مر کر مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا پھر بھی ہم جزا دیئے جائیں گے۔ وہ کہے گا کہ کیا تم (اس کو) جھانک کر دیکھنا چاہتے ہو۔ سو وہ شخص جھانکے گا تو اس کو جہنم کے بیچوں بیچ (جلتا ہوا) دیکھے گا۔ (جھانکنے والا) کہے گا خدا کی قسم تو نے تو مجھے برباد ہی کر دیا تھا اور اگر میرے رب کا فضل نہ ہوتا تو میں بھی ماخوذ لوگوں میں سے ہوتا۔ کیا اب ہم نہیں مریں گے سوائے پہلی بار مرنے کے اور (اب تو) ہمیں عذاب بھی نہیں ہوگا۔ بیشک یہی عظیم کامیابی ہے۔ ایسی ہی (کامیابی) کے لیے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہئے۔

قَرِیْنٌ : ساتھی، ہم نشین، مصاحب۔ جمع قُرَنَاء۔

مَدِیْنُوْنَ: جزا دیئے ہوئے، بدلہ دیئے ہوئے، تابعدار۔ دِیْنٌ سے اسم فاعل۔

مُطَّلِعُوْنَ : مطلع ہونے والے، جھانک کر دیکھنے والے۔ اِطِّلَاعٌ سے اسم فاعل۔

تُرْدِیْنِ: تو مجھے ہلاک کرے گا، تو مجھے گڑھے میں ڈالے گا۔ اِرْدَاءٌ سے مضارع۔

تشریح: اہل جنت نہایت بے فکری اور فارغ البالی کے ساتھ جنت کے بالا خانوں میں تختوں پر تکیے لگائے آمنے سامنے بیٹھے ہوئے ہوں گے۔ پری جمال خدام خدمت پر مامور ہوں گے، قسم قسم کے کھانے اور طرح طرح کی لذتوں سے بہرہ مند ہوں گے۔ اس وقت وہ تفریح طبع کے لیے ایک دوسرے سے دنیا کے بعض واقعات کا تذکرہ کریں گے۔ اس وقت اہل جنت میں سے ایک شخص کہے گا کہ دنیا میں میرا ایک ساتھی تھا جو مرنے کے بعد زندہ ہونے کا منکر تھا اور مجھے آخرت پر یقین رکھنے کی وجہ سے ملامت کیا کرتا تھا اور احمق سمجھتا تھا۔ وہ تمسخر کے طور پر مجھ سے کہتا تھا کہ کیا تو اس بات کو مانتا ہے کہ جب ہم مر کر مٹی اور گلی سڑی ہڈیاں بن جائیں گے تو پھر بھی ہمیں دوبارہ زندہ کر کے ہمارے اعمال کی سزا دی جائے گی۔ ایسا ہونا تو بہت ہی عجیب اور بعید از عقل ہے۔ میرا یہ ساتھی مجھے بھی اپنے راستے پر چلانا چاہتا تھا۔ یقیناً وہ دوزخ میں پڑا ہوگا۔ میرا دل چاہتا ہے کہ میں دیکھوں کہ وہ کس حال میں ہے۔ پھر وہ جنتی اپنے بالا خانے سے جھانک کر دوزخ میں دیکھے گا تو اس کا دوست اس کو جہنم کے وسط میں نظر آئے گا۔ یہ حال دیکھ کر جنتی کو عبرت ہوگی اور اللہ کا فضل و احسان یاد آئے گا اور کہے گا کہ

خدا کی قسم اگر مجھ پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور مہربانی نہ ہوتی اور وہ مجھے ہدایت نہ دیتا تو تو نے تو مجھے تباہ و برباد ہی کر دیا تھا کہ آج میں بھی تیری طرح دردناک عذاب میں گرفتار ہوتا۔

پھر وہ جنتی اپنے اس دنیوی ساتھی سے کہے گا جس کو اس نے جھانک کر دوزخ کے وسط میں دیکھا تھا کہ تو دنیا میں مر کر دوبارہ زندہ ہونے کا منکر تھا اور اس کو محال بتاتا تھا۔ اب تو نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا اور جزا و سزا برحق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دوبارہ زندہ کر کے ہمیشہ کے لیے جنت عطا فرمائی ہے۔ اب اس پہلی موت کے سوا جو ایک بار دنیا میں ہم پر واقع ہو چکی ہے اب کبھی موت نہیں آئے گی اب یہاں نہ کسی قسم کا خوف ہے اور نہ رنج و ملال اور نہ کبھی یہ عیش و آرام ختم ہوگا۔ اور نہ یہ نعمتیں فنا یا کم ہوں گی۔ بلاشبہ یہ ہمیشہ کی زندگی ہی بڑی کامیابی ہے۔ عمل کرنے والوں کو فنا پذیر دنیوی منافع کے حصول کے لیے کوششیں کرنے کی بجائے ایسی ہی جزا اور انعام کے لیے محنت اور عمل کرنا چاہیے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمائی ہیں۔ (ابن کثیر ۴/۱۰۔۷ عثمانی ۲/۴۱۹)

کافروں کی آزمائش

۶۲-۶۳: اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ﴿۶۲﴾ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ﴿۶۳﴾

بھلا یہ مہمانی اچھی ہے یا زقوم کا درخت (جو جہنمیوں کا کھانا ہوگا)۔ بیشک ہم نے اس (درخت) کو ظالموں کے لیے ایک آزمائش بنا دیا ہے۔

نُزُلاً: دعوت، مہمانی، آؤ بھگت، کھانے یا پینے کی وہ چیز جو مہمان کے آتے ہی اس کے سامنے لائی جاتی ہے۔

زَقُّوْم: تھوہر کا درخت جو سخت بدبودار اور کڑوا ہوتا ہے، جہنم کا ایک درخت جو دوزخیوں کو کھانے کے لیے دیا جائے گا۔

تشریح: جنت کی نعمتوں کے ذکر کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اہل جنت کی یہ راحت و نعمت اچھی مہمانی ہے یا زقوم کا درخت جو دوزخیوں کا کھانا ہے۔ زقوم ایک نہایت بدبودار، بدمزہ اور زہریلا درخت ہے۔ بھوک کے وقت اہل دوزخ کو یہی کھانے کے لیے دیا جائے گا اور وہ انتہائی طبعی کراہت کے باوجود اس کو کھانے پر مجبور ہوں گے، اگرچہ اپنی تلخی اور بو کی وجہ سے اس کو حلق سے نیچے اتارنا ممکن

نہ ہوگا۔ یہ بھی ایک عذاب ہوگا جس میں ان کو مبتلا کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کو دی جانے والی جن نعمتوں کا ذکر کیا ہے وہ ان کو بالکل ابتدائی طور پر دی جائیں گی۔ اس کے بعد ان کو کیا کیا عطا کیا جائے گا وہ عقل وفہم کی رسائی سے باہر ہے اسی طرح دوزخیوں کو ابتدائی طور پر زقوم دیا جائے گا۔ اس کے بعد کیسا کیسا عذاب ہوگا اس کو سمجھنا عقل کی رسائی میں نہیں۔ پھر فرمایا کہ ہم نے اس زقوم کے درخت کو کافروں کے لیے دنیا میں آزمائش اور آخرت میں عذاب بنا دیا۔ کفار نے جب زقوم کے بارے میں سنا تو تمسخر کے طور پر کہنے لگے کہ آگ میں درخت کیسے اُگے گا اور اگر اُگ آیا تو باقی کیسے رہے گا، آگ تو درخت کو جلانے والی ہے۔ غرض زقوم کا درخت بھی ایک آزمائش ہے۔ مومن تو اس کا حال سن کر ڈر گئے اور کافر اس کا تمسخر اڑانے لگے۔ (مظہری ۱۱۷، ۱۱۸/ ۸)

اہلِ دوزخ کا حال

۶۴۔۷۴: اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ﴿۶۴﴾ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ
الشَّيٰطِيْنِ ﴿۶۵﴾ فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿۶۶﴾
ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿۶۷﴾ ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِ۟
لَى الْجَحِيْمِ ﴿۶۸﴾ اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّيْنَ ﴿۶۹﴾ فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ
يُهْرَعُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۷۱﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا
فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿۷۲﴾ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۷۳﴾
اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۷۴﴾

بیشک وہ ایک درخت ہے جو دوزخ کی تہہ میں سے نکلتا ہے۔ اس کے خوشے شیطانوں کے سروں جیسے ہوتے ہیں۔ بیشک (اہل جہنم) اسی کو کھائیں گے اور اسی سے پیٹ بھریں گے۔ پھر اس کے اوپر ان کو کھولتا ہوا پانی (پیپ میں) ملا کر دیا جائے گا۔ پھر ان کا ٹھکانا دوزخ ہی کی طرف ہوگا۔ بیشک انہوں نے اپنے آباواجداد کو گمراہ پایا اور یہ بھی انہی کے نقش قدم پر دوڑتے رہے اور ان سے پہلے بھی بہت سے اگلے لوگ گمراہ ہو چکے ہیں اور بیشک ہم

نے ان میں بھی ڈرانے والے بھیجے تھے سو دیکھ لو ان کا کیسا برا انجام ہوا جن کو
ڈرایا گیا تھا، سوائے اللہ کے مخلص بندوں کے۔

طَلْعُهَا : اس کا خوشہ، اس کا سر، اس کا پھول۔

مَالِئُوْنَ : بھرنے والے۔ ملأٌ سے اسم فاعل۔

شَوْبًا : ملاوٹ، آمیزش۔ مصدر ہے۔

اَلْفَوْا : انہوں نے پایا۔ اِلْفَاءٌ سے ماضی۔

يُهْرَعُوْنَ : وہ بے تحاشا دوڑائے جاتے ہیں۔ اِهْرَاعٌ سے مضارع مجہول۔

شانِ نزول: ابن جریر نے قتادہ کی روایت سے بیان کیا کہ ابوجہل نے کہا کہ تمہارا ساتھی کہتا ہے کہ آگ کے اندر ایک درخت ہوگا، حالانکہ آگ درخت کو کھا لیتی ہے پھر آگ میں درخت کیسے ہو سکتا ہے۔ خدا کی قسم ہم تو کھجوروں اور مکھن ہی کو زقوم سمجھتے ہیں۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ (مظہری ۱۱۸/ ۸)

تشریح: اللہ تعالیٰ نے کافروں کے اس اعتراض کے جواب میں کہ درخت آگ میں کیسے پیدا ہو سکتا ہے، فرمایا کہ یقیناً وہ ایسا درخت ہے جو جہنم کی جڑ سے اُگتا ہے اور اس کے خوشے خباثت اور بدشکلی میں شیاطین کے سروں کی مانند ہیں۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے زقوم کے پھل کو شیاطین کے سروں سے تشبیہ دی ہے کیونکہ کسی چیز کی انتہائی برائی ظاہر کرنے کے لیے اس کو شیطان کہا جاتا ہے۔ اگرچہ شیاطین نظر نہیں آتے لیکن دماغ میں ان کی صورتوں کا تصور بری شکلوں ہی کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

پھر فرمایا کہ دوزخی اپنا پیٹ بھرنے کے لیے اسی بدشکل، بد ذائقہ، بدمزہ اور بدبودار درخت کو کھائیں گے۔ زقوم کھانے کے بعد جب وہ پیاس سے بے تاب و بے قرار ہو کر پانی مانگیں گے تو ان کو پیپ ملا ہوا کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا جو ان کی آنتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔ پانی پینے کے بعد ان کو پھر جحیم کی طرف لوٹایا جائے گا۔ بغوی کہتے ہیں کہ پہلے گرم پانی پلانے کے لیے ان کو کھولتے ہوئے پانی کے مقام پر لے جایا جائے گا، پھر واپس جحیم میں لایا جائے گا کیونکہ گرم پانی کا مقام جحیم سے باہر ہوگا۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ﴿۴۴﴾

وہ دوزخ اور کھولتے ہوئے گرم پانی کے درمیان چکر کاٹتے رہیں گے۔ (رحمٰن: ۴۴)

اس دردناک عذاب کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ بغیر سوچے سمجھے اپنے گمراہ باپ دادا کے نقش

قدم پر چلتے رہے ۔ ان سے پہلی امتوں میں بھی اکثر لوگ گم کردہ راہ تھے ۔ وہ بھی اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے تھے ۔ ان میں بھی رسول آئے تھے جو ان کو گمراہی کے انجام سے ڈراتے اور خبردار کرتے تھے مگر انہوں نے نہ تو حق کو قبول کیا اور نہ گمراہی سے باز آئے ۔ سو دیکھ لو ان کا کیسا انجام ہوا اور وہ کیسے تباہ و برباد کر دئے گئے ۔ سوائے اللہ کے مخلص بندوں کے جو اپنے ایمان و اخلاص کی وجہ سے دنیوی عذاب اور برے انجام سے محفوظ رہے ۔ (مظہری ۱۱۸، ۱۱۹/ ۸)

حضرت نوحؑ کا واقعہ

۷۵-۸۲: وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ۝ وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ۝ وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ ۝ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ ۝ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ۝

اور نوح نے ہمیں پکارا سو (دیکھ لو) ہم کیسے اچھے دعا قبول کرنے والے ہیں اور ہم نے اس کو اور اس کی پیروی کرنے والوں کو عظیم مصیبت سے بچا لیا اور ہم نے صرف انہی کی نسل کو باقی رہنے دیا اور بعد میں آنے والوں میں ہم نے ان کا (ذکرِ خیر) باقی رکھا ۔ نوح پر تمام جہانوں میں سلام ہو ۔ ہم محسنوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں ۔ بیشک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے ۔ پھر ہم نے دوسروں کو غرق کر دیا ۔

تشریح: گزشتہ آیات میں سابقہ امتوں کی گمراہی کا اجمالی ذکر تھا ۔ آئندہ آیات میں ان کے بعض واقعات کی کچھ تفصیل ہے ۔ حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے ان کی قوم گمراہ ہو گئی تھی ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لیے حضرت نوح علیہ السلام کو بھیجا جو ان میں ساڑھے نو سو سال تک رہے اور ان کو راہ راست پر لانے کی کوشش کرتے رہے مگر قوم اپنی گمراہی پر قائم رہی اور حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو سخت ایذائیں دیتی رہی ۔ ان میں سے چند لوگوں کے سوا کوئی ایمان نہ لایا ۔ جب حضرت نوح علیہ السلام کو وحی کے ذریعے معلوم ہو گیا کہ جو لوگ ایمان لانے والے تھے وہ لا چکے، اب

آئندہ ان کافروں میں سے کوئی ایمان نہیں لائے گا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی:

رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴿۲۶﴾

اے میرے رب! کافروں کا بسنے والا ایک گھر بھی زمین پر نہ چھوڑ۔ (نوح: ۲۶)

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور ان کو اور ان پر ایمان لانے والوں کو قوم کے ہاتھوں پہنچنے والے دکھ اور تکالیف سے بچالیا۔ انہی کی اولاد سے دنیا کو آباد کیا اور ان کا ذکر خیر بعد میں آنے والی امتوں میں باقی رکھا۔ لوگ ہمیشہ ان پر سلام بھیجتے رہیں گے اور ان کی تعریفیں بیان کرتے رہیں گے۔ جو لوگ خلوص کے ساتھ ہماری عبادت اور اطاعت پر جم جاتے ہیں ہم بھی اسی طرح بعد والوں میں ان کا ذکر خیر ہمیشہ کے لیے باقی رکھتے ہیں۔ یقیناً حضرت نوح علیہ السلام ہمارے مومن بندوں میں سے تھے اسی لیے وہ ہمارے قہر سے محفوظ رہے۔ پھر اہل ایمان کے سوا ہم نے تمام نافرمانوں کو غرق کر دیا۔ (ابن کثیر ۱۲/۴)

حضرت ابراہیمؑ کا واقعہ

۸۳۔۸۷: وَإِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَإِبْرٰهِيْمَ ﴿۸۳﴾ إِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿۸۴﴾ إِذْ قَالَ لِأَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۸۵﴾ أَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ ﴿۸۶﴾ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾

اور اسی (نوح) کی راہ پر چلنے والوں میں سے ابراہیمؑ بھی تھے۔ جب وہ اپنے رب کے پاس قلب سلیم لیکر آئے اور اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ تم کس کی عبادت کرتے ہو؟ کیا تم اللہ کے سوا جھوٹ موٹ کے معبودوں کو چاہتے ہو پھر رب العالمین کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟

شِيْعَتِهٖ : اس کے رفیق، اس کے گروہ۔ جمع اَشْيَاعٌ۔ عربی میں اس گروہ یا جماعت کو شیعہ کہتے ہیں جس کے افراد کے بنیادی نظریات اور طور طریق یکساں ہوں۔

إِفْكًا: صریح جھوٹ، بہتان۔

تشریح: بلا شبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی حضرت نوح علیہ السلام کے دین اور ان کے طریقے پر تھے۔ انہوں نے بھی حضرت نوح علیہ السلام کی طرح مکذبین کی ایذاؤں پر صبر کیا اور توحید الٰہی پر ثابت

وقائم رہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو غرق ہونے سے بچایا اسی طرح اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں جلنے سے بچالیا۔

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان مشرکین کے سامنے اس وقت کا حال بیان کیجئے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے دل کو اللہ کے سوا دوسروں کی محبت اور خیالات سے خالی کر کے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوئے تو انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم کے لوگوں سے، جو بت پرست تھے پوچھا کہ تم کس واہیات چیز کی عبادت کرتے ہو؟ کیا تم اللہ کو چھوڑ کر جھوٹے اور باطل معبودوں کو پوجتے ہو اور ان کی پرستش میں لگے ہوئے ہو؟ پھر جو ساری کائنات کا رب اور حقیقی مالک و خالق ہے اس کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ تم نے جو اس کی عبادت کو چھوڑ کر دوسروں کو اس کا شریک قرار دے رکھا ہے تو کیا تم اس کے عذاب سے نہیں ڈرتے۔

یہاں قلب کو قلب سلیم کہہ کر اس طرف اشارہ کر دیا کہ اللہ کی کوئی عبادت اس وقت تک قابل قبول نہیں جب تک کہ عبادت کرنے والے کا دل غلط عقائد اور فاسد خیالات سے پاک نہ ہو، خواہ عبادت کرنے والے نے اس میں کتنی ہی محنت و مشقت اٹھائی ہو۔ اسی طرح اگر عبادت کرنے والے کا مقصد اللہ کی خوشنودی کی بجائے دکھاوا یا کوئی مادی منفعت ہو تو وہ عبادت بھی قابل قبول نہیں۔ حضرت ابراہیم کا اللہ کی طرف متوجہ ہونا ان سب باتوں سے پاک تھا۔ (معارف القرآن از مفتی محمد شفیع ۴۴۷/۸)

حضرت ابراہیمؑ کا حیلہ

۸۸-۹۸: فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُومِ ﴿٨٨﴾ فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ ﴿٨٩﴾ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ
مُدْبِرِينَ ﴿٩٠﴾ فَرَاغَ إِلَىٰ آلِهَتِهِمْ فَقَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ ﴿٩١﴾ مَا لَكُمْ
لَا تَنْطِقُونَ ﴿٩٢﴾ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِينِ ﴿٩٣﴾ فَأَقْبَلُوا إِلَيْهِ
يَزِفُّونَ ﴿٩٤﴾ قَالَ أَتَعْبُدُونَ مَا تَنْحِتُونَ ﴿٩٥﴾ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا
تَعْمَلُونَ ﴿٩٦﴾ قَالُوا ابْنُوا لَهُ بُنْيَانًا فَأَلْقُوهُ فِي الْجَحِيمِ ﴿٩٧﴾ فَأَرَادُوا
بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَسْفَلِينَ ﴿٩٨﴾

پھر اس (ابراہیم) نے ستاروں پر ایک نظر ڈالی اور کہا کہ بیشک میں بیمار ہوں۔ پھر وہ سب اس کو چھوڑ کر چلے گئے۔ پھر وہ ان بتوں کے پاس گئے اور

(ان کے سامنے رکھے ہوئے کھانے دیکھ کر) کہنے لگے کہ تم کھاتے کیوں نہیں؟ تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ بولتے بھی نہیں۔ پھر دائیں ہاتھ سے ان کو مارنے (توڑنے) لگے۔ پھر وہ (بت پرست) دوڑتے ہوئے ان (ابراہیم) کے پاس آئے۔ ابراہیم نے کہا کہ کیا تم ان کو پوجتے ہو جن کو تم خود تراشتے ہو حالانکہ تمہیں اور تمہاری بنائی ہوئی چیزوں کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے۔ وہ کہنے لگے کہ ابراہیم کے لیے ایک عمارت بناؤ اور اس کو دہکتی ہوئی آگ میں ڈال دو۔ انہوں نے ابراہیم کے ساتھ ایک چال چلنا چاہی سو ہم نے انہی کو نیچا دکھا دیا۔

سَقِیْمٌ: بیمار۔ سُقْمٌ سے صفت مشبہ

رَاغَ: وہ جا گھسا، وہ پوشیدہ طور سے گیا، وہ مارنے کے لیے ٹوٹ پڑا۔ رَوْغٌ سے ماضی۔

یَزِفُّوْنَ: وہ گھبراتے ہیں، وہ دوڑتے ہیں۔ زَفٌّ و زُفُوْفٌ سے مضارع۔

تَنْحِتُوْنَ: تم تراشتے ہو۔ نَحْتٌ سے مضارع۔

کَیْدًا: خفیہ تدبیر، مکر، فریب، چال۔ مصدر و اسم۔

تشریح: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کے لوگ بت پرست ہونے کے ساتھ ساتھ ستارہ پرست بھی تھے۔ وہ کواکب کو حوادثِ عالم میں متصرف سمجھتے تھے اور ایک خاص دن میں تہوار منایا کرتے تھے۔ جب وہ خاص دن آیا تو قوم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی جشن میں شرکت کی دعوت دی کہ شاید وہ جشن میں ان کے ساتھ رہ کر ان کے دین سے متاثر ہو جائیں اور اپنے دین کی دعوت و تبلیغ چھوڑ دیں، لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ارادہ کچھ اور تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ جب قوم جشن میں چلی جائے گی تو وہ ان کی عبادت گاہوں میں جا کر ان کے بتوں کو توڑ دیں گے۔ اس طرح جشن سے واپس آ کر جب وہ اپنے معبودوں کی بے بسی کا عملی مشاہدہ کریں گے تو شاید ان میں سے بعض کے دلوں میں ایمان پیدا ہو اور وہ شرک سے توبہ کرلیں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قوم کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ وہ لوگ چونکہ ستارہ پرست تھے اس لیے حضرت ابراہیم نے پہلے نگاہ بھر کر ستاروں کو دیکھا پھر کہا کہ میں بیمار ہوں۔ حضرت ابراہیم نے اپنی بیماری کے بارے میں بتاتے ہوئے ستاروں کی طرف اس لیے دیکھا تھا تاکہ قوم والے یقین کرلیں کہ وہ اپنی بیماری کے بارے میں جو کچھ کہہ رہے

ہیں وہ کوئی حیلہ نہیں بلکہ وہ صحیح بات ہے اور ستاروں کے چلن پر غور کر کے کہہ رہے ہیں۔ یہی طریقہ ان کے لیے زیادہ قابل اعتماد تھا۔ اسی لیے انہوں نے حضرت ابراہیم کی بات پر یقین کر کے ان کے ساتھ چلنے پر اصرار نہ کیا اور ان کو وہیں چھوڑ کر خود جشن میں چلے گئے۔ جشن میں جاتے وقت وہ بتوں کے سامنے کھانے کی اشیا رکھ گئے تاکہ وہ متبرک ہو جائیں۔

ان کے جانے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے بت خانے میں داخل ہو گئے اور ان کے معبودوں کی طرف متوجہ ہو کر تمسخر کے طور پر کہنے لگے کہ یہ کھانے جو تمہارے سامنے رکھے ہیں تم ان کو کھاتے کیوں نہیں؟ آخر تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم بولتے بھی نہیں۔ پھر حضرت ابراہیم پوری قوت کے ساتھ بتوں کو توڑنے لگے یہاں تک کہ ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ جب قوم کے لوگ جشن سے واپس آ کر بت خانے میں داخل ہوئے تو بتوں کا حشر دیکھ کر سمجھ گئے کہ یہ کام حضرت ابراہیم ہی کا ہے چنانچہ وہ فوراً غضبناک ہو کر دوڑتے ہوئے حضرت ابراہیم کے پاس آئے اور ان سے باز پرس کرنے لگے۔ حضرت ابراہم نے ان سے پوچھا کہ کیا تم ان بتوں کی عبادت کرتے ہو جن کو تم اپنے ہاتھوں سے تراشتے ہو۔ جو چیز تم اپنے ہاتھوں سے تراش کر بناتے ہو وہ معبود کیسے ہو سکتی ہے۔ پس جس طرح تمہاری ذات اللہ کی مخلوق ہے اسی طرح تمہارے ہاتھوں کی بنائی ہوئی چیزیں بھی اللہ تعالیٰ ہی کی پیدا کی ہوئی ہیں۔ قوم کے لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دلائل کا کوئی جواب نہ دے سکے اور حیران و پریشان ہو کر کہنے لگے کہ ایک بڑا آتش خانہ بنا کر اس کی دہکتی ہوئی آگ میں اس کو ڈال دو۔ غرض حضرت ابراہیم کی قوم نے ان کے ساتھ جو برائی کرنی چاہی تھی اللہ تعالیٰ نے ان کو اس میں ناکام و نامراد اور ذلیل و رسوا کیا اور اپنے خلیل کی مدد فرما کر ان کی برائی اور شرارت سے بچا لیا اور ان کی دہکائی آگ کو حضرت ابراہیم کے لیے باغ و بہار بنا دیا۔ واقعے کی مزید تفصیل کے لیے دیکھئے تفسیر سورۂ انبیا آیات ۵۱۔۷۰۔

(معارف القرآن مفتی محمد شفیع ۴۴۸۔۴۴۹/ ۷، روح المعانی ۱۰۰، ۱۲۶/ ۲۳)

بیٹے کی قربانی کا حکم

۹۹۔۱۰۵: وَقَالَ إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَىٰ رَبِّي سَيَهْدِينِ ﴿٩٩﴾ رَبِّ هَبْ لِي مِنَ
الصَّالِحِينَ ﴿١٠٠﴾ فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ ﴿١٠١﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ
قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانظُرْ مَاذَا تَرَىٰ ۚ

قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۖ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ۝ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۝ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝

ابراہیم نے کہا کہ میں تو اپنے رب کی طرف جاتا ہوں ۔ وہی میری رہنمائی کرے گا ۔ اے میرے رب مجھے صالح اولاد عطا فرما، سو ہم نے اسے ایک بردبار لڑکے کی بشارت دی ۔ پھر جب وہ (لڑکا) ایسی عمر کو پہنچا کہ ابراہیم کے ساتھ چلے پھرے تو ابراہیم نے کہا کہ اے میرے بیٹے میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں سو بتا تیری کیا رائے ہے ۔ اس نے کہا کہ اے میرے باپ ! آپ کو جو حکم ہوا ہے اسے بجا لایئے ۔ انشاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے ۔ پھر جب دونوں نے سر تسلیم خم کر دیا اور باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل گرا دیا تو ہم نے آواز دی کہ اے ابراہیم یقیناً تو نے اپنے خواب کو سچ کر دکھایا ۔ بیشک ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں ۔

غُلٰمٍ :　لڑکا، بچہ ۔ جمع غلمانٌ ۔

تَلَّهٗ :　اس نے اس کو لٹایا، اُس نے اس کو پچھاڑا ۔ تَلٌّ سے مضارع ۔

تشریح : جب حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ سے صحیح و سالم نکل آئے اور قوم میں سے ان کے بھانجے حضرت لوط علیہ السلام کے سوا کوئی بھی ایمان نہ لایا تو انہوں نے قوم سے مایوس ہو کر کہا کہ اب میں اپنے رب کے حکم سے اس کفرستان سے ہجرت کر کے ایسی جگہ چلا جاؤں گا جہاں آزادی کے ساتھ اپنے رب کی عبادت کر سکوں گا ۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی اہلیہ حضرت سارہ اور اپنے بھانجے حضرت لوط علیہ السلام کو لیکر شام کی طرف روانہ ہو گئے ۔ اب تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی اس لیے آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی کہ اے میرے پروردگار ! مجھے ایک ایسا فرزند عطا فرما جو صالحین میں سے ہو ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور آپ کو ایک حلیم اور بردبار لڑکے کی بشارت دی ۔ اور حضرت ہاجرہ کے بطن سے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے ۔

جب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ایسی عمر کو پہنچ گئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ چلنے پھرنے لگے اور کام کاج میں ان کا ہاتھ بٹانے لگے تو ایک دن حضرت ابراہیم نے بیٹے سے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں سو تیری کیا رائے ہے۔ بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ یہ خواب آپ کو متواتر تین روز تک دکھایا گیا۔ انبیاء علیہم السلام کا خواب چونکہ وحی ہوتا ہے اس لیے اس کی تعمیل واجب ہوتی ہے۔ حضرت ابراہیم کی بات سن کر حضرت اسماعیل نے جواب میں کہا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو حکم دیا گیا ہے آپ اس کو بلا تامل کر گزریے، میں بسر و چشم اللہ کی راہ میں قربان ہونے کے لیے تیار ہوں۔ انشاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ پھر جب دونوں نے اللہ کے حکم کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیا اور باپ نے ذبح کرنے کے لیے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا دیا اور حلق پر چھری پھیر دی تو اللہ تعالیٰ نے چھری کو ذبح کرنے سے روک دیا اور حضرت ابراہیم کو آواز دی کہ بلاشبہ تم نے خواب سچ کر دکھایا یعنی اللہ کے حکم کی تعمیل میں جو کام تمہارے کرنے کا تھا اس میں تم نے کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ جب کوئی شخص اللہ کے حکم کے آگے سرِ تسلیم خم کر کے اپنے جذبات کو قربان کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے تو ہم اسے دنیوی تکلیف سے بھی بچا لیتے ہیں اور اس کو آخرت کا اجر و ثواب عطا فرما دیتے ہیں۔ ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔

(مظہری ۱۲۵۔۱۳۱/ ۸، روح المعانی ۱۲۷۔۱۳۱/ ۲۳)

ذبح عظیم

۱۰۶۔۱۱۳: إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْبَلَٰٓؤُا الْمُبِينُ ﴿١٠٦﴾ وَفَدَيْنَٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ ﴿١٠٧﴾
وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ﴿١٠٨﴾ سَلَٰمٌ عَلَىٰٓ إِبْرَٰهِيمَ ﴿١٠٩﴾ كَذَٰلِكَ
نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿١١٠﴾ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ﴿١١١﴾ وَ
بَشَّرْنَٰهُ بِإِسْحَٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصَّٰلِحِينَ ﴿١١٢﴾ وَبَٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلَىٰٓ
إِسْحَٰقَ ۚ وَمِن ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ مُبِينٌ ﴿١١٣﴾

درحقیقت یہ کھلا امتحان تھا اور ہم نے اس کے بدلے میں ایک بڑا ذبیحہ دے دیا اور ہم نے ان کے بعد آنے والوں میں ان کا ذکرِ خیر باقی رکھا کہ ابراہیم پر سلام ہو، نیکی کرنے والوں کو ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔ بیشک وہ

ہمارے مومن بندوں میں سے تھے اور ہم نے ان (ابراہیم) کو اسحاق کی
بشارت دی جو نبی اور صالح لوگوں میں سے ہوگا۔ ہم نے ابراہیم اور اسحٰق پر
برکتیں نازل فرمائیں اور ان دونوں کی اولاد میں بعض تو نیک بخت ہیں اور
بعض اپنے اوپر صریح ظلم کرنے والے ہیں۔

تشریح: بیٹے کو ذبح کر دینے کا یہ حکم بلاشبہ کھلا ہوا اور صریح امتحان تھا اور ہم نے حضرت اسمٰعیل کے فدیہ میں حضرت ابراہیم کو قربانی کا ایک عظیم جانور عطا کیا روایات میں ہے کہ یہ آواز سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نظر اٹھا کر دیکھا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک مینڈھا لئے کھڑے تھے، پھر حضرت ابراہیم نے اللہ کے حکم سے اپنے بیٹے کی بجائے اس مینڈھے کو قربان کیا۔ اس قربانی کو عظیم اس لیے کہا گیا کہ یہ مینڈھا اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا تھا اور اس کے مقبول ہونے میں کوئی شک نہیں ہوسکتا۔ ہم نے حضرت ابراہیم کا ذکر خیر پچھلے لوگوں میں باقی رکھا تاکہ بعد میں آنے والی امتیں ان کو ذکر خیر کے ساتھ یاد کرتی رہیں۔ سلام ہو ابراہیم پر کہ ہم اپنے نیک بندوں کو ایسی ہی جزا دیا کرتے ہیں ۔ بلاشبہ ابراہیم ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔ پھر اسماعیل کے بعد ہم نے ابراہیم کو ایک دوسرے فرزند اسحاق کی بشارت دی کہ وہ نبی ہوگا اور صالحین میں سے ہوگا۔ ہم نے ابراہیم اور اسحاق علیہما السلام پر دین و دنیا کی برکتیں نازل کیں۔ پھر ان دونوں یعنی حضرت ابراہیم و اسحاق یا حضرت اسماعیل و اسحاق کی نسل میں نیک لوگ بھی ہوں گے اور بدکار بھی جو اپنے اوپر صریح ظلم کریں گے۔

حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ پر اللہ کے انعام

۱۱۴۔۱۲۲ وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوسٰى وَهٰرُوْنَ ۝ وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا
مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ۝ وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ۝
وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ۝ وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝
وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝ سَلٰمٌ عَلٰى مُوسٰى وَهٰرُوْنَ ۝ اِنَّا
كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

یقیناً ہم نے موسیٰ اور ہارون پر بڑا احسان کیا کہ انہیں اور ان کی قوم کو بہت
بڑی مصیبت سے نجات دی اور ہم نے ان کی مدد کی تو وہی غالب رہے۔ ہم

نے ان دونوں کو واضح کتاب دی اور ان کو سیدھے راستے پر قائم رکھا۔ ہم
نے ان دونوں کے بعد آنے والوں میں ان کا ذکر خیر باقی رکھا کہ موسیٰ اور
ہارون پر سلام ہو۔ ہم نیک لوگوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔ یقیناً یہ دونوں
ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔

الکرْبِ: کرب، تختی، غم۔ جمع کُرُوْبٌ۔

المُسْتَبِیْنَ: بیان کرنے والی، واضح ہدایت والی، روشن۔ اِسْتِبَانَۃٌ سے اسم فاعل۔

تشریح: ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام پر اپنے انعامات کا ذکر فرمایا ہے کہ ہم نے حضرت موسیٰ و ہارون کو نبوت و رسالت کے علاوہ کمالات ظاہرہ اور باطنیہ سے سرفراز فرمایا۔ ان دونوں اور ان کی قوم یعنی بنی اسرائیل کو نہ صرف فرعون کی غلامی اور اس کے ظلم و ستم سے نجات دی بلکہ ان کو دشمن پر غلبہ دیا اور قوم فرعون کو غرق کر کے بنی اسرائیل کو ان کے اموال و املاک کا وارث بنا دیا۔ پھر دونوں کو ایک واضح اور روشن کتاب یعنی تورات دی جس میں احکام الٰہی صاف صاف اور واضح طور پر بیان کئے گئے تھے دونوں کو سیدھا راستہ دکھایا جو منزل مقصود تک پہنچانے والا تھا اور ان کے بعد میں آنیوالی قوموں میں ان کا ذکر خیر قائم رکھا۔ سلام ہو حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام پر۔ بلاشبہ ہم اپنے نیک بندوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں کہ ان کو تعریف و تحسین کا مستحق بنا دیتے ہیں۔ یقیناً یہ دونوں ہمارے خاص الخاص مومن بندوں میں سے تھے۔

حضرت الیاسؑ کا واقعہ

۱۲۳۔۱۳۲: وَإِنَّ إِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٢٣﴾ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٢٤﴾
أَتَدْعُونَ بَعْلًا وَتَذَرُونَ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ ﴿١٢٥﴾ اللَّهَ رَبَّكُمْ وَ
رَبَّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ ﴿١٢٦﴾ فَكَذَّبُوهُ فَإِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ ﴿١٢٧﴾ إِلَّا عِبَادَ
اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ﴿١٢٨﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ﴿١٢٩﴾ سَلَامٌ عَلَىٰ
إِلْ يَاسِينَ ﴿١٣٠﴾ إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿١٣١﴾ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا
الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٣٢﴾

بیشک الیاس بھی پیغمبروں میں سے تھے۔ جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ

کیا تم (اللہ سے) نہیں ڈرتے ۔ کیا تم بعل (ایک بت کا نام) کو پکارتے ہو اور سب سے بہتر خالق اللہ کو چھوڑے بیٹھے ہو جو تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے اگلے باپ دادا کا بھی رب ہے ۔ سو ان لوگوں نے ان کو جھٹلایا ۔ پس (قیامت کے دن) وہ (عذاب میں) پکڑے ہوئے آئیں گے سوائے اللہ کے مخلص بندوں کے اور ہم نے الیاس کا (ذکر خیر) پچھلوں میں بھی باقی رکھا کہ الیاس پر سلام ہو ۔ ہم نیک لوگوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں ۔ بیشک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے ۔

تشریح: جمہور علما کے نزدیک حضرت الیاس علیہ السلام انبیائے بنی اسرائیل میں سے ہیں ۔ حضرت موسیٰ کے بعد اور حضرت ذکریا اور یحییٰ علیہ السلام سے پہلے گزرے ہیں ۔ بلاشبہ حضرت الیاس علیہ السلام بھی رسولوں میں سے تھے جن کو ہم نے بنی اسرائیل کی طرف بھیجا تھا جو بعل نامی بت کو پوجتے تھے ۔ حضرت الیاس نے اپنی قوم سے کہا کہ کیا تم اللہ کے عذاب سے نہیں ڈرتے کہ بہترین خالق و مالک کو چھوڑ کر بعل بت کو پوجتے ہو اور اس سے اپنی حاجتیں مانگتے ہو حالانکہ وہ بالکل بے حس و حرکت اور بے جان چیز ہے ۔ حقیقی خالق و مالک تو اللہ تعالیٰ ہی ہے ۔ وہ تمہارا بھی پروردگار ہے اور تمہارے اگلے آباؤ اجداد کا بھی رب ہے ۔ وہی عبادت کے لائق ہے ۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ۔

ان لوگوں نے حضرت الیاس علیہ السلام کی تکذیب کی اس لیے قیامت کے روز ان کو پکڑ کر عذاب جہنم کے لیے حاضر کیا جائے گا سوائے اللہ کے مخلص بندوں کے جو توحید پر قائم تھے ان مخلص بندوں کو سواریوں پر سوار کر کے اعزاز و اکرام کے ساتھ جنت میں پہنچا دیا جائے گا، جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے ۔ ہم نے ان کے بعد آنے والی قوموں میں بھی ان کا ذکر خیر قائم رکھا ۔ سلام ہو الیاس پر ۔ بلاشبہ ہم اپنے نیک بندوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں ۔ یقیناً حضرت الیاس ہمارے خاص الخاص مومن بندوں میں سے تھے ۔ الیاسین بھی حضرت الیاس ہی کا نام ہے ۔

حضرت لوطؑ کا واقعہ

۱۳۳۔۱۳۸: وَإِنَّ لُوطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٣٣﴾ إِذْ نَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ أَجْمَعِينَ ﴿١٣٤﴾ إِلَّا عَجُوزًا فِي الْغَابِرِينَ ﴿١٣٥﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْآخَرِينَ ﴿١٣٦﴾ وَإِنَّكُمْ لَتَمُرُّونَ عَلَيْهِم مُّصْبِحِينَ ﴿١٣٧﴾ وَبِاللَّيْلِ ۗ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿١٣٨﴾

بیشک لوط بھی رسولوں میں سے تھے۔ ہم نے انہیں اوران کے تمام متعلقین کو نجات دی سوائے ایک بڑھیا کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی۔ پھر ہم نے دوسرے لوگوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا (اے مشرکین مکہ) بیشک تم تو (شام جاتے ہوئے) صبح کے وقت ان کی بستیوں کے پاس سے گزرتے ہو اور رات کو بھی۔ کیا تم پھر بھی نہیں سمجھتے۔

عَجُوْزاً: بڑھیا۔ جمع عَجَائِزٌ و عُجُزٌ۔

غٰبِرِیْنَ: پیچھے رہنے والے، باقی رہنے والے، تباہ ہونے والے۔ غَبْرٌ و غُبُوْرٌ سے اسم فاعل۔

دَمَّرْنَا: ہم نے تباہ کر ڈالا، ہم نے اکھاڑ ڈالا۔ تَدْمِیْرٌ سے ماضی۔

تشریح: حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حقیقی بھتیجے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو پیغمبر بنا کر اہل سدوم کی طرف بھیجا تھا جو بت پرست تھے اور بدفعلیوں اور بے حیائیوں میں مبتلا تھے۔ جب قوم نے حضرت لوط کو جھٹلایا تو ان پر بھی اللہ کا عذاب آیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کو ان کے گھر والوں سمیت عذاب سے بچالیا سوائے ایک بڑھیا کے جو اُن کی بیوی تھی اور قوم کے لوگوں کے ساتھ پیچھے رہ گئی تھی۔ یہ بڑھیا بھی اپنی قوم کے ساتھ ہلاک ہوئی۔

اے اہل مکہ! یہ واقعہ تمہارے لیے خاص طور پر مقام عبرت ہے، کیونکہ تم تجارت کے لیے شام جاتے رہتے ہو اور سدوم کی بستی سر راہ واقع ہے اس لیے تم دن رات وہاں سے گزرتے ہوئے ان کی بستیوں کے کھنڈرات اور تباہی و بربادی کے آثار اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہو پھر بھی عبرت حاصل نہیں کرتے۔ کیا تمہیں ذرا بھی عقل اور سمجھ نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ تم پر بھی کوئی ایسا ہی عذاب آ جائے۔

حضرت یونسؑ کا واقعہ

۱۳۹-۱۴۸ وَ إِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ إِذْ أَبَقَ إِلَى الْفُلْكِ
الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۴۰﴾ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ
وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿۱۴۲﴾ فَلَوْلَآ أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ
إِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴۴﴾ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ ﴿۱۴۵﴾ وَ أَنْۢبَتْنَا
عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ﴿۱۴۶﴾ وَ أَرْسَلْنٰهُ إِلٰى مِائَةِ أَلْفٍ أَوْ
يَزِيْدُوْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ إِلٰى حِيْنٍ ﴿۱۴۸﴾

تحقیق یونس بھی نبیوں میں سے تھے جب وہ بھاگ کر اس بھری کشتی پر پہنچے اور قرعہ ڈالا تو یہی خطاوار ٹھہرے ۔ پھر ان کو مچھلی نے نگل لیا اور وہ اپنے آپ کو ملامت کرنے لگے ۔ سو اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتے تو قیامت تک اسی کے پیٹ میں رہتے ۔ پھر ہم نے اسے ایک چٹیل میدان میں ڈال دیا اور وہ بیمار تھے اور ہم نے ان پر ایک بیل دار درخت اگا دیا۔ ہم نے ان کو ایک لاکھ یا اس سے زیادہ (لوگوں) کی طرف (رسول بنا کر) بھیجا تھا پھر وہ ایمان لے آئے تو ہم نے ان کو ایک خاص وقت تک فائدہ اٹھانے دیا۔

اَبَقَ : وہ بھاگا۔ اِبَاقٌ سے ماضی ۔

فُلْک : کشتی ، جہاز ۔ مذکر و مؤنث ، واحد و جمع سب کے لیے آتا ہے۔

مَشْحُوْن : بھرا ہوا ۔ شَحْنٌ سے اسم مفعول ۔

سَاهَمَ : اس نے قرعہ ڈالا ۔ مُسَاهَمَةٌ سے ماضی ۔

مُدْحَضِيْن : خطاوار ، شکست خوردہ ۔ اِدْحَاضٌ سے اسم مفعول ۔

اِلْتَقَمَهُ : اس نے اس کا لقمہ کرلیا ، اس نے اس کو نگل لیا ۔ اِلْتِقَامٌ سے ماضی

الْحُوْتُ : مچھلی ۔ جمع حِيْتَانٌ ۔

مُلِيْمٌ : قابل ملامت ، قابل مذمت ۔ اِلَامَةٌ سے اسم فاعل ۔

نَبَذْنٰهُ : ہم نے اس کو پس پشت ڈال دیا ، ہم نے اس کو پھینک دیا ۔ نَبْذٌ سے ماضی ۔

عَرَاء : چٹیل میدان ، بغیر گھاس کی زمین ۔ جمع اَعْرَاءٌ ۔

يَقْطِيْن : کدو کا پودا ، بیل دار پودا ۔ اسم جنس ہے ۔

تشریح : حضرت یونس علیہ السلام بھی یقیناً پیغمبروں میں سے تھے ۔ وہ اپنی قوم کی ایذا پر صبر نہ کر سکے اور قوم کو چھوڑ کر نکل کھڑے ہوئے ۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی قوم سے عذاب کا وعدہ کیا تھا ۔ جب قوم کے لوگ ایمان نہ لائے اور اپنے کفر و تکذیب پر ڈٹے رہے تو حضرت یونس سمجھ گئے کہ ان کا بھی وہی انجام ہوگا جو ان سے پہلے سرکشوں اور نافرمانوں کا ہوا۔ ان کا خیال تھا کہ بہت جلد عذاب آنے والا ہے اس لیے وہ وحی کا انتظار کئے بغیر اور اللہ کا حکم آنے سے پہلے ہی اپنی قوم کے درمیان سے نکل کر دریا کے کنارے پہنچ گئے اور ایک کشتی پر سوار ہو گئے جو لوگوں اور سامان سے بھری

ہوئی تھی ۔ ان کے سوار ہونے کے بعد کشتی کچھ دور جا کر رک گئی اور کسی طرح نہ چلتی تھی ۔ بظاہر رکنے کا کوئی سبب بھی نہ تھا ۔ ملاحوں نے اپنے عقیدے کے مطابق کہا کہ کشتی میں اپنے آقا سے بھاگا ہوا کوئی غلام ہے اس لیے کشتی نہیں چلتی ۔ پھر ملاحوں نے تین مرتبہ قرعہ ڈالا ۔ تینوں مرتبہ قرعے میں حضرت یونس کا نام نکلا ۔ یہ دیکھ کر حضرت یونس نے خود ہی اپنے آپ کو دریا میں ڈال دیا ۔ اسی وقت اللہ کے حکم سے ایک مچھلی نے ان کو نگل کر اپنے پیٹ میں محفوظ کر لیا ۔ اس وقت حضرت یونس ، اللہ کے حکم کے بغیر بستی سے نکلنے پر اپنے آپ کو ملامت کر رہے تھے ۔

اگر حضرت یونس علیہ السلام اللہ کی تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتے تو قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں زندہ پڑے رہتے اور ان کو وہاں سے نکلنا نصیب نہ ہوتا ۔ لیکن تسبیح کی برکت سے ان کو جلد رہائی مل گئی ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیا کہ وہ حضرت یونس کو ایک چٹیل میدان میں اگل دے ، مچھلی کے پیٹ میں مناسب غذا اور ہوا نہ ملنے کی وجہ سے اس وقت وہ مضمحل اور نہایت کمزور تھے جیسے بے بال و پر کا چوزہ ہوتا ہے ۔ پھر سائے کے لیے ہم نے ان پر ایک بیل دار درخت اگا دیا تا کہ ان کا جسم مکھیوں وغیرہ سے محفوظ رہے ۔ پھر جب حضرت یونس صحت مند اور توانا ہو گئے تو ہم نے ان کو پیغمبر بنا کر ایک لاکھ یا اس سے زیادہ آدمیوں کے پاس بھیجا ۔ جب وہ اپنی قوم کے پاس پہنچے تو سب لوگ ان پر ایمان لے آئے ۔ جب تک وہ زندہ رہے ان پر کوئی عذاب نہیں آیا ۔ (مظہری ۱۴۳ ۔ ۱۴۶ / ۸)

مزید تفصیل کے لیے سورۂ یونس آیت ۹۸ کی تفسیر دیکھئے ۔

مشرکین کی جہالت اور بیوقوفی

۱۴۹ ۔ ۱۶۰ : فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنٰتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ۝ اَمْ خَلَقْنَا
الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ ۝ اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ
لَيَقُوْلُوْنَ ۝ وَلَدَ اللّٰهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ اَصْطَفَى الْبَنٰتِ عَلَى
الْبَنِيْنَ ۝ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ۝ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ اَمْ
لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ۝ فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝
وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ
اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ۝ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ اِلَّا عِبَادَ
اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ۝

سو آپ ذرا ان سے پوچھئے کہ آپ کے رب کی تو بیٹیاں ہوں اور ان کے بیٹے
یا یہ اس وقت موجود تھے جب ہم نے فرشتوں کو مؤنث پیدا کیا۔ آگاہ رہو!
بیشک یہ لوگ بہتان باندھ کر کہہ رہے ہیں کہ اللہ کی اولاد ہے۔ یقیناً یہ لوگ
جھوٹے ہیں۔ کیا اللہ نے (اپنے لیے) بیٹوں کی بجائے بیٹیاں پسند کرلیں۔
تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ تم کیسا فیصلہ کرتے ہو؟ کیا تم غور نہیں کرتے؟ یا
تمہارے پاس کوئی صریح دلیل ہے۔ پس اگر تم سچے ہو تو اپنی کتاب لے آؤ۔
ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ اور جنوں کے درمیان رشتہ داری ٹھہرائی ہے حالانکہ
جنوں کو معلوم ہے کہ وہ (اللہ کے سامنے) حاضر کئے جائیں گے۔ جو کچھ یہ
بیان کر رہے ہیں اللہ اس سے پاک ہے مگر جو اللہ کے مخلص بندے ہیں۔

اَصْطَفَى : کیا (اللہ تعالیٰ نے) پسند کرلیا ہے۔ اِصْطِفَاءٌ سے ماضی۔

سُلْطٰنٌ : اقتدار، قوت، دلیل، غلبہ۔ جمع سَلَاطِیْنُ۔

یَصِفُوْنَ : وہ بیان کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں۔ وَصْفٌ سے مضارع۔

تشریح: ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کی جہالت اور بیوقوفی بیان فرمائی ہے کہ یہ لوگ اپنے لیے تو لڑکے پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لیے لڑکیاں مقرر کرتے ہیں۔ اگر ان کے لڑکی پیدا ہوجائے تو ان کے چہرے سیاہ پڑ جاتے ہیں، لوگوں کے سامنے آنے سے کتراتے ہیں اور لڑکی کو زندہ درگور کردیتے ہیں۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کے لیے لڑکیاں تجویز کرتے ہیں۔ ان کی جہالت کی انتہا نہیں۔ اول تو اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد تجویز کرنا ہی بڑی گستاخی ہے پھر اولاد بھی نہایت کمزور۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان مشرکوں سے جو قسم قسم کے باطل عقائد اور مہمل خیالات میں مبتلا ہیں، پوچھئے کہ یہ کیسی تقسیم ہے کہ تمہارے لیے تو لڑکے ہوں اور اللہ تعالیٰ کے لیے لڑکیاں ہوں۔ یہ لوگ فرشتوں کو لڑکیاں کس بنا پر کہتے ہیں؟ کیا یہ ان کی پیدائش کے وقت موجود تھے اور دیکھ رہے تھے کہ انہیں مؤنث بنایا گیا ہے۔

خوب سن لو! بلاشبہ یہ لوگ اپنی طرف سے جھوٹ بنا کر ایسا کہہ رہے ہیں کہ نعوذ باللہ اللہ کے اولاد ہے۔ یقیناً یہ لوگ قطعی جھوٹے ہیں اور ان کا دعویٰ بلا دلیل ہے۔ کیا اللہ نے بیٹوں کے مقابلے میں بیٹیاں پسند کیں۔ تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ تم کیسی بات کہتے ہو؟ کیا تمہیں ذرا بھی خیال نہیں کہ

تم کیا کہہ رہے ہو۔ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو اور اس عقیدے کے بارے میں تمہارے پاس کوئی واضح دلیل ہے تو تم اپنی وہ کتاب پیش کرو جو اللہ نے اتاری ہو اور جس میں لکھا ہوا ہو کہ فرشتے مؤنث ہیں اور اللہ کی بیٹیاں ہیں۔

ان لوگوں نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ انہوں نے تو اللہ تعالیٰ اور جنات میں بھی رشتہ داری قائم کر دی، حالانکہ جنات خوب جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے ان کا کوئی رشتہ ناتا نہیں۔ وہ سب اللہ کی مخلوق ہیں اور قیامت کے روز حساب و کتاب کے لیے دوسرے مجرموں کی طرح وہ بھی اللہ کے روبرو پکڑے ہوئے آئیں گے۔ سوائے اللہ کے مخلص بندوں کے اور کوئی اس پکڑ دھکڑ سے محفوظ نہیں ہوگا۔ خواہ وہ جنوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے۔ سو وہاں رشتہ ناتا نہیں بلکہ صرف بندگی اور اخلاص کام آئے گا۔ پس اللہ تعالیٰ اس سے پاک اور منزہ ہے جو یہ مشرکین اس کے بارے میں افترا باندھتے ہیں۔

(ابن کثیر: ۲۲،۲۳/۴، مظہری: ۶: ۱۴۶-۱۴۸/۸)

ہدایت و گمراہی کا اختیار

۱۶۱-۱۷۰: فَإِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ ﴿١٦١﴾ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفَاتِنِينَ ﴿١٦٢﴾ إِلَّا مَنْ هُوَ
صَالِ الْجَحِيمِ ﴿١٦٣﴾ وَمَا مِنَّا إِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَعْلُومٌ ﴿١٦٤﴾ وَإِنَّا لَنَحْنُ
الصَّافُّونَ ﴿١٦٥﴾ وَإِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُونَ ﴿١٦٦﴾ وَإِنْ كَانُوا لَيَقُولُونَ ﴿١٦٧﴾
لَوْ أَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِنَ الْأَوَّلِينَ ﴿١٦٨﴾ لَكُنَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ﴿١٦٩﴾
فَكَفَرُوا بِهِ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿١٧٠﴾

سو تم اور جن کی تم عبادت کرتے ہو وہ (اللہ کے خلاف) کسی کو بھی نہیں بہکا سکتے سوائے اس کے جو جہنم میں داخل ہونے والا ہے اور (فرشتے کہتے ہیں کہ) ہم میں سے ہر ایک کا مقام متعین ہے اور ہم تو (اللہ کی بندگی میں) صف بستہ رہتے ہیں اور اس کی پاکی بیان کرتے رہتے ہیں۔ یہ (منکرین) تو کہا کرتے تھے کہ اگر ہمارے سامنے اگلے لوگوں کی کوئی نصیحت ہوتی تو ہم بھی اللہ کے مخلص بندے ہوتے۔ پھر یہ لوگ اس (قرآن) کا انکار کرنے لگے، سو بہت جلد ان کو (انکار کا انجام) معلوم ہو جائے گا۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ سے فرمایا کہ تم اور جن باطل معبودوں کو تم پوجتے ہو سب مل کر بھی کسی کو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے برگشتہ اور کفر و شرک پر آمادہ نہیں کر سکتے، سوائے ان کے جن کو اللہ نے پیدا ہی جہنم کے لیے کیا ہے۔ پھر فرمایا کہ فرشتے خود کہتے ہیں کہ ہم میں سے ہر ایک کے لیے ایک جگہ اور حد مقرر ہے اور عبادت مخصوص ہے۔ ہم نہ اپنے مقام سے آگے بڑھ سکتے ہیں اور نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ ہم اپنی مخصوص عبادت میں کمی بیشی کر سکتے ہیں۔ جس کام کے لیے ہمیں مقرر کیا گیا ہے ہم اس میں ذرا بھی ردو بدل نہیں کر سکتے۔ ہم سب صف بستہ کھڑے رہتے ہیں۔ کوئی اس کی بندگی کے لیے کھڑا ہے تو کوئی اس کے حکم کے انتظار میں۔ ہم ہر وقت اس کی تسبیح و تحمید، پاکی و بزرگی اور بڑائی بیان کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ ہم سب اس کے محتاج اور اس کے سامنے اپنی پستی و عاجزی کا اظہار کرتے ہیں۔

کفار مکہ آپ کی بعثت سے پہلے یہ کہا کرتے تھے کہ اگر ہمارے پاس بھی پہلے لوگوں کی طرح کوئی کتاب ہوتی تو ہم بھی اس سے نصیحت حاصل کر کے اللہ کے مخلص بندے بن جاتے۔ پھر جب ان کے پاس نصیحت کے لیے اللہ کی کتاب آ گئی تو اس کا انکار کرنے لگ گئے اور اپنے سابقہ قول و قرار سے منحرف ہو گئے۔ اب بہت جلد ان کو اس انکار کا انجام معلوم ہو جائے گا۔

عذابِ الٰہی میں عجلت کا مطالبہ

۱۷۱-۱۸۲: وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ ۝ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ ۝ وَإِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ ۝ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ ۝ وَأَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُونَ ۝ أَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُونَ ۝ فَإِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ ۝ وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ ۝ وَأَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُونَ ۝ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ۝ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ۝ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

البتہ ہمارے رسولوں کے حق میں ہمارا حکم پہلے (صادر) ہو چکا کہ بیشک انہی کی مدد کی جائے گی اور ہمارا ہی لشکر غالب رہے گا۔ آپ کچھ عرصے کے لیے ان سے منہ موڑ لیجئے اور ان کو دیکھتے رہیے۔ سو بہت جلد یہ بھی (اپنا انجام) دیکھ لیں گے۔ کیا وہ ہمارے عذاب کے لیے جلدی کر رہے ہیں سو جب ہمارا

عذاب ان کے سامنے آئے گا تو جن لوگوں کو ڈرایا جاچکا ہے ان کے لیے وہ بہت ہی بری صبح ہوگی اور آپ کچھ عرصے تک ان کا خیال چھوڑ دیجئے اور آپ دیکھتے رہیے سو وہ بھی بہت جلد (اپنا انجام) دیکھ لیں گے۔ آپ کا ربّ، بڑی عزت والا ربّ، ان تمام باتوں سے پاک ہے جو یہ (مشرکین) بیان کرتے ہیں اور رسولوں پر سلام ہے اور تمام تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا ربّ ہے۔

سَبَقَتْ : وہ سبقت کر چکی، وہ پہلے ہو چکی۔ سَبْقٌ سے ماضی۔

سَاحَتِهِمْ : ان کا آنگن، ان کی کشادہ جگہ، ان کا میدان، ان کے سامنے۔

سَاءَ : وہ برا ہے۔ سَوْءٌ سے ماضی۔ فعل ذم ہے۔

تشریح: ہم یہ بات پہلے ہی طے کر چکے ہیں کہ بلاشبہ ہمارے رسولوں اور ان کی اتباع کرنے والوں ہی کا انجام بہتر ہوگا وہی دونوں جہانوں میں کامیاب و کامران رہیں گے اور اللہ کا لشکر ہی دشمنوں پر غالب رہے گا۔ یہاں اللہ کے لشکر سے انبیا و مرسلین کی اتباع کرنے والے اور اہل حق مراد ہیں۔ اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ایک مقررہ وقت تک صبر و استقامت کے ساتھ ان کا معاملہ دیکھتے رہیے اور جو کچھ یہ کہتے اور کرتے ہیں ان کو کرنے دیجئے پھر ہم آپ کو ان سب پر غالب کر دیں گے۔ یہ لوگ خود بھی بہت جلد اپنی ذلت و خواری کو دیکھ لیں گے اور یہ بھی دیکھ لیں گے کہ کس طرح اسلام کو کفر پر غلبہ حاصل ہوتا ہے۔

کیا یہ لوگ تمسخر کے طور پر ہمارے عذاب کی جلدی کر رہے ہیں اور دلیری و بے باکی سے کہتے ہیں کہ وہ عذاب کب آئے گا۔ خوب سمجھ لو کہ جب وہ عذاب ان کے صحنوں اور میدانوں میں اترے گا تو وہ دن ان پر بہت ہی بھاری ہوگا، جن کو اس عذاب سے ڈرایا جاتا تھا اور وہ اس کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ایک مقررہ وقت تک صبر و استقامت کے ساتھ ان سے اعراض کرتے رہیے اور دیکھتے رہیے کہ کس طرح اللہ کی مدد آتی ہے پھر یہ لوگ بھی اپنا انجام بد دیکھ لیں گے۔

اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں سے پاک اور بری ہے جو یہ مشرکین اس کی طرف منسوب کرتے ہیں مثلاً اولاد، باطل معبود اور فرشتوں کو اللہ کی لڑکیاں قرار دینا وغیرہ۔ وہ بڑی عزت و عظمت والا ہے اور ان مفتریوں کی بہتان تراشی سے پاک و منزہ ہے اور ان تمام پیغمبروں پر سلام ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی حقیقی صفات بیان کی ہیں۔ تمام حمد و ثنا اور تعریف و توصیف اسی رب العالمین کے لیے سزاوار ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ صٓ

وجہ تسمیہ: اس سورت کی ابتدا حروف تہجی کے چودھویں حرف ''ص'' سے ہوئی ہے۔ یہی اس سورت کا نام ہے۔ بعض مفسرین نے اس کا نام سورۂ داؤد بھی بیان کیا ہے. کیونکہ اس میں حضرت داؤد علیہ السلام کو خاص عظمت واہمیت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

تعارف: اس میں پانچ رکوع ۸۸ آیات، ۷۸۲ کلمات اور ۳۰۹۹ حروف ہیں۔ قرطبی کے مطابق یہ سورۃ بالاتفاق مکیہ ہے۔ ابن عباس وغیرہ سے بھی یہی مروی ہے کہ یہ سورۃ مکہ میں نازل ہوئی۔ اس کا آغاز قرآن کی حقانیت اور عظمت شان سے ہوا ہے جو آپ کی نبوت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ گزشتہ سورت کی طرح اس میں بھی سابقہ انبیا حضرت داؤد، حضرت سلیمان اور حضرت ایوب علیہم السلام کے بعض احوال کا بیان ہے۔ (مواہب الرحمٰن ۱۲۰، ۱۲۱/۲۳)

مضامین کا خلاصہ

رکوع ۱: گزشتہ قوموں کی ہلاکت کا سبب اور مشرکین کی طرف سے بہت سے خداؤں کی بجائے ایک خدا ہونے پر اظہار تعجب اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر اعتراض کا بیان ہے۔

رکوع ۲: حضرت داؤد علیہ السلام کے احوال اور خلافت کا بیان ہے۔

رکوع ۳: شروع میں تخلیق کائنات کی حکمت بیان کی گئی ہے۔ پھر جہاد کے لیے پالے ہوئے گھوڑوں کا حال اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی آزمائش مذکور ہے۔

رکوع ۴: حضرت ایوبؑ کا واقعہ اور ابراہیم واسحٰق و یعقوب علیہم السلام کا تذکرہ ہے۔ پھر آخرت میں پرہیزگاروں کے انعام اور سرکشوں کے انجام کا بیان ہے۔

رکوع ۵: ابتدا میں اعلان توحید ورسالت ہے۔ پھر تخلیق آدم اور ابلیس پر لعنت کا بیان ہے۔

حروف مقطعات

صٓ: بعض علما کے نزدیک یہ قسم ہے اور بعض نے اس کو سورت کا نام قرار دیا۔ صحیح یہ ہے کہ یہ متشابہات میں سے ہے۔ اس کے معنی و مراد اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی جانتے ہیں۔

سابقہ قوموں کی ہلاکت کی وجہ

۱-۳: صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّکْرِ ۝ بَلِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِیْ عِزَّۃٍ وَّشِقَاقٍ ۝ کَمْ اَھْلَکْنَا مِنْ قَبْلِھِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِیْنَ مَنَاصٍ ۝

قسم ہے نصیحت کرنے والے قرآن کی۔ یہ کفار تو تکبر اور ضد میں پڑے ہوئے ہیں۔ ہم ان سے پہلے بھی بہت سی امتوں کو (ان کے کفر کے سبب) ہلاک کر چکے ہیں۔ سوانہوں نے (عذاب کے وقت) بہت چیخ و پکار کی لیکن وہ وقت چھٹکارے کا نہ تھا۔

شِقَاقٍ: مخالفت، ضد، مشقت میں ڈالنا۔

مَنَاصٍ: بھاگنا، پناہ لینا۔ نَوْصٌ سے مصدر میمی۔

شانِ نزول: احمد، ترمذی، نسائی اور حاکم نے حضرت ابن عباس کا بیان نقل کیا ہے کہ جب ابو طالب بیمار ہوئے تو قریش کے لوگ ان کی عیادت کے لیے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے آئے۔ لوگوں نے ابو طالب سے آپ کی شکایت کی تو ابو طالب نے آپ کو مخاطب کر کے کہا کہ میرے بھتیجے آپ قوم والوں سے کیا چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں ان سے صرف ایک بات کا اقرار چاہتا ہوں جس سے سارے عرب ان کے تابع ہو جائیں گے اور عجمی بھی ان کو جزیہ ادا کریں گے۔ ابو طالب نے کہا کہ وہ بات کیا ہے آپ نے فرمایا لا الہ الا اللہ۔ قریش کہنے لگے کہ اس نے سب معبودوں کو ایک معبود بنا دیا۔ یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

تشریح: قسم ہے اس قرآن کی جو بڑی عزت و عظمت اور عبرت و نصیحت والا ہے۔ اس سے وہی لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جن کے دل میں ایمان ہے۔ کافر اپنے تکبر، بغض و عناد اور سرکشی کی بنا پر اس

کے فائدے سے محروم ہیں۔ اہل مکہ کو چاہئے کہ وہ اپنے سے پہلے گزرے ہوئے منکرین کے انجام پر نظر ڈالیں، اور اپنے انجام کی فکر کریں۔ سابقہ قومیں قوت وشوکت میں ان سے بہت زیادہ تھیں، ہم نے ان کو اسی جرم میں تہہ و بالا کیا تھا۔ جب ان پر عذاب الٰہی آیا تو چیخ اٹھے، خوب روئے پیٹے، گڑ گڑائے اور آہ وزاری کی کہ کوئی ان کی فریاد کو پہنچ جائے مگر سب بے سود رہا، کیونکہ عذاب سے نجات کا وقت نکل چکا تھا۔ اب ان کے لیے نہ کوئی جائے پناہ تھی اور نہ فرار کا مقام۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ﴿۱۲﴾

پھر جب انہوں نے ہمارے عذاب کو محسوس کرلیا (آتا دیکھا) تو اس (بستی) سے بھاگنے لگے۔ (حالانکہ اس سے پہلے یہ لوگ انبیا اور مومنین کا مذاق اڑاتے تھے)۔ (انبیا:۱۲)

کفار کا تعجب و اعتراض

۴۔۷: وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ﴿۴﴾ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ﴿۵﴾ وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓى اٰلِهَتِكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ يُّرَادُ ﴿۶﴾ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚ اِنْ هٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ﴿۷﴾

کافروں کو اس بات پر تعجب ہوا کہ ان کے پاس ان ہی میں سے ایک ڈرانے والا آیا اور وہ کہنے لگے کہ یہ تو جادوگر (اور) جھوٹا ہے۔ کیا اس نے اتنے سارے معبودوں کی جگہ ایک معبود بنا دیا۔ یقیناً یہ تو بہت ہی عجیب بات ہے اور ان کے سردار یہ کہتے ہوئے چلائے کہ یہاں سے چلو اور اپنے معبودوں پر جمے رہو۔ بیشک اس بات میں آپ کی کوئی غرض ہے۔ ہم نے تو یہ بات پچھلے دین میں بھی نہیں سنی۔ یہ تو محض گھڑی ہوئی (بات) ہے۔

اِنْطَلَقَ: وہ چل کھڑا ہوا۔ اِنطِلَاقٌ سے ماضی۔

مَلَأ: سرداروں کی جماعت۔

یُرَادُ: اس کا ارادہ کیا جاتا ہے۔ اِرَادَۃٌ سے مضارع مجہول۔

اِخْتِلَاقٌ: اپنی طرف سے گھڑ لینا، بہتان۔ مصدر ہے۔

تشریح: مشرکین مکہ کو اس بات پر تعجب ہے کہ ان کے پاس انہی میں سے ان جیسا ایک خبردار کرنے والا (پیغمبر) آ گیا حالانکہ وہ پیغمبر ان کا خوب جانا پہچانا تھا۔ اس کے باوجود وہ کہنے لگے کہ یہ تو (نعوذ باللہ) جادوگر اور نبوت کے دعوے میں بڑا ہی جھوٹا ہے۔ اس کے معجزے تو جادو کے کرشمے ہیں۔ وہ شخص کیسے سچا ہو سکتا ہے جس نے بہت سے خداؤں کو ایک خدا بنا دیا۔ یہ تو بہت ہی عجیب بات ہے کہ اتنی بڑی کائنات کا انتظام ایک ہی خدا چلائے۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے یہ کہا کہ تم لا الہ الا اللہ کہہ دو تو عرب کے حاکم بن جاؤ گے اور عجمی بھی تمہارے فرماں بردار ہو جائیں گے، تو ان کے سردار متکبرانہ انداز میں یہ کہتے ہوئے ابو طالب کے پاس سے اٹھ کر چل دیئے کہ اپنے معبودوں پر مضبوطی سے جمے رہو۔ ان کی بات نہ مانو اور اپنے معبودوں کی عبادت کرتے رہو۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو اس قدر عزم و استقلال سے ہمارے معبودوں کے خلاف جہاد میں لگے ہوئے ہیں ضرور اس میں ان کی کوئی غرض ہے اور وہ یہ کہ اس طرح وہ ایک خدا کا نام لیکر ہم سب کو اپنا محکوم بنالیں اور دنیا کی حکومت حاصل کر لیں سو ان کو اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہونے دو۔ ہم نے یہ توحید کی بات تو پہلے کسی ملت میں بھی نہیں سنی۔ نصاریٰ بھی تو تین خدا مانتے ہیں۔ مجوس اور آتش پرست دو خدا یزداں اور اہرمن کے قائل ہیں۔ ہمارے آباؤ اجداد اور تمام قبائل قریش بہت سے خداؤں کے قائل تھے۔ پھر اس شخص نے کہاں سے یہ بات نکال لی کہ خدا ایک ہی ہے۔ ہو نہ ہو یہ تو اس شخص کی اپنی گھڑی ہوئی بات ہے جس کی کوئی اصل نہیں۔ (عثمانی ۴۳۱، ۴۳۲/۲، مواہب الرحمٰن ۱۲۴، ۱۲۵/۲۳)

آپؐ کی رسالت پر مشرکین کا اعتراض

۸۔۱۱: ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَيْنِنَا ۭ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِيْ ۚ
بَلْ لَّمَّا يَذُوْقُوْا عَذَابِ ۝ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَاۗىِٕنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ
الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ ۝ اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۣ
فَلْيَرْتَقُوْا فِي الْاَسْبَابِ ۝ جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ ۝

کیا ہم میں سے ان ہی پر نصیحت (کلام الٰہی) نازل کی گئی بلکہ یہ لوگ تو میری وحی کی طرف سے شک میں ہیں بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) انہوں نے (ابھی تک) میرا عذاب چکھا ہی نہیں ۔ کیا ان کے پاس آپ کے زبردست فیاض رب کی رحمت کے خزانے ہیں ؟ کیا آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے اس پر ان کی حکومت ہے ۔ پس ان کو چاہئے کہ سیڑھیاں لگا کر (آسمان پر) چڑھ جائیں ۔ اس مقام پر یہ بھی گروہوں میں سے ایک شکست خوردہ لشکر ہے ۔

یَرْتَقُوْا : وہ چڑھتا ہے ۔ اِرْتِقَاءٌ سے مضارع ۔

اَسْبَاب : سیڑھیاں ، رسیاں ، راستے ۔ واحد سَبَبٌ ۔

مَهْزُوْمٌ : شکست خوردہ ، بھاگا ہوا ۔ ھَزْمٌ سے اسم مفعول ۔

تشریح : یہ شخص نہ ہمارا بزرگ اور شیخ ہے اور نہ مال و عزت میں ہم سے بڑھ کر ہے ۔ کیا نزول قرآن کے لیے اللہ تعالیٰ کو سارے ملک میں کوئی بڑا رئیس ، کوئی سردار یا کوئی مالدار نہیں مل رہا تھا کہ سب کو چھوڑ کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا ۔ دوسری جگہ ارشاد ہے :

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ۝ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ؕ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝

وہ کہنے لگے کہ یہ قرآن دو بڑے شہروں (مکہ اور طائف) کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں نازل کیا گیا ؟ کیا یہ لوگ آپ کے رب کی رحمت کو تقسیم کرتے ہیں (یہ تو اس قدر محتاج ہیں کہ) دنیا میں بھی ان کی روزیاں اور درجے ہم ہی تقسیم کرتے ہیں ۔ اور آپ کے رب کی رحمت اس (دولت) سے بہتر ہے جس کو یہ جمع کر رہے ہیں ۔ (الزخرف : ۳۱، ۳۲)

پھر فرمایا کہ حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں نے میرے عذاب کا مزہ نہیں چکھا ، اسی لیے یہ لوگ

میری وحی کے بارے میں شک وشبہ میں مبتلا ہیں ۔ قیامت کے روز جب ان کو جہنم میں داخل کیا جائے گا تو اس وقت یہ اپنی سرکشی کا مزہ پائیں گے ۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ کے رب کی رحمت کے خزانے ان لوگوں کے قبضے میں ہیں ۔ اللہ تو بڑا غالب، زبردست اور خوب عطا کرنے والا ہے ۔ یہ لوگ تو محض بے بس، لاچار اور سراسر مجبور ہیں ۔ یہ اللہ کی رحمت اور انعام کو نہیں روک سکتے ۔ اللہ ہی اپنی رحمت سے جسے چاہتا ہے اور جو کچھ چاہتا ہے عطا فرماتا ہے ۔ عزت و ذلت اسی کے اختیار میں ہے، ہدایت و گمراہی اسی کی طرف سے ہے ۔ وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے نبوت و رسالت سے سرفراز کرتا ہے اور جس کے دل پر چاہتا ہے مہر لگا دیتا ہے ۔

کیا زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی چیزوں پر ان کا اختیار ہے ۔ اگر ایسا ہے تو ان کو چاہیئے کہ سیڑھی لگا کر آسمان پر چڑھ جائیں، عرش تک پہنچ کر اس پر بیٹھ جائیں اور وہاں سے کائنات کا نظام چلائیں اور جس کو چاہیں نبوت و رسالت عطا کریں، لیکن ایسا ہونا محال ہے ۔ یہ لوگ آسمان و زمین کی حکومت اور وہاں کے خزانوں کے مالک تو کیا ہوتے بلکہ یہ تو شکست خوردہ لشکروں میں سے ایک شکست خوردہ گروہ ہے ۔ یہ اللہ کے رسول کا کیا مقابلہ کریں گے ۔ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی اور کافروں کو تہدید ہے ۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ کے دوسرے سال ہی ان کافروں کا ایک عظیم لشکر بری طرح شکست کھا کر بھاگا ۔ ابوجہل، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابو البختری، زمعہ بن الاسود اور امیہ بن خلف جیسے نامور سردار و سپہ سالار مارے گئے اور بہت سے قید ہوئے ۔ (مواہب الرحمٰن ۱۲۵، ۲۳/۱۲۶، عثمانی ۲/۴۴۳) ۔

عاد و ثمود اور فرعون وغیرہ کا حال

۱۲۔۱۶: كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَّعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْأَوْتَادِ ﴿۱۲﴾ وَ
ثَمُودُ وَقَوْمُ لُوطٍ وَّأَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ ۚ أُولٰٓئِكَ الْأَحْزَابُ ﴿۱۳﴾ إِنْ
كُلٌّ إِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ﴿۱۴﴾ وَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَآءِ إِلَّا صَيْحَةً
وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ﴿۱۵﴾ وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا
قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۱۶﴾

ان سے پہلے بھی قوم نوح و عاد اور میخوں والے فرعون نے تکذیب کی تھی اور

قوم ثمود و لوط اور ایکہ کے رہنے والوں نے بھی (تکذیب کی تھی)۔ وہ بڑے بڑے گروہ تھے۔ ان میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جس نے رسولوں کی تکذیب نہ کی ہو۔ پھر (ان پر) میرا عذاب واقع ہو گیا اور یہ لوگ بس ایک چیخ کے منتظر ہیں جس میں کوئی وقفہ نہ ہوگا اور یہ لوگ (تمسخر کے طور پر) کہنے لگے کہ اے ہمارے رب ہمارا حصہ روز حساب سے پہلے ہمیں یہیں دیدے۔

اَوْتَادِ: میخیں، کھونٹیاں۔ واحد وَتَدٌ۔

اَیْکَۃ: گھنا جنگل، درختوں کا جھنڈ، بَن، حضرت شعیب کی قوم اور مدین بستی کے اطراف کے باشندے مراد ہیں۔

فَوَاقٍ: مہلت، ڈھیل، گنجائش۔

قِطَّنا: ہمارا اعمال نامہ، ہمارا حصہ۔ جمع قُطُوطٌ۔

تشریح: ان مشرکین مکہ سے پہلے قوم نوح، قوم ہود اور فرعون نے جس کی سلطنت کی میخیں گڑ گئی تھیں اور قوم صالح و لوط اور ایکہ والوں نے اپنے اپنے زمانے کے نبیوں کی تکذیب کی تھی۔ ان میں سے کوئی جماعت بھی ایسی نہ تھی جس نے پیغمبروں کو جھٹلایا ہو۔ ان سب پر اللہ تعالیٰ کا سخت ترین عذاب واقع ہوا۔ یہی وہ جماعتیں ہیں جو مال و اولاد، قوت و طاقت، زور و زر میں ان مشرکین مکہ سے بہت بڑھی ہوئی تھیں۔ لیکن اللہ کا عذاب آنے کے بعد کوئی چیز بھی ان کے کام نہ آئی۔ چاہئے تو یہ تھا کہ اہل مکہ ان طاقتور قوموں کے عبرتناک انجام سے نصیحت حاصل کرتے اور اپنی سرکشی سے باز آجاتے، مگر یہ لوگ اپنی ہٹ دھرمی پر قائم ہیں اور ایک چیخ یعنی صور پھونکے جانے کے منتظر ہیں، جو ایک ہی لمحے میں ان سب کو ہلاک و تباہ کر ڈالے گا۔ ان کی جہالت اور دلیری یہاں تک پہنچ گئی کہ قیامت کے عذاب سے ڈرنا تو درکنار یہ تو قیامت سے پہلے ہی جہنم میں سے اپنے عذاب کا حصہ مانگتے ہیں، اور تمسخر کے طور پر کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! محمد صلی اللہ علیہ وسلم جس عذاب آخرت سے ہمیں ڈراتے ہیں وہ ہمیں دنیا ہی میں دیدے۔ ظاہر ہے یہ گستاخی اور تمسخر اسی وقت تک ہے جب تک عذاب الٰہی نازل نہیں ہوتا۔ جب عذاب الٰہی آئے گا تو ان کو ایک لمحے کی بھی مہلت نہ ملے گی۔

حضرت داؤدؑ کا حال

۱۷۔۲۰: اِصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَ اذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَیْدِ ۚ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ۝ اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ یُسَبِّحْنَ بِالْعَشِیِّ وَ الْاِشْرَاقِ ۝ وَ الطَّیْرَ مَحْشُوْرَةً ؕ كُلٌّ لَّهٗۤ اَوَّابٌ ۝ وَ شَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَ اٰتَیْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَ فَصْلَ الْخِطَابِ ۝

آپ ان کی باتوں پر صبر کیجئے اور ہمارے بندے داؤد کو یاد کیجئے جو بڑی قوت والے تھے۔ بیشک وہ (اللہ کی طرف) بہت رجوع کرنے والے تھے۔ بیشک ہم نے پہاڑوں کو ان کے تابع رکھا تھا کہ ان کے ساتھ شام اور صبح کو تسبیح کیا کریں اور پرندے بھی جمع ہو کر (تسبیح کرتے تھے) سب اس کے زیر فرمان رہے اور ہم نے ان کی سلطنت کو مضبوط کر دیا تھا اور ہم نے ان کو حکمت اور فیصلہ کرنے کی صلاحیت عطا کی تھی۔

اَوَّابٌ: بہت رجوع کرنے والا، بہت توبہ کرنے والا۔ اَوْبٌ سے مبالغہ۔

مَحْشُوْرَةً: جمع کی ہوئی، اکٹھی کی ہوئی۔ حَشْرٌ سے اسم مفعول۔

تشریح: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! یہ مشرکین جو تمسخر و استہزا اور تکذیب و تردید کرتے رہتے ہیں، آپ اس پر صبر کرتے رہئے اور ہمارے بندے حضرت داؤد علیہ السلام کو یاد کیجئے جو بڑی قوت و ہمت والے تھے۔ ان کے علم و حلم، عزم و حوصلہ اور سلطنت و حکومت کے رعب و دبدبے کی کوئی حد نہ تھی۔ اللہ نے ان کی حکومت کا خوف لوگوں کے دلوں میں ڈال دیا تھا۔ بلاشبہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف بہت رجوع کرنے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو عبادت کی خاص قدرت اور اسلام کی سمجھ عطا فرمائی تھی۔

صحیحین کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ حضرت داؤد کی رات کی نماز اور دن کے روزے پسند تھے۔ آپ آدھی رات سوتے اور تہائی رات قیام کرتے اور رات کا چھٹا حصہ پھر سو جاتے اور ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن نہ رکھتے اور دشمنانِ دین سے جہاد میں پیٹھ نہ دکھاتے اور اپنے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت و رجوع رکھتے۔

اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو آپ کے لیے مسخر کر دیا تھا۔ وہ آپ کے ساتھ سورج نکلنے کے وقت

اور غروب آفتاب کے وقت اللہ کی تسبیح بیان کرتے ۔ اسی طرح پرندے بھی آپ کی آواز سن کر آپ کے ساتھ اللہ کی تسبیح وتحمید کرنے لگ جاتے ۔ جب آپ زبور پڑھتے تو قریب سے گزرنے والے پرندے بھی اپنی پرواز روک کر آپ کے ساتھ تلاوت میں مشغول ہو جاتے ۔

بغوی نے حضرت ابن عباس کا قول نقل کیا ہے کہ اللہ نے حضرت داؤد کو تمام بادشاہوں سے بڑھ کر اقتدار عطا فرمایا تھا ۔ ان کے شاہی محل کی نگرانی ہر رات ۳۶ ہزار سپاہی کرتے تھے ۔

پھر فرمایا کہ ہم نے داؤد کو حکمت یعنی نبوت و معرفت عطا فرمائی اور ہم نے ان کو فیصلہ کن خطاب اور قوت گویائی عطا کی تھی کہ ان کی گفتگو نہایت فصیح و بلیغ اور جامع ہوتی تھی اور مضبوط دلائل کی بنا پر حق و باطل اور ظلم و انصاف کے درمیان فیصلہ کن ہوتی ۔

بغوی نے حضرت علی کا قول نقل کیا ہے کہ فصل الخطاب یہ ہے کہ **البینة علی المدعی و الیمین علی من انکر** یعنی مدعی پر لازم ہے کہ وہ گواہ پیش کرے اور گواہ نہ ہوں تو مدعی علیہ سے حلف لیا جائے ۔ شعبی نے کہا کہ حمد و ثنا کے بعد جب آدمی اپنا مقصد بیان کرنا چاہتا ہے اور اس سے پہلے اما بعد کہتا ہے تو یہ فصل الخطاب ہے ۔ بیضاوی نے لکھا ہے کہ یہ فصل الخطاب اس لیے ہے کہ یہ لفظ حمد و ثنا کو بیانِ مقصد سے جدا کر دیتا ہے ۔ (مظہری ۱۵۹ ۔ ۱۶۱/ ۸، ابن کثیر ۲۹، ۳۰/ ۴) ۔

ایک عجیب مقدمہ

۲۱ ۔ ۲۵: وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ﴿۲۱﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَآ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ ﴿۲۲﴾ اِنَّ هٰذَآ اَخِيْ ۫ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِيَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ ۫ فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا وَعَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ ﴿۲۳﴾ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ ۭ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ ﴿۲۴﴾ فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ۭ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۲۵﴾

کیا آپ کو جھگڑا کرنے والوں کی بھی خبر پہنچی جبکہ وہ دیوار پھاند کر عبادت کی جگہ آئے ۔ جب وہ (حضرت) داؤد کے پاس پہنچے تو وہ (حضرت داؤد) گھبرا گئے ۔ وہ کہنے لگے کہ آپ خوفزدہ نہ ہوں ۔ ہم دونوں آپس میں جھگڑا اور زیادتی کر رہے ہیں ۔ آپ ہمارے درمیان انصاف سے فیصلہ کر دیجئے اور ناانصافی نہ کیجئے اور ہمیں سیدھی راہ بتا دیجئے ۔ بیشک یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے بھیڑیں ہیں اور میرے پاس ایک بھیڑ ہے ۔ یہ کہتا ہے کہ اپنی ایک بھی مجھے دے دو اور (یہ) بات چیت میں مجھے دبا لیتا ہے ۔ (حضرت) داؤد نے کہا کہ بیشک وہ اپنی بھیڑوں کے ساتھ تیری ایک بھیڑ ملا لینے کا سوال کر کے تجھ پر ظلم کرتا ہے، اور اکثر شرکا ایک دوسرے پر زیادتی کیا کرتے ہیں، سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے اور ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں اور (حضرت) داؤد سمجھ گئے کہ ہم نے ان کی آزمائش کی ہے، سو انہوں نے اپنے رب سے معافی مانگی اور سجدے میں گر پڑے اور (اللہ کی طرف) رجوع ہوئے سو ہم نے انہیں معاف کر دیا اور بیشک ان کے لیے ہمارے پاس بڑا مرتبہ اور اچھا ٹھکانا ہے ۔

تَسَوَّرُوْا : انہوں نے دیوار کو پھاندا ۔ تَسَوُّرٌ سے ماضی ۔

فَزِعَ : وہ گھبرا گیا، وہ ڈر گیا ۔ فَزَعٌ سے ماضی ۔

تُشْطِطْ : تو بے انصافی کرتا ہے، تو زیادتی کرتا ہے ۔

نَعْجَۃٌ : ایک دنبی، ایک بھیڑ ۔ جمع نِعَاجٌ ۔

اَکْفِلْنِیْھَا : تو مجھ کو اس کا کفیل کر دے، تو مجھ کو وہ سونپ دے ۔ اِکْفَالٌ سے امر ۔

زُلْفٰی : درجہ، مرتبہ، نزدیکی ۔ مصدر ہے ۔

تشریح: ایک دن حضرت داؤد علیہ السلام عبادت میں مشغول تھے کہ اچانک دو آدمی دیوار پھاند کر ان کے پاس پہنچ گئے ۔ حضرت داؤد اپنی قوت و شوکت کے باوجود یہ ناگہانی ماجرہ دیکھ کر گھبرا گئے کہ یہ انسان ہیں یا کوئی اور مخلوق، ان کو بے وقت آنے کی ہمت کیسے ہوئی ۔ نہ جانے یہ لوگ کس نیت اور کس غرض سے آئے ہیں ۔ جس یکسوئی کے ساتھ وہ عبادت میں مشغول تھے وہ اس واقعہ سے قائم نہ رہ سکی ۔ آنے والے

دونوں آدمیوں نے کہا کہ آپ کچھ اندیشہ نہ کریں، ہم ایک مقدمے کے دو فریق ہیں۔ اور اس کا فیصلہ کرانے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ آپ انصاف کے ساتھ ہمارا فیصلہ کر دیجئے۔ ہم عدل وانصاف کی سیدھی راہ معلوم کرنے کے لیے آپ کے پاس آئے ہیں کوئی ٹالنے کی بات نہ ہو۔

ان میں سے ایک کہنے لگا کہ یہ میرا دینی بھائی ہے۔ اس کے پاس ننانوے بھیڑیں ہیں اور میرے پاس صرف ایک بھیڑ ہے۔ یہ چاہتا ہے کہ کسی طرح میری ایک بھیڑ بھی مجھ سے چھین کر اپنی سو پوری کر لے۔ بات کرنے میں بھی یہ مجھ سے تیز ہے۔ جب بات کرتا ہے تو مجھ پر غالب آ جاتا ہے اس لیے لوگ بھی اس کی ہاں میں ہاں ملا دیتے ہیں حالانکہ میں حق پر ہوں۔ اس کی گفتگو سن کر حضرت داؤد نے فرمایا کہ اگر یہ تیرا بھائی ایسا کرتا ہے تو یہ زیادتی اور ناانصافی ہے۔ ہم اس کو ایسا نہیں کرنے دیں گے۔ اکثر شرکا ایک دوسرے پر اسی طرح زیادتی کرتے ہیں مگر اللہ کے مومن اور نیک بندے ایسا نہیں کرتے لیکن وہ دنیا میں بہت کم ہیں۔ جب حضرت داؤد نے ان کا فیصلہ کر دیا تو وہ دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر ہنسے، پھر آسمانوں کی طرف چڑھ کر غائب ہو گئے اور حضرت داؤد بھی سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مقدمے سے ان کا امتحان لیا ہے۔ اس لیے فوراً اپنے رب سے معافی مانگنے لگے اور عاجزی کرتے ہوئے سجدے میں گر پڑے اور پوری طرح اللہ کی طرف رجوع ہو گئے۔ پھر اللہ نے ان کی وہ خطا جس کی انہوں نے معافی مانگی تھی معاف کر دی اور فرمایا کہ بلاشبہ اس مغفرت کے بعد ان کے لیے ہماری بارگاہ میں قرب کا ایک بہت ہی عظیم مقام اور بہترین انجام وٹھکانہ ہے۔

ان آیات میں حضرت داؤد کی جس خطا کی طرف اشارہ ہے اس کے بارے میں مفسرین نے بہت سی روایات اور قصے بیان کئے ہیں۔ ابن کثیر ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ان میں اکثر اسرائیلیات ہیں۔ قرآنی الفاظ سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت داؤد نے ایک بات کی خواہش کی یعنی ایک عورت سے نکاح کی باوجود اس کے کہ ان کو اس جیسی ننانوے عورتیں حاصل تھیں۔ اس پر تنبیہ کے لیے اللہ نے مقدمہ کی شکل دیکر دو فرشتوں کو بھیجا۔ حضرت داؤد فوراً متنبہ ہو گئے اور توبہ و استغفار میں لگ گئے۔ (عثمانی ۴۳۵، ۲/۴۳۶، ابن کثیر ۳۱، ۴/۳۲)۔

حضرت داؤدؑ کو زمین پر خلیفہ بنانا

۲۶ يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ
وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ

عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا يَوْمَ الْحِسَابِ ۝

اے داؤد ہم نے آپ کو زمین پر اپنا نائب بنایا سو تم لوگوں کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلے کیا کرو اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی نہ کرنا ورنہ وہ تمہیں اللہ کے راستے سے بھٹکا دے گی۔ بیشک جو لوگ اللہ کے راستے سے بھٹکتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے اس لیے کہ وہ روز حساب کو بھولے رہے۔

تشریح: اس آیت میں حضرت داؤد علیہ السلام کو انعامات خداوندی میں سے خلافت ارضی کے انعام سے نوازنے کا ذکر ہے۔ نبوت و رسالت تو ان کو پہلے ہی عطا فرمادی گئی تھی۔ پھر مزید انعام یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو سلطنت وحکومت بھی عطا فرمادی اور ان کی توجہ اس منصب کی دو اہم ذمہ داریوں کی طرف دلائی۔ ا۔ اے داؤد لوگوں کے درمیان ہمیشہ حق وانصاف کے مطابق فیصلہ کرنا۔ ۲۔ خواہش نفس کی کبھی پیروی نہ کرنا۔ اگر خواہش نفس کی پیروی کی تو وہ تمہیں راہ حق سے بہکا دے گی اور جو راہ حق سے ہٹا وہ عدل قائم نہیں کرسکتا۔ بلاشبہ جو بھٹک کر اپنے حساب کے دن کو بھول جائے اس کے لیے سخت عذاب ہے۔ اس آیت کے مخاطب اگرچہ حضرت داؤد ہیں اس سے دوسرے بادشاہوں اور حاکموں کو متنبہ کرنا ہے کہ وہ عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کیا کریں اور اپنے روز حساب کو فراموش نہ کریں ورنہ سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

ایک مرتبہ حضرت عمر نے حضرت طلحہ، زبیر، کعب اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ خلیفہ اور بادشاہ میں کیا فرق ہے۔ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر نے فرمایا کہ ہمیں معلوم نہیں۔ حضرت سلمان فارسی نے کہا کہ خلیفہ وہ ہوتا ہے جو رعایا میں انصاف کرے۔ سب کو معاشی تقسیم ایک جیسی کرے اور رعایا پر ایسی شفقت کرے جیسے آدمی اپنے گھر والوں پر کرتا ہے اور اللہ کی کتاب کے موافق فیصلے کرے۔ حضرت کعب نے کہا کہ میں یہ سمجھتا تھا کہ اس مجلس میں میرے سوا کوئی بھی خلیفہ کے معنی نہیں جانتا۔

سلیمان بن ابی العوجاء سے روایت ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا مجھے نہیں معلوم کہ میں بادشاہ ہوں یا خلیفہ۔ ایک شخص نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! ان دونوں میں فرق ہے حضرت عمر نے فرمایا کیا فرق ہے۔ اس شخص نے کہا خلیفہ حق پر لیتا اور حق پر دیتا ہے۔ الحمد للہ آپ ایسے ہیں اور بادشاہ ظلم کرتا ہے (ظلماً) اس سے لیتا ہے اور اس کو دیتا ہے۔ حضرت عمر خاموش ہوگئے۔ بعض روایات میں ہے جب حضرت امیر

معاویہ منبر پر بیٹھتے تو یہ کہا کرتے کہ خلافت نہ مال جمع کرنے کا نام ہے نہ تقسیم کرنے کا بلکہ خلافت اس کا نام ہے کہ حق پر عمل کرے، فیصلے میں عدل کرے اور لوگوں کو حکم الٰہی پر قائم کرے۔ (مظہری ۱۷۳/۸)

تخلیق کائنات کی حکمت

۲۷۔۲۹: وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ۚ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ۞ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِى الْاَرْضِ ۡ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ۞ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۞

ہم نے آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کو بے فائدہ پیدا نہیں کیا۔ یہ خیال تو کافروں کا ہے سو افسوس ہے! کافروں کے لیے آگ (کی سزا) ہے۔ کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لے آئے اور نیک کام کئے ان کے برابر کردیں گے جو دنیا میں فساد مچاتے رہے؟ کیا ہم پرہیز گاروں کو بدکاروں کی مانند کردیں گے؟ یہ (قرآن) ایک بابرکت کتاب ہے جو ہم نے آپ پر نازل کی ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں اور عقل مند لوگ اس سے نصیحت حاصل کریں۔

تشریح: آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے یہ سب ہم نے حکمت سے خالی، بیکار اور محض کھیل تماشے کے لیے پیدا نہیں کئے جیسا کہ کافروں کا خیال ہے کہ اس حیات دنیوی کے بعد نہ کوئی اور حیات ہے اور نہ حشر و نشر اور جزا و سزا ہے، بلکہ ان کی تخلیق میں بے شمار حکمتیں ہیں۔ ان میں سے سب سے بڑی حکمت یہ ہے کہ کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی قدرت و وحدانیت پر دلالت کرتی ہے۔ پھر ایک وقت آئے گا جب اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے والوں کو سرفراز و سربلند کیا جائے گا اور نافرمانوں کو سخت سزا دی جائے گی۔ قیامت کے دن منکرین حشر و نشر اور جزا و سزا کے لیے بڑی خرابی ہوگی جب حساب و کتاب کے بعد انہیں اس آگ میں ڈال دیا جائے گا جو اللہ نے ان کے لیے تیار کر رکھی ہے۔

آسمان و زمین اور کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور کمال حکمت کی واضح دلیل

ہیں ۔ جو لوگ ان دلائل و حقائق پر ایمان رکھتے ہیں وہ مومن و پرہیز گار ہیں ۔ اور جو ان کا انکار و تکذیب کرتے ہیں وہ نافرمان و مفسد ہیں ۔ ان مومنوں اور نافرمانوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے ۔ یہ دونوں گروہ برابر اور ایک جیسے نہیں ہو سکتے ۔ اس لیے تخلیق کائنات کے مقصد اور حکمت خداوندی کا تقاضا یہ ہے کہ عدل و انصاف قائم کر کے نیکوں کو نیکیوں کی جزا اور نافرمانوں کو نافرمانی کی سزا دی جائے ۔ یہ اسی وقت ممکن ہوگا جب جزا و سزا اور حساب و کتاب کا ایک وقت مقرر ہو ۔ اسی کا نام آخرت اور یوم قیامت ہے ۔ اسی قانون حکمت کا حامل یہ قرآن ہے جو آپ پر نازل کیا گیا ہے ۔ یہ ایک بابرکت کتاب ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور و فکر کریں اور سمجھدار لوگ اس سے نصیحت حاصل کریں ۔ (مظہری ۱۷۳، ۱۷۴/۸)

جہاد کے گھوڑے

۳۰۔۳۳: وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمٰنَ ۚ نِعْمَ الْعَبْدُ ۚ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ۝ اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ۝ فَقَالَ اِنِّيْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ ۚ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ۝ رُدُّوْهَا عَلَيَّ ۚ فَطَفِقَ مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ ۝

اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا کیا جو بہت اچھا بندہ تھا ۔ بیشک وہ (ہماری طرف) بہت رجوع کرنے والا تھا ۔ جب ان کے سامنے شام کے وقت نہایت تیز رو اور عمدہ گھوڑے پیش کئے گئے تو کہنے لگے کہ (افسوس) میں ان گھوڑوں کی محبت میں اپنے پروردگار کی یاد سے غافل ہو گیا ، یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا ۔ ان (گھوڑوں) کو میرے پاس واپس لاؤ ۔ پھر وہ (جہاد کے شوق میں) ان کی گردنوں اور پنڈلیوں پر (محبت سے) ہاتھ پھیرنے لگے ۔

الصّٰفِنٰتُ : نہایت تیز رو گھوڑے ۔ صُفُوْنٌ سے اسم فاعل ۔

الجِیَادُ : بہت اچھے ، عمدہ ، تیز رو ۔ واحد جَوَادٌ ۔

تَوَارَتْ : وہ پوشیدہ ہو گئی ، وہ چھپ گئی ۔ تَوَارِیٌ سے ماضی ۔

طفِق: وہ کرنے لگا، اس نے شروع کیا۔ طفقٌ و طُفُوْقٌ سے ماضی۔

تشریح: سمجھدار اور عقلمند لوگوں پر اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی اپنا فضل و انعام فرماتا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام بھی بڑے عقلمند اور اللہ تعالیٰ کے عبادت گزار بندے تھے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں حضرت سلیمان جیسا بیٹا عطا فرمایا، جو نہایت عقلمند اور اللہ تعالیٰ کی طرف بہت رجوع کرنے والا تھا۔ حضرت سلیمان کا وہ واقعہ یاد رکھنے کے قابل ہے جب شام کے وقت جہاد وغیرہ کے لیے پالے ہوئے اصیل اور عمدہ گھوڑے پیش کئے گئے اور وہ ان کے معائنے میں ایسے مشغول ہوئے کہ سورج غروب ہو گیا اور ان کی نماز یا ایسا ہی کوئی اور معمول فوت ہو گیا۔ پھر جب خود ہی اس غفلت پر متنبہ ہوئے تو گھوڑے چونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی ذاتی ملکیت میں تھے اور ان ہی سے یادِ الٰہی میں خلل واقع ہوا تھا۔ اور ان کی شریعت میں اونٹ گائے اور بکری کی طرح گھوڑوں کی قربانی بھی جائز تھی اس لیے انہوں نے عبادت کے طور پر گھوڑوں کو اللہ کے نام پر قربان کر دیا۔ (روح المعانی ۲۳/۱۹۳)

ان آیات کی ایک اور تفسیر حضرت عبد اللہ بن عباس سے منقول ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے جب وہ گھوڑے معائنے کے لیے پیش کئے گئے جو جہاد کے لیے پالے گئے تھے تو وہ انہیں دیکھ کر مسرور ہوئے اور فرمایا کہ مجھے ان گھوڑوں سے محبت دنیا کی محبت کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے پروردگار کی یاد کی وجہ سے ہے کیونکہ یہ جہاد کے لیے تیار کئے گئے ہیں اور جہاد ایک افضل عبادت ہے۔ اس دوران گھوڑے نگاہوں سے پوشیدہ ہو گئے تو آپ نے جذبۂ جہاد کے جوش میں حکم دیا کہ ان کو دوبارہ سامنے لایا جائے۔ جب وہ دوبارہ سامنے آ گئے تو فرطِ جذبات میں آپ ان کی گردنوں اور پنڈلیوں پر پیار سے ہاتھ پھیرنے لگے۔ اس تفسیر کی رو سے عن ذکر ربی میں عن سببیہ ہے اور توارت کی ضمیر گھوڑوں کی طرف راجع ہے اور مَسحْ سے مراد کاٹنا نہیں بلکہ محبت سے ہاتھ پھیرنا ہے۔ (معارف القرآن مفتی محمد شفیع ۷/۵۱۳،۵۱۲، عثمانی ۲/۴۳۸)۔

حضرت سلیمانؑ کی آزمائش

۳۴۔۴۰: وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ۝ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ

بیشک ہم نے سلیمان کی آزمائش کی اور ان کے تخت پر ایک جسم لا ڈالا۔ پھر وہ

اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿٣٥﴾ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ
رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ ﴿٣٦﴾ وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّ غَوَّاصٍ ﴿٣٧﴾
وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِى الْاَصْفَادِ ﴿٣٨﴾ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ
اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٣٩﴾ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ
مَاٰبٍ ﴿٤٠﴾

(ہماری طرف) رجوع ہوئے۔ (حضرت) سلیمان نے دعا مانگی کہ اے میرے رب مجھے معاف کر دے اور مجھے ایسی سلطنت عطا کر کہ میرے بعد کسی کو میسر نہ ہو۔ بیشک تو بہت ہی دینے والا ہے۔ سو ہم نے ہوا کو اس کے تابع کر دیا۔ وہ آپ کے حکم سے جہاں آپ چاہتے آپ کو نرمی سے پہنچا دیا کرتی تھی اور جنات کو، سارے عمارت بنانے والوں اور غوطہ خوروں کو بھی (ان کے تابع کر دیا) اور دوسرے (جنات کو بھی) جو زنجیروں میں جکڑے رہتے تھے۔ (ہم نے سلیمان سے کہا) یہ ہماری عطا ہے سو (جس پر چاہو) احسان کرو اور (جس سے چاہو) روک لو تم سے کچھ حساب نہ ہوگا اور بیشک ان کے لیے ہمارے پاس بڑا مرتبہ اور اچھا ٹھکانا ہے۔

بَنَّآءٍ : معمار، عمارت بنانے والا۔ بِنَاءٌ سے مبالغہ کے وزن پر اسم فاعل۔

غَوَّاصٍ : غوطہ خور، اچانک آجانا۔ غَوْصٌ و غِيَاصٌ سے مبالغہ۔

مُقَرَّنِيْنَ: جکڑے ہوئے، کس کر باندھے ہوئے۔ تَقْرِيْنٌ سے اسم فاعل۔

اَصْفَادِ : زنجیریں۔ واحد صَفَدٌ و صِفَادٌ۔

تشریح: ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی ایک آزمائش اور ایک دعا کا ذکر فرمایا ہے کہ اس آزمائش کے دوران ایک دھڑ حضرت سلیمان علیہ السلام کی کرسی پر ڈال دیا گیا تھا۔ وہ دھڑ کیا تھا؟ اس کے کرسی پر ڈالنے کا مطلب کیا ہے؟ اور اس سے آزمائش کیسے ہوگئی؟ یہ تمام تفصیلات نہ قرآن کریم میں موجود ہیں اور نہ کسی صحیح حدیث سے ثابت ہیں۔ قرآن کریم نے اس کو مجمل رکھا ہے اس لیے اس کی تفصیلات میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ صرف اس بات پر ایمان رکھنا کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی کوئی آزمائش کی تھی اور اس آزمائش کے بعد حضرت سلیمان میں

انابت الی اللہ کا جذبہ پہلے سے زیادہ پیدا ہوا۔ قرآن کریم کا مقصود بھی یہی بتانا ہے کہ جب کوئی شخص کسی مصیبت یا آزمائش میں مبتلا ہو تو حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرح اس کو پہلے سے زیادہ رجوع الی اللہ کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ (معارف القرآن مفتی محمد شفیع ۵۱۵، ۵۱۶/ ۷)

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے میرے پروردگار میرا قصور معاف فرمادے اور مجھے ایسی عظیم الشان حکومت عطا فرما جو میرے بعد کسی کو حاصل نہ ہو۔ یقیناً تو ہی سب کچھ بخشنے والا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کو ایسی حکومت عطا فرمائی کہ ان کے بعد ویسی حکومت کسی کو نصیب نہ ہو سکی۔ سو اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حضرت سلیمان کا فرماں بردار بنا دیا۔ وہ ان کے حکم سے ان کو نرمی کے ساتھ وہاں لے جاتی جہاں وہ جانا چاہتے۔ اللہ تعالیٰ نے شیطانوں، عمارتیں بنانے والوں اور غوطہ خوروں کو ان کا تابع بنا دیا، نیز مفسد اور شریر جنات کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے رہتے تھے، حضرت سلیمان کا فرماں بردار بنا دیا تھا تاکہ وہ کسی قسم کی سرکشی نہ کر سکیں۔

ہم نے سلیمان سے کہا کہ ایسی حکومت و سلطنت ہم نے کسی اور کو نہیں دی۔ یہ صرف تمہیں دی گئی ہے اور یہ ہمارا خاص عطیہ ہے۔ اب تم جس کو چاہو دو اور جس سے چاہو روک لو، تم سے کچھ حساب نہ ہوگا اس کے علاوہ آخرت میں حضرت سلیمان کو ہمارے پاس قرب کا ایک خاص مقام بھی حاصل ہوگا اور بہترین انجام کیونکہ دنیا کی بڑی سے بڑی نعمت بھی آخرت کی معمولی نعمت کے مقابلے میں کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔

حضرت ایوب علیہ السلام کا واقعہ

۴۱۔۴۳: وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ أَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُۥٓ أَنِّى مَسَّنِىَ ٱلشَّيْطَٰنُ بِنُصْبٍ وَعَذَابٍ ﴿٤١﴾ ٱرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۖ هَٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَشَرَابٌ ﴿٤٢﴾ وَوَهَبْنَا لَهُۥٓ أَهْلَهُۥ وَمِثْلَهُم مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرَىٰ لِأُو۟لِى ٱلْأَلْبَٰبِ ﴿٤٣﴾

آپ ہمارے بندے ایوب کا بھی ذکر کیجئے جبکہ اس نے اپنے رب کو پکارا کہ شیطان نے مجھے ایذا اور تکلیف پہنچائی ہے (ہم نے کہا) اپنا پاؤں (زمین پر) مارو، یہ ہے نہانے اور پینے کا ٹھنڈا پانی۔ ہم نے ان کا پورا کنبہ ان کو عطا فرما دیا

اور اپنی خاص رحمت سے ان کے برابر اور بھی اور اہل عقل کی نصیحت کے لیے

نُصْبٍ : مصیبت، رنج، جسمانی تکلیف ۔ جمع اَنْصَابٌ ۔

اُرْکُضْ : تو لات مار، تو پاؤں مار، رَکْضٌ سے امر۔

تشریح: حضرت ایوب بڑے خوشحال پیغمبر تھے ۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں طرح طرح کے جانور، کھیتیاں، باغات، مال و اولاد اور باندی غلام غرض سب کچھ دیا تھا ۔ پھر اللہ کی طرف سے ان کی آزمائش کے لیے مال و اولاد وغیرہ سب فنا ہو گئے، صحت و تندرستی جاتی رہی ۔ اپنے اور غیر سب نے منہ موڑ لیا، کوئی خیریت تک پوچھنے والا نہ تھا ۔ صرف بیوی ہی ساتھ رہ کر دن رات خدمت کرتی رہی ۔

ان آیتوں میں اسی آزمائش کا ذکر ہے کہ ان کو ایک شدید قسم کا مرض لاحق ہو گیا تھا، مگر اس مرض کی نوعیت نہیں بتائی گئی اور نہ احادیث میں اس کی کوئی تفصیل مذکور ہے ۔ سو جس طرح دوسرے انبیائے کرام علیہم السلام مختلف آزمائشوں سے گزرے، اسی طرح حضرت ایوب علیہ السلام بھی ایک آزمائش سے گزرے، تاکہ اہل دنیا کے سامنے اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کے صبر کا نمونہ ظاہر ہو جائے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اشد الناس بلاء الانبياء ثم الامثل فالامثل

سب سے زیادہ شدید آزمائش انبیا کی ہوتی ہے پھر ان کے بعد وہ جو درجہ بدرجہ ان سے مشابہ اور قریب ہوں ۔

حضرت ایوب جس طرح نعمت و راحت میں اللہ کے شکر گزار رہے اسی طرح مصیبت میں بھی نہایت صابر و شاکر رہے ۔ آخر جب بیماری حد سے بڑھ گئی تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ۔ اس رحیم و کریم نے اسی وقت ان کی دعا قبول فرما کر ان کو زمین پر پاؤں مارنے کا حکم دیا ۔ حضرت ایوب نے زمین پر پاؤں مارا تو اس سے پانی کا ایک چشمہ جاری ہو گیا ۔ حضرت ایوب اس سے نہائے بھی اور اس کو پیا بھی ۔ اس طرح ان کو تمام اندرونی و بیرونی بیماریوں سے صحت کلی حاصل ہو گئی ۔

پھر فرمایا کہ ہم نے ان کو ان کے گھر والے بھی عطا کر دیئے جو حوادث میں ضائع ہو گئے تھے اور محض اپنی رحمت و مہربانی سے ان جیسے اور ان ہی کے برابر مزید عطا کئے تاکہ عقلمند اور سمجھدار لوگوں کے لیے یہ واقعات عبرت و نصیحت کا سامان ہو جائیں اور وہ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے صابر و شاکر بندوں کو کیسے کیسے انعامات سے نوازتا ہے ۔ (ابن کثیر ۴/۴۰،۳۹)

حضرت ایوبؑ کی قسم

۴۴: وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ۗ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ۗ
نِعْمَ الْعَبْدُ ۗ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۴۴﴾

اور (ہم نے ایوب سے کہا کہ) اپنے ہاتھ میں سینکوں کا ایک مٹھا لے کر اس سے مارو اور قسم نہ توڑو۔ بیشک ہم نے (حضرت) ایوب کو صابر پایا۔ وہ بڑا نیک بندہ تھا۔ بیشک وہ (ہماری طرف) بہت ہی رجوع کرنے والا تھا۔

ضِغْثًا: جھاڑو، سینکوں کا مٹھا۔ جمع اَضْغَاثٌ۔

تَحْنَثْ: تو قسم توڑتا ہے۔ حِنْثٌ سے مضارع۔

تشریح: حضرت ایوب علیہ السلام نے بیماری کے دوران اپنی بیوی سے کسی بات پر ناراض ہو کر یہ قسم کھائی تھی کہ شفا ہو جانے کے بعد ان کو سو کوڑے ماریں گے۔ بیماری کے دنوں میں جب سب لوگ ان سے دور ہو چکے تھے تو تنہا یہی بیوی ان کی خدمت کرتی تھی۔ ایسی نیک صفت خاتون اس سزا کے لائق نہ تھیں جو حضرت ایوب نے ان کے لیے طے کر رکھی تھی۔ پس جب حضرت ایوب علیہ السلام تندرست ہو گئے اور انہوں نے اپنی قسم کو پورا کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس خاتون پر رحم فرمایا اور حضرت ایوب کو حکم دیا کہ اپنی قسم پوری کرنے کے لیے سو سینکوں کا مٹھا بنا کر اپنی بیوی کو اس سے ایک دفعہ مار دو۔ اس سے سو کوڑے مارنے کی قسم پوری ہو جائے گی اور نیک صفت خاتون بھی سخت سزا سے بچ جائے گی۔

پھر فرمایا کہ ہم نے حضرت ایوب کو مصائب و شدائد میں بڑا صابر و شاکر پایا۔ وہ بڑا نیک بندہ ثابت ہوا۔ اس کے دل میں ہماری سچی محبت تھی اس لیے وہ ہماری طرف جھکتا رہا اور ہم ہی سے لو لگائے رہا۔

ابراہیمؑ و اسحٰقؑ و یعقوبؑ وغیرہ کا ذکر

۴۵۔۴۸: وَاذْكُرْ عِبٰدَنَاۤ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِى الْاَيْدِيْ وَ
الْاَبْصَارِ ﴿۴۵﴾ اِنَّاۤ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ﴿۴۶﴾ وَاِنَّهُمْ
عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ﴿۴۷﴾ وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ
وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ۗ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ﴿۴۸﴾

آپ ہمارے بندوں، ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب کا بھی ذکر کیجئے جو ہاتھوں اور آنکھوں والے تھے۔ بیشک ہم نے ان سب کو ایک خاص بات کی بنا پر امتیاز دیا تھا اور وہ آخرت کی یاد ہے اور ہمارے نزدیک وہ سب برگزیدہ اور بہترین لوگ تھے، اور آپ اسمٰعیل، یسع اور ذوالکفل کا بھی ذکر کیجئے۔ وہ سب بہترین لوگ تھے۔

تشریح: حضرت ایوب علیہ السلام کے ذکر کے بعد اب حضرت ابراہیم و اسحٰق و یعقوب علیہم السلام کے اخلاص اور رجوع الی اللہ اور ان کے دیگر فضائل کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بصیرت بھی عطا فرمائی تھی اور دین کی سمجھ بھی۔ یہ لوگ اللہ کی اطاعت میں نہایت مستقیم تھے۔ ان کے نزدیک دنیا کی کوئی اہمیت و وقعت نہ تھی بلکہ ان کے پیش نظر صرف آخرت تھی اور وہ ہمہ وقت اسی کی تیاری میں لگے رہتے تھے اور اپنی تمام عملی قوتوں اور فکری صلاحیتوں کو اسی کے لیے وقف کئے ہوئے تھے۔ وہ اپنے اخلاق فاضلہ اور اعمال صالحہ میں کمال کے سبب اپنے نفس پر غالب تھے اور دوسروں کو اعمال صالحہ کی ترغیب دیتے تھے۔ یہ سب لوگ اللہ تعالیٰ کے منتخب کئے ہوئے اور خاص الخاص بندے تھے۔

دیگر برگزیدہ پیغمبروں کی طرح حضرت اسماعیل اور الیسع اور ذوالکفل نے بھی اپنی فکری صلاحیتوں اور عملی قوتوں کو آخرت کی بہتری کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ اس لیے یہ بھی اللہ کے خاص چنیدہ اور پسندیدہ بندوں میں سے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے بھی ویسے ہی درجات ہیں جیسے دوسرے برگزیدہ انبیا کے۔ پس اگر کسی کو آخرت کے انعامات و فضائل کا شوق ہے تو اس کو چاہئے کہ وہ اللہ کے ان نیک اور برگزیدہ پیغمبروں کے نقوش قدم پر چلے اور ان کی تکذیب و انکار سے بچے کیونکہ انبیا کی تکذیب و انکار کرنے والوں کا انجام، ان کی ہلاکت و بربادی اور ذلت و رسوائی اہل دنیا کے سامنے ہے۔ قرآن کریم نے یہ واقعات عبرت و نصیحت کے لیے بیان کئے ہیں اس لیے ہر صاحب عقل کو ان سے عبرت حاصل کرنی چاہئے۔

آخرت کا انعام

۴۹۔۵۴: هٰذَا ذِكْرٌ ؕ وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ۝٤٩ جَنّٰتِ عَدْنٍ
مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ ۝٥٠ مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ

كَثِيرَةٍ وَّشَرَابٍ ﴿٥١﴾ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ ﴿٥٢﴾ هٰذَا
مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿٥٣﴾ اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ
نَّفَادٍ ﴿٥٤﴾

یہ واقعات ایک نصیحت ہے اور بیشک پرہیز گاروں کے لیے بہت اچھا ٹھکانا ہے (ان کے لیے) ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں جن کے دروازے ان کے لیے کھلے ہوں گے ۔ وہ ان میں تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے اور بہت سے میوے اور پینے کی چیزیں منگوائیں گے اور ان کے پاس نیچی نگاہوں والی ہم عمر (حوریں) ہوں گی ۔ یہ وہی (نعمت) ہے جس کا تم سے روزِ حساب آنے پر وعدہ کیا گیا تھا ۔ بیشک یہ ہمارا (عطا کیا ہوا) رزق ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا ۔

مَاٰبٌ : واپس ہونے کی جگہ، لوٹنے کی جگہ ۔ اَوْبٌ سے اسم ظرف مکان ۔

قٰصِرٰتٌ : نیچی نگاہ رکھنے والیاں، پاکدامن عورتیں ۔ قَصْرٌ سے اسم فاعل ۔

اَتْرَابٌ : ہم عمر عورتیں، ہمجولیاں ۔ واحد تِرْبٌ ۔

نَفَادٌ : کم ہونا، ختم ہو جانا ۔ مصدر ہے ۔

تشریح : بلاشبہ پرہیز گاروں کے لیے آخرت میں بہترین ٹھکانا ہے ۔ وہاں ہمیشہ قائم رہنے والے باغات ہوں گے جن کے دروازے پرہیز گاروں کے لیے کھلے ہوئے ہوں گے ۔ یعنی ان کے اعزاز و اکرام کا یہ حال ہوگا کہ جب بھی وہ اپنے باغات و محلات میں آئیں گے تو فرشتے ان محلات کے دروازے کھولے ہوئے ان کے استقبال کے منتظر ہوں گے ۔ یہ پرہیز گار لوگ اپنے باغات و محلات میں سکون و اطمینان کے ساتھ تکیہ لگائے بیٹھے ہوئے ہوں گے ۔ ان محلات میں قسم قسم کے پھل اور میوے ہوں گے اور متعدد قسم کے مشروبات ہوں گے ۔ جس پھل یا مشروب کو ان کا دل چاہے گا اس کو ان کے حکم کے ساتھ ہی باسلیقہ خدام حاضر کر دیں گے ۔ ان کے پاس ان کی ہم عمر بیویاں ہوں گی جو پاکدامن، نیچی نگاہوں اور ان سے محبت رکھنے والی ہوں گی ۔ ان کی نگاہیں کبھی دوسرے کی طرف نہ اٹھیں گی ۔ یہ ہیں وہ انعامات و اکرامات جن کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے پرہیز گاروں سے فرمایا ہے ۔ قیامت کے روز یہ لوگ حساب و کتاب سے فارغ ہو کر ایسی صفات والی جنت کے مالک و وارث ہوں گے ۔ ہمارے اس انعام میں نہ کبھی کمی آئے گی اور نہ وہ کبھی فنا ہوگا ۔ دوسری جگہ ارشاد ہے :

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ

جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہونے والا ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے۔ (النحل:۹۶)

سرکشوں کا انجام

۵۵-۶۴: هٰذَا ؕ وَاِنَّ لِلطّٰغِيْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ ۝ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝
هٰذَا ۙ فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ ۝ وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖٓ اَزْوَاجٌ ۝
هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۚ لَا مَرْحَبًا بِهِمْ ۭ اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ۝
قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ ۣ لَا مَرْحَبًا بِكُمْ ۭ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا ۚ فَبِئْسَ
الْقَرَارُ ۝ قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي
النَّارِ ۝ وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ۝
اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ ۝ اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ
تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ ۝

بیشک سرکشوں کے لیے برا ٹھکانا ہے جو دوزخ ہے جس میں وہ داخل ہوں گے سو وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔ یہ ہے (وہ) کھولتا ہوا پانی اور پیپ سو اس کا مزہ چکھو اور کچھ اسی شکل کی طرح طرح کی چیزیں۔ یہ ایک جماعت ہے جو تمہارے ساتھ (دوزخ میں) داخل ہونے والی ہے۔ ان کو خوشی نصیب نہ ہو۔ بیشک یہ (بھی) جہنم میں جانے والے ہیں۔ وہ کہیں گے بلکہ تمہیں ہی خوشی نصیب نہ ہو۔ تم ہی تو یہ (مصیبت) ہمارے آگے لائے ہو۔ پس وہ (رہنے کے لیے) بہت بری جگہ ہے۔ وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار! جو اس (عذاب) کو ہمارے آگے لایا ہے اس کو دوزخ میں دوگنا عذاب دے اور وہ (جہنمی آپس میں) کہیں گے کہ یہ کیا بات ہے کہ ہم ان لوگوں کو نہیں دیکھتے جن کو ہم برے لوگوں میں شمار کرتے تھے۔ کیا ہم (یونہی) ان کا مذاق اڑاتے رہتے تھے یا ہماری آنکھیں ان سے چوک گئی ہیں۔ (اہل دوزخ کا) آپس میں جھگڑنا یقیناً سچ ہے۔

غَسَّاقٌ : پیپ، کچ لہو ۔ غَسْقٌ سے مبالغہ ۔

مُقْتَحِمٌ: گھسنے والا، خطروں میں پڑنے والا، بیٹھنے والا ۔ اِقْتِحَامٌ سے اسم فاعل ۔

زَاغَتْ : وہ کھلی کی کھلی رہ گئی، وہ چوک گئی ۔ زَيْغٌ سے ماضی ۔

تشریح: جو لوگ دنیا میں اللہ کے احکام کو نہیں مانتے تھے اور پیغمبروں کی تکذیب کرتے تھے، آخرت میں ان کے لیے جہنم ہے جو بہت ہی برا ٹھکانہ اور آرام کے لیے بہت ہی بری جگہ ہے ۔ جب یہ جہنم میں داخل ہوں گے تو جہنم کی آگ ان کو چاروں طرف سے گھیر لے گی ۔ ان کو پینے کے لیے پیپ اور کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا اور ان کے لیے اور بھی طرح طرح کے عذاب ہوں گے ۔ سرکشوں کی ایک جماعت جہنم میں داخل ہو جانے کے بعد جہنم کے داروغہ کے ساتھ دوسری جماعت کو آتے ہوئے دیکھ کر ایک دوسرے سے کہے گی کہ تمہارے ساتھ عذاب میں شریک ہونے کے لیے یہ ایک اور جماعت بے تابی کے ساتھ جہنم میں گھس رہی ہے ۔ ان پر خدا کی مار ان کو بھی یہیں آمرنا تھا ۔ خدا کرے ان کو کہیں آرام کی جگہ نہ ملے ۔ وہ بعد میں آنے والی جماعت پہلے سے موجود جماعت سے کہے گی کہ تم ہی پر خدا کی مار ہو، خدا تم ہی کو کہیں آرام کی جگہ نہ دے ۔ تم ہی نے تو برے کاموں میں لگا کر ہمیں اس مصیبت سے دوچار کیا ہے سو یہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے ۔

آپس کی لعن طعن کے بعد دوسرا گروہ جو بعد میں دوزخ میں داخل ہوا تھا، اللہ تعالیٰ سے عرض کرے گا اے ہمارے پروردگار! انہی لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا اس لیے تو ان کو دوگنا عذاب دے ۔ پھر اسی حالت میں وہ تعجب کے طور پر کہیں گے کہ یہ کیا بات ہے کہ دوزخ میں ہمیں وہ مسلمان نظر نہیں آرہے جن کو ہم دنیا میں برا سمجھتے تھے اور ان کی تذلیل و تحقیر کرتے تھے اور ان کا تمسخر اڑاتے تھے یا ہماری نظر چوک رہی ہے کہ وہ ہمیں نظر نہیں آرہے ۔ وہ بھی جہنم ہی میں ہوں گے لیکن کسی ایسی طرف ہیں کہ ہماری نگاہ ان پر نہیں پڑتی ۔ پھر فرمایا کہ یہ بات بظاہر خلاف قیاس ہے کہ اس افراتفری میں یہ لوگ ایک دوسرے سے جھگڑا کریں کیونکہ عذاب کا ہولناک منظر کسی دوسری طرف کیسے متوجہ ہونے دے گا ۔ لیکن ایسا ہو کر رہے گا، یہ بالکل یقینی بات ہے جس میں شک و شبہے کی گنجائش نہیں ۔

اعلانِ توحید و رسالت

۶۵ ۔ ۷۰ : قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ ۖ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۶۵﴾
رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ﴿۶۶﴾ قُلْ هُوَ

نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ﴿٦٧﴾ اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ ﴿٦٨﴾ مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَاِ
الْاَعْلٰٓى اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿٦٩﴾ اِنْ يُّوْحٰٓى اِلَيَّ اِلَّآ اَنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٧٠﴾

آپ کہہ دیجئے کہ میں تو صرف ڈرانے والا ہوں اور اللہ واحد و غالب کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ۔ وہ آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کا رب ہے، زبردست (اور) بڑا بخشنے والا ہے ۔ آپ کہہ دے یجئے کہ یہ ایک عظیم خبر ہے جس سے تم منہ موڑے ہوئے ہو ۔ مجھے عالم بالا کے (واقعات) کا علم نہ تھا جب وہ (فرشتے) جھگڑ رہے تھے ۔ مجھے تو (اللہ کی طرف سے) یہی وحی ہوئی ہے کہ میں تو صاف صاف ڈرانے والا ہوں ۔

تشریح: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اعلان کر دیجئے کہ میں ساحر و کذاب نہیں ہوں ۔ میں تو اللہ تعالیٰ واحد و قہار کی طرف سے مشرکین و منکرین کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے اور خبردار کرنے والا ہوں ۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ۔ وہ اکیلا ہے اور ہر چیز پر غالب ہے ۔ وہ آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی ہر چیز کا رب اور مالک ہے ۔ ہر چیز اسی کے تصرف اور قبضے میں ہے ۔ وہ بڑا زبردست ہے اس کے باوجود گناہوں کو بڑا بخشنے والا ہے ۔

آپ ان منکرین کو بتا دیجئے کہ میرا رسول کی حیثیت سے تمہارے درمیان آنا، لوگوں کو توحید کی طرف بلانا، ان کو قیامت اور اس کے عذاب سے ڈرانا اور تمہارے سامنے اس کی صفات و کیفیات بیان کرنا بڑی عظیم الشان خبر ہے ۔ اس لیے تمہیں تو اس کو فوراً قبول کر لینا چاہئے تھا مگر افسوس کہ تم اس سے منہ موڑے ہوئے ہو ۔ نہ تم توحید و رسالت پر ایمان لاتے ہو اور نہ قرآن کو مانتے ہو حالانکہ جو کچھ میں بیان کرتا ہوں وہ سب اللہ کی طرف سے ہے ۔ میرے پاس اس لیے وحی آتی ہے کہ میں اللہ کا پیغمبر ہوں ۔ اگر اللہ تعالیٰ مجھے وحی کے ذریعہ نہ بتاتا تو مجھے اس گفتگو کا ذرا بھی علم نہ ہوتا جو عالم بالا میں تخلیق آدم کے بارے میں ہو رہی تھی ۔ مجھے تو اللہ کی طرف سے یہی وحی کی گئی ہے کہ میں تمہیں آخرت کے عذاب سے صاف صاف خبردار کروں تاکہ تم موت سے پہلے راہ راست پر آ کر عذاب سے نجات پا سکو ۔

تخلیق آدم

۷۱۔۷۴: اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ ﴿٧١﴾ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ

وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ سٰجِدِينَ ﴿۷۲﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ
كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ ﴿۷۳﴾ إِلَّآ إِبْلِيسَ اسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِينَ ﴿۷۴﴾

جب آپ کے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں مٹی سے ایک انسان پیدا کرنے والا ہوں سو جب میں اس کو پوری طرح بنالوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم سب اس کے آگے سجدے میں گر پڑنا۔ چنانچہ تمام فرشتوں نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔ اس نے تکبر کیا اور وہ تو تھا ہی کافروں میں سے۔

تشریح: حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اپنے ارادے سے مطلع فرمایا کہ میں آدم کو مٹی سے پیدا کرنے والا ہوں سو جب میں اس کو بنالوں اور اس کے اندر اپنی روح پھونک دوں تو تم سب اس کو سجدہ کرنا تاکہ میری فرماں برداری کے ساتھ ساتھ حضرت آدم کی شرافت و بزرگی کا بھی اظہار ہو جائے۔ چنانچہ جب اللہ نے حضرت آدم کو بنالیا اور اس میں اپنی روح پھونک دی تو سب فرشتوں نے ان کو سجدہ کیا سوائے ابلیس لعین کے۔ اس وقت ابلیس نے غرور میں آ کر حضرت آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ یہ فرشتوں میں سے تھا بھی نہیں بلکہ جنوں میں سے تھا۔ اس طرح اس کی طبعی خباثت اور جبلی سرکشی ظاہر ہو گئی۔

ابلیس پر لعنت

۷۵۔۸۵: قَالَ يٰٓإِبْلِيسُ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ۖ أَسْتَكْبَرْتَ
أَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِينَ ﴿۷۵﴾ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۖ خَلَقْتَنِي مِنْ نَّارٍ وَّ
خَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ ﴿۷۶﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ ﴿۷۷﴾ وَّإِنَّ
عَلَيْكَ لَعْنَتِيٓ إِلٰى يَوْمِ الدِّينِ ﴿۷۸﴾ قَالَ رَبِّ فَأَنْظِرْنِيٓ إِلٰى يَوْمِ
يُبْعَثُونَ ﴿۷۹﴾ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ ﴿۸۰﴾ إِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ﴿۸۱﴾
قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۸۲﴾ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ
الْمُخْلَصِينَ ﴿۸۳﴾ قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ أَقُولُ ﴿۸۴﴾ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ
مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۸۵﴾

اللہ نے فرمایا اے ابلیس! تجھے اس کو سجدہ کرنے سے کس نے روکا جس کو میں

نے اپنے ہاتھوں سے بنایا۔ کیا تو غرور میں آ گیا یا تو بڑے درجے والوں میں
سے ہے۔ اس نے کہا میں اس (آدم) سے بہتر ہوں۔ تو نے مجھے آگ سے
پیدا کیا ہے اور اس کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔ اللہ نے فرمایا تو یہاں سے نکل جا
بیشک تو مردود ہے اور بیشک قیامت تک تجھ پر میری لعنت ہے۔ اس نے کہا
اے میرے رب! مجھے اس دن تک مہلت دے جب مردے زندہ کر کے
اٹھائے جائیں گے۔ اللہ نے فرمایا بیشک تجھے مہلت ہے۔ مقررہ وقت کے
دن تک۔ ابلیس نے کہا کہ تیری عزت کی قسم میں ان سب کو گمراہ کروں گا
سوائے تیرے مخلص بندوں کے، اللہ نے فرمایا کہ یہ سچ ہے اور میں سچ ہی کہا
کرتا ہوں۔ میں تجھ سے اور ان میں سے تیری اتباع کرنے والے تمام
لوگوں سے دوزخ کو بھر دوں گا۔

مُنظَرِیْنَ: مہلت دیئے ہوئے۔ اِنظَارٌ سے اسم مفعول۔

اُغْوِیَنَّھُمْ: میں ان کو ضرور گمراہ کروں گا۔ اِغْوَاءٌ سے مضارع بانون تاکید۔

اَمْلَئَنَّ: میں ضرور بھر دوں گا۔ مَلْاٌ سے مضارع بانون تاکید۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے ابلیس تو نے ایسی معزز مخلوق کو جسے میں نے اپنے ہاتھوں اور خاص قدرت سے بنایا تھا میرے فرمان کے باوجود سجدہ کیوں نہیں کیا۔ کیا تو غرور میں آ گیا یا تو واقعی بڑے درجے والوں میں سے ہے، حالانکہ یہ بات صحیح نہیں، کیونکہ فرشتے میرے حکم کی تعمیل میں آدم کو سجدہ کر کے یقیناً تجھ سے افضل ہو گئے۔ ابلیس نے کہا کہ میں نے آدم کو اس لیے سجدہ نہیں کیا کہ میں اس سے افضل و اعلیٰ ہوں کیونکہ تو نے مجھے آگ سے بنایا ہے اور اسے مٹی سے پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو حکم دیا کہ اب تو یہاں سے نکل جا۔ بلاشبہ تو مردود ہے اور تجھ پر ابدی لعنت ہے۔ یہ سن کر ابلیس کہنے لگا کہ اے میرے رب تو مجھے قیامت تک مہلت دے۔ اللہ تعالیٰ تو بے حد حلیم ہے اور گناہوں پر اپنی مخلوق کو فوراً نہیں پکڑتا اس لیے اس نے ابلیس کی درخواست پر اس کو قیامت تک مہلت دیدی۔ پھر ابلیس اللہ کی قسم کھا کر کہنے لگا کہ میں آدم کی تمام اولاد کو گمراہ کر دوں گا سوائے تیری مخلص اور منتخب بندوں کے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں خود حق ہوں اور میری یہ بات بھی حق اور اٹل ہے کہ میں جہنم کو ضرور تجھ سے اور تیری اتباع کرنے والوں سے بھر دوں گا۔

منکرین کو نصیحت

۸۶۔۸۸: قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ۝

آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے (اپنی خیر خواہی کا) کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا اور نہ میں تکلف کرنے والا ہوں یہ (قرآن) تو تمام جہان والوں کے لیے ایک نصیحت ہے۔ یقیناً تھوڑی ہی مدت کے بعد تمہیں اس کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔

مُتَكَلِّفِيْنَ: تکلف کرنے والے، بناوٹ کرنے والے۔ تکلُّفٌ سے اسم فاعل۔

نَبَاَهٗ: اس کی خبر، اس کا حال۔ جمع اَنْبَاءٌ

حِيْنٍ: وقت، زمانہ، مدت۔ جمع اَحْيَانٌ۔

تشریح: منکرین و مکذبین کو مذکورہ بالا تمام باتوں کی صداقت اور حقانیت پر یقین کرنا چاہئے۔ اگر اس کے باوجود بھی کوئی بد باطن کسی قسم کا شک و تردد کرے یا یہ خیال کرے کہ آپ کسی طمع یا لالچ کے تحت ایسا کہتے اور کرتے ہیں تو آپ اتمام حجت کے طور پر اعلان کر دیجئے کہ میں تبلیغ دین اور احکام قرآن پر تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا۔ اس تبلیغ دین سے میرا مقصد دنیوی نفع حاصل کرنا نہیں اور نہ میں تکلف و تصنع کرنے والا ہوں کہ میں نے قرآن اپنی طرف سے بنا لیا ہو بلکہ میں واقعی نبی ہوں۔ میرا دعوائے نبوت جھوٹا نہیں اور یہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور دنیا جہان والوں کے لیے ایک عظیم پیغام نصیحت ہے۔ جو کچھ مجھ پر نازل ہوتا ہے وہ میں تمہیں بلا کم و کاست پہنچا دیتا ہوں۔ اس سے میرا مقصود صرف رضائے الٰہی ہے۔ میری باتوں کی حقیقت، میرے کلام کی صداقت، میرے بیان کی سچائی تمہیں مرنے کے بعد قیامت کے قائم ہوتے ہی معلوم ہو جائے گی۔ اس وقت تم اپنی آنکھوں سے میری بتائی ہوئی چیزوں کو دیکھ لو گے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الزمر

وجہ تسمیہ: اس سورت کی اکہتر ویں آیت میں کافروں کے تذکرے میں اور تہتر ویں آیت میں مومنوں کے ذکر میں لفظ زُمَـرٌ (گروہ در گروہ) آیا ہے، یہی لفظ اس سورت کے نام کے طور پر مشہور ہو گیا اور اس کو سورۃ الزمر کہا جانے لگا۔ بعض نے اس کو سورۃ الغرف بھی کہا ہے مگر یہ عام نہیں ہے۔ لفظ غُـرَفٌ (جنت کے بالا خانے) بھی اسی سورت کی آیت ۲۰ میں آیا ہے۔

تعارف: اس میں آٹھ رکوع، ۷۵ آیتیں، ۱۱۹۲ کلمات اور ۴۷۰۸ حروف ہیں۔ مفسرین کا اس کے مکی ہونے پر اتفاق ہے۔ نحاس نے ابن عباس کی روایت سے بیان کیا کہ یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی سوائے تین آیتوں کے جو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل وحشی بن حرب کے قبول اسلام کے وقت مدینے میں نازل ہوئیں۔ وہ تین آیات یہ ہیں۔

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ...... وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ○

(آیات: ۵۳۔۵۵)

بعض کے نزدیک سات آیتیں مدینے میں نازل ہوئیں۔ اس سورت میں اکثر مضامین توحید سے متعلق ہیں۔ عقلی اور فطری دلائل سے شرک کا ابطال، مصدقین کی تعریف، ان کے اجر اور ان پر انعامات الٰہیہ کا ذکر اور مکذبین و منکرین پر وعید کا بیان ہے۔

نسائی میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر رات اہتمام کے ساتھ سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ زمر تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ ترمذی کی روایت میں ہے کہ آپؐ اس وقت تک نہ سوتے جب تک کہ سورۂ زمر تلاوت نہ فرما لیتے۔

(مواہب الرحمٰن ۲۱۳۔ ۲۱۶/۲۳۔ ابن کثیر ۴۴/۴)

مضامین کا خلاصہ

رکوع ۱: شرک کا ابطال، قدرت الٰہی کے مظاہر، اللہ تعالیٰ کی بے نیازی اور انسان کی ناشکری کا بیان ہے۔

رکوع ۲: ہجرت کے فضائل اور صریح خسارہ پانے والوں کا بیان ہے۔ پھر اہل طاعت کے لیے خوشخبری اور دنیوی حیات کی مثال بیان کی گئی ہے۔

رکوع ۳: آیات قرآنی کی تاثیر، ظالموں کا انجام اور شرک وتوحید کی ایک مثال بیان کی گئی ہے۔

رکوع ۴: اس میں مشرکین کی جہالت اور نیند کی حقیقت کا بیان ہے۔

رکوع ۵: باطل معبودوں کی سفارش کی حقیقت اور قیامت کے روز مشرکین کی بے بسی کا حال مذکور ہے۔

رکوع ۶: اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت، کفار کی ندامت اور مکذبین کے انجام کا بیان ہے۔

رکوع ۷: مشرکین کی طرف سے آپ کو شرک کی دعوت، اللہ کی عظمتِ شان اور قیامت کی وحشت کا بیان ہے۔

رکوع ۸: کافروں کے انجامِ بد اور مومنوں کے انعام کا بیان ہے۔

شرک کا ابطال

۱-۴: تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝۱ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ
بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۝۲ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ۭ
وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى
اللّٰهِ زُلْفٰى ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ڛ
اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ۝۳ لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ
يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۙ سُبْحٰنَهٗ ۭ هُوَ اللّٰهُ
الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝۴

یہ اللہ کی طرف سے نازل کی ہوئی کتاب ہے جو غالب وحکمت والا ہے۔
یقیناً ہم نے اس کتاب کو حق کے ساتھ آپ کی طرف نازل کیا ہے۔ سو آپ

دین کو اللہ کے لیے خالص کر کے اسی کی عبادت کرتے رہیے ۔ یاد رکھو! خالص دین (عبادت) اللہ ہی کے لیے ہے اور جن لوگوں نے اس کے سوا اولیا بنا رکھے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ ہم تو ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کا مقرب بنا دیں تو بیشک اللہ ان کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کر دے گا جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں ۔ بیشک اللہ اس کو راہ راست پر نہیں لاتا جو جھوٹا اور ناشکرا ہو ۔ اگر اللہ کسی کو اولاد بنانے کا ارادہ کرتا تو اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا چن لیتا ۔ وہ (ایسے تصورات سے) پاک ہے ۔ وہ اللہ ایک اور زبردست ہے ۔

تشریح: یہ قرآن اس اللہ کا کلام ہے جو غالب وحکمت والا ہے اور اسی نے اس کو نازل کیا ہے ۔ اس کے حق ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَإِنَّهُۥ لَتَنزِيلُ رَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿١٩٢﴾ نَزَلَ بِهِ ٱلرُّوحُ ٱلْأَمِينُ ﴿١٩٣﴾ عَلَىٰ قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ ٱلْمُنذِرِينَ ﴿١٩٤﴾ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ ﴿١٩٥﴾

یہ رب العالمین کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے ۔ اس کو روح الامین لے کر آئے ہیں ۔ آپ کے دل پر اتارا ہے تا کہ آپ آگاہ کرنے والے بن جائیں ۔ یہ صاف فصیح عربی زبان میں ہے ۔ (الشعراء: ۱۹۲، ۱۹۵)

اور ارشاد ہے:

لَّا يَأْتِيهِ ٱلْبَٰطِلُ مِنۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِۦ ۖ تَنزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ﴿٤٢﴾

یہ ایسی باعزت کتاب ہے جس کے آگے یا پیچھے سے باطل آ ہی نہیں سکتا ۔ یہ حکمتوں والے اور تعریفوں والے خدا کی طرف سے نازل ہوئی ہے ۔

(حٰم السجدہ: ۴۲)

بلاشبہ ہم نے یہ کتاب حق کے ساتھ آپ پر نازل فرمائی ہے، لہٰذا آپ خالص اللہ کی عبادت کا اعتقاد رکھتے ہوئے اسی طرح اللہ کی عبادت کرتے رہیے، جس طرح آپ اب تک کرتے رہے ہیں، اور لوگوں کو بھی اس کی عبادت کی طرف بلاتے رہیے، کیونکہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ۔ وہ

لاشریک و بے مثال ہے اس لیے عبادت و بندگی بھی صرف اور صرف اسی کو سزاوار ہے۔ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر مخلوق میں سے معبود تجویز کر رکھے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہم ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ یہ معبود ہمیں اللہ کا مقرب بنا دیں گے، تو ان کا یہ گمان اور عقیدہ بالکل لغو اور باطل ہے۔ بے شک قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ان کے اور اہل ایمان کے درمیان اس معاملے میں فیصلہ کر دے گا اور ہر ایک کو اس کے اعمال کا بدلہ دے گا۔ اہل ایمان و توحید کو جنت میں داخل فرمائے گا اور اہل شرک کو ذلت و رسوائی کے ساتھ جہنم میں ڈال دے گا۔

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو ان بدنصیبوں کی گمراہی اور ہلاکت پر رنجیدہ نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو ہرگز راہ راست پر نہیں لاتا جو جھوٹا اور نافرمان ہو۔ اگر بالفرض محال اللہ تعالیٰ کسی کو اپنی اولاد بنانے کا ارادہ کرتا تو ظاہر ہے وہ اپنی مخلوق ہی میں سے جس کو چاہتا چن لیتا۔ پھر وہ بھی مخلوق ہی ہوتا اور اللہ کی جنس سے نہ ہوتا اور مخلوق کا اس کی اولاد ہونا محال ہے، سو اللہ کی طرف سے ایسا ارادہ کرنا بھی محال ہے۔ اس لیے بیٹے کا مخلوق ہونا یعنی باپ کی جنس سے نہ ہونا ایک بہت بڑا عیب ہے اور اللہ ہر عیب سے پاک ہے۔ وہ واحد و یکتا ہے۔ اس کا کوئی شریک اور مثیل نہیں۔ وہ زبردست اور قوت والا ہے، لہٰذا نہ اس کی طرف اولاد کی نسبت کی جا سکتی ہے اور نہ یہ ممکن ہے کہ ایسے شرک کرنے والے اس کی پکڑ اور عذاب سے بچ سکیں۔ (ابن کثیر ۴۴، ۴/۴۵، عثمانی ۴۴۶، ۲/۴۴۷)

قدرتِ الٰہی کے مظاہر

۵-۶: خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ
النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۗ
اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ۝ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ
مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ يَخْلُقُكُمْ
فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ۚ ذٰلِكُمُ
اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ۝

اس نے آسمانوں اور زمین کو حکمت سے پیدا کیا۔ وہ رات کو دن پر لپیٹتا ہے
اور دن کو رات پر اور اس نے سورج اور چاند کو مسخر کر رکھا ہے (ان میں سے)

ہر ایک مقررہ مدت تک چلتا رہے گا۔ آگاہ ہوجاؤ وہی زبردست (اور گناہوں کو) بخشنے والا ہے۔ اس نے تمہیں ایک ہی جان سے پیدا کیا پھر اسی سے اس کا جوڑا بنایا اور تمہارے لیے مویشیوں میں سے آٹھ جوڑے اتارے (پیدا کیے) وہ تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ میں تین تاریکیوں کے اندر ایک کیفیت سے دوسری کیفیت پر بناتا رہتا ہے۔ یہی اللہ تمہارا رب ہے، اسی کی حکومت ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ پھر تم کہاں (حق سے) پھرے جا رہے ہو۔

یُکَوِّرُ : وہ لپیٹتا ہے، وہ چڑھاتا ہے، وہ تہ کرتا ہے۔ تَکْوِیْرٌ سے مضارع۔

مُسَمًّی : معین، مقرر کیا ہوا، نام رکھا ہوا۔

تُصْرَفُوْنَ: تم پھرے جاتے ہو۔ صَرْفٌ سے مضارع مجہول۔

تشریح: ہر چیز کا خالق و مالک اور ہر چیز پر حاکم و قابض صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اسی نے آسمان و زمین کو حکمت سے پیدا کیا۔ وہی رات کی تاریکی کو دن کی روشنی پر لپیٹ دیتا ہے جس سے دن غائب ہو جاتا ہے اور دن کی روشنی کو رات کی تاریکی پر لپیٹ دیتا ہے جس سے رات غائب ہو جاتی ہے۔ اسی نے سورج اور چاند کو کام پر لگا رکھا ہے۔ ان میں سے ہر ایک اپنے مقررہ وقت تک یعنی قیامت تک اسی طرح چلتا رہے گا اور اس نظام میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ آگاہ ہوجاؤ جو لوگ ان دلائل کے باوجود اس کی توحید پر ایمان نہیں لاتے وہ ان کو عذاب دینے کے لیے زبردست قدرت و طاقت والا ہے اور جو لوگ کفر و شرک کو چھوڑ کر اس پر ایمان لے آئے ہیں تو وہ ان کو بڑا بخشنے اور معاف کرنے والا ہے۔

اس نے تم سب کو ایک ہی جان یعنی آدم علیہ السلام سے پیدا کیا۔ پھر اسی سے اس کا جوڑا بنایا یعنی حضرت حوا کو پیدا کیا۔ اسی نے تمہارے لیے چوپایوں میں سے آٹھ نر و مادہ اتارے، یعنی بھیڑ، بکری، گائے اور اُونٹ۔ وہ اپنی قدرتِ کاملہ اور حکمتِ بالغہ سے تمہاری ماؤں کے پیٹ میں تین تین اندھیروں میں تمہیں ایک حالت سے دوسری حالت میں بناتا رہتا ہے، پہلے نطفہ، پھر خون بستہ (علقہ)، پھر لوتھڑا (مضغہ)، پھر گوشت پوست اور ہڈیاں اور پھر روح پھونک کر زندہ انسان کی شکل میں تمہیں ان تین اندھیروں سے باہر لاتا ہے۔ سو جس نے آسمان و زمین کو اور خود تمہیں اور تمہارے اگلے پچھلوں کو پیدا کیا ہے وہی ربّ ہے۔ اسی کا ملک ہے، وہی ہر چیز میں متصرف ہے اور وہی عبادت

کے لائق ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ۔ پھر تم کہاں بھٹک رہے ہو اور اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کی عبادت میں کیوں لگے ہوئے ہو۔

اللہ کی بے نیازی اور انسان کی ناشکری

۷۔۸: اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ ۟ وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ ؕ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْۤا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ۖۗ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۝

اگر تم ناشکری کرو تو اللہ تم سے بے نیاز ہے اور وہ اپنے بندوں کے لیے کفر کو پسند نہیں کرتا اور اگر تم شکر کرو گے تو وہ اس کو تمہارے لیے پسند کرتا ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا۔ پھر تم سب کو اپنے رب ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے سو وہ تمہیں بتا دے گا جو کچھ تم (دنیا میں) کرتے تھے یقیناً وہ دلوں کی باتوں سے واقف ہے۔ جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کی طرف رجوع ہو کر اسی کو پکارتا ہے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ اس کو اپنی طرف سے نعمت عطا فرما دیتا ہے تو وہ اس مصیبت کو بھول جاتا ہے جس پر وہ پہلے (اللہ کو) پکار رہا تھا اور اللہ کے شریک بنانے لگتا ہے، تاکہ (دوسروں کو بھی) اللہ کی راہ سے گمراہ کرے۔ آپ کہہ دیجیے کہ (اے کافر!) اپنے کفر کا فائدہ کچھ دن اور اٹھا لے (بالآخر) تو دوزخیوں میں سے ہوگا۔

مُنِیْبًا: رجوع کرنے والا، گڑگڑانے والا۔ اِنَابَۃٌ سے اسم فاعل۔

خَوَّلَهٗ: اس نے اس کو دیا، اس نے اس کو عطا کیا۔ تَخْوِیْلٌ سے ماضی۔

اَنْدَادًا: شریک، ہمسر، مقابل۔ واحد نِد۔

تشریح: کسی کے ایمان واقرار سے اللہ تعالیٰ کو کوئی نفع اور کسی کے کفر وانکار سے اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا اس لیے کہ وہ سب سے بے نیاز ہے اس کو کسی کے ایمان وانکار اور طاعت وعبادت کی پرواہ نہیں البتہ وہ کفر ونافرمانی پسند نہیں کرتا اور نہ وہ تمہیں اس کا حکم دیتا ہے لیکن اگر تم شکر واطاعت کرو گے تو وہ تم سے خوش ہوگا اور تمہیں اپنی نعمتیں عطا فرمائے گا۔ قیامت کے روز کوئی شخص کسی کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور نہ کوئی کسی کے کام آئے گا۔ ہر شخص کو اس کے کیے کا بدلہ ملے گا۔ اس لیے تمہارے کیے کا وبال بھی تم پر ہی پڑے گا۔ تمہارے کافر رہنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی نقصان نہیں وہ تو تمہارے ہی فائدے کے لیے تمہیں اسلام کی دعوت دیتے ہیں۔ آخرکار سب کو لوٹ کر اسی کی طرف جانا ہے اس وقت وہ تمہیں تمہارے تمام اعمال کے بارے میں بتا دے گا کیونکہ وہ دلوں کے بھید جانتا ہے اور تم اس کے سامنے اپنے کسی عمل کا انکار نہ کر سکو گے۔

جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ نہایت عاجزی وانکساری اور تضرع وزاری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے اور اس سے فریاد کرتا ہے پھر جب اللہ تعالیٰ اس کی مصیبت دور فرما دیتا ہے اور اپنی طرف سے اس کو نعمت عطا فرما دیتا ہے تو وہ اپنی گریہ وزاری اور دعا کو بھول کر ایسا ہو جاتا ہے کہ گویا مصیبت کے وقت اس نے اللہ کو پکارا ہی نہ تھا۔ پھر وہ اللہ کے شریک ٹھہرانے لگتا ہے تاکہ اپنی گمراہی کے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی اللہ کے راستے سے بھٹکا دے۔ آپؐ ایسے شخص سے کہہ دیجئے کہ تو اپنے کفر کا فائدہ کچھ دن اور اٹھا لے کیونکہ دنیا کا آرام وآسائش اور لذت وراحت بہت قلیل اور فانی ہے۔ آخرکار تجھے جہنم میں جانا ہے جہاں کا عذاب شدید اور ابدی ہوگا۔ اور اس سے کبھی چھٹکارا نصیب نہ ہوگا۔ (مظہری ۱۹۸، ۱۹۹/ ۸)

فرماں بردار و نافرمان

۹: اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝

بھلا جو شخص راتوں کو سجدے اور قیام کی حالت میں رہتا ہو، آخرت سے ڈرتا ہو اور اپنے رب کی رحمت کا امیدوار ہو (وہ بہتر ہے یا کافر) آپ کہہ دیجئے

کہ علم والے اور بے علم کہیں برابر ہوتے ہیں ۔ بیشک اہل عقل ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں ۔

قَانِتٌ : بندگی کرنے والا، عاجزی کرنے والا، مقررہ عبادت کو پورا پورا ادا کرنے والا ۔ قُنُوْتٌ سے اسم فاعل ۔

یَحْذَرُ : وہ ڈرتا ہے، وہ بچتا ہے ۔ حَذْرٌ سے مضارع ۔

شانِ نزول : اس آیت کے شانِ نزول میں متعدد روایتیں ہیں ۔ ممکن ہے یہ آیت ان سب حضرات کے حق میں نازل ہوئی ہو جن کا ذکر مندرجہ ذیل روایات میں آیا ہے ۔ ضحاک کی روایت میں ابن عباس کا قول آیا ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ۔

کلبی نے بروایت ابو صالح بیان کیا کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ اس آیت کا نزول حضرت عمار بن یاسر کے حق میں ہوا ۔

جویبر نے حضرت ابن عباس کا بیان نقل کیا ہے کہ یہ آیت حضرت ابن مسعود، حضرت عمار اور حضرت سالم مولی ابو حذیفہ کے حق میں نازل ہوئی ۔ جویبر نے عکرمہ کی روایت سے بیان کیا کہ اس آیت کا نزول حضرت عمار کے حق میں ہوا ۔ بغوی نے لکھا ہے کہ ضحاک نے کہا کہ یہ آیت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ۔ حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ اس کا نزول حضرت عثمان کے بارے میں ہوا ۔ ابن ابی حاتم نے بھی یہی قول نقل کیا ہے ۔ کلبی کی ایک روایت میں آیا ہے کہ یہ آیت حضرت ابن مسعود، حضرت عمار اور حضرت سلمان فارسی کے حق میں نازل ہوئی ۔ (مظہری ۲۰۰/ ۸)

تشریح : جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بندگی میں لگا ہوا ہے اور رات کے وقت جب عام طور پر دوسرے لوگ آرام و راحت کے ساتھ بستروں پر محوِ خواب ہوتے ہیں تو یہ شخص خواب و استراحت کی بجائے کبھی اللہ کی یاد میں سجدہ ریز ہوتا ہے، کبھی کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے اور دل میں آخرت کا خوف اور اس کی رحمت کی امید بھی رکھتا ہے، تو کیا ایسا شخص اس کے برابر ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت سے غافل اور شرک و نافرمانی میں مبتلا ہے ۔ یقیناً یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے ۔ سو جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرماں برداری اور بندگی میں لگا ہوا ہے وہ اس کا محبوب اور پسندیدہ ہے ۔ اس کے برعکس جو شرک و نافرمانی میں مبتلا ہے اور اللہ کو بھولے ہوئے ہے وہ اللہ کے نزدیک مغبوض اور قابل نفرت ہے ۔

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان کو بتا دیجئے کہ جس طرح علم والے اور جاہل برابر نہیں ہو سکتے اور دونوں کا درجہ یکساں نہیں ہو سکتا اسی طرح مومن و کافر بھی برابر نہیں ہو سکتے لیکن افسوس کہ اکثر لوگ ان حقائق سے نصیحت نہیں پکڑتے ۔ ایسی باتوں سے تو صرف اہل عقل ہی عبرت حاصل کرتے ہیں ۔

مسند احمد اور نسائی وغیرہ میں ہے کہ جس نے ایک رات میں سو آیتیں پڑھیں اس کے نامۂ اعمال میں ساری رات کی قنوت لکھی جاتی ہے ۔ (ابن کثیر ۴/۴۷)

ہجرت کے فضائل

۱۰-۱۲: قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ؕ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۱۰﴾ قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ﴿۱۱﴾ وَ اُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۲﴾

آپ (میری طرف سے) کہہ دیجئے کہ اے میرے مومن بندو! تم اپنے رب سے ڈرتے رہو ۔ جو لوگ اس دنیا میں نیکی کرتے ہیں ان کے لیے اچھا بدلہ ہے اور اللہ کی زمین بہت کشادہ ہے ۔ بیشک صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر ملے گا ۔ آپ کہہ دیجئے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ ہی کی عبادت کروں، دین کو اسی کے لیے خالص کر کے، اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلا فرماں بردار بن جاؤں ۔

تشریح: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ میرے مومن بندوں کو میرا یہ پیغام پہنچا دیجئے کہ تم اپنے رب سے اس طرح ڈرتے رہو جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے اور اس کی اطاعت پر جمے رہو ۔ پس جس نے اس دنیا میں خشوع و خضوع کے ساتھ نیک اعمال کئے ان کے لیے بہترین بدلہ ہے ۔ اگر کافروں کی مزاحمت کی بنا پر کسی ملک میں تم اللہ کی طاعت و عبادت اچھی طرح اور سکون و اطمینان سے نہ کر سکو تو وہاں سے سکونت ترک کر کے دوسرے ملک ہجرت کر لو، جہاں آزادی سے اللہ کے احکام بجالا سکو ۔ اللہ کی زمین بہت وسیع ہے ۔ یقیناً اس طرح ترک وطن کرنے میں بہت سے مصائب برداشت کرنا پڑیں گے اور طرح طرح کے خلاف عادت و طبیعت امور پر صبر کرنا پڑے گا ۔ ایسے لوگوں

کو اللہ تعالیٰ ناپ تول کے بغیر بے حساب اجر وثواب عطا فرماتا ہے۔

اصبہانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ترازوئیں نصب کی جائیں گی اور نمازیوں کو لایا جائے گا اور وزن کے مطابق ان کو پورا پورا ثواب دیا جائے گا اور صدقہ (فرض و نفلی خیرات) دینے والوں کو لایا جائے گا۔ ان کو بھی وزن کے مطابق پورا پورا ثواب دیا جائے گا۔ حاجیوں کو لایا جائے گا۔ ان کو بھی وزن کر کے پورا ثواب دیا جائے گا اور جو لوگ اہل بلا یعنی دکھی اور دین کے لیے مصائب وشدائد اٹھانے والے ہوں گے ان کو بلایا جائیگا لیکن ان کے اعمال کے وزن کے لیے نہ کوئی ترازو کھڑی کی جائے گی اور نہ ان کے اعمال کا رجسٹر کھولا جائے گا بلکہ ان پر بے حساب ثواب کی بارش کی جائے گی یہاں تک کہ وہ لوگ بھی جو دنیا میں عافیت سے رہتے تھے تمنا کریں گے کہ کاش دنیا میں ان کے اجسام کو قینچیوں سے کاٹا جاتا۔ وہ لوگ اہل بلا کے ثواب کو دیکھ کر یہ تمنا کریں گے۔

آپ ان مشرکین سے کہہ دیجئے کہ مجھے تو اللہ کی طرف سے یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں خالص اللہ کی عبادت کروں جس میں شرک کا ادنیٰ شائبہ بھی نہ ہو اور مجھے یہ بھی حکم ہوا ہے کہ میں طاعت کرنے والوں میں سب سے پہلا اطاعت گزار ہو جاؤں، یعنی اس امت میں سب سے پہلا فرماں بردار میں بنوں تا کہ اللہ کی اطاعت کرنے والا ہر بندہ میری فرماں برداری کو اپنے لیے نمونہ بنائے۔

(مواہب ۲۳۹، ۲۴۰/۲۳ مظہری ۲۰۱۔۲۰۲/۸)

صریح خسارے والے

۱۶-۱۳: قُلْ اِنِّیْۤ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ۝ قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِیْنِیْ ۝ فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ؕ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِیْنَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَ اَهْلِیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ ۝ لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَ مِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ؕ ذٰلِكَ یُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ یٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ۝

آپ کہہ دیجئے کہ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ میں تو اپنے دین کو اللہ کے لیے

خالص کر کے اسی کی عبادت کرتا ہوں ۔ سو تم اللہ کو چھوڑ کر جس کی چاہو عبادت کرو۔ آپ کہہ دیجئے کہ حقیقی خسارے والے وہ ہیں جنہوں نے قیامت کے دن اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو خسارے میں ڈالا۔ یاد رکھو یہی صریح خسارہ ہے۔ ان (منکرین) کے لیے ان کے اوپر سے بھی آگ کے سائبان ہوں گے اور ان کے نیچے سے بھی۔ اسی (عذاب) سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔ سوائے میرے بندو مجھ سے ڈرتے رہو۔

شِئْتُمْ : تم نے چاہا، تو نے ارادہ کیا۔ مَشِیْئَةٌ سے ماضی۔

ظُلَلٌ : سائبان، بادل، مراد عذاب الٰہی۔ واحد ظُلَّةٌ۔

یُخَوِّفُ : وہ خوف دلاتا ہے۔ وہ ڈراتا ہے۔ تَخْوِیْفٌ سے مضارع۔

شانِ نزول: بغوی نے لکھا ہے کہ اس آیت کا نزول اس وقت ہوا جب مشرکین کی طرف سے آپ کو باپ دادا کا دین اختیار کرنے کی دعوت دی گئی تھی۔ (مظہری ۲۰۷/۱۰)

تشریح: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کہہ دیجئے کہ اگر بالفرض میں اخلاص و فرماں برداری ترک کر کے تمہاری طرح شرک و بداعمالیوں کی طرف مائل ہو جاؤں تو میں بھی قیامت کے دن کے عذاب سے نہیں بچ سکوں گا۔ اگر یہ لوگ پھر بھی نافرمانیوں سے باز نہ آئیں اور اللہ کی طرف رجوع نہ کریں تو آپ ان کو صاف صاف بتا دیجئے کہ میں تو اسی طرح اللہ کی عبادت کرتا رہوں گا اور اسی کے لیے اپنی عبادت خالص کرتا ہوں۔ سو تم لوگ اللہ کے سوا جس کی چاہو عبادت کرو تمہیں خود ہی اپنا انجام معلوم ہو جائیگا۔ بیشک قیامت کے روز پورے نقصان اور خسارے میں وہی لوگ ہوں گے جو نہ تو خود عذاب الٰہی سے نجات پا سکیں گے اور نہ ان کے اہل و عیال اور متعلقین کو کسی قسم کی راحت ملے گی۔ آگاہ ہو جاؤ یہی صریح خسارہ ہے جو کبھی دور نہ ہوگا۔ جہنم میں ان کے اوپر تلے آگ ہی آگ ہوگی۔ دوسری جگہ ارشاد ہے

لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّ مِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ ۝

ان کے لیے دوزخ ہی کا بچھونا ہوگا اور ان کے اوپر اسی کا اوڑھنا ہوگا اور ہم ظالموں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔ (اعراف: ۴۱)

اور ارشاد ہے:

يَوْمَ يَغْشٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ
وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

قیامت کے دن انہیں نیچے اور اوپر سے عذاب ہو رہا ہوگا اور اس وقت ان سے کہا جائے گا کہ اپنے اعمال کا مزہ چکھو۔ (العنکبوت: ۵۵)

پھر فرمایا کہ یہی وہ عذاب ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔ سوائے میرے بندو! تم مجھ سے ڈرتے رہو اور میرے احکام کی بجا آوری میں لگے رہو ورنہ نافرمانوں کے لیے جو عذاب تیار ہے اس سے کوئی نہیں بچ سکتا۔ (ابن کثیر ۴/۴۸)

اہلِ طاعت کو خوشخبری

۱۷۔۱۸: وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ
الْبُشْرٰى فَبَشِّرْ عِبَادِ ۝ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝

اور جو لوگ شیاطین کی عبادت سے بچتے رہے اور ہمہ تن اللہ کی طرف متوجہ رہے ان کے لیے بشارت ہے۔ سو آپ میرے بندوں کو خوشخبری سنا دیجئے۔ جو لوگ بات کو (غور سے) سنتے ہیں پھر اس میں سے جو بہتر ہو اس پر عمل کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی اور یہی اہل عقل ہیں۔

شانِ نزول: حضرت جابر بن عبداللہ کا بیان ہے کہ جب آیت لھا سبعة ابواب (الحجر: ۴۴) نازل ہوئی تو ایک انصاری نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے سات غلام ہیں۔ میں نے ایک ایک دروازے کے لیے ایک ایک غلام کو (علیحدہ علیحدہ) آزاد کر دیا، اس پر آیت فبشر عباد نازل ہوئی۔ عطاء نے حضرت ابن عباس کا بیان نقل کیا ہے کہ جب حضرت ابوبکر ایمان لائے تو حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت طلحہ بن عبید اللہ۔ حضرت زبیر بن عوام، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہم آپ کے پاس آئے اور آپ کے اسلام کے بارے میں معلوم کیا۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ ہاں میں ایمان لے آیا۔ اس پر یہ حضرات بھی مسلمان ہو گئے۔ ابن زید کا قول ہے کہ ان دونوں آیات کا نزول تین

آدمیوں کے متعلق ہوا جو عہد جاہلیت میں لا الہ الا اللہ کے قائل تھے ۱۔ زید بن عمرو بن نفیل یا سعید بن زید۔۲۔ ابوذر غفاری ۳۔ سلمان فارسی۔ (مظہری ۲۰۳، ۲۰۴/ ۸)

تشریح: جو لوگ شیطان یعنی غیر اللہ کی عبادت سے اجتناب کرتے ہیں اور نفس و شیطان سے منہ موڑ کر ہمہ تن اللہ کی طرف متوجہ رہتے ہیں تو ایسے لوگ ہی بشارت کے مستحق ہیں۔ یہ بشارت دنیا میں پیغمبروں کے ذریعے ہوتی ہے اور موت کے وقت فرشتے ان کو بشارت دیں گے۔ پھر جب جنت میں داخل ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو بشارت دے گا۔ سو اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ میرے ایسے بندوں کو خوشخبری سنا دیجئے جو اس کلام الٰہی کو خوب توجہ سے سنتے ہیں اور اس کی بہترین باتوں پر عمل کرتے ہیں، کیونکہ اس کی ساری باتیں بہتر ہی ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور یہی لوگ عقل والے ہیں۔

جنت کے بالا خانے

۱۹۔۲۰: أَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ۖ أَفَأَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ ﴿١٩﴾
لَٰكِنِ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَبْنِيَّةٌ
تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ وَعْدَ اللَّهِ ۖ لَا يُخْلِفُ اللَّهُ الْمِيعَادَ ﴿٢٠﴾

بھلا جس شخص پر عذاب کا حکم ثابت ہو چکا تو کیا آپ ایسے شخص کو بچا سکتے ہیں جو (علم الٰہی میں) دوزخ میں ہے۔ لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لیے (جنت میں) بالا خانے ہیں جن کے اوپر بھی بالا خانے بنے ہوئے ہیں اور ان بالا خانوں کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

تُنْقِذُ: تو رہا کرائے گا، تو چھڑائے گا، تو نجات دلائے گا۔ اِنْقَاذٌ سے مضارع۔

غُرَفٌ: جنت کے بالا خانے، اونچے مکان۔ واحد غُرْفَةٌ۔

تشریح: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! جن لوگوں کی بدبختی لکھی جا چکی اور جن پر ان کی ضد و عناد اور بد اعمالیوں کی بنا پر عذاب الٰہی کا حکم ثابت ہو چکا انہیں کوئی راہ راست نہیں دکھا سکتا اور نہ کوئی ان کو آگ سے بچا سکتا ہے۔ آپ بھی ان پر رنج و ملال نہ کریں اس لیے کہ جو شخص علم الٰہی میں دوزخ کے اندر ہے

آپ اسے عذاب الٰہی سے نہیں بچا سکتے، کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول پر کبھی ایمان نہیں لائے گا۔ البتہ جو لوگ متقی اور پرہیزگار ہیں وہی انعامات الٰہی کے مستحق ہیں۔ انہی کے لیے جنت کے بالا خانے ہیں۔ ان بالا خانوں کے اوپر اور بالا خانے بنے ہوئے ہیں اور ان کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے جو پورا ہو کر رہے گا۔

حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جنت اوپر کے بالا خانے والوں کو اس طرح دیکھیں گے جیسے تم مشرقی اور مغربی افق پر باقی رہ جانے والے چمکدار اور جگمگاتے ستاروں کو (دور سے) دیکھتے ہو۔ یہ صورت اہل جنت کے باہمی فرق مراتب کی ہوگی۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ مکان تو انبیاء کے ہوں گے جہاں دوسروں کی رسائی نہ ہوگی۔ آپ نے فرمایا نہیں قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور (تمام) پیغمبروں کو سچا مانا (وہ مکان ان کے بھی ہوں گے)۔

(مظہری ۲۰۳، ۲۰۴/ ۸)

زمین کے چشمے

۲۱۔۲۲ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِي الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ۝ اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی برسایا پھر وہ اس کو زمین کے سوتوں میں پہنچا دیتا ہے۔ پھر اس کے ذریعہ مختلف قسم کی کھیتیاں اگاتا ہے۔ پھر وہ (کھیتی) تیار ہو جاتی ہے تو تم اس کو زرد دیکھتے ہو۔ پھر وہ (اللہ) اس کو ریزہ ریزہ کر دیتا ہے۔ بیشک اہل عقل کے لیے اس میں نصیحت ہے۔ اللہ نے جس شخص کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیا ہے تو وہ اپنے رب کی طرف سے روشنی میں ہے۔ سو خرابی ہے ان کے لیے جن کے دل اللہ کے ذکر سے متاثر

نہیں ہوتے۔ یہ لوگ صریح گمراہی میں ہیں۔

يَنَابِيعَ : چشمے، سوتے۔ واحد ینبوع ۔

يَهِيجُ : وہ خشک ہوتا ہے، وہ پک جاتا ہے، وہ تیار ہوتا ہے۔ هَيْجٌ و هَيْجَانٌ سے مضارع۔

حُطَامًا : ریزہ، ریزہ، چورہ چورہ۔

قَسِيَة : سخت ہونے والی، سیاہ ہونے والی قَسَاوَةٌ سے اسم فاعل۔

تشریح: کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی برساتا ہے پھر اپنی قدرت سے وہ اس پانی کو زمین کے سوتوں میں داخل کر دیتا ہے اور ضرورت کے وقت اس کو کسی سوت سے چشموں کی صورت میں جاری کر دیتا ہے جس سے زمین سیراب ہوتی ہے اور مختلف قسم کی کھیتیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ پھر کچھ مدت کے بعد کھیتی خشک ہو کر زرد رنگ کی ہو جاتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کو ریزہ ریزہ کر کے بھوسہ بنا دیتا ہے۔ بلاشبہ عقلمندوں کے لیے اس میں بڑی نصیحت ہے۔ بے عقل لوگ اس سے نصیحت حاصل نہیں کرتے، کیونکہ وہ تو چوپایوں سے بھی زیادہ گم کردہ راہ ہیں۔ بس یہی حالت دنیوی زندگیکی ہے کہ جس طرح اس کھیتی کی رونق اور سرسبزی چندروزہ تھی پھر زرد ہو کر ریزہ ریزہ ہوگئی اسی طرح دنیا کی چہل پہل بھی چندروزہ ہے اس لیے آدمی کو اس عارضی بہار پر فریفتہ ہو کر اپنے انجام سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے جس شخص کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیا اور وہ اسلام کی حقیقت و حقانیت کو پہچان کر اس کا فرمان بردار ہو گیا تو اس کو اپنے رب کی طرف سے ایک نور حاصل ہو گیا۔ کیا ایسا شخص اور اہل قساوت برابر ہیں؟ ہرگز نہیں۔ جس طرح زندہ و مردہ اور بینا و نابینا برابر نہیں اسی طرح یہ دونوں بھی برابر اور یکساں نہیں۔ سو جن لوگوں کے دل سخت ہو چکے ہیں اور وہ اللہ کی یاد سے غافل ہیں ان کے لیے ہلاکت و بربادی ہے۔ بلاشبہ یہ لوگ کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔ (عثمانی: ۲/۴۵۱)

آیاتِ قرآنی کی تاثیر

۲۳: اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَ قُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۝

اللہ نے بہترین کلام نازل فرمایا ہے جو ایسی کتاب ہے کہ اس کی آیتیں ملتی جلتی ہیں اور دُہرائی جاتی ہیں (اس کے پڑھنے سے) ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ پھر ان کے جسم اور دل نرم ہو کر اللہ کی یاد میں محو ہو جاتے ہیں۔ یہی اللہ کی ہدایت ہے۔ اللہ جسے چاہتا ہے اس (قرآن) کے ذریعے ہدایت دیتا ہے اور جس کو اللہ گمراہ کر دے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔

تَقْشَعِرُّ : وہ کانپنے لگتی ہے۔ وہ لرزنے لگتی ہے۔ اِقْشِعْرَارٌ سے مضارع۔

جُلُوْدُ : جلدیں، کھالیں، چمڑے۔ واحد جِلْدٌ۔

تَلِيْنُ : وہ نرم ہو جاتی ہے۔ لِيْنٌ سے مضارع۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے قرآن کی صورت میں ہر اعتبار سے سب سے اچھا کلام نازل فرمایا ہے۔ اس کی تمام آیتیں اور سورتیں صحت، معنی، حسن عبارت اور افادۂ عام میں باہم متشابہ یعنی ایک جیسی اور بار بار دہرائی جانے والی ہیں۔ کوئی آیت دوسری آیت کی تکذیب نہیں کرتی۔ تمام آیات باہم تصدیق کرتی ہیں۔ اس کے احکام اور علوم میں نہ باہم اختلاف ہے اور نہ تضاد اور نہ تفاوت و فرق۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ اسی قادرِ مطلق اور خالق کل کا کلام ہے جس نے اس کائنات کو نہایت حسن و تناسب سے بنایا۔ اگر یہ کتاب اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتی تو یقیناً اس میں جگہ جگہ تفاوت و اختلاف پایا جاتا۔ جیسے ارشاد ہے:

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ۝

اور اگر وہ قرآن اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو وہ اس میں بہت اختلاف پاتے۔ (النساء: ۸۲)

اس کی آیات اس لیے ملتی جلتی رکھی گئی اور بار بار دہرائی گئی ہیں تاکہ کتاب کے مضامین دل و دماغ میں پختہ ہو جائیں اور انسان اپنی فکری اور ذہنی صلاحیتوں سے ان کو اپنی عملی زندگی میں داخل کر سکے۔ ظاہر ہے یہ مقصد کسی بات کو محض ایک دفعہ پیغام کے طور پر بیان کر دینے سے حاصل نہیں ہو سکتا بلکہ اس کو مختلف پیرایوں اور اسلوبوں کے ساتھ بار بار بیان کر کے ہی ذہن نشین کرایا جا سکتا

ہے۔ اس کتاب کی تاثیر یہ ہے کہ اس کی آیتوں کو سنتے ہی مومنوں کے دل خوفزدہ ہو جاتے ہیں اور سزاؤں کے بارے میں پڑھ کر ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پھر ان کے دل انتہائی عاجزی اور گریہ وزاری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف جھک جاتے ہیں۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ

بیشک مومن تو وہی ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں۔ (انفال:۲)

پھر فرمایا کہ یہی قرآن اللہ کی ہدایت ہے وہ جس کو چاہتا ہے اس کے ذریعے ہدایت سے سرفراز فرماتا ہے اور جس کو اللہ گمراہ کر دے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ (مظہری ۲۰۷۔۲۰۹/۸)

ظالموں کا انجام

۲۴۔۲۶ اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَقِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ۝ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝

بھلا وہ شخص جو قیامت کے دن برے عذاب کو اپنے منہ پر روکے گا (اس کا کیا حال ہوگا) اور (اس روز) ظالموں سے کہا جائے گا کہ تم اپنے کئے کا مزہ چکھو۔ ان سے پہلے والوں نے بھی جھٹلایا تھا۔ پھر ان پر ایسی جگہ سے عذاب آیا کہ ان کے گمان میں بھی نہ تھا۔ سو اللہ نے ان کو دنیوی زندگی میں ہی رسوائی کا مزہ چکھا دیا اور آخرت کا عذاب تو بہت ہی بڑا ہے۔ کاش یہ لوگ جانتے۔

تشریح: یہاں دو شخصوں کا حال بیان کیا گیا ہے کہ قیامت کے روز ایک شخص تو ذلت و خواری کی اس حالت میں مبتلا ہوگا کہ ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اور عذاب الٰہی سامنے سے آ رہا ہے۔ اس کو اتنی بھی قدرت نہیں کہ سامنے سے آنیوالے عذاب کو ہاتھ کے ذریعے روک سکے۔ مجبوراً وہ اپنے چہرے ہی کو سامنے کرتے ہوئے اس عذاب کو دور کرنا چاہے گا۔ دوسرا شخص وہ ہوگا جس کا دل اللہ تعالیٰ نے اسلام

کے لیے کھول دیا تھا اور وہ اعزاز و اکرام اور انعامات کا مستحق ہوگا۔ ظاہر ہے یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ پھر ان ظالموں سے کہا جائے گا کہ اب تم اپنے ان اعمال کا مزہ چکھو جو تم اس سے پہلے دنیا میں کیا کرتے تھے۔

مشرکین مکہ کو ان باتوں پر یقین کر لینا چاہئے اگر وہ اب بھی تکذیب و انکار سے باز نہ آئیں تو ان کو جان لینا چاہئے کہ ان سے پہلے لوگوں نے بھی احکام الٰہی کا انکار کیا تھا اور اللہ کے رسولوں کی تکذیب کی تھی لیکن اللہ کا عذاب ان پر اس طریقے سے آیا کہ ان کو خبر بھی نہ ہوئی۔ ان کے سان وگمان میں بھی نہ تھا کہ اس طرح بھی کوئی ناگہانی عذاب کسی قوم کو تباہ و برباد کر سکتا ہے۔ سو اللہ تعالیٰ نے ان کو اس دنیوی زندگی میں ہی ذلت و رسوائی کے عذاب کا مزہ چکھا دیا اور آخرت کا عذاب تو بہت ہی بڑا ہے۔ کاش یہ لوگ جان لیتے کہ دنیا میں کتنی ہی قومیں ایسی گزری ہیں جو اللہ کے پیغمبروں کی تکذیب و نافرمانی کی وجہ سے طرح طرح کے عذابوں سے تباہ کر دی گئیں۔

شرک و توحید کی ایک مثال

۲۷۔۳۱: وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا غَيْرَ ذِیْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَ رَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ۝

یقیناً ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لیے ہر قسم کی مثالیں بیان کر دی ہیں تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ (یہ) قرآن جو عربی زبان میں ہے اس میں کوئی کجی نہیں تاکہ وہ پرہیزگاری اختیار کریں۔ اللہ نے ایک مثال بیان فرمائی کہ ایک شخص (غلام) میں کئی بدخو آقا شریک ہیں اور ایک دوسرا شخص ہے جو صرف ایک ہی کا غلام ہے۔ کیا ان دونوں کی حالت یکساں ہو سکتی ہے۔ سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے مگر ان میں سے اکثر لوگ بے علم ہیں۔

(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم!) یقیناً آپ کو بھی موت آنی ہے۔ پھر قیامت کے روز تم سب اللہ کے سامنے اپنے اختلافات پیش کرو گے۔

مُتَشٰکِسُوْنَ : بدخو، ضدی۔ جھگڑالو۔ تَشَاکُسٌ سے اسم فاعل۔

تَخْتَصِمُوْنَ : تم لڑتے ہو، تم جھگڑا کرتے ہو۔ اِخْتِصَامٌ سے مضارع۔

تشریح: چونکہ مثالوں سے باتیں آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ہر قسم کی مثالیں بیان فرمائی ہیں تاکہ لوگ اچھی طرح ذہن نشین کرلیں۔

ارشاد ہے:

ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ

اللہ نے تمہارے لیے تمہاری ہی ایک مثال بیان فرمائی ہے (الروم: ۲۸)

وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ﴿۴۳﴾

ان مثالوں کو ہم لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہیں اور علماء ہی ان کو پوری طرح سمجھتے ہیں۔ (العنکبوت: ۴۳)

یہ قرآن فصیح عربی زبان میں ہے جس میں کوئی کجی اور کمی نہیں ہے۔ اس میں واضح اور روشن دلیلیں ہیں تاکہ لوگ تقویٰ اختیار کریں اور عذاب کی آیتوں کو سامنے رکھ کر برائیوں سے بچیں اور ثواب کی آیتوں کو پڑھ کر اعمال صالحہ میں محنت کریں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے موحد و مشرک کے فرق کو واضح کرنے کے لیے ایک مثال بیان کی کہ ایک شخص غلام ہے۔ اس کے بہت سارے مالک ہیں جو آپس میں ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔ ہر ایک چاہتا ہے کہ وہ اس کی خدمت کرے۔ ایسی صورت میں ظاہر ہے وہ کسی کی بھی اطاعت نہ کر سکے گا۔ اس کے برعکس دوسرا غلام وہ ہے جو صرف ایک ہی شخص کی ملکیت ہے۔ اس کے سوا اس پر کسی اور کا اختیار نہیں۔ کیا یہ دونوں غلام برابر ہو سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ اسی طرح موحد جو صرف ایک اللہ کی عبادت کرتا ہے اور مشرک جس نے بہت سے معبود بنا رکھے ہیں، یہ دونوں بھی برابر نہیں ہو سکتے۔ پس ہر طرح کی حمد و ستائش کا مستحق اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ایسی صاف اور روشن مثال کے بیان پر بھی اسی کی حمد و ثنا بیان کرنی چاہیئے کہ اس نے شرک کی برائی اور توحید کی خوبی اپنے بندوں کو اچھی طرح ذہن نشین

کرادی لیکن اکثر لوگ یہ باتیں جانتے ہی نہیں۔

اس دنیا سے سب جانے والے ہیں، ہر ایک کی موت یقینی ہے اور آخرت میں سب جمع ہونے والے ہیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ مشرکوں اور موحدوں میں فیصلہ کردے گا۔ اور حق ظاہر ہو جائے گا کیونکہ اس سے اچھا فیصلہ کرنے والا اور اس سے زیادہ علم والا کوئی نہیں۔ اس دن ایمان واخلاص اور توحید وسنت والے نجات پائیں گے اور کفر وشرک والے سخت عذاب میں گرفتار ہوں گے۔

(ابن کثیر ۵۲، ۴/۵۳، مظہری ۸/۲۱۰)

سب سے بڑا ظالم

۳۲۔۳۵: فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَ كَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَ الَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَ صَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۳۳﴾ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۴﴾ ۚۖ لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ عَمِلُوْا وَ يَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۳۵﴾

اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ بولے اور جب سچ اس کے پاس پہنچ جائے تو اسے جھٹلائے۔ کیا (ایسے) منکروں کا ٹھکانا جہنم نہیں ہے۔ اور جو سچی بات لایا اور جس نے اس کو سچ جانا تو یہی لوگ (اللہ سے) ڈرنے والے ہیں۔ ان کے رب کے پاس ان کے لیے ہر وہ چیز ہے جو وہ چاہیں گے۔ نیک لوگوں کا یہی بدلہ ہے تاکہ اللہ ان کے برے عملوں کو جو انہوں نے کئے تھے ان سے دور کردے اور جو نیک اعمال وہ کرتے تھے ان کا اجر ان کو عطا فرمادے۔

تشریح: مشرکین نے اللہ تعالیٰ پر بہت سے جھوٹ بولے تھے اور طرح طرح کے الزام لگائے تھے۔ کبھی وہ اس کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے تھے، کبھی فرشتوں کو اس کی لڑکیاں کہتے، کبھی مخلوق میں سے کسی کو اس کا بیٹا کہتے، اللہ تعالیٰ ایسے تمام امور سے بلند و بالا اور پاک ہے۔ اس کے علاوہ ان میں ایک بدخصلت یہ بھی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیا علیہم السلام پر جو کچھ نازل ہوتا یہ اس کی

تکذیب کرتے ۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ سب سے بڑھ کر ظالم ہیں اور ظالموں اور حق سے منہ موڑنے والوں کا ٹھکانہ جہنم ہے ۔

اس کے بعد فرمایا کہ جو سچائی کو لایا یعنی جبرئیل علیہ السلام اور جس نے اسے سچا مانا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر وہ شخص جو کلمہ توحید کا اقرار کرے ، تمام انبیاء علیہم السلام اور ان کی اتباع کرنے والے سب اس آیت کے مفہوم میں داخل ہیں ۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ جاء بالصدق سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ، کیوں کہ وہ اللہ کی طرف سے دین اسلام اور قرآن دنیا میں لائے اور وصدق بہ سے مراد حضرت ابوبکر صدیق یا تمام اہل اسلام ہیں ، مگر صحیح تر یہ ہے کہ یہ آیت عام ہے گو اس میں یہ حضرات بھی بطریق اولیٰ داخل ہیں بلکہ جو بھی کلمہ توحید کی طرف بلائے اور احکام الٰہی کی تعلیم دے اور جو اس کو قبول کرے وہ سب اس میں داخل ہیں ۔ یہی لوگ متقی اور پرہیزگار ہیں جو اللہ سے ڈرتے رہے اور کفر و شرک سے بچتے رہے ۔ ان لوگوں کے لیے جنت میں وہ سب کچھ ہے جو وہ چاہیں گے ، نیک لوگوں کا یہی بدلہ ہے ۔ یہ صلہ اور انعام ان کے لیے اس لیے تجویز کیا گیا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے برے اعمال کی سزا کو معاف کر دے اور ان کے بہترین کاموں کا جو وہ دنیا میں کیا کرتے تھے ان کو اجر و ثواب دے ۔ (ابن کثیر ۴/۵۳ ، حقانی ۴/۱۵۹)

اللہ کی کفایت

۳۶-۴۰: أَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ۖ وَيُخَوِّفُونَكَ بِالَّذِينَ مِنْ دُونِهٖ ۚ
وَمَنْ يُضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۝ وَمَنْ يَهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ
مِنْ مُضِلٍّ ۗ أَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيزٍ ذِي انْتِقَامٍ ۝ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ
مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ ۚ قُلْ أَفَرَءَيْتُمْ مَا
تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ إِنْ أَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ
كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖ أَوْ أَرَادَنِي بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ۚ
قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۖ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُونَ ۝ قُلْ يٰقَوْمِ
اعْمَلُوا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ إِنِّي عَامِلٌ ۖ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ۝ مَنْ يَأْتِيهِ
عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُقِيمٌ ۝

کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ۔ یہ لوگ آپ کو اللہ کے سوا دوسروں سے ڈرا رہے ہیں اور جس کو اللہ گمراہ کر دے اس کو کوئی دینے والا نہیں اور اس کو اللہ ہدایت دے اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں ۔ کیا اللہ زبردست انتقام لینے والا نہیں؟ اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو وہ کہیں گے کہ اللہ نے (پیدا کیا) ۔ آپ کہہ دیجئے کہ بھلا بتاؤ تو کہ تم اللہ کے سوا جن کو پوجتے ہو، اگر اللہ مجھے کوئی تکلیف دینا چاہے تو کیا وہ اللہ کی دی ہوئی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں یا اگر وہ مجھ پر مہربانی کرنا چاہے تو کیا وہ اس کی مہربانی کو روک سکتے ہیں ۔ آپ کہہ دیجئے کہ مجھے اللہ کافی ہے ۔ توکل کرنے والے اسی پر توکل کرتے ہیں ۔ آپ کہہ دیجئے کہ اے میری قوم! تم اپنی جگہ پر اپنا کام کئے جاؤ، میں بھی کر رہا ہوں ۔ سو بہت جلد تم جان لوگے کہ کس پر (دنیا میں) رسوا کرنے والا عذاب آتا ہے اور (آخرت میں) اس پر ہمیشہ رہنے والا عذاب نازل ہوگا ۔

تشریح: مشرکین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بتوں سے ڈرایا کرتے تھے کہ آپ ہمارے بتوں کی توہین کر کے ان کو غصہ نہ دلائیں کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ آپ کو (معاذ اللہ) بالکل ہی خبطی اور پاگل بنا دیں ۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کا بندہ بن چکا ہو اس کو ان عاجز و بے بس بتوں سے کیا ڈر ۔ بس اللہ اپنے بندے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت و نصرت کے لیے کافی ہے ۔ جس کو اللہ گمراہ کر دے اس کو کوئی راہ راست پر نہیں لا سکتا اور جسے وہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں، اللہ زبردست اور غالب ہے ۔ اس پر بھروسہ کرنے والے کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا اور اس کی طرف جھکنے والا کبھی محروم نہیں رہ سکتا ۔ اس سے بڑھ کر عزت و غلبہ والا کوئی نہیں اور نہ ہی کوئی اس سے بڑھ کر انتقام پر قادر ہے ۔ جو لوگ اللہ کے ساتھ کفر و شرک کرتے ہیں اور اس کے رسولوں کی تکذیب کرتے ہیں وہ انہیں سخت سزائیں دے گا ۔ پھر مشرکین کی جہالت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو خالق کل ماننے کے باوجود باطل معبودوں کی پرستش کرتے ہیں جو کسی نفع و نقصان کے مالک نہیں، نہ وہ اللہ کی دی ہوئی کسی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں اور نہ اس کی عطا کو روک سکتے ہیں ۔ اس لیے ان سے خوف کھانے کی ضرورت نہیں ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو اللہ کو یاد رکھ وہ تیری حفاظت کرے گا۔ اللہ کو یاد رکھ تو ہر وقت اسے اپنے پاس پائے گا، آسانی کے وقت اللہ کی نعمتوں کا شکر گزار رہ، وہ سختی کے وقت تیرے کام آئے گا، کچھ مانگنا ہو تو اللہ ہی سے مانگ اور جب مدد طلب کرنی ہو تو اللہ ہی سے مدد طلب کر۔ یقین جان کہ اگر تمام دنیا مل کر تجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے اور اللہ کا ارادہ نہ ہو تو وہ سب مل کر تجھے ذرا بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے اور اگر وہ سب جمع ہو کر تجھے کوئی نفع پہنچانا چاہیں جو اللہ نے مقدر میں نہ لکھا ہو تو وہ ہرگز نہیں پہنچا سکتے۔ صحیفے خشک ہو چکے اور قلم اٹھا لیے گئے۔ یقین اور شکر کے ساتھ نیکیوں میں مشغول رہا کر اور جان لے کہ تکلیفوں پر صبر کرنے میں بہت بھلائیاں (نیکیاں ملتی) ہیں اور یہ کہ (اللہ کی) مدد صبر کے ساتھ ہے اور فراخی رنج و تکلیف کے ساتھ ہے اور ہر تنگی اپنے ساتھ آسانی کو لیے ہوئے ہے۔

آپ ان سے کہہ دیجئے کہ میرے لیے اللہ کافی ہے، توکل کرنے والے اسی کی پاک ذات پر توکل کرتے ہیں اور میں بھی اسی پر توکل کرتا ہوں اس لیے مجھے نہ تمہاری دھمکیوں کی پرواہ ہے اور نہ تمہارے باطل معبودوں کا خوف۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص سب سے زیادہ قوی ہونا چاہے اس کو چاہئے کہ وہ اللہ پر بھروسہ رکھے اور جو سب سے زیادہ غنی بننا چاہے اس کو چاہئے کہ وہ اس چیز پر زیادہ اعتماد رکھے جو اللہ کے ہاتھ میں ہے بہ نسبت اس چیز کے جو خود اس کے ہاتھ میں ہے اور جو سب سے زیادہ بزرگ ہونا چاہے وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے۔

آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم ان کھلے اور واضح دلائل و براہین کے باوجود اپنی روش سے باز نہیں آتے تو تم اپنے طریقے پر عمل کرتے رہو اور میں بھی اپنے طریقے پر عمل پیرا ہوں۔ پھر بہت جلد تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ دنیا میں کون ذلت و رسوائی کے عذاب میں مبتلا ہوتا ہے اور کون آخرت کے دائمی عذاب میں گرفتار ہوتا ہے۔ چنانچہ ہجرت کے دوسرے ہی سال بدر کے مقام پر اللہ نے مشرکوں کو ایسا ذلیل و رسوا کیا کہ ہر قسم کے سامان حرب وضرب سے لیس اور تعداد میں تین گنا ہونے کے باوجود تین سو بے سروسامان مسلمانوں کے ہاتھوں نامور سرداروں اور سپہ سالاروں سمیت ان کے بہتر آدمی قتل ہوئے۔ آخرت کی ذلت اور دائمی عذاب اس کے علاوہ ہوگا۔

(ابن کثیر ۴/۵۴)

نیند کی حقیقت

۴۱۔۴۲: اِنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ
وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ
اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ
مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ
الْاُخْرٰى اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ
يَّتَفَكَّرُوْنَ

بیشک ہم نے یہ کتاب لوگوں (کی ہدایت کے لیے) حق کے ساتھ آپ پر نازل کی۔ سو جو شخص راہ راست پر آئے گا تو اپنے ہی لیے (آئے گا) اور جو گمراہ ہوا تو اس کی گمراہی کا وبال اسی پر پڑے گا اور (اے رسول) آپ ان کے ذمہ دار نہیں۔ اللہ روحوں کو ان کی موت کے وقت اور جن کو موت نہیں آئی ان (کی روحوں) کو ان کی نیند کے وقت قبض کر لیتا ہے۔ پھر جن پر موت کا حکم لگ چکا ہے ان کو تو روک لیتا ہے اور دوسری (روحوں کو) ایک مقررہ مدت تک کے لیے (واپس) بھیج دیتا ہے۔ بیشک غور کرنے والوں کے لیے اس میں یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں۔

تشریح: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے یہ قرآن حق و صداقت کے ساتھ لوگوں کے نفع کے لیے آپ پر نازل فرمایا ہے۔ اب جو شخص راہ راست پر آئے گا تو وہ اپنے ہی نفع کے لیے آئے گا۔ اسی طرح جو شخص اس سے اعراض کر کے غلط راہ پر چلے گا وہ بھی اپنا ہی نقصان کرے گا۔ آپ پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں۔ آپ کا کام تو صرف اللہ کا پیغام لوگوں کو پہنچا دینا تھا سو وہ آپ نے پہنچا دیا۔ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا مالک و خالق ہے اس لیے وہ جس طرح چاہتا ہے ان میں تصرف کرتا رہتا ہے۔ وہی وفاتِ کبریٰ کے وقت فرشتوں کے ذریعے روح کو قبض کرتا ہے اور وفات صغریٰ جو نیند کی حالت میں واقع ہوتی ہے وہ بھی اسی کے قبضے میں ہے۔ نیند کی حالت میں وفات یعنی روح قبض ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نیند میں حواس تو معطل کر دیئے جاتے ہیں مگر حیات باقی رہتی ہے۔ پس جب کسی کی موت کا وقت

آتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتے بھیج کر اس کی روح قبض فرما لیتا ہے۔ پھر اس کی روح دنیا میں دوبارہ کبھی نہیں آتی۔ جس شخص کی موت کا وقت ابھی نہیں آیا اللہ تعالیٰ اس کو بھی نیند کی حالت میں موت دے دیتا ہے۔ یہ عمل ہر شخص کے ساتھ روزانہ ہوتا ہے خواہ وہ ایسا شخص ہو جس کی طبعی موت کا وقت آ گیا ہے یا ایسا ہو جس کی دنیوی حیات کا کچھ حصہ ابھی باقی ہے۔ پس جس شخص کی موت کا طبعی وقت نیند کے دوران آ جاتا ہے تو اس کی روح کو روک لیا جاتا ہے۔ اب وہ اس دنیاوی زندگی میں اپنے بدن میں کبھی نہیں آئے گی۔ البتہ جس شخص کی طبعی موت کا وقت ابھی نہیں آیا اس کی روح کو بیداری کے وقت اس کے جسم میں دوبارہ داخل کر دیا جاتا ہے تاکہ وہ اپنی مقررہ مدت تک دنیا میں رہے۔ بلاشبہ روحوں کو قبض کرنے اور رہا کرنے کے معاملے میں ان لوگوں کے لیے قدرت کی عظیم نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں۔

(مواہب الرحمٰن ۷، ۲۴/۸)

سفارش کی حقیقت

۴۴۔۴۵: اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ۭ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ ۝ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ۭ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ۝

کیا ان لوگوں نے اللہ کے سوا دوسروں کو سفارش کے لیے مقرر کر رکھا ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اگر یہ کچھ بھی اختیار نہ رکھتے ہوں اور نہ عقل رکھتے ہوں (پھر بھی سفارش کریں گے) آپ کہہ دیجئے کہ سفارش تو سب اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔ آسمانوں اور زمین میں اسی کی حکومت ہے۔ پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل تنگ ہونے لگتے ہیں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ اور جب اللہ کے سوا دوسروں کا ذکر کیا جائے تو وہ یکایک خوش ہو جاتے ہیں۔

اِتَّخَذُوْا: انہوں نے مقرر کیا، انہوں نے اختیار کیا، انہوں نے بنایا۔ اِتِّخَاذٌ سے ماضی۔

اشْمَأَزَّتْ : وہ رک جاتی ہے۔ وہ تنگ ہو جاتی ہے اس نے نفرت کی ، اِشْمِئزَازٌ سے ماضی۔

تشریح: مشرکوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا بتوں اور باطل معبودوں کو اپنے لیے سفارشی مقرر کر رکھا ہے۔ ان کو اپنے معبودوں پر کامل بھروسہ اور اعتماد ہے کہ وہ ان کو کسی قسم کی تکلیف اور عذاب نہ پہنچنے دیں گے، حالانکہ ان بتوں کو نہ کچھ اختیار و قدرت ہے اور نہ عقل و شعور اور علم۔ وہ تو محض پتھر اور جمادات ہیں جو حیوانوں سے بھی بدتر ہیں۔ پس جو معبود نہ علم رکھتے ہوں اور نہ اُن کو کسی چیز کی ذرہ برابر قدرت ہو وہ کسی کی کیا سفارش کریں گے یا مصیبت کے وقت وہ کسی کو کیسے بچائیں گے۔ آپ کہہ دیجئے کہ تمام شفاعتوں کا مالک تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ کوئی نہیں جو اس کی مرضی اور اجازت کے بغیر اس کے سامنے لب کشائی بھی کر سکے۔ وہی زمین و آسمان کا بادشاہ اور مالک و خالق ہے وہ جس طرح چاہتا ہے اپنی ملک میں تصرف کرتا ہے۔ کائنات کی کوئی چیز اس کے حکم کے بغیر حرکت تک نہیں کر سکتی۔ قیامت کے دن تم سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اس وقت تمہارے سب دھوکے اور فریب زائل ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ عدل و انصاف کے ساتھ تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا اور ہر ایک کو اس کے عمل کا پورا پورا بدلہ دے گا۔

ان کافروں کی حالت یہ ہے کہ کلمہ توحید سن کر ان کے دل تنگ ہو جاتے ہیں کیونکہ ان کو ایمان و توحید سے نفرت ہے اور جب اللہ کے سوا اوروں یعنی بتوں وغیرہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل فوراً کھل اٹھتے ہیں اس لیے کہ کفر و شرک ان کے دلوں میں رچا بسا ہوا ہے۔

مشرکین کی بے بسی

۴۶۔۴۸: قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ
اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝
وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ
لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَبَدَا لَهُمْ
مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ۝ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا
كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝

آپ کہہ دیجئے کہ اے اللہ! آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے،

پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والے، تو ہی اپنے بندوں کے درمیان ان امور کا فیصلہ فرمائے گا جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ اگر ظلم کرنے والوں کے پاس وہ سب کچھ ہو جو روئے زمین پر ہے اور اس کے ساتھ اتنا ہی اور ہو تو قیامت کے روز اپنے آپ کو بدترین عذاب سے بچانے کے لیے وہ سب دے ڈالیں (تب بھی) اللہ کی طرف سے ان کو وہ پیش آئے گا جس کا ان کو گمان بھی نہ تھا۔ اور ان پر ان کے تمام برے اعمال ظاہر ہو جائیں گے۔ اور جس (عذاب) کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے وہ انہیں آ گھیرے گا۔

بَدَالَهُمْ : وہ ظاہر ہو گیا، وہ کھل گیا۔ بَدْوٌ اور بُدُوٌّ سے ماضی۔

حاق : اس نے گھیر لیا، وہ نازل ہوا۔ حَیْقٌ سے ماضی۔

تشریح: مشرکین کی توحید سے نفرت اور شرک سے محبت کے بیان کے بعد اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ صرف اللہ واحد واحد ہی کو پکاریے جو آسمان و زمین کا خالق ہے۔ اس نے انہیں اس وقت پیدا کیا جب ان کا کوئی نمونہ تک نہ تھا۔ وہ ظاہر و باطن کے احوال کو خوب جانتا ہے۔ قیامت کے روز جب یہ لوگ اپنی قبروں سے نکل کر میدان حشر میں جمع ہوں گے اس وقت اللہ تعالیٰ ان کے درمیان ان امور کا فیصلہ کر دے گا جن میں وہ دنیا میں اختلاف کرتے تھے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بندہ اس دعا کو پڑھے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اپنے فرشتوں سے فرمائے گا کہ میرے اس بندے نے مجھ سے عہد لیا ہے سو اس کو پورا کرو۔ پھر اس کو جنت میں پہنچا دیا جائے گا۔ وہ دعا یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اِنِّىْ اَعْهَدُ اِلَيْکَ فِىْ هٰذِهِ الدُّنْيَا اَنِّىْ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ وَحْدَکَ لَا شَرِيْکَ لَکَ وَاَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُکَ وَرَسُوْلُکَ . فَاِنَّکَ اِنْ تَکِلْنِىْ اِلٰى نَفْسِىْ تُقَرِّبْنِىْ مِنَ الشَّرِّ وَتُبَاعِدْنِىْ مِنَ الْخَيْرِ وَاِنِّىْ لَآ اَثِقُ اِلَّا بِرَحْمَتِکَ فَاجْعَلْ لِّىْ عِنْدَکَ عَهْداً تُوَفِّيْنِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ، اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ۔

اے اللہ! آسمان و زمین کو بغیر نمونے کے پیدا کرنے والے، اے غائب و

حاضر کے جاننے والے میں اس دنیا میں تجھ سے عہد کرتا ہوں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو اکیلا ہے، تیرا کوئی شریک نہیں اور میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیرے بندے اور رسول ہیں۔ اگر تو مجھے میری ہی طرف سونپ دے گا تو میں برائی سے قریب اور بھلائی سے دور جا پڑوں گا۔ اے اللہ مجھے صرف تیری رحمت کا سہارا اور بھروسہ ہے۔ پس تو بھی مجھ سے عہد کر جس کو تو قیامت کے دن پورا کرے۔ یقیناً تو عہد شکن نہیں۔

اگر بالفرض قیامت کے دن ان مشرکین کے پاس دنیا بھر کی تمام چیزیں ہوں اور ان کے ساتھ اتنی ہی اور بھی ہوں تب بھی یہ اپنے آپ کو بدترین عذابوں سے بچانے کے لیے ان تمام چیزوں کو اپنے فدیے میں دینے کے لیے تیار ہو جائیں گے لیکن اس دن ان سے کوئی فدیہ اور بدلہ قبول نہ کیا جائے گا۔ اس دن وہ اللہ کے ایسے ذلت آمیز عذابوں سے دوچار ہوں گے کہ کبھی ان کو خیال بھی نہ گزرا تھا۔ وہ اپنے تمام گناہوں اور بداعمالیوں کی سزا اپنے آگے موجود پائیں گے اور جس عذاب کا وہ دنیا میں مذاق اڑاتے تھے وہ آ کر ان کو گھیر لے گا۔ (ابن کثیر ۴/۵۶)

مشرکین کی دوعملی

۴۹۔۵۲: فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ۡ ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً
مِّنَّا ۙ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ ؕ بَلْ هِىَ فِتْنَةٌ وَّلٰكِنَّ
اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۹﴾ قَدْ قَالَهَا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَآ
اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۵۰﴾ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ
مَا كَسَبُوْا ؕ وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰٓؤُلَآءِ سَيُصِيْبُهُمْ سَيِّاٰتُ
مَا كَسَبُوْا ۙ وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۵۱﴾ اَوَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ
يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ
لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾

جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ہمیں پکارنے لگتا ہے۔ پھر جب ہم

اپنی طرف سے اسے کوئی نعمت عطا فرما دیں تو کہتا ہے کہ یہ تو مجھے میرے علم کی بنا پر ملی ہے، بلکہ یہ ایک آزمائش ہے لیکن ان میں سے اکثر لوگ بے علم ہیں۔ ان سے پہلے (گزرے ہوئے) لوگ بھی یہی (بات) کہہ چکے ہیں۔ سو ان کے کچھ بھی کام نہ آیا جو وہ کیا کرتے تھے۔ پھر اُن کی تمام بداعمالیاں ان پر آپڑیں اور ان (مشرکین مکہ) میں سے بھی جو لوگ ظالم ہیں ان پر بھی ان کی بداعمالیاں بہت جلد آپڑیں گی اور وہ (اللہ کو) عاجز نہیں کر سکتے۔ کیا انہیں معلوم نہیں کہ اللہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور (جس کے لیے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے۔ بیشک اس میں ایمان والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

خَوَّلْنٰهُ: ہم نے اُس کو دیا، ہم نے اس کو عطا کیا۔ تَخْوِیْلٌ سے ماضی۔

یَقْدِرُ: وہ (رزق) تنگ کرتا ہے، وہ کم کرتا ہے۔ قَدْرٌ سے مضارع۔

تشریح: حقیقت یہ ہے کہ جب انسان پر کوئی مشکل وقت آتا ہے تو وہ اپنے باطل معبودوں کو چھوڑ کر نہایت آہ وزاری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو پکارنے لگتا ہے۔ اور پوری طرح اس کی طرف راغب ہو جاتا ہے۔ لیکن جب مصیبت دور ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا فرما دیتا ہے تو وہ تکبر اور سرکشی کے ساتھ کہنے لگتا ہے کہ یہ نعمت تو مجھے اپنے علم و ہنر اور خوش تدبیری سے حاصل ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے رد میں فرماتا ہے کہ یہ نعمت اس کے علم و ہنر اور خوش تدبیری کا نتیجہ نہیں بلکہ ایک آزمائش ہے تاکہ ہم دیکھ لیں کہ بندہ ہماری نعمت کا شکر ادا کرتا ہے یا ناشکری لیکن اکثر لوگ اس بات کو سمجھتے ہی نہیں۔ ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں نے بھی ایسی ہی بات کہی تھی مگر ان کی کوئی بھی تدبیر ان کو عذاب الٰہی سے بچانے میں ذرا کام نہ آئی۔ جس طرح وہ مصیبت و عذاب میں مبتلا ہوئے، اسی طرح ایک دن ان پر بھی ان کی بداعمالیوں کا وبال آپڑے گا اور یہ اس سے بچ نہیں سکتے اور نہ یہ اللہ کو عاجز و بے بس کر سکتے ہیں۔ کیا انہیں اب تک یہ معلوم نہیں کہ رزق کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق کو کشادہ کر دیتا ہے اور جس پر چاہتا ہے تنگی کر دیتا ہے سو رزق کی وسعت اور فراخی نہ حق کی دلیل ہے اور نہ غلبے کی نشانی اور نہ یہ کسی انسان کے ہنر اور علم پر موقوف ہے بلکہ یہ تو اللہ کی تقسیم اور دین ہے۔ عام مشاہدہ یہ ہے کہ بہت سے بے ہنر اور بے تدبیر لوگوں کے پاس مال و دولت کے

انبار ہیں اور بہت سے سمجھدار اور ہنر و تدبیر والے خسارے اور ناکامی سے دوچار رہتے ہیں۔ بیشک اہل ایمان کے لیے اس میں طرح طرح کی عبرتیں اور دلیلیں ہیں۔

بے پایاں رحمت

۵۳-۵۴: قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۝

آپ (میری طرف سے) کہہ دیجئے کہ اے میرے (وہ بندو) جنہوں نے اپنے اوپر زیادتی کی ہے تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو، یقیناً اللہ تمام گناہوں کو معاف فرمادے گا۔ اور تم اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اسی کی فرماں برداری کرتے رہو اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آئے پھر کوئی تمہاری مدد کو نہ آئے گا۔

تَقْنَطُوْا : تم مایوس ہو، تم ناامید ہو۔ قُنُوْطٌ سے مضارع۔

اَنِیْبُوْا : تم رجوع ہو جاؤ۔ اَنَابَۃٌ سے امر۔

شانِ نزول: حاکم نے حضرت ابن عمر کا بیان نقل کیا ہے کہ ہم کہا کرتے تھے کہ مسلمان ہونے اور ایمان لانے کے بعد جو لوگ مصائب میں مبتلا ہو کر اپنا دین چھوڑ بیٹھے ان کی توبہ قبول نہ ہوگی۔ لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینے تشریف لے آئے تو انہی لوگوں کے متعلق اللہ نے قل یعبادی الذین اسرفوا الخ نازل فرمائی۔ بغوی نے ابن عمر ان کی روایت سے بیان کیا کہ اس آیت کا نزول عیاش بن ربیعہ، ولید بن ولید اور مسلمانوں کی ایک جماعت کے حق میں ہوا جو ایمان لے آئے تھے۔ پھر جب ان کو دکھ اور تکلیفیں دی گئیں تو وہ فتنہ میں پڑ گئے (اسلام چھوڑ بیٹھے)۔ ہم کہا کرتے تھے کہ اللہ ان کا کوئی عمل کبھی قبول نہیں کرے گا، نہ نفل، نہ فرض یعنی ان کی توبہ کسی طرح قبول نہ ہوگی۔ یہ لوگ پہلے تو مسلمان ہو گئے پھر دکھ تکلیف پہنچنے پر اپنا دین چھوڑ بیٹھے۔ اس پر اللہ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں صحیحین میں ہے کہ بعض مشرکین نے جو قتل اور زنا کے بھی مرتکب تھے آپ کی خدمت میں

حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ کی باتیں اور آپ کا دین ہمیں ہر لحاظ سے اچھا اور سچا معلوم ہوتا ہے لیکن یہ بڑے بڑے گناہ جو ہم سے سرزد ہو چکے ہیں ان کا کفارہ کیا ہوگا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(مظہری ۲۲۱، ۸/۲۲۲)

تشریح: یہاں تمام نافرمانوں کو توبہ کی دعوت دی گئی ہے خواہ وہ مشرک اور کافر ہی ہوں نیز بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات غفور رحیم ہے۔ وہ ہر توبہ کرنے والے کی توبہ قبول کرتا ہے اور ہر جھکنے والے کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس کے سابقہ گناہ معاف فرما دیتا ہے خواہ وہ کیسے ہی ہوں اور کتنے ہی ہوں۔ اس لیے ایمان لانے اور توبہ کرنے میں کوئی تامل و تردد نہیں ہونا چاہئے بلکہ فوراً دل سے اس کی طرف رجوع کرنا چاہئے اور اس کی فرماں برداری کرنی چاہئے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کا عذاب آجائے اور توبہ کی مہلت نہ ملے۔ اس وقت کہیں سے کوئی مدد نہیں آئے گی جو عذاب الٰہی سے بچا سکے کیونکہ جب عذاب الٰہی آجاتا ہے تو دفع نہیں ہوتا۔ خلاصہ یہ ہے کہ آدمی مرنے سے پہلے پہلے بڑے سے بڑے گناہ یہاں تک کہ کفر و شرک سے سچی توبہ کرلے تو اس کے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں اس لیے کسی کو اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ البتہ اس آیت کو توبہ کے بغیر گناہوں کی بخشش کے معنیٰ میں لینا صحیح نہیں اس لیے شرک توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ کی خدمت میں کچھ قیدی پیش کیے گئے۔ قیدیوں میں ایک عورت بھی تھی جس کے پستانوں سے دودھ ٹپک رہا تھا اور وہ (ادھر ادھر) دوڑتی پھر رہی تھی۔ قیدیوں میں سے جو شیر خوار بچہ اس کو ملتا وہ اس کو لے کر اپنے پیٹ سے چمٹا لیتی اور دودھ پلاتی تھی۔ آپ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ یہ عورت کبھی اپنے بچے کو آگ میں پھینک سکتی ہے جبکہ وہ دوسروں کے بچوں سے اتنا پیار کر رہی ہے۔ ہم نے عرض کیا کہ جب تک اس میں طاقت ہوگی وہ اپنے بچے کو کبھی آگ میں نہیں پھینکے گی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ مہربان ہے جتنی یہ عورت اپنے بچے پر۔

مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے کہ ایک بوڑھے شخص نے لکڑی ٹیکتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے چھوٹے موٹے گناہ بہت زیادہ ہیں۔ کیا مجھے بھی بخشا جائے گا؟ آپ نے فرمایا کیا تو اللہ کی توحید کی گواہی نہیں دیتا۔ اس نے کہا ہاں اور آپ کی رسالت کی گواہی بھی دیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تیرے چھوٹے موٹے گناہ معاف ہیں۔ (ابن کثیر ۵۸۔۴/۶۰، مظہری ۸/۲۲۶)

کفار کی ندامت

۵۵۔۵۹: وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ ۝ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ۝ اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ اٰيٰتِيْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝

اور تم اس بہترین (کتاب) کی اتباع کرتے رہو جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف نازل ہوئی ہے، اس سے پہلے کہ تم پر اچانک عذاب آ جائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص کہے کہ افسوس اس کوتاہی پر جو میں اللہ کے حق میں کرتا رہا اور میں تو (دین کی) ہنسی ہی اڑاتا رہا یا یہ کہے کہ اگر اللہ مجھے راہ حق دکھاتا تو میں بھی پرہیزگاروں میں سے ہوتا یا عذاب کو دیکھ کر کہنے لگے کہ کاش (دنیا میں) ایک بار پھر جانا ہو تو میں بھی نیک بندوں میں سے ہو جاؤں۔ ہاں تیرے پاس میری آیتیں پہنچ چکی تھیں سو تو نے ان کو جھٹلایا اور تکبر کیا اور تو تھا ہی کافروں میں سے۔

بَغْتَةً: یکا یک، ایک دم، اچانک۔

فَرَّطْتُ: میں نے کوتاہی کی، میں نے تقصیر کی۔ تَفْرِيْطٌ سے ماضی۔

كَرَّةً: لوٹ جانا، (دنیا میں) پھر جانا۔ مصدر ہے۔

تشریح: تمہارے رب نے جو بہترین ہدایت اور احکام (قرآن مجید) تمہارے پاس بھیجے ہیں تم ان کی پوری پوری اتباع کرو قبل اس کے کہ تم پر اچانک عذاب الٰہی آ جائے اور تمہیں احساس و گمان بھی نہ ہو کہ یہ عذاب کہاں سے اور کیسے آ گیا۔ آج اگر ایمان نہ لائے اور اللہ کے احکام کی اتباع نہ کی اور توبہ کے بغیر ہی مر گئے تو کل قیامت کے روز اپنی غفلت و کوتاہی اور احکام خداوندی کا تمسخر اڑانے پر

حسرت وافسوس ہوگا لیکن اس وقت یہ اظہار حسرت وافسوس کچھ کام نہ آئے گا، اس لیے یہ کہنے کی نوبت آنے سے پہلے ہی ایمان لے آؤ کہ کاش اللہ مجھے دنیا میں ہدایت دے دیتا تو میں بھی دنیا میں شرک وگناہ سے بچنے والوں میں سے ہوجاتا اور آخرت میں اللہ کے عذابوں سے بچ جاتا مگر میں اپنے اعمال واحوال کی وجہ سے ایمان کی دولت سے محروم رہا، یا کوئی شخص عذاب کو دیکھ کر یہ کہنے لگے کہ کاش مجھے دنیا میں واپس جانے کا موقع مل جائے تو میں بھی نیک بندوں میں سے ہوجاؤں۔

خبردار اے منکر! یہ باتیں تجھے زیب نہیں دیتیں۔ نہ تو حق پوشیدہ اور مشتبہ تھا اور نہ تو ہی احمق و غافل تھا کہ حماقت وغفلت کا پردہ ہٹنے کے بعد تو حق وہدایت کو قبول کر لیتا، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تیرے پاس میری آیات پہنچی تھیں مگر اطاعت وفرماں برداری کے ساتھ اللہ کے سامنے سر جھکانے کی بجائے تو نے ان کی تکذیب کی اور تکبر کیا اور کافروں میں شامل رہا اس لیے اب حسرتیں اور آرزوئیں بے سود ہیں۔

مکذبین کا انجام

۶۰۔۶۱: وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ۭ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝ وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ۡ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْۗءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝

قیامت کے روز آپ ان کے چہرے سیاہ دیکھیں گے جو اللہ پر جھوٹ بولتے رہے۔ کیا تکبر کرنے والوں کا ٹھکانا جہنم نہیں اور جو لوگ اللہ سے ڈرتے رہے، اللہ ان کو کامیابی کے ساتھ نجات دے گا۔ انہیں کوئی برائی چھو بھی نہ سکے گی اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

مُسْوَدَّةٌ: سیاہ کی ہوئی، کالی۔ اِسْوِدَادٌ سے اسم مفعول۔

مَثْوًی: رہنے کی جگہ، ٹھکانا۔ ثُوِيًّا سے ظرف مکان۔

تشریح: قیامت کے روز دو طرح کے لوگ ہوں گے۔ ایک وہ جن کے چہرے سیاہ ہوں گے، دوسرے وہ جن کے چہرے نورانی ہوں گے۔ جو لوگ دنیا میں اللہ پر دروغ بندی کرتے تھے، اللہ کے شریک ٹھہراتے تھے، اس کی اولاد مقرر کرتے تھے، فرشتوں کو اس کی بیٹیاں کہتے تھے، اس کی نافرمانی کرتے تھے، اس کے احکام کا تمسخر اڑاتے تھے، اس کے انبیاء کی تکذیب کرتے تھے اور اس کے فرماں

برداروں کی تذلیل وتوہین کرتے تھے، قیامت کے روز ایسے لوگوں کے چہرے سیاہ ہوں گے اور حق کو قبول نہ کرنے اور تکبر وخود نمائی کے وبال میں ان نافرمانوں کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا جہاں نہایت ذلت ورسوائی کے ساتھ بدترین سزائیں بھگتیں گے۔ اس کے برعکس جو لوگ اللہ کا خوف رکھتے تھے اور کفر و نافرمانی سے بچتے تھے ان کے چہرے نورانی ہوں گے۔ وہ اپنی کامیابی اور سعادت مندی کی وجہ سے جہنم کے عذاب اور ذلت ورسوائی سے بچے رہیں گے۔ ان کو ذرہ برابر بھی تکلیف نہ پہنچے گی اور نہ وہ غمگین ہوں گے بلکہ نہایت امن وراحت کے ساتھ اللہ کی نعمتوں میں رہیں گے کیونکہ جنت تو نام ہی فرحت وراحت کا ہے ۔ وہاں غم اور فکر و پریشانی کا تصور تک نہیں۔

حقیقی خسارے والے

۶۲۔۶۳: اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ وَّھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ وَّکِیْلٌ ﴿۶۲﴾ لَہٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۶۳﴾

اللہ ہی ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز کا نگہبان ہے۔ آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں اور جن لوگوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا وہی خسارے میں ہیں۔

وَکِیْلٌ: وکیل، کارساز۔ وَکْلٌ سے صفت مشبہ۔

مَقَالِیْدُ: کنجیاں، خزانے۔ واحد مِقْلَدٌ۔

تشریح: بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی ہر جاندار و بے جان کا خالق و مالک اور ہر چیز کا نگہبان وکارساز ہے۔ تمام کاموں کی باگ ڈور اسی کے ہاتھ میں ہے۔ آسمان و زمین کے خزانوں کی کنجیاں بھی اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ اس کے سوا کوئی بھی اس کے خزانوں میں تصرف نہیں کر سکتا اس لیے وہ دنیا میں جس کے لیے چاہتا ہے ہدایت ورحمت کے اور آخرت میں نجات ومغفرت کے دروازے کھول دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے بند کر دیتا ہے۔ اس کے کھولے ہوئے دروازے کو کوئی بند نہیں کر سکتا اور بند کئے ہوئے دروازے کو کوئی کھول نہیں سکتا۔ اس کے باوجود بھی جو لوگ ایمان نہ لائیں اور اللہ کی آیتوں اور اس کے احکام کا انکار کرتے رہیں تو وہی حقیقی خسارے میں ہیں۔ یہاں خسارے کو کافروں کے

ساتھ خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ مومن اگر دنیاوی آسائش ونعمت سے محروم بھی ہوں تب بھی ان کو آخرت میں دنیوی نعمتوں کا بدلہ ضرور ملے گا جو ایسی نعمتوں کی شکل میں ہوگا جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہوں گی اور نہ کسی کان نے ان کے بارے میں کچھ سنا ہوگا اور نہ کسی کے دل میں ان کا خیال آیا ہوگا۔ اس کے برعکس کافروں کو دنیا میں جو خوش نصیبیاں اور عیش وآرام حاصل ہوگا وہی آخرت میں ان کے لیے وبال جان بن جائے گا اور ان کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ نہ وہ اس عذاب سے کبھی چھٹکارا پائیں گے اور نہ اس میں کچھ تخفیف ہوگی۔

آپ کو شرک کی دعوت

۶۴-۶۶: قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّیْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۶۵﴾ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۶﴾

آپ کہہ دیجئے کہ اے نادانو! کیا تم مجھے (بھی) اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت کرنے کو کہتے ہو۔ یقیناً آپ کی طرف بھی اور آپ سے پہلے گزرے ہوئے تمام انبیا کی طرف بھی یہ وحی کی جا چکی ہے کہ (اے مخاطب) اگر تو شرک کرے گا تو بلاشبہ تیرا عمل ضائع ہو جائے گا اور تو خسارے میں پڑ جائے گا بلکہ اللہ ہی کی عبادت کرنا اور شکر گزار رہنا۔

شانِ نزول: طبرانی اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے بیان کیا کہ قریش نے آپ کو اتنا مال دینے کی پیش کش کی کہ آپ مکہ میں سب سے زیادہ مالدار ہو جائیں اور یہ بھی کہا کہ آپ جس عورت کو پسند کریں ہم اس کو آپ کی زوجیت میں دے دیں گے شرط یہ ہے کہ آپ ہمارے معبودوں کو برا نہ کہیں۔ اگر آپ کو یہ منظور نہ ہو تو پھر ایک سال آپ ہمارے معبودوں کی پوجا کریں اور ایک سال ہم آپ کے معبود کی عبادت کریں۔ اس پر سورۃ الکٰفرون اور یہ آیت قل افغیر اللہ ..... الخسرین تک نازل ہوئی۔ (مظہری ۸/۲۳۱)

تشریح: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان جاہلوں سے کہہ دیجئے کہ کیا تم توحید ثابت ہو جانے

کے بعد بھی اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور الٹا مجھ سے غیر اللہ کی عبادت کی فرمائش کر رہے ہو۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! بلاشبہ آپ کی طرف بھی اور آپ سے پہلے گزرے ہوئے پیغمبروں کی طرف بھی وحی بھیجی جا چکی ہے کہ جو بھی شرک کرے گا یعنی جس طرح اسلام تمام سابقہ گناہوں کو ختم کر دیتا ہے اسی طرح ارتداد ساری گزشتہ نیکیوں کو اکارت کر دیتا ہے۔ ارتداد سے سابقہ اعمال اس وقت اکارت ہوں گے جب توبہ کئے بغیر ارتداد ہی کی حالت میں موت واقع ہو جائے۔ جیسے ارشاد ہے:

وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ

اور تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے گا پھر حالت کفر ہی میں مرجائے گا تو اس کے (گزشتہ نیک) اعمال اکارت ہو جائیں گے۔

(البقرہ:۲۱۷)

وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

(بالفرض) اگر یہ (پیغمبر بھی) شرک کرتے تو جو کچھ انہوں نے کیا تھا وہ سب ضائع ہو جاتا۔ (انعام:۸۸)

پس آپ تو اللہ ہی کی عبادت کرتے رہئے اور اس نے جو انعام آپ پر فرمایا ہے اس کا شکر ادا کرتے رہیے۔ (ابن کثیر ۶۱/۴)

اللہ کی عظمتِ شان

۶۷: وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝

اور ان لوگوں نے اللہ کی قدر نہیں پہچانی جیسی قدر پہچاننی چاہئے تھی (حالانکہ اس کی عظمت شان تو یہ ہے کہ) قیامت کے دن تمام سرزمین اس کی مٹھی میں ہوگی اور تمام آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپیٹے ہوئے ہوں گے۔ وہ پاک اور برتر ہے اس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔

شان نزول: ترمذی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا کہ ایک یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے گزرا اور کہنے لگا ابوالقاسم! جب اللہ آسمانوں کو اس (انگلی) پر اور زمینوں کو اس پر اور سمندروں کو اس پر اور پہاڑوں کو اس پر رکھے گا تو آپ کا کیا خیال ہے (وہ پھر کیا کرے گا) اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ابن المنذر نے ربیع بن انس کی روایت سے بیان کیا کہ جب آیت وسع کرسیہ السموت و الارض نازل ہوئی تو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کرسی ایسی (وسیع) ہے تو عرش کی کیا کیفیت ہوگی۔ اس پر آیت وما قدروا اللہ حق قدرہ نازل ہوئی۔ (مظہری ۲۳۳،۲۳۲/ ۸)

تشریح: اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا حق اس کی عظمت وتوحید پر ایمان لانا اور شرک سے اجتناب کرنا ہے اس لیے جو لوگ شرک کرتے ہیں حقیقت میں وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور قدر ومنزلت کو نہیں پہچانتے حالانکہ وہ سب سے بڑھ کر عزت و غلبے والا ہے۔ اس سے زیادہ بادشاہت والا اور اس سے بڑھ کر غلبہ وقدرت والا کوئی نہیں اور نہ کوئی اس کا ہمسر اور برابری کرنے والا ہے۔ اس کی شان یہ ہے کہ قیامت کے روز ساری زمین اس کی مٹھی میں ہوگی اور تمام آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے۔ جس ذات کی ایسی ہمہ گیر قدرت ہے وہ ان مشرکوں کے ہر شرک سے پاک اور بلند و بالا ہے۔

یہ آیت متشابہات میں سے ہے۔ اس کی حقیقی مراد اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اس سے اللہ کی عظمت عالیہ اور قدرت کاملہ پر تنبیہ کرنا اور یہ بتانا مقصود ہے کہ وہ عظیم الشان کام جہاں انسانی فہم حیرت میں پڑ جاتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے لیے بہت آسان ہیں اور پوری کائنات کی شکست و ریخت اس کے لیے ذرا دشوار نہیں۔

صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ زمین کو مٹھی میں لے لے گا اور آسمان کو لپیٹ کر اپنے دائیں ہاتھ میں لے لے گا اور فرمائے گا (آج) میں بادشاہ ہوں، زمین کے بادشاہ کہاں ہیں۔ (مظہری ۲۳۳،۲۳۲/ ۸)

قیامت کی ہولناکیاں

۶۸۔۷۰۔ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ
اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۭ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ

يَنْظُرُوْنَ ۝ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝

اور (جب) صور پھونکا جائے گا تو جو آسمانوں اور زمین میں ہیں سب بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے سوائے اس کے جس کو اللہ چاہے۔ پھر (جب) دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو سب ایک دم کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے اور (حشر کی) زمین اپنے رب کے نور سے چمک اُٹھے گی اور نامۂ اعمال رکھ دیا جائے گا اور نبیوں اور گواہوں کو لایا جائے گا اور لوگوں کے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دیا جائے گا اور ان پر (ذرا) ظلم نہ ہوگا اور ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور اللہ ان کے کاموں کو خوب جانتا ہے۔

نُفِخَ : وہ پھونکا گیا۔ نَفْخٌ سے ماضی مجہول۔

صَعِقَ : ان کے ہوش اڑ جائیں گے، وہ بے ہوش ہو جائیں گے۔ صَعْقٌ سے ماضی۔

اَشْرَقَتْ: وہ روشن ہوگئی، وہ چمک اٹھی۔ اِشْرَاقٌ سے ماضی۔

تشریح: قیامت کے روز جب صور میں پھونک ماری جائے گی تو آسمانوں اور زمین کی تمام مخلوق فوراً بے ہوش ہو کر گر پڑے گی سوائے اس کے جس کو اللہ تعالیٰ بے ہوشی سے محفوظ رکھے گا۔ اس کے بعد صور میں دوبارہ پھونک ماری جائے گی تو دفعتہً سب کے سب ہوش میں آ کر اپنی قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے اور حیرت واستعجاب کے ساتھ چاروں طرف دیکھنے لگیں گے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مناسب نزول اجلال فرمائے گا تو اس کی تجلی اور نور سے میدان قیامت کی زمین روشن ہو جائے گی اور حساب وکتاب کا دفتر کھول دیا جائے گا۔ اس وقت ہر ایک کا اعمال نامہ اس کے سامنے رکھ دیا جائے گا، انبیاء علیہم السلام اور دوسرے گواہوں کو بلایا جائے گا۔ انبیاء علیہم السلام گواہی دیں گے کہ ہم نے اللہ کے احکام پہنچا دئے تھے اور گواہوں میں ان کے ہاتھ پاؤں، فرشتے اور امت محمدیہ کے لوگ ہوں گے جو ان کے اعمال کی گواہی دیں گے۔

جب اُمت محمدیہ کے لوگ گواہی دیں گے تو منکرین کہیں گے کہ یہ لوگ تو ہمارے زمانے میں

موجود نہ تھے بلکہ بہت بعد میں پیدا ہوئے ۔ پھر ہم پر ان کی گواہی کیسے جائز ہوگی ۔ پس امت محمد یہ عرض کرے گی کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ کیونکہ اللہ نے اپنی کتاب میں ہمیں آگاہ فرمایا کہ تمام پیغمبروں نے اپنی اپنی امت کو پیغام حق پہنچایا۔ حاصل یہ کہ آیت میں شہداء سے مراد امت محمدیہ کے اصحاب عدل ہیں ۔

اس طرح ہر شخص کے اعمال کا نہایت انصاف کے ساتھ ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دیا جائے گا ۔ اور کسی پر ذرا بھی ظلم و زیادتی نہ ہوگی ۔ نہ کسی کی بدیاں بڑھائی جائیں گی اور نہ کسی کی نیکیاں کم کی جائیں گی ۔ ہر شخص کو اس کے کیے کا پورا پورا بدلہ دیا جائیگا کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کے اچھے یا برے اعمال سے خوب واقف ہے ۔ (مظہری ۲۳۴، ۲۳۵ / ۸، مواہب الرحمٰن ۴۵ ۔ ۵۰ / ۲۴)

کافروں کا انجام

۷۱ ۔ ۷۲ : وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَاۗءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۭ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَي الْكٰفِرِيْنَ ۝ قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝

اور (قیامت کے روز) کافروں کو گروہ در گروہ جہنم کی طرف ہانکا جائے گا یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس پہنچ جائیں گے تو اس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور دوزخ کے محافظ ان سے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول نہیں آئے تھے جو تمہارے رب کی آیتیں پڑھ کر تمہیں سناتے تھے اور تمہیں اس دن کی ملاقات سے ڈرایا کرتے تھے ۔ وہ جواب دیں گے کہ ہاں (آئے تھے) لیکن کافروں پر عذاب کا وعدہ پورا ہو کر رہا ۔ (کافروں سے) کہا جائے گا کہ جہنم میں ہمیشہ رہنے کے لیے اب اس کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ ۔ سو تکبر کرنے والوں کا کیا ہی برا ٹھکانا ہے ۔

سِيْقَ : وہ ہانکا گیا ۔ سَوْقٌ سے ماضی مجہول ۔

زُمَراً : گروہ در گروہ، جوق در جوق ۔ واحد زُمْرَۃٌ،

تشریح: قیامت کے روز کافروں کو گروہ در گروہ دھکے دے کر نہایت ذلت و رسوائی کے ساتھ جانوروں کی طرح دوزخ کی طرف ہانکا جائے گا۔ جیسے ارشاد ہے:

يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ۞ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ۞

اُس دن دھکے دے کر ان کو جہنم کی آگ کی طرف لایا جائے گا (ان سے کہا جائے گا) یہی وہ دوزخ ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے۔ (الطور: ۱۳،۱۴)

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ۞ وَّ نَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ۞

اُس روز ہم پرہیزگاروں کو رحمٰن کے مہمان بنا کر جمع کریں گے اور گناہ گاروں کو دوزخ کی طرف پیاسا ہانکیں گے۔ (مریم: ۸۵،۸۶)

وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّ بُكْمًا وَّ صُمًّا ۚ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ۞

قیامت کے دن ہم انہیں چہروں کے بل گھسیٹ کر لائیں گے۔ یہ اندھے گونگے اور بہرے ہوں گے ان کا ٹھکانا دوزخ ہوگا۔ جب اس کی آگ دھیمی ہونے لگے گی تو ہم اسے اور تیز کر دیں گے۔ (الاسراء: ۹۷)

جس طرح دنیا میں جیل کا پھاٹک کھلا نہیں چھوڑا جاتا بلکہ جب کسی قیدی کو جیل میں داخل کرنا مقصود ہو تو اس وقت پھاٹک کھول کر اس کو داخل کیا جاتا ہے اور فوراً پھاٹک بند کر دیا جاتا ہے، اسی طرح جب دوزخی دوزخ کے قریب پہنچیں گے تو دوزخ کے دروازے کھول کر ان کو اس میں دھکیل دیا جائے گا اور اس کے بعد دروازے بند کر دیئے جائیں گے۔ اس وقت دوزخ کے نگران فرشتے ملامت کے طور پر ڈانٹ کر ان سے کہیں گے کہ کیا تمہارے پاس تمہاری ہی جنس سے پیغمبر نہیں آئے تھے جو تمہیں تمہارے رب کی آیتیں سنایا کرتے تھے، اللہ کے احکام سکھایا کرتے تھے اور تمہیں اس دن کے پیش آنے سے ڈرایا کرتے تھے۔ اس وقت کافر ذلت و لاچاری کے عالم میں جواب دیں گے کہ بیشک ہمارے پاس اللہ کے رسول آئے اور انہوں نے ہمیں عذاب الٰہی سے ڈرایا لیکن ہم نے ان کی بات

نہیں مانی ۔ آخر اللہ کی اٹل تقدیر سامنے آئی اور عذاب کا حکم ہم پر ثابت ہو کر رہا۔

فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴿۱۱﴾

پھر وہ اپنے گناہوں کا اقرار کریں گے سو لعنت ہے دوزخیوں پر (الملک: ۱۱)

پھر ان کافروں سے کہا جائے گا کہ تم نے غرور میں آ کر اللہ کی بات نہ مانی ۔ اب ہمیشہ دوزخ میں پڑے اس کا مزہ چکھتے رہو جو اللہ کے احکام کے مقابلے میں تکبر کرنے والوں کا بہت ہی برا ٹھکانا ہے ۔ (عثمانی ۶۶۴، ۶۶۵/۲، ابن کثیر ۶۵/۴)

مومنوں کا انعام

۷۳۔۷۵ وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ﴿۷۳﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاۗءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۷۴﴾ وَتَرَى الْمَلٰۗىِٕكَةَ حَاۗفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۵﴾

اور جو لوگ اپنے ربّ سے ڈرتے تھے وہ گروہ در گروہ جنت کی طرف لے جائے جائیں گے یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس پہنچ جائیں گے تو اس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور جنت کے محافظ ان سے کہیں گے کہ تم پر سلام ہو، تم پاکیزہ ہو سو تم ہمیشہ رہنے کے لیے اس میں داخل ہو جاؤ ۔ وہ کہیں گے کہ اللہ کا شکر جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچا کر دیا اور ہمیں اس زمین کا وارث بنایا کہ جنت میں جہاں چاہیں رہیں سو (دنیا میں نیک) عمل کرنے والوں کا کیا خوب بدلہ ہے اور آپ (اس دن) فرشتوں کو اللہ کے عرش کے گرد حلقہ باندھے ہوئے اپنے رب کی حمد و تسبیح کرتے ہوئے دیکھیں گے اور (اس دن) لوگوں کے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دیا جائے گا اور کہا جائے گا

کہ تمام تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جو سارے جہان کا ربّ ہے۔

طِبْتُمْ　　تم مزے میں رہے، تم خوشحال ہوئے، تم پاکیزہ ہوئے۔ طِیْبٌ سے ماضی۔

حَافِّیْنَ　　حلقہ بنائے ہوئے، احاطہ کئے ہوئے گردا گرد۔ حَفٌّ سے اسم فاعل۔

تشریح: جو لوگ دنیا میں اپنے ربّ سے ڈرتے تھے اور اس کے احکام کی تعمیل میں لگے رہتے تھے قیامت کے روز ان کو نہایت عزت و اکرام کے ساتھ گروہ در گروہ جنت کی طرف لے جایا جائے گا۔ جب یہ پل صرط پار کر کے جنت کے قریب پہنچیں گے جس کے دروازے پہلے سے کھلے ہوے ہوں گے تو جنت کے محافظ فرشتے ان سے کہیں گے کہ تم پر اللہ کی عنایتوں اور رحمتوں کے ساتھ سلامتی ہو اور خوش رہو اور اس جنت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے داخل ہو جاؤ۔ یہاں نہ کسی قسم کی محنت و مشقت ہو گی اور نہ رنج و غم۔ مومن جنت کے اندر ایسی ایسی نعمتیں پائیں گے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہوں گے اور نہ کسی کان نے سنی ہوں گی اور نہ کسی کے دل میں ان کا تصور آیا ہوگا اور وہ فرط مسرت اور جذبہ تشکر سے اللہ کی حمد اور شکر کرتے ہوئے کہیں گے کہ اس نے محض اپنے فضل سے ہم سے اپنا وعدہ سچ کر دیا اور ہمیں اس سرزمین جنت کا مالک بنا دیا کہ ہم جنت میں جہاں چاہیں قیام کریں۔ سو یہ نیک عمل کرنے والوں کا بہترین اجر و ثواب ہے۔

جب اللہ تعالیٰ حساب و کتاب کے لیے نزول اجلال فرمائے گا تو اس وقت فرشتے اللہ تعالیٰ کی عرش کے چاروں طرف حلقہ باندھے کھڑے ہوئے ہوں گے اور اپنے رب کی حمد و تسبیح اور بڑائی میں مشغول ہوں گے اور تمام بندوں میں ٹھیک ٹھیک اور انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا۔ اس پر ہر طرف سے جوش و خروش کے ساتھ الحمد اللّٰہ رب العلمین کا نعرہ بلند ہوگا یعنی سب تعریفیں اسی اللہ کو سزاوار ہیں جو تمام عالم کا پروردگار ہے۔ (مظہری ۲۳۶،۲۳۵/ ، عثمانی ۲/۴۶۶)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ المؤمن

وجہ تسمیہ: اس سورت کی تیسری آیت میں جو لفظ غافر آیا ہے اسی کی نسبت سے اس کا نام سورۂ غافر ہے۔ اس کو سورۂ مومن اور سورۂ الطول بھی کہتے ہیں۔

تعارف: اس میں ۹ رکوع ۸۵ آیات، ۱۰۹۹ کلمات اور ۴۹۶۰ حروف ہیں۔ ابن عباس، ابن الزبیر، مسروق اور سمرہ بن جندب سے روایت ہے کہ یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی۔ ابن عباس اور قتادہ کہتے ہیں کہ اِنَّ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِ اللّٰہِ سے دو آیتیں مدینے میں نازل ہوئی ہیں۔

بنیادی طور پر اس سورت کے مضامین اثبات توحید، وحی الٰہی کی حقانیت اور اثبات رسالت پر مشتمل ہیں۔ (مواہب الرحمٰن ۶۵، ۶۶/۲۴ روح المعانی ۳۹/۲۴)

بغوی نے اپنی سند سے بیان کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہر چیز کا ایک مغز ہوتا ہے اور قرآن کا مغز حٰمٓ والی سورتیں ہیں۔ (مظہری ۲۳۹/۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے آیۃ الکرسی اور حٰمٓ المؤمن کا ابتدائی حصہ (الیہ المصیر تک) صبح کے وقت پڑھا تو اس روز وہ ہر برائی سے محفوظ رہا اور جس نے ان دونوں کو شام کے وقت پڑھا تو اس روز وہ صبح تک ہر برائی سے محفوظ رہا۔

بیہقی نے شعب الایمان میں خلیل بن مرۃ کی روایت سے بیان کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حوامیم سات ہیں اور جہنم کے دروازے بھی سات ہیں۔ پس جہنم کے ہر دروازے پر ان حوامیم میں سے ایک حٰمٓ آ کر کھڑی ہو جائے گی اور کہے گی اے اللہ اس دروازے سے ایسے بندے کو داخل نہ کرنا جو مجھ پر ایمان رکھتا تھا اور مجھے تلاوت کرتا تھا۔ (روح المعانی ۴۰/۲۴)

مضامین کا خلاصہ

رکوع ۱: توبہ کی فضیلت، مکذبین کے انجام اور فرشتوں کی استغفار کا بیان ہے۔

رکوع ۲: شروع میں کفار کی ابدی ہلاکت کا بیان ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کا حاکم اعلیٰ ہونا اور حشر کی ہولنا کی مذکور ہے۔

رکوع ۳: انبیا کی تکذیب کا انجام اور فرعون کی شقاوت و بدبختی کا بیان ہے۔

رکوع ۴: فرعون کی قوم میں سے ایک مرد مومن کی طرف سے اپنی قوم کو نصیحت و تنبیہ اور فرعون کے تکبر و سرکشی کا بیان ہے۔

رکوع ۵: دنیا و آخرت کی حقیقت اور آل فرعون کا انجام مذکور ہے۔

رکوع ۶: ابتدا میں انبیا و مومنین کی نصرت بیان کی گئی ہے۔ پھر کائنات کی تخلیق کا بیان ہے۔

رکوع ۷: انعامات خداوندی اور تخلیق کے انسانی مدارج بیان کیے گئے ہیں۔

رکوع ۸: شروع میں مکذبین کا انجام بیان کیا گیا ہے۔ پھر آپ ﷺ سے فتح و نصرت کا وعدہ مذکور ہے۔

رکوع ۹: انسانوں کے لیے چوپایوں میں منافع کا بیان ہے، پھر عذاب دیکھ کر منکرین کا ایمان لانا مذکور ہے۔

حروف مقطعات

۱: حٰمٓ ﴿۱﴾

حٰم: حروف مقطعات ہیں۔ ان کے معنی و مراد اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی جانتے ہیں۔

توبہ کی فضیلت

۲۔۳: تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۲﴾ غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۳﴾

یہ کتاب اللہ کی طرف سے نازل کی گئی ہے جو غالب (اور) علم والا ہے۔ وہ گناہوں کو معاف کرنے والا اور توبہ قبول کرنے والا، سخت سزا دینے والا، قدرت والا ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اسی کی طرف (سب کو) واپس جانا ہے۔

عِقَابِ : عقوبت، عذاب، سزا۔ مصدر ہے۔

الطَّوْلِ : مال، دولت، وسعت، قدرت۔ مصدر ہے۔

الْمَصِيْرُ : لوٹنے کی جگہ، ٹھکانہ۔ صَيْرٌ سے اسم ظرف و مصدر میمی۔

تشریح: یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئی ہے جو زبردست ہے اور ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔ اس پر کوئی ذرہ تک مخفی نہیں گو وہ کتنے ہی پردوں میں چھپا ہوا ہو۔ اسی لیے وہ اپنے بندوں کے ہر عمل کو پوری طرح جانتا ہے اور ہر عمل کا بدلہ دینے پر پوری طرح قادر ہے۔ اس کے باوجود وہ اہل ایمان کے گناہوں کو بخشتا اور ان کی توبہ قبول کرتا ہے اور جو اس سے بے پروائی کرے، اس کے سامنے سرکشی اور تکبر کرے اور دنیا کو پسند کر کے آخرت سے بے رغبت ہو جائے اور اللہ کی اطاعت و فرماں برداری کو چھوڑ دے تو وہ اس کو سخت ترین سزا اور عذاب دینے کی پوری قدرت رکھتا ہے، جیسے ارشاد ہے:

نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۴۹﴾ وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ۝

آپ میرے بندوں کو بتا دیجئے کہ میں مغفرت کرنے والا (اور) مہربان بھی ہوں اور میرے عذاب بھی بڑے دردناک عذاب ہیں۔ (الحجر: ۴۹، ۵۰)

حضرت ابن عباس نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ جو لا الٰہ الا اللہ کا قائل ہے اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخشنے والا ہے اور جو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل ہے وہ اس کی توبہ قبول کرنے والا ہے۔

بندوں پر اس کے انعام و احسان اس قدر ہیں کہ کوئی انہیں شمار بھی نہیں کر سکتا چہ جائیکہ ان کا شکر ادا کر سکے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ کسی بندے سے اس کی کسی ایک چھوٹی سے چھوٹی نعمت کا بھی پورا شکر ادا نہیں ہو سکتا۔ اس جیسا کوئی نہیں بلکہ اس کی ایک صفت بھی کسی میں نہیں اس لیے صرف وہی عبادت کے لائق ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے۔ اس وقت وہ ہر عمل کرنے والے کو اس کے عمل کے مطابق جزا یا سزا دے گا۔ (ابن کثیر ۶۹، ۴/۷۰، مظہری ۸/۲۴۰)

مکذبین کا انجام

۴۔۶: مَا يُجَادِلُ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَا يَغْرُرْكَ
تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ۞ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّالْاَحْزَابُ
مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۠ وَهَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍۢ بِرَسُوْلِهِمْ لِيَاْخُذُوْهُ وَ
جٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ ۣ فَكَيْفَ
كَانَ عِقَابِ ۞ وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ
كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ۞

کافر اللہ کی آیتوں میں جھگڑتے ہیں سو (اے پیغمبر) ان لوگوں کا شہروں میں چلنا پھرنا آپ کو دھوکے میں نہ ڈالے۔ ان سے پہلے قوم نوح اور ان کے بعد دوسری جماعتوں نے بھی جھٹلایا اور ہر امت نے اپنے رسول کو گرفتار کرنے کا ارادہ کیا اور ناحق کے جھگڑے نکالے تا کہ اس سے دین حق کو ناکام بنا دیں سو میں نے ان کو (عذاب میں) پکڑ لیا پھر (دیکھ لو) میری (طرف سے) کیسی سزا ہوئی۔ اور اسی طرح آپ کے رب کی بات کافروں پر ثابت ہو چکی کہ وہ دوزخی ہیں۔

تَقَلُّبُهُمْ : ان کا چلنا پھرنا، ان کا لوٹ جانا۔ مصدر ہے۔

هَمَّتْ : اس نے ارادہ کیا۔ ھَمٌّ سے ماضی۔

یُدْحِضُوْا : وہ زائل کرتے ہیں، وہ ڈگمگاتے ہیں، وہ باطل کرتے ہیں۔ اِدْحَاضٌ سے مضارع۔

تشریح: حق ظاہر ہو جانے کے بعد اسے نہ ماننا اور اللہ کی آیات میں تناقض و اختلاف ثابت کرنا یا آیات متشابہات کی ایسی تاویلیں کرنا جو آیات محکمات یا متواتر احادیث کے خلاف ہیں، کافروں ہی کا کام ہے۔ بغوی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن میں جھگڑا کرنا کفر ہے۔

عمرو بن شعیب کے دادا سے روایت ہے کہ ایک روز میں دوپہر کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے دو آدمیوں کو ایک آیت (کے مفہوم) میں اختلاف کرتے ہوئے

سنا تو ہماری طرف نکل کر تشریف لائے ۔ اس وقت چہرۂ مبارک سے غصے کی علامات دکھائی دے رہی تھیں ۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم سے پہلے لوگ کتاب میں اختلاف کرنے ہی کی وجہ سے ہلاک ہوئے ۔

(مظہری ۸/۲۴۱)

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اپنی حکمت کے تحت جو ڈھیل دے رکھی ہے اور دنیا کے اعتبار سے جو یہ مال دار اور عزت والے ہیں اس سے کسی کو دھوکہ نہیں ہونا چاہئے کہ اگر یہ اللہ کے نزدیک برے ہوتے تو وہ ان کو اپنی نعمتیں کیوں عطا کرتا اور نہ یہ سمجھنا چاہئے کہ یہ اللہ کے عذاب سے ہمیشہ بچے رہیں گے ۔ یہ تو ایک عارضی مہلت ہے ۔ ان کا آخری انجام تو جہنم ہی ہے جو بدترین جگہ ہے، جیسے ارشاد ہے:

مَتَاعٌ قَلِيلٌ ثُمَّ مَأْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿١٩٧﴾

یہ تھوڑا سا فائدہ ہے، پھر ان کا ٹھکانہ جہنم ہی ہے اور بہت ہی برا ٹھکانہ ہے ۔

(آل عمران ۱۹۷)

نُمَتِّعُهُمْ قَلِيلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ إِلٰى عَذَابٍ غَلِيظٍ ﴿٢٤﴾

(دنیا میں) ہم ان کو تھوڑا سا فائدہ دے رہے ہیں پھر ہم ان کو سخت عذاب کی طرف گھسیٹ کر لے جائیں گے ۔ (لقمٰن ۲۴)

پھر اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لیے فرمایا کہ آپ ان مشرکین و منکرین کی تکذیب کو خاطر میں نہ لائیں ۔ ان سے پہلے قوم نوح نے پھر ان کے بعد دوسرے گروہوں عاد وثمود وغیرہ نے بھی پیغمبروں کی تکذیب کی تھی ۔ یہی نہیں بلکہ سب نے اپنے اپنے زمانے کے نبی کو قید کرنا اور مار ڈالنا چاہا اور بعض اس میں کامیاب بھی ہوئے اور انہوں نے باطل طریقے سے جھگڑنا شروع کر دیا تاکہ اس طرح حق کو مٹا دیں بالآخر ہم نے ان کو سزا دینے کے لیے پکڑ لیا اور ہلاک کر دیا سو دیکھ لو ان کو کیسی سزا ملی ۔ جس طرح ماضی میں گزری ہوئی قوموں پر اللہ کا عذاب آیا اسی طرح تمام کافروں کے حق میں آپ کے رب کا فیصلہ ہو چکا کہ وہ سب آخرت میں دوزخی ہوں گے ۔ اللہ کے اس فیصلے سے ان مجرموں پر دنیا میں بھی ذلت و رسوائی کا عذاب آئے گا اور آخرت میں بھی یہ لوگ دوزخ میں جلیں گے ۔

(ابن کثیر ۴/۷۰، معارف القرآن مولانا محمد ادریس کاندھلوی ۶/۱۱۲)

مومنوں کے لیے فرشتوں کا استغفار

۷۔۹: اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ
رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَ
سِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا
سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ
عَدْنِ ِ الَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَ
اَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ۗ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝
وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ۗ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ۗ
وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

وہ (فرشتے) جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور اس کے اردگرد ہیں (وہ سب) وہ سب اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور اہل ایمان کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! تیری رحمت اور علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے سو تو ان کو معاف کر دے جو توبہ کریں اور تیرے راستے پر چلیں اور ان کو جہنم کے عذاب سے بچا لے۔ اے ہمارے رب! ان کو ہمیشہ رہنے کی جنتوں میں داخل فرما جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور ان کے والدین اور بیویوں اور اولاد میں سے جو نیک ہوں (ان کو بھی ان جنتوں میں داخل فرما) یقیناً تو ہی غالب (اور) حکمت والا ہے اور (قیامت کے دن) ان کو تکلیفوں سے بچا اور اس دن جس کو تو نے تکلیفوں سے بچا لیا تو اس پر تو نے (بڑی) مہربانی فرمائی اور یہی عظیم کامیابی ہے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ کو کسی کی عبادت اور ایمان کی حاجت نہیں۔ اس کی عظمت شان تو یہ ہے کہ جو فرشتے عرش الٰہی کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو فرشتے عرش الٰہی کے اردگرد ہیں وہ سب حمد کے ساتھ اپنے رب کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ تمام چیزوں کا خالق و مالک ہے، واحد اور بے نیاز ہے۔ وہ نہ کسی کا باپ ہے نہ بیٹا۔ اس کا کوئی ہمسر نہیں۔

وہ فرشتے ایمان والوں کے لیے اس طرح استغفار کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! تیرے رحمت اور علم نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے سو جن لوگوں نے کفر و شرک سے توبہ کر لی اور تیرے دین کو اختیار کر لیا تو تو ان کی مغفرت فرما دے اور ان کو جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھ۔ اے ہمارے پروردگار تو ان کو جنت کے ان باغوں میں داخل کر جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے ان کے ماں باپ اور بیویوں اور اولاد میں سے جو نیک و صالح، برگزیدہ اور جنت کی نعمتوں کے لائق ہیں ان کو بھی جنت کے باغوں میں داخل کر دے بے شک تو بڑی عزت و حکمت والا ہے۔ اے اللہ قیامت کے روز ان کو ہر طرح کی سزاؤں اور تکلیفوں سے بچا لینا۔ اور جس کو تو نے قیامت کے روز کی تکلیفوں سے بچا لیا تو اس پر تو تو نے بڑا ہی رحم و کرم فرما دیا۔ یہی تو سب سے بڑی کامیابی ہے کہ مغفرت بھی ہو گئی اور اللہ کی رضا اور خوشنودی بھی مل گئی۔

کفار کی ہلاکتِ ابدی

۱۰۔۱۳: اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِيْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ ۝۱۰ قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝۱۱ ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗٓ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ ۚ وَاِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ۭ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ ۝۱۲ هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ وَيُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ رِزْقًا ۭ وَمَا يَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ يُّنِيْبُ ۝۱۳

بیشک جن لوگوں نے کفر کیا (قیامت کے روز) ان کو پکار کر کہہ دیا جائے گا کہ جیسی تمہیں (آج) اپنے آپ سے نفرت ہے اس سے زیادہ اللہ کو تم سے نفرت تھی جب (دنیا میں) تمہیں ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا اور تم انکار کرتے تھے۔ وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب تو نے ہمیں دو بار موت دی اور دو بار زندگی دی سو اب ہم اپنے گناہوں کا قرار کرتے ہیں تو کیا اب کوئی (عذاب سے بچ) نکلنے کی راہ ہے، یہ (عذاب) اس لیے ہے کہ جب صرف

اللہ کی طرف بلایا جاتا تھا تو تم انکار کرتے تھے اور اگر اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جاتا تھا تو تم مان لیتے تھے سو اب فیصلہ اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے جو سب سے بلند اور بڑا ہے۔ (اللہ) وہی ہے جو تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے اور تمہارے لیے آسمان سے رزق اتارتا ہے اور نصیحت تو وہی قبول کرتا ہے جو (اللہ کی طرف) رجوع کرتا ہے۔

مَقْتٌ: ناپسند کرنا، نفرت کرنا، سخت ناراض ہونا، بیزار ہونا۔ مصدر ہے۔

یُنِیْبُ: وہ رجوع کرتا ہے، وہ توبہ کرتا ہے، وہ لوٹتا ہے۔ اِنَابَۃٌ سے مضارع۔

تشریح: قیامت کے روز جب کافر دوزخ کے اندر عذاب کا مزہ چکھ چکے ہوں گے اور تمام عذاب ان کی نگاہوں کے سامنے ہوں گے اس وقت وہ اپنے آپ سے سخت بیزار اور متنفر ہوں گے اس وقت فرشتے بآواز بلند ان سے کہیں گے کہ آج جس قدر تم اپنے آپ سے نالاں ہو اور جتنی دشمنی تمہیں خود اپنی ذات سے ہے اللہ کے نزدیک تم دنیا میں اس سے کہیں زیادہ برے تھے جبکہ دنیا میں تمہیں اسلام و ایمان کی دعوت دی جاتی تھی اور تم اسے مانتے نہ تھے۔ یہ سن کر ان کی حسرت واذیت میں اضافہ ہو جائے گا اور وہ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار تو نے ہمیں دوبار موت دی، پہلی موت تو وہ تھی جب ہم پیدائش سے قبل بے جان تھے اور عدم تھے پھر دوسری موت ہماری دنیوی زندگی کے بعد۔ اسی طرح تو نے ہمیں دوبار حیات دی۔ ایک حیات تو دنیا میں تھی اور موت کے بعد دوسری حیات اب آخرت میں حاصل ہے۔ ہم موت کے بعد زندہ ہونے کو نہیں مانتے تھے۔ اسی انکار کے باعث ہم نے کفر و شرک کیا اور تیرے احکام سے منہ موڑے رہے لیکن اب ہم اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہیں تو کیا اب یہاں سے نکلنے کی کوئی صورت ہے۔ اے اللہ تو قادر مطلق ہے اور دو دو مرتبہ ہمیں موت و حیات دے چکا ہے اب تیسری مرتبہ دنیا میں بھیج دے تاکہ ہم دنیا میں واپس جا کر ایمان لے آئیں اور مطیع و فرماں بردار بن جائیں، اور خوب نیکیاں سمیٹ کر لائیں۔ لیکن ان کی یہ آرزو قبول نہیں کی جائے گی اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا میں جب بھی ان کو اللہ کی طرف بلایا جاتا تو یہ انکار کر دیتے تھے اور توحید سے نفرت کرتے تھے۔ اس کے برعکس اگر اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کیا جاتا تو یہ اس کو مان لیتے تھے سو آج یہ اسی اللہ کا فیصلہ ہے جو بڑی شان اور بڑے رتبے والا ہے کہ کافر اب ہرگز دنیا کی طرف نہیں لوٹیں گے۔

اللہ تو ہمیشہ سے تمہیں اپنی توحید کی نشانیاں دکھاتا رہا ہے جو تمہاری ہدایت کے لیے کافی

تھیں۔ وہی تمہارے لیے آسمان سے رزق اتارتا ہے مگر تم تو ان سب آیات کے باوجود غافل ہی رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان نشانیوں سے نصیحت تو صرف وہی حاصل کرتا ہے جو تعصب وعناد کو چھوڑ کر اپنے رب کی طرف رجوع کرتا ہے۔ جب تم نے زندگی میں کبھی اللہ کی طرف رخ ہی نہیں کیا تو تمہیں ہدایت کیسے ہوتی۔ (مظہری ۲۴۶، ۲۴۷/ ۸، معارف القرآن مولانا ادریس کاندھلوی ۱۱۷، ۶/۱۱۸)

حاکمِ اعلیٰ

۱۴۔۱۷ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ﴿۱۵﴾ يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۱۶﴾ اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۷﴾

سو تم اللہ کو خالص اعتقاد کے ساتھ پکارتے رہو گو کافر برا مانیں۔ وہ بلند درجوں والا (اور) عرش کا مالک ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے وحی بھیجتا ہے تاکہ وہ لوگوں کو ملاقات (قیامت) کے دن سے ڈرائے جس دن وہ (قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے۔ ان کی کوئی بات اللہ سے چھپی ہوئی نہ ہوگی (پوچھا جائے گا، آج کس کی حکومت ہے (ندا آئے گی) اللہ کی، جو واحد وقہار ہے آج ہر شخص کو اس کے کیے کا بدلہ ملے گا۔ آج کوئی ظلم نہ ہوگا۔ یقیناً اللہ سرعت سے حساب لینے والا ہے۔

التَّلَاقِ: ایک دوسرے سے ملاقات کرنا، جمع ہونا۔ مصدر ہے۔

بٰرِزُوْنَ: ظاہر ہونے والے، نمودار ہونے والے۔ بُرُوْزٌ سے اسم فاعل۔

تشریح: مومنوں کو چاہئے کہ وہ نہایت خلوص کے ساتھ صرف اللہ کی عبادت کریں اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اسی سے مانگیں۔ اس کے سوا کسی سے کچھ نہ مانگیں اگرچہ کافروں کو یہ بات ناگوار ہی ہو۔ وہ عالی درجات والا اور عرش کا مالک ہے اور اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے وحی

کے ذریعے اپنا حکم نازل فرما دیتا ہے، تاکہ وہ لوگوں کو اس دن سے ڈرائے جس دن سب لوگ قبروں سے نکل کر اللہ کے سامنے پیش ہوں گے اور اللہ پر ان کی کوئی بات پوشیدہ نہیں ہوگی۔

پھر ساری مخلوق کے فنا ہو جانے کے بعد دوبارہ پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ بطور سوال فرمائے گا:

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۖ

آج کس کی حکومت ہے۔

لیکن کوئی جواب دینے والا نہ ہوگا تو خود ہی فرمائے گا:

لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝

اللہ ہی کی حکومت ہے، جو واحد اور سب پر غالب ہے۔

آج ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ دیا جائے گا اور کسی کی ذرا بھی حق تلفی نہیں ہوگی، نہ کسی کے ثواب میں کمی کی جائے گی اور نہ عذاب میں زیادتی۔ جس طرح اللہ نے وعدہ فرمایا ہے اسی طرح بدلہ دیا جائے گا کیونکہ اس وقت صرف اللہ کی حکومت ہوگی۔ اور اللہ کی حکومت میں ظلم و زیادتی کا تصور بھی محال ہے۔ بیشک اللہ بہت سریع الحساب ہے، ساری مخلوق کا حساب لینا اس کے لیے ایسا ہے، جیسے ایک شخص کا حساب لینا۔

ایک حدیث میں ہے کہ جب اللہ عز و جل تمام مخلوق کی روح قبض کر لے گا اور اس وحدہ لاشریک لہ کے سوا کوئی باقی نہ رہے گا اس وقت تین مرتبہ فرمائے گا آج ملک کس کا ہے۔ پھر خود ہی جواب دے گا اللہ اکیلے غالب کا یعنی اس کا جو واحد ہے، اس کا جو ہر چیز پر غالب ہے اور جس کی ملکیت میں ہر چیز ہے۔ (ابن کثیر ۴/۷۵،۷۴، مظہری ۸/۲۴۹،۲۴۸)

حشر کی ہولناکی

۱۸-۲۰: وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ۚ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ۝ يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ۝ وَاللّٰهُ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ ۖ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَقْضُوْنَ بِشَيْءٍ ۖ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝

اور آپ ان کو قریب آنے والی (قیامت) کے دن سے ڈرایئے جب کلیجے منہ کو آ جائیں گے (اور) غم سے بھرے ہوئے ہوں گے (اس دن) ظالموں کا کوئی دوست ہوگا نہ سفارشی جس کی بات مانی جائے۔ وہ (اللہ) آنکھوں کی خیانت اور سینوں کی پوشیدہ (باتوں) کو خوب جانتا ہے۔ اور اللہ ٹھیک ٹھیک فیصلہ کردے گا۔ یہ لوگ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں وہ کسی چیز کا بھی فیصلہ نہیں کر سکتے۔ بیشک اللہ ہی خوب سننے والا (اور) خوب دیکھنے والا ہے۔

اٰزِفَۃِ: نزدیک آنے والی مراد قیامت۔ اَزْفٌ و اُزُوْفٌ سے اسم فاعل۔

حَنَاجِرِ: گلے، نرخرے، حلق۔ واحد حَنْجَرَۃٌ۔

کٰظِمِیْنَ: غصہ روکنے والے۔ کَظْمٌ و کُظُوْمٌ سے اسم فاعل۔

تشریح: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان مشرکین و منکرین کو قریب آنے والی مصیبت کے دن یعنی قیامت کے دن سے ڈرایئے۔ اس وقت کلیجے منہ کو آ جائیں گے خوف و ہراس کا یہ عالم ہوگا کہ کسی کا دل ٹھکانے نہ رہے گا۔ کسی کے منہ سے کوئی بات نہ نکلے گی۔ سب حیران و پریشان ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی لب نہ ہلا سکے گا۔ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کر کے اپنے اوپر ظلم کیا ہوگا اس وقت ان کا کوئی دوست اور غم گسار نہ ہوگا جو اُن کے کچھ کام آئے۔ نہ کوئی شفیع اور سفارشی ہوگا جو ان کی شفاعت کے لیے زبان ہلا سکے۔ ظاہری اعمال و افعال اور نافرمانیاں تو درکنار وہ تو آنکھوں کی خیانت کو بھی جانتا ہے اور سینوں میں چھپے ہوئے رازوں کو بھی، جس ذات کا علم اس قدر وسیع اور محیط ہو اور جو مالک مطلق ہو وہی ٹھیک ٹھیک فیصلہ کرے گی۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن کی پرستش کرتے ہیں وہ کسی قسم کا بھی فیصلہ نہیں کر سکتے کیونکہ ان کو نہ علم ہے اور نہ قدرت۔ علم کے بغیر فیصلہ درست نہیں ہو سکتا اور قدرت کے بغیر نافذ نہیں ہو سکتا۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہی سب کچھ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ اسی لئے اس کا فیصلہ برحق ہوگا اور بدلہ بھی اعمال کے مطابق ہوگا۔

انبیا کی تکذیب کا انجام

۲۱-۲۲: اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ
الَّذِیْنَ کَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ کَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً

وَ اٰثَارًا فِی الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَّاْتِیْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ قَوِیٌّ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۝

کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھ لیتے کہ ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں (منکرین) کا کیا برا انجام ہوا۔ وہ لوگ قوت میں اور ان آثار میں جو وہ زمین پر چھوڑ گئے ہیں ان سے بہت زیادہ تھے سو اللہ نے ان کے گناہوں پر ان کو پکڑ لیا اور کوئی (بھی) انہیں اللہ کے عذاب سے بچانے والا نہ ہوا۔ یہ اس لئے ہوا کہ ان کے رسول ان کے پاس کھلی دلیلیں لیکر آتے رہے مگر وہ انکار ہی کرتے رہے تو اللہ نے ان کو پکڑ لیا۔ بیشک اللہ بڑا قوت والا (اور) سخت سزا دینے والا ہے۔

اٰثارًا : نشانیاں، نقوش قدم۔ واحد اَثَرٌ ۔

وَاقٍ : بچانے والا، نجات دینے والا۔ وَقْیٌ و وِقَایَۃٌ سے اسم فاعل۔

تشریح: کیا ان منکرین توحید و رسالت نے ملک میں چل پھر کر نہیں دیکھا کہ جو منکرین و مکذبین پہلے گزر چکے ہیں ان کا کیا انجام ہوا۔ وہ ان سے کہیں زیادہ قوی، طاقتور اور بڑے ڈیل ڈول والے تھے۔ ان کے مکانات اور عالیشان عمارتوں کے کھنڈرات اب تک موجود ہیں۔ یہ لوگ اپنے تجارتی سفروں کے دوران کھنڈروں کے پاس سے گزرتے ہیں اور اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں مگر ان سے نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ ان لوگوں نے بھی اپنے زمانے کے پیغمبروں کو جھٹلایا تھا جیسے قوم عاد و ثمود۔ پھر ان کے کفر و تکذیب اور گناہوں کی پاداش میں اللہ کے عذاب نے ان کو آ لیا اور ہلاک کر دیا۔ کسی کو طوفان سے، کسی کو چیخ سے وغیرہ وغیرہ اور اللہ کے عذاب سے ان کو کوئی نہ بچا سکا۔

یہ عذاب الٰہی ان پر اس لیے آیا کہ ان کے پاس بھی ان کے رسول واضح اور روشن دلیلیں اور احکام خداوندی لیکر آئے تھے مگر وہ اپنے انکار پر قائم رہے جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ان کو عذاب میں پکڑ لیا اور دوسروں کے لیے نشان عبرت بنا دیا۔ بیشک وہ بڑی قوت والا اور سخت سزا دینے والا ہے۔ پس اے مشرکین مکہ! اگر تم بھی ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور تکذیب پر قائم رہے

اور ان پر ایمان نہ لائے تو ہلاکت اور ذلت ورسوائی کے اعتبار سے تمہارا انجام بھی ایسا ہی ہوگا۔

فرعون کی شقاوت و بدبختی

۲۳۔۲۷: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۳﴾ اِلٰى
فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَقَارُوْنَ فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ﴿۲۴﴾ فَلَمَّا
جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوْٓا اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَاسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ ۭ وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا
فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۲۵﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَلْيَدْعُ
رَبَّهٗ ۚ اِنِّىْٓ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِى
الْاَرْضِ الْفَسَادَ ﴿۲۶﴾ وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنِّىْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ
مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۲۷﴾

اور ہم نے (حضرت) موسیٰ کو اپنی نشانیوں اور کھلی دلیل کے ساتھ فرعون اور ہامان اور قارون کے پاس بھیجا تو وہ کہنے لگے کہ یہ تو جادوگر (اور) جھوٹا ہے۔ پھر جب وہ (موسیٰ) ہماری طرف سے ان کے پاس (دین) حق لیکر آئے تو وہ کہنے لگے جو لوگ اس کے ساتھ ایمان لائے ہیں ان کے لڑکوں کو تو قتل کردو اور ان کی عورتوں کو زندہ رہنے دو اور کافروں کی تدبیر محض بے اثر رہی۔ اور فرعون نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو کہ میں موسیٰ کو قتل کردوں اور اسے چاہئے کہ وہ اپنے رب کو پکارے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ یہ کہیں تمہارا دین نہ بدل دے یا ملک میں فساد برپا کردے۔ موسیٰ نے کہا کہ میں اپنے اور تمہارے رب کی پناہ لے چکا ہوں ہر تکبر کرنے والے کی برائی سے جو روز حساب پر ایمان نہیں رکھتا۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کا یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لیے بیان فرمایا ہے کہ جس طرح انجام کار حضرت موسیٰ علیہ السلام کامیاب وکامران رہے اسی طرح آپ بھی ان کفار و مشرکین پر غالب رہیں گے۔ آپ کو ان سے کسی قسم کا اندیشہ نہیں ہونا چاہئے۔ ہم نے حضرت موسیٰ

علیہ السلام کو اپنے احکام اور ان کی نبوت و رسالت کی کھلی نشانیاں دیکر فرعون و ہامان اور قارون کی طرف بھیجا تھا۔ ان بدنصیبوں نے معجزات اور واضح دلائل دیکھ کر بھی نہ صرف اللہ تعالیٰ کے احکام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اتباع سے انکار کیا بلکہ ان کو جادوگر اور جھوٹا قرار دیا۔ سابقہ امتوں کے کافر بھی اسی طرح اپنے رسولوں کی تکذیب کرتے رہے۔ سو جب موسیٰ علیہ السلام ہماری طرف سے دین حق لیکر ان لوگوں کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا کہ جس طرح اس سے پہلے ان کے بیٹوں کو قتل کیا تھا اور بیٹیوں کو زندہ چھوڑ دیا تھا تاکہ موسیٰ علیہ السلام پیدا ہی نہ ہوں، اسی طرح اب جو لوگ ان پر ایمان لے آئیں ان کے بیٹوں کو قتل کرادو اور لڑکیوں کو ہماری قوم کی خدمت کے لیے زندہ چھوڑ دو تاکہ یہ لوگ حضرت موسیٰ کی مدد نہ کر سکیں، مگر اللہ تعالیٰ نے کافروں کی طرف سے حضرت موسیٰ کے لائے ہوئے پیغامِ حق کو روکنے اور باطل کرنے کی ساری تدبیروں کو بے اثر کر دیا اور ان کو ہلاک کر دیا اور موسیٰ علیہ السلام کو کامیابی اور غلبہ عطا کر دیا۔

پھر فرعون نے حضرت موسیٰ کے قتل کا ارادہ کیا اور اپنی قوم سے کہا کہ مجھے اجازت دو کہ میں موسیٰ ہی کو قتل کر دوں۔ مجھے اس کی پرواہ نہیں چاہے وہ اپنی مدد کے لیے اپنے خدا ہی کو پکارے۔ مجھے ڈر ہے کہ اگر میں نے اس کو زندہ چھوڑ دیا تو وہ تمہارے دین کو بدل دے گا اور اپنے وعظ و تلقین کے ذریعے تمہارے مذہبی طور طریقوں کو بگاڑ دے گا یا سازشوں کے ذریعے ملک میں بدامنی پھیلا دے گا، جس کے نتیجے میں تمہاری حکومت کا خاتمہ ہو جائے اور ملک بنی اسرائیل کے ہاتھ میں چلا جائے۔ جب حضرت موسیٰ کو فرعون کے ارادے کی خبر ملی تو وہ اپنی قوم سے کہنے لگے کہ میں دھمکیوں کو خاطر میں نہیں لاتا۔ فرعون تو کیا اگر ساری دنیا کے متکبرین و سرکش بھی جمع ہو جائیں جو روز حساب پر یقین نہیں رکھتے، تب بھی میرا اور تمہارا پروردگار مجھے ان کے شر سے بچانے کے لیے کافی ہے۔ میں تو اپنے آپ کو اس کی پناہ میں دے چکا ہوں وہی میرا حامی و مددگار ہے۔ (عثمانی ۲/۴۷۳، مظہری ۲۵۱، ۸/۲۵۲)

قومِ فرعون کے ایک مردِ مومن کا قصہ

۲۸۔۲۹: وَ قَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَكْتُمُ اِیْمَانَهٗۤ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰهُ وَ قَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَیِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَ اِنْ یَّكُ كَاذِبًا فَعَلَیْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَ اِنْ

يَكُ صَادِقًا يُصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِىْ يَعِدُكُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ لَا
يَهْدِىْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ۝ يٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ
الْيَوْمَ ظٰهِرِيْنَ فِى الْاَرْضِ ۡ فَمَنْ يَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ
اِنْ جَآءَنَا ۭ قَالَ فِرْعَوْنُ مَآ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَآ اَرٰى وَمَآ اَهْدِيْكُمْ
اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ ۝

فرعون کے لوگوں میں سے ایک مومن شخص نے کہا، جو اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھا، کہ کیا تم ایک شخص کو محض اس لیے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے حالانکہ وہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے کھلی نشانیاں لیکر آیا ہے۔ اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کا جھوٹ اسی پر پڑے گا اور اگر وہ سچا ہے تو جن عذابوں کا وہ تم سے وعدہ کر رہا ہے تو اس میں سے کچھ تو تم پر (بھی) پڑ کر رہے گا۔ بیشک اللہ اس کو ہدایت نہیں دیتا جو حد سے گزرنے والا اور بہت جھوٹا ہو۔ اے میری قوم! آج تمہاری حکومت ہے اور تم اس زمین پر غالب ہو پھر اگر اللہ کا عذاب آ جائے تو ہمیں کون اس سے بچا سکتا ہے۔ فرعون نے کہا میں تمہیں وہی رائے دے رہا ہوں جو میں دیکھ رہا ہوں اور میں تو تمہیں بھلائی ہی کی راہ بتا رہا ہوں۔

تشریح: فرعون کے خاندان کے ایک مومن شخص نے جس نے اپنے ایمان کو چھپایا ہوا تھا ان لوگوں کو جو حضرت موسیٰ کے قتل کا مشورہ کر رہے تھے، مخاطب کر کے کہا کہ کیا تم ایک شخص کو محض اس بنا پر قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ اللہ کو اپنا رب کہتا ہے حالانکہ وہ اپنے دعوے کی صداقت پر تمہارے رب کی طرف سے کھلی نشانیاں اور دلائل لے کر آیا ہے۔ ایسے معجزات وہی عطا کر سکتا ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہاری پرورش کی۔ وہی ہر چیز پر قادر ہے اس لیے وہ تم پر عذاب نازل کرنے کی قدرت بھی رکھتا ہے۔ تم نہ صرف یہ کہ اس کی بات کو قبول نہیں کر رہے، بلکہ تم تو اس کے قتل ہی کے درپے ہو جو نہایت نامناسب بات ہے۔ اگر بالفرض وہ جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اسی پر پڑے گا۔ وہ خود ذلیل و ناکام ہوگا اور اللہ تعالیٰ اسے دنیا و آخرت میں سزا دے گا۔ اگر وہ سچا ہے جیسا کہ معجزات اور دلائل سے معلوم ہوتا ہے، اور تم نے اسے ستایا اور تکلیفیں دیں تو کم از کم اس عذاب کا کچھ حصہ تو تم پر ضرور آئے گا

جس سے وہ تمہیں ڈرا رہا ہے اور تمہاری ہلاکت کے لیے عذاب الٰہی کا تھوڑا حصہ بھی کافی ہے۔ اگر یہ شخص اپنے نبوت کے دعوے میں جھوٹا اور حد سے تجاوز کرنے والا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد نہیں کرے گا بلکہ وہ خود ہی اس کو ہلاک کر دے گا۔ تمہیں اس کو قتل کرنے کی ضرورت نہیں۔

اے میری قوم کے لوگو! اس ملک میں اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو حکومت واقتدار عطا فرمایا ہے اور بڑی عزت دی ہے تو تمہیں اللہ کی اس نعمت پر اس کا شکر کرنا چاہئے۔ اور اس کے رسول کو سچا ماننا چاہئے۔ اگر تم نے ناشکری کی اور رسول کی تکذیب کی اور اس کو ایذائیں دیں تو یقیناً تم پر اللہ کا عذاب آجائے گا۔ اگر ایسا ہوا تو اس وقت کون ہماری مدد کو آئے گا اور ہمیں اللہ کے عذاب سے بچائے گا۔ اللہ کے مقابلے میں یہ لاؤ لشکر اور جان و مال کچھ کام نہ آئے گا۔ فرعون اس مومن بندے کی گفتگو کا کوئی معقول جواب تو نہ دے سکا بلکہ کھسیانا ہو کر قوم کو اپنی خیر خواہی جتانے لگا کہ میں تمہیں دھوکہ نہیں دے رہا بلکہ میں تمہیں وہی رائے دے رہا ہوں جو میں مناسب سمجھتا ہوں۔ میری رائے میں موسیٰ کو قتل کر دینا ہی مناسب ہے۔ (ابن کثیر ۷۷، ۴/۷۸، مظہری ۲۵۳، ۸/۲۵۴)

قوم فرعون کو مومن کی تنبیہہ

۳۰-۳۳۔ وَ قَالَ الَّذِیۡۤ اٰمَنَ یٰقَوۡمِ اِنِّیۡۤ اَخَافُ عَلَیۡکُمۡ مِّثۡلَ یَوۡمِ الۡاَحۡزَابِ ﴿۳۰﴾ مِثۡلَ دَاۡبِ قَوۡمِ نُوۡحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوۡدَ وَ الَّذِیۡنَ مِنۡۢ بَعۡدِہِمۡ ؕ وَ مَا اللّٰہُ یُرِیۡدُ ظُلۡمًا لِّلۡعِبَادِ ﴿۳۱﴾ وَ یٰقَوۡمِ اِنِّیۡۤ اَخَافُ عَلَیۡکُمۡ یَوۡمَ التَّنَادِ ﴿۳۲﴾ یَوۡمَ تُوَلُّوۡنَ مُدۡبِرِیۡنَ ۚ مَا لَکُمۡ مِّنَ اللّٰہِ مِنۡ عَاصِمٍ ۚ وَ مَنۡ یُّضۡلِلِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ مِنۡ ہَادٍ ﴿۳۳﴾

اس مومن نے کہا کہ اے میری قوم! مجھے تم پر بھی دوسری امتوں جیسے روز (بد) کا اندیشہ ہے۔ جیسا قوم نوح اور عاد و ثمود اور ان کے بعد آنے والوں کا حال ہوا۔ اور اللہ (اپنے) بندوں پر ظلم کرنا نہیں چاہتا اور اے میری قوم مجھے تو تم پر پکار (ندا) کے دن کا بھی اندیشہ ہے۔ جس دن تم پیٹھ پھیر کر بھاگو گے۔ اس دن تمہیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا اور اللہ جسے گمراہ کر دے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں۔

دَأْبِ: دستور، عادت، حال ۔ مصدر ہے۔

التَّنَادِ: فریاد کرنا، پکارنا ۔ مصدر ہے۔

عَاصِمٍ: بچانے والا، حفاظت کرنے والا ۔ عِصْمَۃٌ سے اسم فاعل۔

تشریح: فرعون کا جواب سن کر اس مومن نے جس نے اپنا ایمان فرعون اور اپنی قوم سے پوشیدہ رکھا ہوا تھا، اپنی قوم کو مخاطب کر کے کہا کہ اگر تم نے اللہ کے رسول کی بات نہ مانی اور اپنی سرکشی پر اڑے رہے تو مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں سابقہ قوموں، قوم نوح اور قوم عاد و ثمود اور ان کے بعد قوم لوط وغیرہ کی طرح تم پر بھی اللہ کا قہر و عذاب نہ آجائے۔ ان مذکورہ قوموں نے بھی اپنے انبیاء کی تکذیب کی، اللہ کے احکام کو پس پشت ڈالا اور اپنی سرکشی پر اڑے رہے۔ پھر جب ان پر اللہ کے عذاب آئے تو کوئی بھی ان کو ان عذابوں سے نہ بچا سکا اور سب ہلاک ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم کرنا نہیں چاہتا کہ بلا قصور سزا دے۔ اس کی ذات بندوں پر ظلم کرنے سے پاک ہے۔ بندے خود اپنی سرکشی اور ظلم و تعدی کی بنا پر عذاب کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔ اے میری قوم کے لوگو! مجھے تو تم پر قیامت کے دن کے شدید عذابوں کا بھی اندیشہ ہے۔ اس دن کثرت سے ندائیں اور آوازیں دی جائیں گی جن سے لوگوں کے ہوش اڑے ہوئے ہوں گے۔ یوم التناد وہ دن ہوگا جب لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوں گے لیکن بھاگنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے۔ اس دن تمہیں اللہ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے وہ جسے گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ (ابن کثیر ۷۸، ۷۹/۴)

شیخین نے صحیحین میں حضرت ابن عمر کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب جنت والے جنت میں اور دوزخ والے دوزخ میں چلے جائیں گے تو موت کو لا کر جنت و دوزخ کے درمیان ذبح کر دیا جائے گا۔ پھر ایک منادی ندا دے گا۔ اے اہل جنت آئندہ موت نہیں اور اے دوزخ والو آئندہ موت نہیں۔ اس ندا سے اہل جنت کو فرحت بالائے فرحت حاصل ہوگی اور دوزخ والوں پر غم بالائے غم سوار ہو جائے گا۔ (مظہری ۸/۲۵۶)

فرعون کی سرکشی و تکبر

۳۴-۳۷: وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ
فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ ۖ حَتّٰٓى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ

اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ
مُّرْتَابُۨ ۝۳۴ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ
اَتٰىهُمْ ۭ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ كَذٰلِكَ
يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ۝۳۵ وَقَالَ فِرْعَوْنُ
يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ۝۳۶ اَسْبَابَ
السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّىْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ۭ وَ
كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْۗءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ ۭ
وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ ۝۳۷

اور اس سے پہلے (حضرت) یوسف تمہارے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے سو، تم ان کے لائے ہوئے (امور) میں بھی شک ہی کرتے رہے یہاں تک کہ جب ان کی وفات ہوگئی تو تم کہنے لگے کہ اب ان کے بعد اللہ ہرگز کوئی رسول نہیں بھیجے گا۔ اسی طرح اللہ ہر اس شخص کو گمراہ کرتا ہے جو حد سے بڑھ جانے والا (اور) شک کرنے والا ہو۔ جو لوگ اللہ کی آیتوں میں جھگڑتے ہیں بلا کسی سند کے جو (اللہ کی طرف سے) ان کے پاس آئی ہو (یہ) اللہ اور مومنوں کے نزدیک بڑی بیزاری کی بات ہے۔ اللہ اسی طرح ہر مغرور و سرکش کے دل پر مہر کر دیتا ہے۔ فرعون نے کہا اے ہامان میرے لیے ایک بلند عمارت بنوا شاید میں (آسمان پر جانے کے) راستوں تک پہنچ جاؤں (جو) آسمانوں کے راستوں سے (جا ملتے ہیں) اور میں موسیٰ کے خدا کو جھانک کر دیکھ لوں اور میں تو اس کو جھوٹا ہی سمجھتا ہوں اور اسی طرح فرعون کو اس کی بداعمالیاں خوشنما معلوم ہوتی تھیں اور وہ راہ (حق) سے روک دیا گیا تھا اور فرعون کی (ہر) تدبیر غارت ہی گئی۔

مُرْتَابٌ : شبہے میں پڑنے والا، شک کرنے والا۔ اِرْتِیَابٌ سے اسم فاعل۔

مَقْتًا : ناپسندیدہ، نفرت کیا ہوا۔ مصدر بمعنیٰ مفعول۔

صَرْحًا : محل، بلند مکان، برج۔ جمع صُرُوْحٌ۔

اَسْبَابَ : راہیں، راستے، سیڑھیاں ۔ رسیاں ۔ واحد سَبَبٌ ۔

تَبَابٍ : ہلاکت، بربادی، خسارہ ۔ مصدر ہے۔

تشریح: اس مرد مومن نے کہا اے میری قوم کے لوگو! تمہارے پاس تو اس سے پہلے اللہ کے پیغمبر حضرت یوسف علیہ السلام بھی واضح دلائل لے کر آ چکے ہیں ۔ وہ بھی لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتے تھے مگر تم ان امور میں بھی جو حضرت یوسف علیہ السلام لے کر آئے تھے شک ہی میں مبتلا رہے یہاں تک کہ جب ان کی وفات ہو گئی تو تم مایوسی کے عالم میں کہنے لگے کہ اب اللہ تعالیٰ کسی رسول کو نہیں بھیجے گا ۔ جو لوگ بے جا کام کرنے والے، حد سے گزر جانے والے اور شک و شبہے میں مبتلا رہنے والے ہوں ان کو اللہ تعالیٰ اسی طرح گمراہ کر دیتا ہے ۔ جو لوگ کسی سند اور دلیل کے بغیر اللہ کی آیتوں میں جھگڑتے ہیں تو اُن کی اس کج بحثی سے اللہ تعالیٰ اور مومنوں کو سخت نفرت ہے ۔ اللہ تعالیٰ ہر جابر و مغرور کے دل پر اسی طرح مہر لگا دیتا ہے جس سے اس کے اندر نور ایمان کے داخل ہونے کا کوئی راستہ نہیں رہتا ۔ اسی طرح مہر لگ جانے کے بعد مہر شدہ چیز کے اندر سے بھی کچھ باہر نکلنے کا امکان نہیں رہتا ۔

فرعون نے اپنے وزیر ہامان سے کہا کہ تم میرے لیے ایک بلند ترین عمارت بنواؤ شاید میں اس کے ذریعے آسمان کے دروازوں اور راستوں تک رسائی حاصل کر لوں اور وہاں پہنچ کر موسیٰ کے خدا کو دیکھ لوں ۔ میں تو رسالت کے دعوے میں موسیٰ کو جھوٹا ہی سمجھتا ہوں ۔ اسی طرح فرعون کی بصیرت تباہ کر کے اس کی نظر میں اس کی بداعمالیاں مزین کر دی گئی تھیں اور اس کو عقل و ہدایت کے راستے سے روک دیا گیا تھا ۔ اور حضرت موسیٰ کے بارے میں اس کی تمام تدبیریں غارت ہو گئیں ۔

دنیا و آخرت کی حقیقت

۳۸ ۔ ۴۰: وَ قَالَ الَّذِیْٓ اٰمَنَ یٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِیْلَ الرَّشَادِ ﴿۳۸﴾
یٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا مَتَاعٌ ؗ وَّ اِنَّ الْاٰخِرَةَ هِیَ دَارُ
الْقَرَارِ ﴿۳۹﴾ مَنْ عَمِلَ سَیِّئَةً فَلَا یُجْزٰۤى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَ مَنْ
عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓىِٕكَ
یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ یُرْزَقُوْنَ فِیْهَا بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۴۰﴾

اس مومن نے کہا اے میری قوم تم میری پیروی کرو میں تمہیں نیکی کی راہ بتاتا

ہوں ۔ یہ دنیا کی زندگی محض چند روزہ ہے اور آخرت ہی ہمیشہ رہنے کی جگہ ہے ۔ جس نے (دنیا میں) برائی کی تو اس کو اس (برائی) کے برابر بدلہ ملے گا اور جس نے نیکی کی خواہ وہ مرد ہو یا عورت (بشرطیکہ) وہ مومن ہو تو ایسے لوگ جنت میں جائیں گے جہاں ان کو بے حساب رزق ملے گا ۔

تشریح: مردِ مومن نے سلسلۂ کلام جاری رکھا اور فرعون کی احمقانہ اور سراپا جہالت کی بات سنکر اپنی قوم کے سرکشوں ، متکبروں اور خود پسندوں کو مخاطب کر کے دوبارہ ناصحانہ انداز میں کہا کہ تم میری بات مان لو ۔ میں تمہیں ہدایت و کامیابی کا ایسا راستہ بتاتا ہوں جس پر چل کر تم منزل مقصود پر پہنچ جاؤ گے ۔ یہ مردِ مومن فرعون کی طرح اپنی بات میں جھوٹا اور کاذب نہ تھا بلکہ یہ ان کی حقیقی خیر خواہی کر رہا تھا جبکہ فرعون اپنی سلطنت کے غرور میں انہیں کھلا دھوکہ دے رہا تھا ۔ پھر مردِ مومن نے اپنی قوم کو دنیا سے بے رغبت کرنے اور آخرت کی طرف متوجہ کرنے کے لیے کہا کہ اے میری قوم ! یہ دنیوی زندگی اور سلطنت و دولت اور عیش و آرام محض چند روزہ ہے ۔ یقیناً آخرت ہی لازوال اور ہمیشہ ٹھہرنے کی جگہ ہے ۔ آخرت کی زندگی غیر فانی اور ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنے والی ہے ۔ وہاں کی راحت و نعمت بھی دائمی ہے اور عذاب و زحمت بھی دائمی ہے اس لیے عارضی متاعِ دنیا سے دھوکہ اور فریب کھا کر اصل ، دائمی اور لازوال دارِ آخرت سے غافل نہیں ہونا چاہئے بلکہ ہمہ وقت اس کی تیاری اور فکر میں لگے رہنا چاہئے ۔ جو شخص دنیا میں کوئی برائی کرتا ہے تو قیامت کے روز اس کو اسی کے برابر بدلہ ملے گا ۔ اسی طرح مومن مرد یا عورت میں سے جو بھی دنیا میں نیک کام کرے گا اس کو جنت میں داخل کیا جائے گا جہاں انہیں اعمال کے برابر نہیں بلکہ اللہ کی رحمت سے بلا حساب بدلہ دیا جائے گا ۔

آلِ فرعون کا انجام

۴۱ ۔ ۴۶: وَيٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ ۝
تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ۡ
وَّاَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ ۝ لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ
اِلَيْهِ لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ
مَرَدَّنَآ اِلَى اللّٰهِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ۝

فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ ؕ وَ اُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَ
حَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ۝ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا
وَّعَشِيًّا ۚ وَ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۫ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ
الْعَذَابِ ۝

اے میری قوم! یہ کیا بات ہے کہ میں تو تمہیں نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے آگ کی طرف بلاتے ہو۔ تم مجھے دعوت دے رہے ہو کہ میں اللہ کا انکار کروں اور اس کے ساتھ ایسے کو شریک کروں جس کی میرے پاس کوئی دلیل نہیں اور میں تو تمہیں غالب (اور) بخشنے والے کی طرف بلاتا ہوں۔ یہ بات یقینی ہے کہ تم جس چیز کی طرف مجھے بلا رہے ہو وہ نہ تو دنیا میں پکارنے کے قابل ہے اور نہ آخرت میں اور یہ کہ ہم سب کو اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے اور یقیناً حد سے گزرنے والے ہی دوزخی ہیں۔ سو آگے چل کر تم میری باتوں کو یاد کرو گے اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ بیشک اللہ اپنے بندوں کو دیکھ رہا ہے۔ سو اللہ نے اس (مؤمن) کو لوگوں کی بری تدبیروں سے محفوظ رکھا اور آل فرعون کو سخت عذاب نے آگھیرا۔ وہ آگ ہے جس کے سامنے (عالم برزخ میں) وہ صبح و شام لائے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی تو حکم ہوگا کہ آل فرعون کو سخت ترین عذاب میں ڈالو۔

جَرَمَ: شک، شبہ۔ لَاجَرَمَ: یقیناً۔ ضرور۔

اُفَوِّضُ: میں سپرد کرتا ہوں، میں سونپتا ہوں۔ تَفْوِیْضٌ سے مضارع۔

وَقٰهُ: اس نے اس کو محفوظ رکھا۔ وِقَایَۃٌ سے ماضی۔

حَاقَ: اس نے گھیر لیا، وہ نازل ہوا۔ حَیْقٌ سے ماضی۔

تشریح: قوم فرعون کے مرد مومن نے اپنا وعظ اور نصیحت جاری رکھتے ہوئے کہا کہ اے میری قوم کے لوگو یہ کیا بات ہے کہ میں تو تمہیں اللہ واحد و یکتا کی طرف بلا رہا ہوں اور اس کے رسول کی تصدیق کی دعوت دے رہا ہوں اور تم مجھے دوزخ کی آگ کی طرف بلا رہے ہو۔ تم مجھے اس بات کی دعوت

دے رہے ہو کہ میں اس خالق و مالک حقیقی کا انکار کر کے ایسی چیزوں کو اس کا شریک ٹھہراؤں جس کی میرے پاس کوئی دلیل نہیں۔ اس کے برعکس میں تمہیں اس اللہ کی طرف بلا رہا ہوں جو سب پر غالب اور سب خطاؤں کو بخشنے والا ہے۔ یقیناً یہ بات سچ اور حق ہے کہ تم مجھے جس کی طرف بلا رہے ہو ان کو تو دنیا اور آخرت کا کوئی اختیار ہی نہیں۔ وہ نہ کسی کو نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان بلکہ وہ تو اپنے پکارنے والے کی پکار کو بھی نہیں سن سکتے۔ جیسے ارشاد ہے:

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْامِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ

اور اس سے بڑھ کر کوئی گمراہ نہیں جو اللہ کے سوا اوروں کو پکارتا ہے جو اس کی پکار کو قیامت تک نہیں سن سکتے۔ (الاحقاف: ۵)

پھر مردِ مومن نے کہا کہ یقیناً ہم سب کو اللہ ہی کے پاس لوٹ کر جانا ہے جہاں ہر ایک کو اپنے کئے کا بدلہ ملے گا۔ وہاں حد سے گزر جانے والوں اور دوسروں کو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے والوں کو ہمیشہ کے لیے واصل جہنم کر دیا جائے گا۔ اگر چہ اس وقت میری نصیحت تمہارے دل کو نہیں لگتی لیکن بہت جلد میری باتوں کی صداقت اور حقانیت تم پر واضح ہو جائے گی۔ اس وقت تم میری نصیحت کو یاد کرو گے لیکن اس وقت نصیحت یاد کرنے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

جب فرعونیوں نے مردِ مومن کی طرف سے اپنے دین کی علی الاعلان مخالفت دیکھی تو وہ اس کو سزا کی دھمکیاں دینے لگے۔ اس وقت مردِ مومن نے کہا کہ میں تو اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں اور اسی کی ذات پر بھروسہ کرتا ہوں۔ مجھے تم سے کوئی واسطہ نہیں۔ میں تم سے الگ اور تمہارے کاموں سے بیزار ہوں۔ بیشک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے حالات کو خوب جانتا ہے۔ اسے خوب معلوم ہے کہ کون حق پر ہے اور کون باطل پر۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مردِ مومن کو فرعونیوں کی ضرر رساں تدبیروں سے بچالیا اور فرعون اور آلِ فرعون پر عذاب نازل کر کے ان کو سمندر میں غرق کر دیا اور مرنے کے بعد صبح شام ان کو دوزخ کی آگ پر پیش کیا جاتا رہے گا۔ جب قیامت قائم ہوگی تو اس وقت فرشتوں کو حکم دیا جائے گا کہ فرعون اور فرعونیوں کو سخت سے سخت عذاب میں داخل کر دو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ آلِ فرعون کی روحیں سیاہ پرندوں کی شکل میں روزانہ دو مرتبہ صبح شام دوزخ کے سامنے لائی جاتی ہیں اور جہنم دکھا کر ان سے کہا جاتا ہے کہ تمہارا ٹھکانہ یہ ہے۔

(ابن کثیر ۸۰۔۸۲/۴، مظہری ۲۶۱/۸)

آل فرعون کی ذلت وخواری

۴۷۔۵۰: وَ اِذْ يَتَحَآجُّوْنَ فِى النَّارِ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ
اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا
نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ ۝ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُلٌّ
فِيْهَآ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ۝ وَ قَالَ الَّذِيْنَ
فِى النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا
مِّنَ الْعَذَابِ ۝ قَالُوْٓا اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ
قَالُوْا بَلٰى ۚ قَالُوْا فَادْعُوْا ۚ وَ مَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِىْ
ضَلٰلٍ ۝

جب کافر دوزخ میں ایک دوسرے سے جھگڑیں گے تو کمزور لوگ ان سے کہیں گے جو (دنیا میں) بڑے بنتے تھے کہ ہم تمہارے تابع تھے سو کیا اب تم ہم سے اس آگ کا کچھ حصہ ہٹا سکتے ہو۔ وہ بڑے لوگ جواب دیں گے کہ ہم سب ہی اس میں (پڑے ہوئے) ہیں۔ بیشک اللہ بندوں کے درمیان فیصلہ کر چکا ہے اور جو لوگ دوزخ میں ہوں گے وہ جہنم کے محافظوں سے کہیں گے کہ تم اپنے رب سے دعا کرو کہ وہ کسی دن تو ہمارے عذاب میں کمی کر دے (جہنم کے محافظ) جواب دیں گے کہ کیا تمہارے پاس تمہارے رسول کھلی نشانیاں لے کر نہیں آئے تھے۔ دوزخی کہیں گے کہ ہاں (آئے تھے) جہنم کے محافظ کہیں گے کہ پھر تم ہی دعا کرو اور کافروں کی دعا تو محض بے اثر ہے۔

تشریح: اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اپنی قوم کے سامنے اس وقت کا حال بیان کیجئے کہ جب دوزخ کے اندر اہل دوزخ آپس میں جھگڑا کریں گے تو ادنیٰ درجے کے لوگ ان لوگوں سے کہیں گے جو دنیا میں ان کے مقتدا اور پیشوا بنے ہوئے تھے ہم تو دنیا میں تمہارے تابع تھے اور تمہارے ہی بہکانے اور ورغلانے سے ہم نے کفر کیا تھا، سو کیا آج تم ہمارے عذاب کا کچھ حصہ ہٹا سکتے ہو۔ سردار اور رہنما اپنی پیروی کرنے والوں کو جواب میں کہیں گے کہ اب تو ہم سب ہی دوزخ میں پڑے

ہوئے ہیں ایسے میں ہم تمہارا عذاب کیسے دور کر سکتے ہیں ۔ اگر ہمیں عذاب دور کرنے کی قدرت ہوتی تو پہلے ہم اپنے اوپر سے عذاب دور کرتے ۔ اب تو اللہ تعالیٰ اہل جنت کے لیے جنت کا اور اہل دوزخ کے لیے دوزخ فیصلہ کر چکا ۔ اس کے فیصلے کو کوئی نہیں بدل سکتا ۔

پھر اہل دوزخ شدید عذاب سے بے قرار ہو کر جہنم کے کارندوں سے کہیں گے کہ تم اپنے رب سے اتنی درخواست کرو کہ وہ ایک دن ہی ہمارے عذاب میں تخفیف کر دے ۔ جہنم کے کارندے ان کے جواب میں کہیں گے کہ کیا تمہارے پاس اللہ کے پیغمبر دلائل و معجزات اور واضح احکام لے کر نہیں آئے تھے ۔ اہل دوزخ کہیں گے کہ بیشک وہ سب کچھ لے کر آئے تھے ہم ہی بدنصیب تھے کہ ان کی بات نہ مانی اور ان کی تکذیب و تمسخر کرتے رہے ۔ اہل دوزخ کا جواب سن کر دوزخ کے فرشتے استہزا کے طور پر کہیں گے کہ اب تم خود ہی دعا کرو ہم کچھ نہیں کر سکتے ۔ اب کوئی سفارش یا خوشامد درآمد کام نہیں دے سکتی ، نہ ہم ایسے معاملات میں سفارش کر سکتے ہیں اور نہ تمہاری چیخ و پکار سے کوئی فائدہ ہے ۔ کافروں کی دعا نامقبول اور مردود ہے ۔

انبیا و مومنین کی نصرت

۵۱-۵۶: اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ
يَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ﴿۵۱﴾ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ
وَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَ لَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۵۲﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى
الْهُدٰى وَ اَوْرَثْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ ﴿۵۳﴾ هُدًى وَّ ذِكْرٰى
لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۵۴﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ
لِذَنْۢبِكَ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَ الْاِبْكَارِ ﴿۵۵﴾
اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ
اَتٰىهُمْ اِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِيْهِ
فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۵۶﴾

بیشک ہم اپنے رسولوں اور ایمان والوں کی مدد دنیا کی زندگی میں بھی کریں گے اور اُس دن بھی جب گواہی دینے والے کھڑے ہوں گے ۔ اُس دن

ظالموں کو اُن کی معذرت کچھ نفع نہ دے گی اور ان کے لیے (اللہ کی) لعنت ہوگی اور (دوزخ کا) بدترین گھر ہوگا اور ہم نے موسیٰ کو ہدایت (کتاب) دی اور بنی اسرائیل کو اس کتاب کا وارث بنایا۔ وہ اہل عقل کے لیے ہدایت اور نصیحت تھی ۔ سو آپ صبر کیجئے ۔ یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے اور اپنے گناہ کی مغفرت طلب کیجئے اور صبح شام اپنے رب کی تسبیح کرتے رہئے ۔ بیشک جو لوگ اللہ کی آیتوں میں جھگڑتے ہیں بلا کسی سند کے جو اُن کے پاس آئی ہو۔ اُن کے دلوں میں نرا تکبر ہے کہ وہ اس تک کبھی نہیں پہنچیں گے سو آپ اللہ کی پناہ مانگتے رہئے ۔ بیشک وہ سب کچھ سننے والا اور خوب دیکھنے والا ہے۔

تشریح: بیشک ہم اپنے رسولوں اور مومن بندوں کی دنیا میں بھی مدد کرتے اور ان کا بول بالا کرتے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعے سے ظاہر ہے اور قیامت کے روز بھی اس وقت اُن کی مدد کریں گے جب گواہ قائم ہوں گے اور اعمال نامے لکھنے والے فرشتے گواہی دیں گے کہ پیغمبروں نے اللہ کے احکام اپنی امتوں کو پہنچا دیئے تھے اور کافروں نے ان کی تکذیب کی تھی ۔ کافر اگر اپنے اعمال بد پر دنیا میں معذرت کرتے تو ان کو نفع دیتی مگر دنیا میں تو وہ معذرت کی بجائے عمر بھر رسولوں اور مومنوں کی دشمنی پر قائم رہے یہاں تک کہ اگر ان کو ہزار برس کی زندگی بھی دیدی جاتی تب بھی وہ اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہ آتے اور اپنے کفر پر قائم رہتے ۔ جیسا کہ قوم فرعون نے کہا:

مَهْمَا تَأْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا ۙ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾

(اے موسیٰ) تو ہم پر جادو کرنے کے لیے کیسی ہی نشانیاں ہمارے پاس لے آ، ہم کبھی تجھ پر ایمان نہیں لائیں گے (الاعراف ۱۳۲)

سو قیامت کے روز کسی قسم کی معذرت وندامت کافروں کے کام نہ آئے گی ۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کا پروردگار آپ کی بھی اسی طرح مدد کرے گا اور آپ کی تکذیب وانکار کرنے والوں کے لیے دنیا میں لعنت ہوگی اور آخرت میں بھی ان کو شدید عذاب ہوگا۔ جس طرح ہدایت کے لیے ہم نے مشرکین مکہ کو آپ کے ذریعے قرآن دیا اور وہ اس سے نفع اٹھانے کی بجائے اس سے منہ موڑے ہوئے ہیں، اسی طرح آپ سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی کتاب ہدایت دی تھی اور بنی

اسرائیل کو توریت کا وارث بنایا تھا جو عقل سلیم والوں کے لیے ہدایت و نصیحت کی کتاب تھی ۔ سو آپ بھی مشرکین مکہ کی ایذاؤں پر صبر کیجئے اور یقین رکھئے کہ اللہ کا وعدہ حق اور سچ ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ سے اپنی خطاؤں کی معافی طلب کرتے رہئے اور صبح شام اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے رہئے ۔ جو لوگ اللہ کی آیتوں میں خوامخواہ جھگڑا کرتے ہیں اور بے سند باتیں نکال کر حق کی آواز کو دبانا چاہتے ہیں وہ اس میں کبھی کامیاب نہیں ہوں گے ۔ ان کو آپ کی تکذیب پر آمادہ کرنے والا محض ان کا غرور و تکبر ہے جو ان کے دلوں کے اندر بھرا ہوا ہے ۔ وہ اپنے آپ کو آپ سے بڑا جانتے ہیں اسی لیے آپ کی اتباع کرنے سے نفرت کرتے ہیں ۔ حقیقت یہ ہے کہ جس بڑائی اور نخوت کی وجہ سے ان کو آپ کی اتباع کرنے سے عار ہے وہ اس بڑائی کو کبھی نہیں پہنچ سکیں گے ۔ ان کو حق کے سامنے سر تسلیم خم کر کے پیغمبر کی اتباع کرنی ہی پڑے گی ورنہ سخت ذلیل و رسوا ہوں گے ۔ سو آپ ان کی شرارتوں سے اللہ کی پناہ مانگئے بیشک وہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے اس لیے آپ کے دشمنوں کا کوئی قول و فعل اس سے چھپا ہوا نہیں ۔ (مظہری ۲۶۳، ۸/۲۶۴، عثمانی ۴۸۰، ۲/۴۸۱)

کائنات کی تخلیق

۵۷-۵۹: لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِيْٓءُ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۸﴾ اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۹﴾

آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنا انسان کو (دوبارہ) پیدا کرنے کے مقابلے میں یقیناً بہت بڑا کام ہے لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے اور نابینا اور بینا برابر نہیں اور نہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ۔ بدکاروں کے برابر ہیں تم لوگ بہت ہی کم سمجھتے ہو ۔ بیشک قیامت ضرور آئے گی اس میں کچھ شبہ نہیں لیکن اکثر لوگ (اس کے آنے پر) ایمان نہیں لاتے ۔

الْمُسِيْٓءُ : برائی کرنے والا، گنہ گار ۔ اِسَاءَةٌ سے اسم فاعل ۔

السَّاعَةَ : گھڑی، وقت، قیامت کا دن۔ قرآن مجید میں یہ لفظ جہاں جہاں بھی آیا ہے اس سے مراد قیامت ہے۔

تشریح: یہ مشرکین مکہ آپ کی باتوں کو کیوں جھٹلاتے ہیں اور قیامت پر ایمان کیوں نہیں لاتے؟ کیا ان کو مرنے کے بعد زندہ ہونے پر تعجب ہے یقیناً آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا تو انسان کو دوبارہ پیدا کرنے کے مقابلے میں کہیں بڑا کام تھا۔ سو جس پاک ذات عزوجل نے اپنی قدرت کاملہ سے آسمانوں اور زمین کو کسی سابقہ مثال کے بغیر نہایت حسن و خوبی کے ساتھ پیدا فرمادیا اس کے لیے انسان کے جسم حقیر کو دوبارہ پیدا کرنا نہایت آسان ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ۚ بَلٰى ۚ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ۝

کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا وہ اس بات پر قادر نہیں کہ ان آدمیوں کے مثل پیدا فرمادے کیوں نہیں (وہ قادر ہے) اور وہی کامل خالق اور خوب جاننے والا ہے۔ (یٰسٓ:۸۱)

پس جب اس کی قدرت میں زمین و آسمان جیسے عظیم اجسام کا پیدا کرنا ذرا دشوار نہیں تو انسانوں کے حقیر اجسام کا دوبارہ پیدا کرنا تو بہت ہی آسان ہوا لیکن اکثر لوگ حقائق اور شواہد میں غور نہیں کرتے اور اپنی غفلت و جہالت کی بنا پر قیامت اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا انکار کرتے ہیں۔

جس طرح اندھا اور بینا کبھی برابر نہیں ہو سکتے اسی طرح جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے اور حقائق و شواہد میں غور و فکر کر کے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کی تو ان کو بدکاروں (کافروں) سے کوئی نسبت نہیں۔ دونوں طبقوں کے اس واضح فرق سے بہت کم لوگ نصیحت اور عبرت حاصل کرتے ہیں۔ کوئی یقین کرے یا نہ کرے بیشک قیامت ضرور آئے گی۔ اس کے آنے میں ذرہ برابر بھی شک وشبہ نہیں لیکن بہت سے پھر بھی یقین نہیں کرتے۔ (مواہب الرحمٰن ۱۴۸، ۲۴/۱۵۲)

بندگی کی شرط

۶۰: وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ۝

اور تمہارا رب کہتا ہے کہ تم مجھ سے دعا کرتے رہو ۔ میں تمہاری دعا قبول کروں گا ۔ بیشک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں وہ بہت جلد ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے ۔

دٰخِرِیْنَ: ذلیل ہونے والے، جھکنے والے ۔ دَخْرٌ و دُخُوْرٌ سے اسم فاعل ۔

تشریح: اے مسلمانو! تم اپنی تمام تکلیفوں اور پریشانیوں میں توحید کے صحیح اعتقاد کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہی کو پکارو، اس کے سوا کسی کو مت پکارو، اسی سے مدد مانگو وہی تمہاری دعاؤں کو قبول کرتا ہے اور وہی حاجت روا ہے ۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل اور مہربانی ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو دعا کرنے کا شوق دلایا اور اس کے ساتھ ہی دعا کی قبولیت کی ضمانت دی ۔ اپنے رب سے مانگنا بندگی کی شرط ہے اور نہ مانگنا غرور ہے پس جو شخص اللہ تعالیٰ سے نہ مانگے تو وہ گویا متکبر و مغرور ہے ۔ اسی لیے فرمایا کہ بیشک جو لوگ میری عبادت سے تکبر و سرکشی کرتے ہیں وہ بہت جلد ذلت و رسوائی کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے ۔

ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے بعض لوگ (ایسے بھی ہیں جو) اپنی ضرورت کی ہر چیز اپنے رب ہی سے مانگتے ہیں یہاں تک کہ اگر ان کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ بھی اپنے رب ہی سے مانگتے ہیں ۔

ترمذی میں حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا دعا عبادت کا مغز ہے ۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا رب بڑا حیادار اور کریم ہے ۔ جب بندہ اس کے سامنے ہاتھ اونچے کرتا (پھیلاتا) ہے تو اس کو اپنے بندے کے خالی ہاتھ واپس کرتے ہوئے شرم آتی ہے ۔ امام احمد نے حضرت معاذ بن جبل اور حضرت جابر کی روایت سے بیان کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ سے دعا کرتا ہے تو اللہ اس کا سوال پورا کرتا ہے یا بقدر سوال کسی تکلیف کو اس سے روک دیتا ہے بشرطیکہ دعا کسی گناہ یا قطع قرابت کی نہ ہو ۔ (مظہری ۸/۲۷۳،۲۶۸)

انعاماتِ خداوندی

۶۱ ۔ ۶۵: اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَ النَّهَارَ
مُبْصِرًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَ لٰكِنَّ
اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ ۝ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ

خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۘ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ فَأَنّٰى تُؤْفَكُونَ ﴿٦٢﴾
كَذٰلِكَ يُؤْفَكُ الَّذِينَ كَانُوا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُونَ ﴿٦٣﴾
اَللّٰهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ
بِنَآءً وَّصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ
مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۚ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۖ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ
الْعٰلَمِينَ ﴿٦٤﴾ هُوَ الْحَيُّ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ فَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ
لَهُ الدِّينَ ۗ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ ﴿٦٥﴾

اللہ ہی نے تمہارے لئے رات بنائی تا کہ تم اس میں آرام کرو اور دن کو روشن بنایا۔ بیشک لوگوں پر اللہ کا بڑا فضل ہے لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔ وہی اللہ تمہارا رب ہے وہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ سو تم کہاں بہکے پھرتے ہو۔ اسی طرح وہ لوگ بھی بھٹکتے رہے جو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے اللہ ہی نے زمین کو تمہارے لیے قیام کی جگہ بنایا اور آسمان کو چھت بنایا اور تمہاری صورتیں بنائیں تو کیسی اچھی صورتیں بنائیں اور تمہیں پاکیزہ رزق دیا یہی اللہ تمہارا رب ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں سو تم خالص اعتقاد کے ساتھ اس کو پکارو۔ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

تُؤْفَكُوْنَ: تم پھیرے جاتے ہو، تم لوٹائے جاتے ہو۔ اَفْكٌ سے مضارع مجہول۔

يَجْحَدُوْنَ: وہ انکار کرتے ہیں۔ جَحْدٌ و جُحُوْدٌ سے مضارع۔

تشریح: ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے انعامات کا ذکر فرمایا ہے تا کہ ان سے اس کی معرفت اور قدرتِ کاملہ کا یقین حاصل ہو جائے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ اللہ ہی نے رات کو سکون و راحت حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا کہ دن بھر کا تھکا ماندہ آدمی رات کو نیند سے آرام حاصل کر کے اگلے روز کی مصروفیات کے لیے تازہ دم ہو جائے۔ اسی نے دن کو روشن بنایا تا کہ اس کی روشنی میں لوگوں کو ان کے کام کاج، سفر اور طلب معاش وغیرہ میں سہولت ہو بیشک اللہ تعالیٰ مخلوق پر بہت ہی فضل و کرم کرنے والا ہے لیکن اکثر لوگ اپنے رب کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتے۔

دن رات کو پیدا کرنے والا اور راحت و آرام کے سامان مہیا کرنے والا ہی اللہ ہے۔ وہ واحد و یکتا ہے اور تمام چیزوں کا خالق ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور نہ اس کے سوا کوئی مخلوق کی پرورش کرنے والا ہے۔ پھر تم اس کو چھوڑ کر دوسروں کی عبادت کیوں کرتے ہو جو مخلوق ہیں اور انہوں نے کسی چیز کو بھی پیدا نہیں کیا۔ ان کفار مکہ سے پہلے کے مشرکین بھی اسی طرح بھٹکتے اور نفسانی خواہشات کے تابع دلائل قدرت کی تکذیب کرتے رہے۔

اللہ ہی نے تمہارے لیے زمین کو قرار کی جگہ اور فرش کی طرح بچھی ہوئی بنایا تاکہ تم اس پر چل پھر سکو اور سکون و اطمینان سے زندگی گزار سکو۔ اسی نے آسمان کو چھت کی طرح محفوظ بنایا اور تمہیں بہترین صورتوں میں پیدا کیا اور نفیس اور بہترین چیزیں کھانے کو دیں۔ جس نے تمہیں یہ تمام نعمتیں دیں حقیقت میں وہی خالق و رازق اور تمہارا رب ہے۔ وہ بڑی شان والا اور سارے جہان کا رب ہے۔ وہی زندہ ہے، اس پر کبھی موت نہیں، وہی اول و آخر اور ظاہر و باطن ہے۔ اس کی کوئی نظیر و عدیل نہیں اور اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ سو تم اسی کو پکارو اور اپنے اعتقاد کو خالص کرتے ہوئے اسی کی عبادت کرو۔ تمام خوبیاں اسی اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ (ابن کثیر ۸۶، ۴/۸۷)

آدمی کی حقیقت

۶۶-۶۸: قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِیَ الْبَیِّنٰتُ مِنْ رَّبِّیْ وَ اُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۶﴾ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ یُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُیُوْخًا ۚ وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰی مِنْ قَبْلُ وَ لِتَبْلُغُوْۤا اَجَلًا مُّسَمًّی وَّ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾ هُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ ۚ فَاِذَا قَضٰۤی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿۶۸﴾

آپ کہہ دیجئے کہ مجھے ان کی عبادت سے منع کر دیا گیا ہے جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو اس بناء پر کہ میرے پاس میرے رب کی کھلی نشانیاں آچکی ہیں اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں رب العلمین کے سامنے سر تسلیم خم کر دوں۔

(اللہ) وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفے سے، پھر خون کے لوتھڑے سے پھر وہ تمہیں بچے کی شکل میں نکالتا ہے، پھر (تمہیں بڑھاتا ہے) تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچ جاؤ پھر (بڑھاتا ہے) تاکہ تم بوڑھے ہو جاؤ۔ اور تم میں سے بعض پہلے ہی فوت ہو جاتے ہیں (بچپن یا جوانی میں) اور (بعض کو زندہ چھوڑ دیتا ہے) تاکہ تم مقررہ عمر تک پہنچ جاؤ اور تاکہ تم عقل سے کام لو۔ وہی زندگی اور موت دیتا ہے۔ پھر جب وہ کسی کام کو کرنا چاہتا ہے تو وہ اسے صرف یہ کہتا ہے کہ ہو جا سو وہ ہو جاتا ہے۔

تشریح: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان مشرکین کو صاف صاف بتا دیجئے کہ چونکہ میرے پاس توحید والوہیت کی کھلی ہوئی دلیلیں آ چکی ہیں اس لیے مجھے ان تمام معبودوں کی عبادت سے روک دیا گیا ہے جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو۔ مجھے تو یہی حکم ہے کہ میں اپنی عبادت واطاعت کو شرک سے پاک رکھوں اور صرف رب العالمین کے سامنے سر جھکاؤں۔ اسی وحدہ لاشریک لہ نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا یعنی تمہارے باپ آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کئے گئے تھے۔ پھر آئندہ کے لیے ان کا سلسلۂ نسل اس طرح قائم کیا کہ تمہیں نطفے سے اور پھر خون کے ایک لوتھڑے سے پیدا کیا۔ اسی نے تمہیں ماں کے پیٹ سے بچے کی صورت میں نکالا۔ اس وقت تم ایسے مجبور ہوتے ہو کہ نہ اپنا کوئی نفع حاصل کر سکتے ہو اور نہ اپنی ذات سے کوئی ضرر دور کر سکتے ہو اور نہ تمہارے کھانے پینے کا کوئی سامان نظر آتا ہے۔ تم ہر چیز سے بے فکر و بے نیاز اپنے خالق و مالک کے قبضۂ قدرت میں ہوتے ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نہایت عیش و راحت کے ساتھ لطیف غذا سے تمہاری پرورش کرتا ہے اور تمہارے ماں باپ کو تمہاری خدمت پر لگا دیتا ہے۔ پھر اسی نے تمہیں زندہ رکھا تاکہ تم جوانی کو پہنچ جاؤ۔ پھر اس نے تمہیں مزید زندگی دے کر بڑھاپے تک پہنچایا۔ تم میں سے بعض لوگ جوانی یا بڑھاپے کو پہنچنے سے پہلے ہی وفات پا جاتے ہیں۔ یہ سارا تقدیری نظام اس لیے ہے تاکہ تم اپنی مقررہ زندگی کو پہنچ جاؤ۔ دنیا کی کوئی طاقت اس مقررہ وقت کو آگے پیچھے نہیں کر سکتی۔ یہ سب کچھ اس لیے کیا ہے تاکہ تم سوچ سمجھ لو کہ اپنے اختیار میں کچھ نہیں۔ زندگی اور موت سب اسی کے اختیار اور قدرت میں ہے۔ اس کے سوا کسی میں یہ قدرت نہیں۔ وہ جب بھی کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو صرف اتنا کہتا ہے کہ ہو جا سو وہ اسی وقت ہو جاتا ہے۔

(ابن کثیر ۸۷/۴، مواہب الرحمٰن ۱۶۵، ۲۴/۱۶۷)

مشرکین کا انجام

۶۹۔۷۶ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ اَنّٰى يُصْرَفُوْنَ ﴿۶۹﴾
الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَبِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ڕ فَسَوْفَ
يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۰﴾ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ۭ يُسْحَبُوْنَ ﴿۷۱﴾
فِي الْحَمِيْمِ ڏ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ﴿۷۲﴾ ثُمَّ قِيْلَ لَهُمْ
اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۳﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قَالُوْا ضَلُّوْا
عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْـــًٔا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ
اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۴﴾ ذٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ فِي الْاَرْضِ
بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ ﴿۷۵﴾ اُدْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ
خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۷۶﴾

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اللہ کی آیتوں میں جھگڑتے ہیں ۔ یہ کہاں بھٹک رہے ہیں ۔ جن لوگوں نے (اللہ کی) کتاب کو جھٹلایا اور اسے بھی جو ہم نے رسولوں کے ساتھ بھیجا ۔ سو بہت جلد انہیں (اس تکذیب کا انجام) معلوم ہو جائیگا ۔ جب ان کی گردنوں میں طوق اور زنجیریں (پڑی) ہوں گی (اور) وہ (جہنم کی طرف) گھسیٹے جائیں گے کھولتے ہوئے پانی میں ۔ پھر وہ آگ میں جھونک دیئے جائیں گے ۔ پھر ان سے پوچھا جائیگا کہ کہاں ہیں وہ جن کو تم (اللہ کا) شریک ٹھہراتے تھے، اللہ کے سوا ۔ وہ کہیں گے کہ وہ سب ہم سے غائب ہو گئے بلکہ ہم تو اس سے پہلے کسی چیز کو نہیں پکارتے تھے ۔ اللہ کافروں کو اسی طرح گمراہ کرتا ہے ۔ یہ اس کا بدلہ ہے کہ تم دنیا میں ناحق (باطل پر) خوش ہوتے تھے اور اترایا کرتے تھے (اب) تم جہنم میں ہمیشہ رہنے کے لیے اس کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ ۔ سو تکبر کرنے والوں کا کیا ہی برا ٹھکانا ہے ۔

اَغْلٰلُ : طوق، ہتھکڑیاں ۔ واحد غُلٌّ ۔

اَعْنَاقِهِمْ : ان کی گردنیں۔ واحد عُنُقٌ
السَّلٰسِلُ : زنجیریں۔ واحد سِلْسِلَةٌ۔
یُسْجَرُوْنَ : وہ جھونکے جائیں گے، وہ گرم کئے جائیں گے۔ سَجْرٌ سے مضارع۔
تَمْرَحُوْنَ : تم اتراتے ہو، تم خوش ہوتے ہو۔ مَرَحٌ سے مضارع۔

تشریح: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ نے ان لوگوں کی حالت کو نہیں دیکھا جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنوں کی مخالفت کے درپے ہیں۔ ان کی عقلیں ماری گئی ہیں کہ بھلائی کو چھوڑ کر برائی پر مصر ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے کتاب الٰہی کی تکذیب کی اور اللہ نے اپنے پیغمبروں کو جو شریعتیں دے کر بھیجا تھا ان کو جھوٹا قرار دیا۔ سو بہت جلد ان کو حقیقت حال معلوم ہو جائیگی جب ان کی گردنوں میں طوق اور زنجیریں پڑی ہوئی ہوں گی اور عذاب کے فرشتے ان کو کھولتے ہوئے پانی میں گھسیٹتے پھریں گے۔ پھر ان کو آگ میں جھونک دیا جائے گا۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ یُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ یَطُوْفُوْنَ بَیْنَهَا وَ بَیْنَ حَمِیْمٍ اٰنٍ ﴿۴۴﴾

یہ ہے وہ جہنم جسے گنہگار لوگ جھٹلاتے تھے اب یہ اس کے اور آگ جیسے گرم پانی کے درمیان مارے مارے پریشان پھرا کریں گے (الرحمٰن ۴۳، ۴۴)

پھر ان سے کہا جائے گا کہ تم دنیا میں اللہ کے سوا جن کو پوجتے تھے آج وہ سب کہاں ہیں وہ تمہاری مدد کو کیوں نہیں آتے۔ وہ تمہیں اس بے بسی اور بے کسی کی حالت میں چھوڑ کر کہاں غائب ہو گئے۔ مجرمین جواب دیں گے کہ آج وہ سب ہم سے غائب ہو گئے۔ وہ ہمیں کہیں نظر نہیں آرہے۔ ان سے ہمیں کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ پھر انہیں کچھ خیال آئے گا اور کہیں گے کہ ہم تو اس سے پہلے بھی ان میں سے کسی کو نہیں پوجتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے کبھی شرک کیا ہی نہیں۔ جیسے ارشاد ہے:

وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِیْنَ ﴿۲۳﴾

اے ہمارے رب ہمیں تیری قسم ہم مشرک نہیں تھے۔ (الانعام: ۲۳)

اللہ تعالیٰ کافروں کو اسی طرح گمراہ کرتا ہے اور ان کو ہدایت نہیں دیتا۔ یہ سزا اسی کا بدلہ ہے کہ تم دنیا میں حق کو چھوڑ کر باطل عقیدے اور غلط اعمال کو اچھا سمجھ کر خوش ہوتے اور اتراتے تھے۔ سو

اب تم جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ اور ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہو جو تکبر کرنے والوں کا بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔ (مظہری ۲۷۵،۶/۲۷۷ ،۸، ابن کثیر ۴/۸۸)

فتح و نصرت کا وعدہ

۷۷۔۷۸: فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِلَيْنَا يُرْجَعُونَ ۝ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ مِنْهُم مَّن قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُم مَّن لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَن يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ فَإِذَا جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُونَ ۝

پس آپ (منکرین کی حرکتوں پر) صبر کیجئے۔ بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ پھر جس (عذاب) کا ہم ان سے وعدہ کر رہے ہیں اگر ہم اس میں سے کچھ آپ کو (آپ کی زندگی میں) دکھا دیں یا ہم آپ کو وفات دے دیں اور آپ کے بعد ان کو سزا دیں) تو ان کو ہماری ہی طرف واپس آنا ہے۔ ہم آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیج چکے ہیں ان میں سے بعض کے احوال ہم نے آپ سے بیان کر دیئے ہیں اور بعض کے نہیں کئے۔ کسی رسول کے لیے یہ ممکن نہ تھا کہ وہ اللہ کے حکم کے بغیر کوئی معجزہ لے آتا۔ پھر جب اللہ کا حکم آجائے گا تو ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دیا جائے گا اور اہل باطل خسارے میں رہ جائیں گے۔

تشریح: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان مشرکین کی ایذا رسانیوں اور ان کے طرز عمل سے رنجیدہ خاطر نہ ہوں اور کسی قسم کی فکر و تشویش میں مبتلا نہ ہوں۔ یہ اللہ کے عذاب سے نہیں بچ سکتے۔ آپ ان کی تکذیب و انکار پر صبر و تحمل سے کام لیجئے۔ آپ کو فتح و نصرت اور ان پر غلبہ ضرور حاصل ہوگا۔ بیشک یہ اللہ کا سچا وعدہ ہے اور یقیناً پورا ہو کر رہے گا۔ پھر جس عذاب کا وعدہ ہم کر رہے ہیں اگر اس میں سے کچھ آپ کی زندگی میں دکھا دیں جیسے بدر کے دن کفار کی کمر توڑ دی گئی اور ان کے بڑے بڑے سردار مارے گئے یا اس سے پہلے ہی آپ کو وفات دے دیں تب بھی ان کو ہماری ہی طرف لوٹنا ہے۔

پھر ہم ان کو آخرت کے دردناک عذاب میں مبتلا کریں گے۔

پھر مزید تسلی کے لیے فرمایا کہ آپ سے پہلے بھی ہم بہت سے رسول بھیج چکے ہیں جن میں سے بعض کے حالات ہم نے آپ کے سامنے بیان کردئے ہیں اور بعض کے واقعات ہم نے بیان نہیں کئے۔ کسی رسول کے لیے یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ اللہ کے حکم کے بغیر اپنی مرضی سے اپنی امت کی خواہش اور مطالبے پر معجزات اور خوارقِ عادات دکھائے، کیونکہ رسول کے اختیار میں کوئی چیز نہیں۔ اسی طرح یہ کفارِ مکہ جو آپ سے خاص نشانیاں اور معجزے طلب کر رہے ہیں وہ اللہ کی حکمت و مشیت کے تحت آپ کو نہیں دیئے جا رہے۔ اس لیے آپ کو اس پر رنجیدہ اور افسردہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے جب چاہے گا ظاہر کردے گا۔ پھر جب منکرین و کفار ایمان نہ لائے اور اللہ کے رسول اور مومنوں کو ایذا دینے کے درپے ہوئے تو اللہ کا عذاب آگیا اور انصاف کے ساتھ ان کا فیصلہ کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے اپنے رسول اور مومنوں کی نصرت فرمائی اور باطل کی پیروی کرنے والوں کو ذلیل و رسوا کیا اور مومنوں کو نجات عطا فرمائی۔

(مواہب الرحمٰن ۲۴/۱۷۴،۱۷۳۔ معارف القرآن مولانا محمد ادریس کاندھلوی ۱۶۰،۱۵۹/۶)

چوپایوں میں منافع

۷۹۔۸۱: اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَ لَكُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ وَ لِتَبْلُغُوْا عَلَیْهَا حَاجَةً فِیْ صُدُوْرِكُمْ وَ عَلَیْهَا وَ عَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَ یُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ فَاَیَّ اٰیٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ ﴿۸۱﴾

اللہ ہی نے تمہارے لیے چوپائے بنائے تاکہ تم ان میں سے بعض پر سواری کرو اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے ہو۔ اور تمہارے لیے ان میں اور بھی بہت سے فائدے ہیں اور تم ان پر (سوار ہو کر) اپنے سینوں میں چھپی ہوئی حاجتوں کو حاصل کرتے ہو اور تم ان پر اور کشتیوں پر لدے پھرتے ہو۔ اللہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے سو تم اللہ کی کن کن نشانیوں کا انکار کرو گے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ ہی نے انسانوں کے نفع کے لیے چوپائے یعنی اونٹ، گائے، بھینس، بیل، بکری

، بھیڑ وغیرہ پیدا کیے ۔ اس پیدائش میں کسی مخلوق کا کچھ دخل نہیں ۔ ان میں سے بعض پر تو تم سوار ہو کر دور دراز کا سفر کرتے ہو اور ان سے بار برداری کا کام لیتے ہو اور بعض کو کھاتے ہو ۔ جیسے اونٹ سے سواری کا کام بھی لیا جاتا ہے اور اس کا گوشت بھی کھایا جاتا ہے اور دودھ پیا جاتا ہے اسی طرح گائے اور بکری وغیرہ کا گوشت کھاتے ہیں اور دودھ پیتے ہیں ان چوپایوں میں تمہارے لیے اور بھی فائدے ہیں مثلاً ان کے بالوں، اون اور کھالوں وغیرہ سے نفع حاصل کرنا ۔ اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو اس طرح تمہارے تابع کر دیا کہ تم ان پر سوار ہو کر اپنے اس مقصد تک پہنچ جاؤ جو تمہارے دلوں میں ہے خواہ وہ مقصد ملاقات ہو یا تجارتی سفر یا تعلیم و تعلم یا جہاد اور حج کے لیے سفر ہو ۔ یہی نہیں کہ تم ان چوپایوں پر سفر کرتے ہو بلکہ تم تو کشتیوں پر بھی لدے پھرتے ہو ۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اور بھی اپنی قدرت کی نشانیاں دکھاتا ہے سو تم اس کی نشانیوں میں سے کس کس نشانی کا انکار کرو گے ۔

بے سود توبہ وندامت

۸۲۔۸۵: اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَاَشَدَّ قُوَّةً وَّ اٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۸۳﴾ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾

کیا انہوں نے زمین میں چل پھر کر اپنے سے پہلے والوں کا انجام نہیں دیکھا جو (تعداد میں بھی) ان سے زیادہ تھے اور قوت میں زیادہ شدید تھے اور ان آثار میں بھی جو وہ زمین پر چھوڑ گئے ۔ سو ان کی کمائی ان کے کچھ کام نہ آئی ۔ پھر جب ان کے رسول ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے تو یہ اپنے علم پر

اترانے لگے اور ان کو اس عذاب نے آگھیرا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔ پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو کہنے لگے کہ ہم خدائے واحد پر ایمان لائے اور ان سب کا انکار کرتے ہیں جن کو ہم اس (اللہ) کے ساتھ شریک ٹھہراتے تھے۔ سو ہمارے عذاب کو دیکھ کر ایمان لانا ان کے کچھ کام نہ آیا (یہ) اللہ کا معمول ہے جو اس کے بندوں میں (ہمیشہ سے) چلا آیا ہے اور کافر خسارے میں رہ گئے۔

تشریح: کیا یہ مشرکین ملک میں چل پھر کر نہیں دیکھتے کہ ان منکرین کا کیسا برا انجام ہوا جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں۔ وہ تعداد میں بھی ان سے زیادہ تھے اور طاقت کے اعتبار سے بھی ان سے زیادہ قوی تھے۔ اپنی دولت و ثروت اور عزت و حکومت کی جو نشانیاں اور آثار (محلات اور قلعے وغیرہ) انہوں نے دنیا میں چھوڑے وہ بھی ان سے زیادہ مضبوط و مستحکم تھے لیکن ان کو عذاب الٰہی سے بچانے میں ان میں سے کوئی چیز بھی ان کے کام نہ آئی۔ نہ ان کی کثرت وقوت، نہ صنعت و حرفت اور نہ دولت و ثروت، کچھ بھی کام نہ آیا۔ یہ لوگ تو تھے ہی غارت کئے جانے کے قابل کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کے پیغمبر روشن دلیلیں، کھلے معجزے اور پاکیزہ تعلیمات لیکر ان کے پاس آئے تو وہ اپنے دنیوی امور کے علم پر ناز اور غرور کرنے لگے اور پیغمبروں کی تعلیم کو حقیر جاننے لگے۔ پھر اللہ کے اس عذاب نے ان کو آلیا جس کو وہ جھٹلاتے تھے اور تمسخر اڑاتے تھے اور ان کو تہس نہس کر دیا۔

پھر جب اللہ کے عذاب کی شدت کو دیکھ کر ان کو موت کا یقین ہو گیا تو کہنے لگے کہ ہم خدائے واحد پر ایمان لائے اور ان سب چیزوں کا انکار کرتے ہیں جن کو ہم اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے تھے۔ لیکن عذاب الٰہی کو دیکھ کر ایمان لانا معتبر نہیں اس لیے ان کا ایمان لانا ان کے لیے کسی درجے میں نفع بخش نہ ہوا کیونکہ اب نہ یہ ایمان بالغیب رہا اور نہ اختیاری بلکہ اضطراری ہو گیا۔ ایمان تو وہی معتبر ہے جو بالغیب اور بحالت اختیار ہو۔ اللہ تعالیٰ کا یہ قانون اور طریقہ پہلے سے چلا آرہا ہے کہ نزول عذاب کے وقت ایمان لانا بے سود ہے اور کافر تو ہمیشہ خسارے میں رہتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ غرغرے سے پہلے تک کی توبہ قبول ہے۔ جب دم سینے میں اٹکا، روح حلقوم تک پہنچ گئی اور فرشتوں کو دیکھ لیا تو اب کوئی توبہ نہیں۔ (ابن کثیر ۴/۸۹، مواہب الرحمٰن ۲۴/۱۸۰،۱۷۸)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حٰمٓ السجدہ (سورۂ فصلت)

وجہ تسمیہ: اس سورۃ کے پانچویں رکوع میں سجدہ تلاوت آیا ہے اس لیے اس کو حٰم السجدہ کہتے ہیں۔ اس کو سورۃ فصلت اور سورۃ المصابیح بھی کہتے ہیں۔

تعارف: اس میں ۶ رکوع، ۵۴ آیات، ۷۹۹ کلمات اور ۳۳۵۰ حروف ہیں۔ مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ سورت ہجرت سے پہلے مکہ میں نازل ہوئی۔ اس سورت میں زیادہ تر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے اثبات میں دلائل بیان کئے گئے ہیں اور ضمناً مرنے کے بعد زندہ ہونے اور حشر ونشر کو بھی ثابت کیا گیا ہے۔ اور توحید و رسالت سے اعراض پر مشرکین ومنکرین پر وعید وتہدید ہے۔

(روح المعانی ۲۴/۹۴، مواہب الرحمٰن ۲۴/۱۸۰)

مضامین کا خلاصہ

رکوع ۱: مشرکین کی ہٹ دھرمی اور مومنین کا دائمی اجر مذکور ہے۔

رکوع ۲: آسمان وزمین کی تخلیق، مشرکین کو دھمکی اور عاد وثمود کا انجام بیان کیا گیا ہے۔

رکوع ۳: مشرکین کے خلاف ان کے اعضا کی گواہی اور کفار پر شیاطین کے تسلط کا بیان ہے۔

رکوع ۴: آیات الٰہی کے انکار کا انجام اور مومنین کا اعزاز واکرام بیان کیا گیا ہے۔

رکوع ۵: شروع میں تبلیغ دین کے آداب پھر توحید کے دلائل اور منکرین کی کج روی کا بیان ہے۔

رکوع ۶: حضرت موسیٰ کی تکذیب، کافروں کا انجام اور منکرین قیامت کے لیے شدید عذاب کی وعید بیان کی گئی ہے۔

ا۔ حروف مقطعات

۱:	حٰمٓ ۝١

حٰمٓ: یہ حروف مقطعات ہیں جن کے معنی و مراد اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی جانتے ہیں۔

مشرکین مکہ کی ہٹ دھرمی

۲۔۵:	تَنْزِیْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝٢ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰیٰتُهٗ
قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لِّقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ۝٣ بَشِیْرًا وَّ
نَذِیْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ ۝٤ وَ
قَالُوْا قُلُوْبُنَا فِیْۤ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَاۤ اِلَیْهِ وَ فِیْۤ
اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّ مِنْۢ بَیْنِنَا وَ بَیْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا
عٰمِلُوْنَ ۝٥

یہ (قرآن) بڑے مہربان اور رحم کرنے والے کی طرف سے نازل کیا گیا ہے (یہ) ایک کتاب ہے جس کی آیتیں صاف صاف بیان کی گئی ہیں۔ یہ قرآن عربی زبان میں ان لوگوں کے لیے ہے جو جانتے ہیں۔ بشارت دینے والا اور ڈرانے والا ہے۔ پھر بھی ان میں سے اکثر نے منہ پھیر لیا سو وہ سنتے ہی نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے دل تو اس بات سے پردوں میں ہیں جس کی طرف آپ ہمیں بلا رہے ہیں اور ہمارے کانوں میں ڈاٹ لگی ہوئی ہے اور ہمارے اور آپ کے درمیان ایک پردہ (حائل) ہے سو آپ اپنا کام کرتے رہیے ہم اپنا کام کرتے ہیں۔

اَکِنَّۃٌ:	حجاب، پردے، غلاف۔ واحد کِنَانٌ

اٰذَانِنَا:	ہمارے کان۔ واحد اُذُنٌ۔

وَقْرٌ:	بوجھ، بہرا پن، ڈاٹ، گرانی۔

تشریح: یہ قرآن اللہ رحمٰن ورحیم کی طرف سے نازل کیا گیا ہے ۔ یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کی آیتیں مفصل ہیں، ان کے معانی ظاہر ہیں اور احکام مضبوط ہیں اور الفاظ واضح اور آسان ہیں ۔ جیسے دوسری آیت میں ہے:

كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۝۱

یہ ایسی کتاب ہے جس کی آیتیں محکم و مفصل ہیں ۔ یہ کلام حکیم وخبیر یعنی اللہ تعالیٰ کا ہے ۔ (ہود:۱)

اور ارشاد ہے:

لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ۭ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ۝۴۲

باطل نہ تو اس کے آگے کی طرف سے اس میں آسکتا ہے اور نہ پیچھے کی طرف سے ۔ یہ تو حکیم وحمید کی طرف سے نازل کیا گیا ہے ۔ (حم السجدہ:۴۲)

یہ قرآن اعلیٰ درجے کی صاف اور شستہ عربی زبان میں نازل کیا گیا ہے تاکہ اہل عرب کو اس کے معارف ومعانی سمجھنے میں دشواری نہ ہو اور وہ خود سمجھ کر دوسروں کو پوری طرح سمجھا سکیں ۔ یہ اللہ تعالیٰ کا عربوں پر بڑا احسان ہے کہ اس نے قرآن عربی میں نازل کیا ۔ اگر یہ عربی کی بجائے کسی اور زبان میں نازل ہوتا تو اہلِ عرب کے لیے اس کا پڑھنا اور سمجھنا دشوار ہو جاتا ۔ اس کے باوجود اس سے وہی لوگ نفع اٹھا سکتے ہیں جو سمجھ بوجھ رکھتے ہوں ۔ اللہ کا ارشاد ہے:

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۹۲ۭ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ۝۱۹۳ۙ عَلٰي قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ۝۱۹۴ۙ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ۝۱۹۵ۭ

یہ قرآن تو رب العالمین کا نازل کیا ہوا ہے ۔ اس کو روح الامین لے کر آپ کے دل پر اترا تاکہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہو جائیں (یہ قرآن) صاف عربی زبان میں ہے ۔ (الشعراء:۱۹۲۔۱۹۵)

یہ قرآن اللہ کے دوستوں کو بشارت دیتا ہے اور اس کے دشمنوں کو عذاب سے ڈراتا ہے پھر بھی اکثر لوگ اس میں غور وفکر کرنے اور اس کو ماننے سے منہ پھیرے ہوئے ہیں ۔ اور کہتے ہیں کہ جس

توحید کی طرف آپ ہمیں بلا رہے ہیں اس کی طرف سے ہمارے دل پر پردے پڑے ہوئے ہیں اس لیے آپ کی بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی اور ہمارے کانوں میں ڈاٹ لگی ہوئی ہے اس لیے ہم آپ کی بات نہیں سن سکتے اور ہمارے اور آپ کے درمیان اختلاف کا پردہ پڑا ہوا ہے جو ہمیں ایک دوسرے کے قریب آنے سے روکتا ہے سو آپ اپنے مذہب کے مطابق عمل کرتے رہیے اور ہم اپنے مذہب پر عمل کریں گے۔ (ابن کثیر ۹۰، ۹۱/۴، مظہری ۲۸۰، ۲۸۱/۸)

مؤمنین کا دائمی اجر

۶-۸: قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ۗ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝

آپ کہہ دیجئے کہ میں بھی تم ہی جیسا بشر ہوں (البتہ) میری طرف وحی (نازل) کی جاتی ہے کہ تم سب کا معبود ایک اللہ ہی ہے سو تم اسی کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور اس سے مغفرت طلب کرو اور مشرکوں کے لیے بڑی خرابی ہے جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے اور وہ آخرت کے منکر ہیں۔ البتہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے ان کے لیے کبھی ختم نہ ہونے والا اجر ہے۔

تشریح: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان مشرکین سے کہہ دیجئے کہ میں تم ہی جیسا ایک انسان ہوں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی انسان کو یہ قدرت نہیں کہ وہ کسی کا دل پھیر دے۔ البتہ مجھے یہ شرف و امتیاز عطا کیا گیا ہے کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل کی جاتی ہے۔ مجھے وحی کے ذریعے بتایا گیا ہے کہ تم سب کا معبود صرف ایک ہی خدا ہے اس لیے تم سب خالص توجہ کے ساتھ اس کی اطاعت کرو اور اس سے اپنے شرک و گناہ کی معافی مانگو۔

حقیقت یہ ہے کہ شرک کرنے والوں کے لیے بڑی ہی ہلاکت و بربادی ہے۔ یہ لوگ نہ تو حید کا اقرار کرتے ہیں اور نہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ آیت

میں لا یؤتون الزکوٰۃ سے مراد یہ ہے کہ وہ لاالہ الا اللہ کا اقرار نہیں کرتے ۔ توحید کا اقرار ہی نفس کی زکوٰۃ یعنی طہارت ہے ۔ مطلب یہ ہے کہ کافر توحید کا اقرار کر کے شرک کی نجاست سے اپنے نفسوں کو پاک نہیں کرتے ۔ اس آیت میں در پردہ مومنوں کو زکوٰۃ ادا کرنے کی بھی ترغیب دی گئی ہے اور زکوٰۃ نہ دینے پر سخت تہدید کی گئی ہے۔

بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے ان کے لیے آخرت میں ایسا اجر و ثواب ہے جو کبھی منقطع نہ ہوگا کیونکہ آخرت کی کسی نعمت کو زوال اور فنا نہیں ۔ جیسے ارشاد ہے:

عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ﴿١٠٨﴾

یہ ایک ایسی عطا ہے جو کبھی منقطع نہ ہوگی ۔ (ہود: ۱۰۸)

اور ارشاد ہے:

مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ﴿٥٤﴾

یہ انعامات کبھی ختم نہ ہوں گے ۔ (ص: ۵۴)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مسلمان کسی جسمانی تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اللہ فرشتے کو حکم دیتا ہے کہ اس کے وہی نیک اعمال لکھ دے جو (صحت کی حالت میں) وہ کیا کرتا تھا ۔ اب اگر اللہ تعالیٰ اس کو تندرستی دے دیتا ہے تو (اس بیماری کی وجہ سے) اس کے گناہ دھو دیتا ہے اور پاک کر دیتا ہے اور اگر (اس بیماری میں) اس کی روح قبض کر لیتا ہے تو اس کی مغفرت فرما دیتا ہے اور اس کو رحمت سے نوازتا ہے۔

(روح المعانی ۹۷، ۲۴/۹۸، مظہری ۲۸۱، ۸/۲۸۲)

آسمان و زمین کی تخلیق

۹۔۱۲: قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ
وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ۭ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٩﴾ وَجَعَلَ فِيْهَا
رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا
فِيْۤ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ۭ سَوَآءً لِّلسَّآىِٕلِيْنَ ﴿١٠﴾ ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى
السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا

اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَاۤ اَتَیْنَا طَآىِٕعِیْنَ ۝ فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِیْ یَوْمَیْنِ وَ اَوْحٰى فِیْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ؕ وَ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ ۖۗ وَ حِفْظًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ۝

آپ کہہ دیجئے کہ کیا تم اس (اللہ) کا انکار کرتے ہو جس نے دو دن میں زمین کو پیدا کیا اور تم (دوسروں کو) اس کا شریک ٹھہراتے ہو۔ وہی تمام جہانوں کا رب ہے۔ اور اس نے زمین میں پہاڑ بنا دئے اور اس (زمین) میں برکت رکھی اور اس میں اس (کے رہنے والوں) کی غذائیں ٹھہرا دیں (یہ سب) چار دن میں (ہوا) سوال کرنے والوں کا (جواب) پورا ہوا۔ پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا کہ (اس وقت) وہ دھواں سا تھا پھر اس آسمان اور زمین سے فرمایا کہ تم دونوں خوشی سے آؤ یا زبردستی سے، دونوں نے عرض کیا کہ ہم خوشی سے حاضر ہیں۔ پھر دو دن میں سات آسمان بنا دیئے اور ہر آسمان میں اس کا حکم بھیج دیا۔ اور ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں (ستاروں) سے زینت دی اور (اس کو) محفوظ کر دیا۔ یہ تدبیر غالب (اور) علیم کی ہے۔

رَوَاسِیَ: جمے ہوئے، پہاڑ، بوجھ۔ واحد راسِیَۃٌ۔

اَقْوَاتَهَا: اُس کی غذائیں، اُس کی خوراکیں۔ واحد قُوْتٌ۔

دُخَانٌ: دھواں۔ جمع اَدْخِنَۃٌ۔

مصابیح: چراغ، قندیل۔ واحد مِصْبَاحٌ۔

تشریح: ہر چیز کا خالق و مالک اور ہر چیز پر حاکم و قادر صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے اس لیے ہر قسم کی عبادت بھی صرف اسی کو سزاوار ہے۔ اسی نے زمین جیسی مخلوق کو اپنے کمال قدرت سے صرف دو دن میں پیدا کر دیا۔ اس لیے تمہیں اس کے ساتھ کفر و شرک نہیں کرنا چاہئے۔ جس طرح سب کا پیدا کرنے والا صرف وہی ایک اللہ ہے بالکل اسی طرح سب کا پالنے والا بھی وہی ایک اللہ ہے۔ اسی نے زمین کے اوپر پہاڑ بنائے جو زمین میں میخوں کی طرح گڑے ہوئے ہیں اور اس کو پر سکون رکھتے ہیں، ہلنے نہیں دیتے۔ اسی نے لوگوں کے فائدے کے لیے زمین میں بہت سی برکتیں رکھ دیں۔ مثلاً اس کے

اندر معدنیات و خزائن ہیں ۔ جانور، چشمے دریا اور نہریں ہیں ۔ اسی سے غلے اور پھل پھول اگتے ہیں جنکو لوگ غذا کے طور پر استعمال کرتے ہیں ۔ جو لوگ زمین اور اس کے متعلقات کے بارے میں دریافت کریں تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سب کچھ چار دن میں ہوا یعنی دو دن میں زمین کو پیدا کیا اور دو دن میں اس کے اوپر پہاڑ اور درخت وغیرہ بنائے ۔ اس طرح کل چار دن ہوئے ۔

یہ سب کچھ پیدا کرنے کے بعد وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا جو اس وقت دھواں سا تھا ۔ پھر آسمان اور زمین سے فرمایا کہ تم دونوں میرا حکم مانو اور میری فرماں برداری کرو خواہ خوش دلی سے قبول کر کے شرف حاصل کر و یا پھر زبردستی تم پر حکم نافذ ہوگا ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ نے آسمان اور زمین سے ارشاد فرمایا کہ میں نے جو حکم تمہیں دیا ہے اس کی تعمیل کرو ورنہ میں تمہیں مجبور کر کے اپنے حکم کی تعمیل کراؤں گا ۔ آسمان و زمین نے اس کے جواب میں کہا تیرے احکام کی تعمیل کے لیے ہم دونوں حاضر ہیں ۔ سو دو روز کے برابر وقت میں ہم نے ان کو سات آسمان بنادیا اور ہر آسمان میں اس کے مناسب فرشتوں کو حکم جاری فرمادیا، آسمان دنیا کو چمکتے ہوئے ستاروں سے مزین اور جنوں، شیطانوں سے محفوظ کر دیا تا کہ وہ اللہ کے تکوینی امور میں سے کوئی چیز سن یا معلوم نہ کر سکیں ۔ کائنات کی یہ تخلیق و تقدیر اور اندازے مطابق ہر شے کا وجود اس خالق و قادر مطلق کی زبردست قوت و عزت اور علم بے پایاں کا گواہ ہے ۔ (ابن کثیر ۹۲، ۹۴/۴، مظہری ۲۸۳، ۲۸۵/۸)

مشرکین کو دھمکی

۱۳۔۱۴: فَإِنْ أَعْرَضُوا فَقُلْ أَنذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً مِّثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَثَمُودَ ﴿١٣﴾ إِذْ جَاءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِن بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ ۖ قَالُوا لَوْ شَاءَ رَبُّنَا لَأَنزَلَ مَلَائِكَةً فَإِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُم بِهِ كَافِرُونَ ﴿١٤﴾

اگر یہ پھر بھی روگردانی کریں تو آپ کہہ دیجئے کہ میں تمہیں ایک سخت عذاب سے ڈراتا ہوں جو قوم عاد و ثمود کے عذاب کی مانند ہوگا ۔ جب ان کے پاس پے در پے رسول آئے (اور کہا) کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو (تو) انہوں نے جواب دیا کہ اگر ہمارا رب چاہتا تو فرشتوں کو بھیج دیتا سو ہم آپ کا

لایا ہوا پیغام نہیں مانتے۔

صٰعِقَةٌ: بجلی کی کڑک، سخت آواز، شدید عذاب۔ جمع صواعق۔

تشریح: اگر یہ مشرکین مکہ توحید و رسالت کے دلائل سن کر بھی توحید سے منہ موڑیں اور آپ کی تکذیب کریں تو آپ ان کو کہہ دیجئے کہ میں تمہیں ایسی کڑک اور آفت سے ڈراتا ہوں جیسی عاد وثمود پر آئی تھی، جس طرح تم سے پہلے سابقہ انبیاء کی مخالف امتیں زیروزبر کردی گئی تھیں کہیں تمہاری شامت اعمال تمہیں بھی انہی جیسے عذاب میں مبتلا نہ کردے۔ عاد وثمود اور ان جیسی دوسری اقوام کے حالات تمہارے سامنے ہیں۔ ان کے پاس پے در پے رسول آئے جو ان کو ایمان باللہ کی دعوت دیتے رہے اور ان کو راہ راست پر لانے کی کوشش کرتے رہے کہ تم اللہ کے سوا ہرگز کسی کی عبادت نہ کرو مگر انہوں نے کسی ایک کی بھی نہ مانی۔ وہ اپنی آنکھوں سے اللہ کے رسول اور اس کی اتباع کرنے والوں کی بہتری اور کامیابی اور مکذبین ومنکرین کی ہلاکت اور تباہی دیکھتے رہتے پھر بھی رسول کی تکذیب وتمسخر سے باز نہ آتے تھے، کٹ حجتی کرتے اور کہتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو رسول بھیجنا ہی تھا تو کسی فرشتے کو ہماری طرف اتارتا، تم تو ہماری ہی طرح کے انسان ہو۔ تمہیں ہم پر کوئی فوقیت و برتری حاصل نہیں پھر تم رسول کیسے بن گئے۔ ایسی صورت میں ہم تمہاری رسالت اور پیغام توحید کو نہیں مانتے۔ (ابن کثیر: ۴/۹۴)

عاد وثمود کا انجام

۱۵۔۱۸: فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ قَالُوْا
مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ؕ اَوَ لَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ
خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ۝۱۵
فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ
لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَلَعَذَابُ
الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝۱۶ وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ
فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ
الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝۱۷ وَ نَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ
كَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝۱۸

سو جو عاد تھے وہ دنیا میں ناحق تکبر کرنے لگے اور کہنے لگے کہ کون ہے ہم سے

زیادہ قوت میں ۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ جس اللہ نے انہیں پیدا کیا ہے وہ قوت میں ان سے کہیں زیادہ ہے، اور وہ آخر تک ہماری آیتوں کا انکار ہی کرتے رہے ۔ پھر منحوس دنوں میں ہم نے ان پر ایک زور کی ہوا بھیج دی تاکہ دنیا میں انہیں ذلت کے عذاب کا مزہ چکھا دیں اور آخرت کا عذاب تو اس سے کہیں زیادہ رسواکن ہوگا اور ان کی مدد بھی نہ کی جائے گی اور جو ثمود تھے ہم نے ان کو بھی ہدایت کی تھی ۔ پھر بھی انہوں نے ہدایت کے مقابلے میں اندھا رہنا پسند کیا سو ان کو ان کے کرتوتوں کی وجہ سے ذلت کے عذاب کی کڑک نے پکڑ لیا اور ہم نے مومنوں کو (اس عذاب سے) بچا لیا (کیونکہ) وہ پرہیزگار تھے ۔

يَجْحَدُوْنَ : وہ انکار کرتے ہیں ۔ جَحْدٌ سے مضارع ۔

صَرْصَراً : تیز آندھی جس میں سخت آواز ہو، سخت ٹھنڈک ۔ جمع صَرَاصِرٌ ۔

نَحِسَاتٍ : منحوس، برے، متواتر ۔ نَحْسٌ سے صفت مشبہ ۔

هُوْنٌ : ذلت، رسوائی، خواری ۔

تشریح: قوم عاد کے لوگ دنیا میں ناحق غرور وتکبر کرنے لگے تھے اور اپنے آپ کو استحقاق کے بغیر دوسروں سے بڑا اور برتر سمجھنے لگے تھے ۔ جب ان کو عذاب الٰہی سے ڈرایا گیا تو ان کی سرکشی حد سے بڑھ گئی اور کہنے لگے کہ ہم سے زیادہ طاقتور اور مضبوط کون ہے ۔ ہم ہر عذاب کو اپنی طاقت سے دفع کر دیں گے ۔ وہ اس بات کو بھول گئے کہ جس ذات نے ان کو ایسا تن و مند، مضبوط اور طاقتور پیدا کیا ہے وہ ان سے کہیں زیادہ طاقت والا ہے ۔ اس کی طاقت کا اندازہ کوئی نہیں کر سکتا ۔ جیسے ارشاد ہے:

وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ۝

اور ہم نے اپنے ہاتھوں سے آسمان کو بنایا اور ہم وسیع قدرت والے ہیں ۔

(الذریٰت : ۴۷)

پس اللہ کی نافرمانی کرنے، اس کی آیتوں کے انکار، رسولوں کی تکذیب، ان کی خودسری اور تکبر پر ہم نے ان کو ایسے دنوں میں عذاب میں پکڑ لیا جو ان کے لیے سخت منحوس تھے ۔ اور ان پر ایک نہایت تند و تیز ہوا بھیج دی جو ہر چیز کو اکھاڑ پھینک دینے والی تھی تاکہ دنیوی زندگی ہی میں ہم ان کو

ذلت ورسوائی کے عذاب کا مزہ چکھادیں۔

آیت کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ وہ تند وتیز ہوا مسلسل کئی روز تک رہی۔ پھر فرمایا کہ آخرت کا عذاب تو بہت ہی رسوا کرنے والا ہے اوران کو کہیں سے بھی مدد نہیں دی جائے گی۔

جہاں تک قوم ثمود کا تعلق ہے تو ہم نے اپنے پیغمبروں کے ذریعے ان کو ہدایت کا راستہ بتادیا تھا لیکن ایمان کے مقابلے میں انہوں نے جہالت اور کفر کو پسند کیا اور اللہ کے نبی کی تکذیب کرتے رہے۔ سو ان کو بھی انکی بداعمالیوں کی پاداش میں ذلت ورسوائی کے عذاب کی کڑک نے آلیا۔ اور ہم نے مومنوں کو اس ذلت ورسوائی کے عذاب سے بچالیا کیونکہ وہ ہم سے ڈرتے تھے۔

منکرین کے خلاف ان کے اعضا کی گواہی

۱۹۔۲۱: وَيَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَآءُ اللّٰهِ إِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوزَعُونَ ﴿١٩﴾
حَتّٰىٓ إِذَا مَا جَآءُوهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَ
أَبْصَارُهُمْ وَجُلُودُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٢٠﴾ وَقَالُوا
لِجُلُودِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ۖ قَالُوٓا أَنْطَقَنَا اللّٰهُ
الَّذِيٓ أَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَّإِلَيْهِ
تُرْجَعُونَ ﴿٢١﴾

جس دن اللہ کے دشمن جمع کر کے دوزخ کی طرف ہانکے جائیں گے تو ان کی جماعتیں بنائی جائیں گی یہاں تک کہ جب وہ جہنم کے بالکل قریب آجائیں گے تو ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور اُن کی کھالیں، ان کے اعمال کی گواہی دیں گی اور وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف گواہی کیوں دی وہ (کھالیں) جواب دیں گی کہ ہمیں اس اللہ نے (قوت) گویائی دی جس نے ہر چیز کو بولنے کی طاقت عطاء فرمائی ہے اور اسی نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

یُوْزَعُوْن : ان کو روکا جائے گا۔ ان کی ٹولیاں بنائی جائیں گی۔ ان کی جماعتیں بنائی جائیں گی۔ وَزْعٌ سے مضارع مجہول۔

اَنْطَقنَا : اس نے ہمیں بولنے کی طاقت عطا فرمائی۔ انطاقٌ سے ماضی۔

تشریح: قیامت کے روز اللہ کے دشمنوں کو ذلت و رسوائی کے ساتھ گھسیٹ کر دوزخ کی طرف لیجایا جائے گا کیونکہ یہ لوگ دنیا میں اللہ کے دشمن تھے، توحید اور اس کی آیات کا انکار کرتے تھے اور اللہ کے رسولوں سے عداوت رکھتے تھے۔ اس دن ان مجرموں کے الگ الگ گروہ ہوں گے۔ ہر پیغمبر کی کافر امت ایک گروہ ہوگی۔ اس طرح کافروں کے گروہ کے گروہ آگے پیچھے جہنم کی طرف گھسیٹے جائیں گے۔ ان میں سے آگے والے گروہوں کو جہنم کے قریب روک لیا جائے گا تاکہ بعد والے گروہ ان سے آملیں پھر جب لوگ جہنم کے کنارے پر آکھڑے ہوں گے تو ان کے کان، آنکھیں اور کھالیں ان کے خلاف ان کے اعمال کی شہادت دیں گے اور کہیں گے اس نے یہ یہ گناہ کیا۔ اس طرح ان کے اگلے پچھلے تمام عیوب کھل جائیں گے۔ اس وقت کافر بے بسی کے عالم میں حیران ہوکر اپنی جلدوں اور اپنے اعضا کو ملامت کریں گے کہ تم نے ہمارے خلاف گواہی کیوں دی حالانکہ تم میں بولنے کی صلاحیت اور قدرت نہیں ہے۔ ان کی جلدیں کہیں گی کہ ہمیں اس اللہ نے بولنے کی طاقت دی جس نے ہر بولنے والی چیز کو بولنے والا بنایا۔ پس اسی نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

کفار کو ملامت

۲۲-۲۴ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَاۤ
اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ
كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ
بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾ فَاِنْ
يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا
هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ ﴿۲۴﴾

اور تم اپنی بد اعمالیوں کو پوشیدہ نہیں رکھتے تھے کہ تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں تمہارے خلاف گواہی دیں گی لیکن تم تو یہ سمجھتے رہے کہ تمہارے بہت سے اعمال کی اللہ کو خبر ہی نہیں اور تمہاری اسی بدگمانی نے تمہیں ہلاک کر دیا جو تم نے اپنے رب کے ساتھ کر رکھی تھی پھر تم (ابدی) خسارے میں پڑ گئے۔ اب اگر یہ (لوگ) صبر کریں، تب بھی ان کا ٹھکانا

جہنم ہی ہے۔ اور گر وہ عذر (توبہ) کریں تو وہ قبول نہیں کیا جائے گا۔

اَرْدٰکُمْ : اس نے تمہیں برباد (غارت) کیا۔ اِرْدَاءٌ سے ماضی۔

یَسْتَعْتِبُوْا : وہ توبہ کرتے ہیں، وہ خوش کرتے ہیں۔ اِسْتِعْتَابٌ سے مضارع۔

شانِ نزول: شیخین نے صحیحین میں اور بغوی نے حضرت ابن مسعودؓ کی روایت سے بیان کیا کہ دو ثقفی اور ایک قریشی یا دو قریشی ایک ثقفی بیت اللہ کے قریب جمع ہوئے۔ ان تینوں کے پیٹ موٹے تھے جن پر چربی کی تہ جمی ہوئی تھی اور دلوں میں سمجھ کم تھی۔ ایک کہنے لگا کہ تمہیں معلوم ہے کہ اللہ ہماری باتیں سنتا ہے۔ دوسرا کہنے لگا کہ ہم چلا کر بولیں تو سنتا ہے اور چپکے چپکے بات کریں تو نہیں سنتا۔ تیسرے نے کہا کہ اگر وہ چلا کر بات کرنے کو سنتا ہے تو چپکے چپکے بات کرنے کو بھی ضرور سنے گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ بغوی نے لکھا ہے کہ ثقفی شخص عبد یا لیل تھا اور دونوں قریشی آدمی ربیعہ اور صفوان بن امیہ تھے۔ (مظہری: ۲۹۰/۸ء)

تشریح: تمہیں تو دنیا میں اس بات کا خیال بھی نہ تھا کہ قیامت کے روز تمہارے بدن کے اعضا یعنی ہاتھ، پاؤں، کان، آنکھ اور جلدیں وغیرہ تمہارے خلاف گواہی دیں گے۔ اسی لیے تم بے دھڑک بدکاریوں اور بداعمالیوں میں مبتلا رہے بلکہ تم تو اس گمان میں رہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے بہت سے اعمال کی خبر ہی نہیں۔ تمہارے اسی گمان فاسد نے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہاری بداعمالیوں کی خبر نہیں، تمہیں ہلاک و برباد کر دیا اور تم خسارہ پانے والوں میں سے ہو گئے۔ اگر ان کافروں نے دنیا میں واپس بھیجے جانے کی درخواست نہ کی بلکہ جہنم میں پڑے رہنے پر صبر کیا تو بھی ان کا ٹھکانا وہی جہنم کی آگ ہے جس میں صبر کرنا ممکن نہیں۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں گے کہ ان کا عذر قبول کر کے ان کو دنیا میں واپس بھیج دیا جائے تاکہ وہ وہاں جا کر اس کی اطاعت و فرماں برداری کریں تو ان کا یہ عذر قبول نہیں ہوگا اور وہ عذاب الٰہی سے کسی طرح نہ بچ سکیں گے کیونکہ بالفرض اگر ان کو دنیا میں واپس بھی کر دیا جائے تب بھی وہ وہی کام کریں گے جن سے منع کئے گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات خوب معلوم ہے۔

کفار پر شیاطین کا تسلط

۲۵: وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَاءَ فَزَيَّنُوا لَهُمْ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَ
مَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ
قَبْلِهِمْ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا خَاسِرِينَ ﴿٢٥﴾

اور ہم نے (دنیا میں) ان کے ساتھ (برے ساتھی) لگا دیئے تھے جنہوں نے ان کے اگلے پچھلے اعمال ان کی نظر میں خوبصورت بنا رکھے تھے اور ان کے حق میں بھی (عذاب کی) بات پوری ہو کر رہی جو ان سے پہلے گزرے ہوئے جنوں اور انسانوں کے گروہوں کے حق میں پوری ہو چکی تھی۔ بیشک وہ سب خسارے میں رہے۔

قَيَّضْنَا: ہم نے پیچھے لگا دیا، ہم نے (شیاطین کو) مقرر کیا۔ تَقْيِيضٌ سے ماضی۔

قُرناء: ساتھی (شیاطین)۔ ہم نشین۔ واحد قرینٌ۔

تشریح: منکرین توحید و رسالت کے کفر و شرک اور دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے شیاطین کو ان پر اس طرح مسلط کر دیا جیسے انڈے کے اوپر اس کا چھلکا مسلط ہوتا ہے اور اس کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہوتا ہے جیسے ارشاد ہے:

وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴿۳۶﴾

اور جو شخص اللہ کے ذکر سے انحراف کرتا ہے ہم اس پر شیطان مسلط کر دیتے ہیں۔ پھر شیطان ہی اس کا قرین (ساتھی) ہو جاتا ہے (الزخرف: ۳۶)

سو ان شیاطین نے منکرین کے برے کام جو انہوں نے پہلے کئے تھے یا بعد میں کرتے ان کی نظروں میں اچھے کر کے دکھائے اور ان کے تباہ کن ماضی اور مستقبل کو خوبصورت بنا کر ان کے سامنے پیش کیا۔ اس طرح ان شیاطین نے کافروں کو آخرت کے انکار اور دوسری زندگی یعنی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کی تکذیب پر آمادہ کیا۔

ان کافروں سے پہلے بھی بہت سے امتیں گزری ہیں، ان کے بھی ایسے ہی اعمال تھے جیسے ان کافروں کے ہیں۔ ان پر بھی اللہ کا قول یعنی عذاب کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا جیسے ان سے پہلے گزری ہوئی کافر امتوں پر ہو چکا اور وہ اس دنیا سے خسارہ اٹھا کر ہلاک ہو چکے۔ یہ کافر بھی نقصان اٹھا کر خسارے میں ان کے برابر ہو جائیں گے کیونکہ سابقہ امتوں کی طرح یہ بھی اللہ کی توحید سے بیزار ہیں اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت سے منہ موڑ کر اس کی دشمنی کرتے ہیں۔

(ابن کثیر ۹۷/۴)

منکرین آیاتِ الٰہی کا انجام

۲۶۔۲۹: وَقَالَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَا تَسۡمَعُوۡا لِہٰذَا الۡقُرۡاٰنِ وَ الۡغَوۡا فِیۡہِ
لَعَلَّکُمۡ تَغۡلِبُوۡنَ ﴿۲۶﴾ فَلَنُذِیۡقَنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا عَذَابًا شَدِیۡدًا ۙ
وَّ لَنَجۡزِیَنَّہُمۡ اَسۡوَاَ الَّذِیۡ کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۲۷﴾ ذٰلِکَ جَزَآءُ اَعۡدَآءِ
اللّٰہِ النَّارُ ۚ لَہُمۡ فِیۡہَا دَارُ الۡخُلۡدِ ؕ جَزَآءًۢ بِمَا کَانُوۡا بِاٰیٰتِنَا
یَجۡحَدُوۡنَ ﴿۲۸﴾ وَ قَالَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا رَبَّنَاۤ اَرِنَا الَّذَیۡنِ اَضَلّٰنَا
مِنَ الۡجِنِّ وَ الۡاِنۡسِ نَجۡعَلۡہُمَا تَحۡتَ اَقۡدَامِنَا لِیَکُوۡنَا
مِنَ الۡاَسۡفَلِیۡنَ ﴿۲۹﴾

کافر کہتے ہیں کہ اس قرآن کو سنو ہی نہیں اور اس (کے پڑھنے) میں غل مچایا کرو (اس طرح) شاید تم غالب آ جاؤ۔ یقیناً ہم ان کافروں کو سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے اور ان کو ان کے برے اعمال کی سزا دیں گے۔ اللہ کے دشمنوں کی سزا یہی دوزخ کی آگ ہے۔ وہی ان کے ہمیشہ رہنے کا گھر ہے۔ یہ اس کی سزا ہے کہ وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے۔ اور (قیامت کے روز) کافر کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہمیں وہ جن اور انسان دونوں دکھا دے جنھوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا تاکہ ہم ان دونوں کو اپنے پاؤں تلے روند کر خوب ذلیل کر دیں۔

اِلۡغَوۡا: تم غل مچاؤ، تم بک بک کرو۔ لَغۡوٌ سے امر۔

تَحۡتَ: نیچے۔ اسم ظرف مکان۔

تشریح: منکرین نے آپس میں مشورہ کر کے اس پر اتفاق کر لیا کہ وہ اللہ کے کلام پر ایمان نہیں لائیں گے، اس کے احکام کی پیروی نہیں کریں گے اور جب قرآن پڑھا جائے گا تو شور و غل کریں گے، آوازیں نکالیں گے۔ سیٹیاں اور تالیاں بجائیں گے اور اپنی ان بیہودگیوں کو اپنے غلبے کا باعث سمجھتے تھے۔ اس کے برخلاف اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو حکم دیا:

وَ اِذَا قُرِئَ الۡقُرۡاٰنُ فَاسۡتَمِعُوۡا لَہٗ وَ اَنۡصِتُوۡا لَعَلَّکُمۡ

تُرْحَمُوْنَ ﴿۲۰۴﴾

جب قرآن پڑھا جائے تو تم اس کو سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

(الاعراف ۲۰۴)

پھر فرمایا کہ ہم کافروں کو ان کی بیہودہ حرکتوں پر سخت عذاب کا مزہ ضرور چکھائیں گے اور ان کو بداعمالیوں کی بدترین سزا دیں گے۔ دوزخ کی آگ ہی اللہ کے دشمنوں کی سزا ہے۔ وہ ہمیشہ جہنم کی آگ میں رہیں گے۔ یہ سزا ہماری آیتوں کے انکار کے بدلے میں ہے۔ دوزخ میں ڈالے جانے کے بعد منکرین غصے کے عالم میں کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار جنوں اور انسانوں میں سے ان لوگوں کو ہمارے سامنے لے آ جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا اور گناہوں پر آمادہ کیا تھا تاکہ ہم انہیں اپنے قدموں کے نیچے روندیں اور وہ خوب ذلیل وخوار ہوکر دوزخ کے سب سے نیچے والے طبقے میں چلے جائیں اور ان کا عذاب ہمارے عذاب سے سخت ہو جائے۔

مومنین کا اعزاز واکرام

۳۰۔۳۲: اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۰﴾ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ﴿۳۱﴾ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ﴿۳۲﴾

جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اسی پر قائم رہے تو ان پر فرشتے اترتے ہیں اور (کہتے ہیں کہ) تم کچھ اندیشہ اور غم نہ کرو بلکہ جنت کی بشارت سن لو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ دنیاوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی ہم تمہارے رفیق ہیں اور تمہارے لیے وہاں وہ سب موجود ہے جو تمہارا جی چاہے اور تمہارے لیے وہ سب بھی جو مانگو گے یہ اس بخشنے والے مہربان کی طرف سے بطور مہمانی ہوگا۔

اِسْتَقَامُوْا: وہ قائم رہیں، وہ ثابت قدم رہیں۔ اِسْتِقَامَۃٌ سے ماضی۔

نُزُلًا: دعوت، مہمانی، آؤ بھگت۔

تشریح: جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے رب ہونے کا اعتراف اور اس کی وحدانیت کا اقرار کیا اور پھر مرتے دم تک اس پر ثابت قدم رہے اور اس کے احکام کے تحت اپنی زندگی گزارتے رہے تو موت کے وقت ان پر فرشتے نازل ہوں گے اور ان کو بشارت دیں گے کہ جس رب عزوجل کے پاس جا رہے ہو وہ تم پر بہت مہربان ہے اس لیے تمہیں عذاب سے ڈرنے کی ضرورت نہیں اور دنیا میں جو اہل وعیال تم نے چھوڑے ہیں ان کے بارے میں بھی فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ تمہارے رب کے حکم سے ان کی حفاظت ہمارے ذمے ہے۔ ہم تمہیں خوشخبری سناتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کے ذریعہ جس جنت کا تم سے وعدہ کیا تھا اس کے ملنے پر خوش ہو جاؤ۔ ہم دنیا میں بھی تمہارے رفیق اور ولی تھے اور تمہارے دل میں اچھی باتیں ڈالتے تھے اور شیطان سے بھی تمہاری حفاظت کرتے تھے۔ آخرت میں بھی اسی طرح تمہارے ساتھ رہیں گے، تمہاری وحشت ودہشت دور کرتے رہیں گے۔ قبر میں، حشر میں ، پل صراط پر غرض ہر جگہ ہم تمہارے ساتھ رہیں گے جب تک تم جنت میں داخل نہ ہو جاؤ جہاں تمہارے لیے ہر وہ نعمت ہوگی جس کو تمہارا دل چاہے گا اور تمہارے لیے ہر وہ چیز ہوگی جو تم طلب کرو گے۔ یہ سب کچھ اس پروردگار کی طرف سے بطور مہمانی اور اکرام کے ہوگا جو بہت مغفرت کرنے والا اور بڑا ہی مہربان ہے۔ اس کا لطف ورحم اور اس کی بخشش وکرم بہت وسیع ہے۔

ابونعیم نے لکھا ہے کہ ثابت بنانی نے حم السجدہ پڑھی۔ جب آیت **تتنزل علیهم الملئکة** پر پہنچے تو کہا کہ ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ مومن بندے کو جب قبر سے اٹھایا جائے گا تو وہ فرشتے جو دنیا میں اس کے ساتھ رہتے تھے اس سے ملیں گے کہ تم کچھ خوف ورنج نہ کرو اور جس جنت کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا اس کے حصول سے خوش ہو جاؤ۔ اس کے بعد اللہ اس کو خوف سے مامون کر دے گا اور اس کی آنکھوں کو ٹھنڈا رکھے گا۔

بزار، ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے حضرت ابن مسعود کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جنت کے اندر پرندوں کو دیکھ کر جونہی (ان کا گوشت کھانے کی) خواہش کرو گے وہ فوراً بھنے بھنائے تمہارے سامنے گر پڑیں گے۔ (مظہری ۲۹۳، ۲۹۴/ ۸)

صفاتِ حمیدہ

۳۳۔۳۶: وَ مَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَ عَمِلَ صَالِحًا
وَّ قَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ وَ لَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَ لَا

السَّیِّئَةُ ۚ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَ
بَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ۝۳۴ وَمَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الَّذِیْنَ
صَبَرُوْا ۚ وَ مَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ۝۳۵ وَ اِمَّا
یَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ
السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝۳۶

اس سے بہتر کس کی بات ہے جو (دوسروں کو) اللہ کی طرف بلائے اور (خود) نیک کام کرے اور کہے کہ میں یقیناً مسلمانوں میں سے ہوں اور نیکی اور بدی برابر نہیں ہوسکتی ۔ آپ (ہر برائی کو اپنے) نیک برتاؤ سے ٹال دیا کیجئے پھر آپ کا دشمن دلی دوست کی مانند ہوجائے گا اور یہ بات صبر کرنے والوں ہی کو نصیب ہوتی ہے اور یہ بات انہی کو نصیب ہوتی ہے جو خوش قسمت ہوتے ہیں ۔ اگر آپ کو شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آئے تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کیجئے ۔ یقیناً وہ بہت ہی سننے والا (اور) جاننے والا ہے ۔

حَمِیْمٌ : دلی دوست ، غم کھانے والا ۔ جمع احِمَّاءُ ۔

حَظٌّ : حصہ ، نصیب ۔ جمع حُظُوْظٌ ۔

یَنْزَغَنَّکَ : وہ تجھ کو فتنے میں ڈال دے گا ۔ وہ تجھ کو شبہے میں ڈال دے گا ۔ نَزْغٌ سے مضارع با نون تاکید ۔

تشریح : جس شخص نے لوگوں کو اللہ کی توحید کی طرف بلایا اور خود بھی نیک کام کئے اور اسلام قبول کیا اس سے بہتر کسی کی بات نہیں ۔ محمد ابن سیرین اور سدی نے کہا کہ من دعا الی اللہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں جو لوگوں کو لا الہ الا اللہ کی دعوت دیتے تھے ۔ حسن کے نزدیک اس سے ہر وہ مومن مراد ہے جس نے دعوت الی اللہ قبول کی اور نیک کام کئے اور اپنے مسلمان ہونے کا اظہار کیا ۔ یہ آیت عام ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے اُولیٰ طور پر اس کے مصداق ہیں ۔

جزا اور حسن انجام کے اعتبار سے بھلائی اور برائی ، نیکی اور بدی برابر نہیں ۔ نیکی کا انجام فلاح و کامرانی ہوتا ہے اور بدی کا انجام ذلت و ناکامی ۔ نیکی سے اللہ راضی ہوتا ہے اور اس پر ثواب دیتا ہے اور برائی سے اللہ ناراض ہوتا ہے اور اس پر عذاب دیتا ہے ۔ اس لیے آدمی کو چاہئے کہ جہاں تک ممکن ہو اچھی خصلتیں اختیار کرے اور برائیوں کو ترک کرے ۔ غصے کو چھوڑ کر صبر اختیار کرے ، جہالت کو

ترک کر کے برداشت کو اختیار کرے، انتقام کی بجائے درگزر کرے، بخل کی بجائے سخاوت اور بزدلی پر دلیری کو ترجیح دے اور بدکردار کی بدی کو نیک خصلت سے دفع کرنا چاہئے۔ مثلاً اگر وہ برائی پہنچائے تو اس کے مقابلے میں احسان کرے اور وہ کوئی جرم کرے تو اس کے مقابلے میں عفو کرے۔ اگر وہ غصہ دلائے تو نرمی سے کام لے اور اگر وہ بیہودہ گوئی کرے تو اس کے مقابلے میں حلم اختیار کرے۔ جو شخص دشمنی پر آمادہ ہو تو ملاقات کے وقت اس کو سلام کرے، اس کے نتیجے میں جانی دشمن بھی دلی دوست بن جائے گا۔ یہ بات انہی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جو نفسانیت اور خواہشات کی مخالفت پر جمے رہتے ہیں اور یہ خصلت انہی لوگوں کو ملتی ہے جو بڑے خوش نصیب ہوں۔

شیطانی وسوسوں سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ فوراً اللہ کی پناہ مانگ لیا کرو۔ اسی نے شیطان کو طاقت دے رکھی ہے کہ وہ دل میں وساوس پیدا کرے۔ اس کے شر سے محفوظ رکھنا بھی اسی کے اختیار میں ہے۔ بیشک وہ خوب سننے والا اور جاننے والا ہے اس لیے وہ تیرے عمل و اخلاص کو دیکھ کر اور تیرے قول کو سن کر تجھے دشمنوں سے محفوظ رکھے گا۔ (مواہب الرحمٰن ۲۲۵، ۲۲۸/۲۴)

توحید کے دلائل

۳۷۔۳۹: وَمِنْ اٰیٰتِهِ الَّیْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۭ لَا تَسْجُدُوْا
لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ
اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۞ فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِیْنَ
عِنْدَ رَبِّكَ یُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا یَسْــَٔمُوْنَ ۞
وَمِنْ اٰیٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا
عَلَیْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ۭ اِنَّ الَّذِیْٓ اَحْیَاهَا لَمُحْیِ الْمَوْتٰى ۭ
اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۞

رات اور دن اور سورج و چاند بھی اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہیں۔ تم نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو بلکہ اس اللہ کو سجدہ کرو جس نے ان کو پیدا کیا اگر تم (واقعی) اس کے عبادت گزار ہو۔ اگر یہ لوگ پھر بھی تکبر کریں تو جو (فرشتے) اللہ کے پاس ہیں وہ شب و روز اس کی تسبیح کرتے ہیں اور وہ کسی

وقت بھی اُکتاتے نہیں ۔ اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ تو زمین کو جھکنے والی (خشک) دیکھتا ہے ۔ پھر جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو وہ تروتازہ ہو کر لہلہانے لگتی ہے ۔ بیشک جس نے اس (خشک) زمین کو زندہ کیا وہی قیامت کے دن) مردوں کو زندہ کرے گا ۔ بلاشبہ وہ ہر چیز پر قادر ہے ۔

یَسْئَمُوْنَ : وہ اکتاتا ہے، وہ تھکتا ہے ۔ سَاٰمَۃٌ سے مضارع ۔

اھْتَزَّتْ : وہ حرکت کرتی ہے، وہ تروتازہ ہوتی ہے ۔ اِھْتِزَازٌ سے ماضی ۔

رَبَتْ : وہ پھولی، وہ بڑھی، وہ لہلہائی ۔ رَبْوٌ و رُبُوٌّ سے ماضی ۔

تشریح: اللہ تعالیٰ کی وحدانیت و قدرت کی نشانیوں میں رات اور دن اور سورج و چاند بھی ہیں ۔ رات کو اس کے اندھیروں سمیت اور دن کو اس کے اجالوں سمیت اسی نے بنایا ہے ۔ دونوں یکے بعد دیگرے آتے جاتے ہیں ۔ دن کا تعلق سورج سے ہے جب سورج ہماری نظروں سے مخفی ہوتا ہے تو چاند ظاہر ہو جاتا ہے ۔ سورج سے حدت و شدت ہے اور چاند سے خنکی و رطوبت ہے ۔ ہر ایک کی منازل مقرر ہیں اور ان کی کیفیت بھی جدا جدا ہے ۔ ان میں سے ہر ایک اپنے بنانے والے کے وجود اس کی وحدانیت اور صفات کاملہ پر دلالت کر رہا ہے ۔ اس لیے تم چاند و سورج کو سجدہ نہ کرو ۔ یہ تو مخلوق و محکوم ہیں اور مخلوق سجدے کے قابل نہیں ہوتی ۔ اگر تم خدا کے بندے ہو تو اس خدا کو سجدہ کرو جس نے ان چاروں کو پیدا کیا ۔ پس اگر یہ لوگ اللہ کی عبادت اور توحید سے تکبر کریں اور اپنے کفر و شرک پر قائم رہیں تو اللہ تعالیٰ کو ان کی عبادت کی کچھ حاجت نہیں کیونکہ اس کے مقرب فرشتے دن رات اس کی پاکی بیان کرتے رہتے ہیں اور کسی وقت بھی نہیں اکتاتے بلکہ اللہ کی پاکی بیان کرنے میں ان کو لذت آتی ہے ۔

اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ زمین خشوع کی حالت میں (خشک) پڑی ہوئی ہے ۔ پھر جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو وہ لہلہانے لگتی ہے ۔ اور خوب پھلتی پھولتی ہے ۔ بیشک جس نے زمین کی روئیدگی کو زندہ کیا وہی قیامت کے روز مردوں کو زندہ کرے گا ۔ بیشک وہ زندہ کرنے اور مردہ کرنے پر قادر ہے ۔

منکرین کی کج روی

۴۰-۴۳: اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ۭ اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْٓ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ

إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالذِّكْرِ لَمَّا
جَاءَهُمْ ۖ وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ ۝ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ
يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ ۖ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ۝ مَا
يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ
لَذُو مَغْفِرَةٍ وَذُو عِقَابٍ أَلِيمٍ ۝

بیشک جو لوگ ہماری آیتوں کو توڑ مروڑ کر بیان کرتے ہیں وہ ہم سے پوشیدہ نہیں ۔ بھلا جو آگ میں ڈالا جائے وہ بہتر ہے یا وہ جو قیامت کے روز امن و امان سے (جنت میں) آئے ۔ تم جو چاہو کرتے رہو ۔ بلاشبہ اللہ وہ سب دیکھ رہا ہے جو تم کرتے ہو ۔ بیشک جن لوگوں نے قرآن پہنچ جانے کے باوجود اس کا انکار کیا (تو یہ ان کی جہالت ہے) حالانکہ وہ تو بڑی باوقار کتاب ہے ۔ جس میں باطل نہ آگے سے داخل ہو سکتا ہے اور نہ پیچھے سے ۔ یہ تو حکیم و حمید کی طرف سے نازل شدہ ہے ۔ آپ سے وہی کہا جاتا ہے جو آپ سے پہلے رسولوں سے کہا گیا تھا ۔ یقیناً آپ کا رب بڑا مغفرت کرنے والا بھی ہے اور دردناک سزا دینے والا بھی ۔

یُلْحِدُوْنَ: وہ توڑ مروڑ کر بیان کرتے ہیں، وہ حق سے پھرتے ہیں ۔ اِلْحَادٌ سے مضارع ۔

تشریح: جو لوگ ہماری آیتوں میں کج روی کرتے ہیں یقیناً وہ ہم سے پوشیدہ نہیں ۔ ہم ان کو خوب دیکھ رہے ہیں اور ان کو سزا دینے پر بھی قادر ہیں ۔ بھلا وہ شخص اچھا ہے جو آگ میں ڈالا جائے گا جیسا کہ ان مکذبین و مجرمین کو ڈالا جائے گا یا وہ شخص جو قیامت کے روز نہایت امن و سکون کی حالت میں آئے ۔ سو اب تم جو چاہو کرو ۔ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو دیکھ رہا ہے اس لیے وہ تمہیں تمہارے اعمال کی سزا ضرور دے گا ۔ جو لوگ اللہ کا پیغام نصیحت (قرآن) آ جانے کے بعد اس کا انکار کرتے ہیں تو وہ درحقیقت اپنی کج روی، عناد اور حق سے بغاوت کی بنا پر ایسا کرتے ہیں ۔ خود پیغام خداوندی میں کوئی کمی نہیں وہ تو یقیناً ایک بلند پایہ اور عزت والی کتاب ہے ۔ اس کے مثل کسی کا کلام نہیں ۔ باطل تو اس کے قریب بھی نہیں آ سکتا ۔ یہ اس اللہ کا نازل کیا ہوا ہے جو حکیم و حمید ہے ۔ اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! اگر یہ بدنصیب ایسی بلند پایہ اور حکمت سے لبریز کتاب پر بھی ایمان نہ لائیں تو آپ کو اس پر غمگین ہونے

کی ضرورت نہیں ۔ ان منکرین کی طرف سے آپ کو بھی تکذیب وایذا کی وہی باتیں کہی جاتی ہیں جو آپ سے پہلے پیغمبروں کو کہی جا چکی ہیں ۔ جس طرح انہوں نے ان باتوں کو برداشت کیا آپ بھی برداشت کریں ، بے شک آپ کا رب مومنوں کی مغفرت کرنے والا اور مشرکین کو دردناک سزا دینے والا ہے ۔

ہدایت وشفا کا ذریعہ

۴۴: وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ ؕ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ؕ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ؕ اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۴۴﴾

اگر ہم اس قرآن کو عجمی بناتے تو یہ لوگ کہتے کہ اس کی آیتیں (ہماری عربی زبان میں) صاف صاف کیوں نہیں بیان کی گئیں اور یہ کیا کہ (قرآن تو) عجمی ہے اور (رسول) عربی آپ کہہ دیجئے کہ یہ تو ایمان والوں کے لیے ہدایت اور شفا ہے اور جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں ڈاٹ ہے اور یہ (قرآن) ان کے حق میں نابینائی ہے گویا کہ یہ لوگ کسی دور کی جگہ سے پکارے جا رہے ہیں (آواز) سنتے ہیں مگر سمجھتے نہیں ۔

شانِ نزول : مقاتل نے بیان کیا کہ عامر حضرمی کا ایک یہودی عجمی غلام تھا ۔ اس کا نام یسار اور کنیت ابوفکیہہ تھی ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس آتے جاتے تھے ۔ یہ دیکھ کر مشرکوں نے کہنا شروع کیا کہ یسار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تعلیم دیتا ہے ۔ یسار کے آقا نے اس کو مارا اور کہا کہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تعلیم دیتا ہے ۔ یسار نے کہا کہ وہ تو مجھے تعلیم دیتے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۔

ابن جریر نے سعید بن جبیر کا قول نقل کیا ہے کہ قریش نے کہا کہ یہ قرآن عجمی اور عربی (زبانوں میں) کیوں نہیں نازل کیا گیا ۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے لقالوا لو لا فصلت الخ نازل فرمائی ۔

(مظہری ۳۰۲/۸)

تشریح : اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ! جو قرآن آپ لوگوں کو پڑھ کر سناتے ہیں اگر ہم اس کو کسی عجمی زبان میں نازل کر دیتے تو اہل مکہ یہ کہتے کہ اس کی آیتیں عربی زبان میں صاف صاف کیوں نہیں

بیان کی گئیں کہ ہم بھی ان کو سمجھ لیتے ۔ مخاطب جب عرب ہیں تو ان پر عجمی زبان میں کتاب کیوں نازل کی گئی ۔ اگر کچھ حصہ عربی زبان میں اور کچھ عجمی زبان میں نازل کیا جاتا تب بھی انہیں اعتراض ہوتا ۔ آپ ان کو بتا دیجئے کہ یہ قرآن ایمان والوں کے لیے ہدایت و رہنمائی کا ذریعہ ہے ۔ اس میں ان تمام بیماریوں کے لیے شفا ہے جو برے کاموں سے دلوں میں پیدا ہو جاتی ہیں ۔ اس کے باوجود بھی جو لوگ اس قرآن پر ایمان نہیں لاتے تو درحقیقت ان کے کانوں میں ڈاٹ لگی ہوئی ہے جس کی وجہ سے وہ لوگ نصیحت و حکمت کی کوئی بات سننے پر قادر نہیں، ان کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی دور سے کسی سے کچھ کہہ رہا ہو اور سننے والا آواز تو سنتا ہو مگر سمجھتا کچھ نہ ہو، جیسے ارشاد ہے:

وَمَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا كَمَثَلِ الَّذِي يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ إِلَّا دُعَاءً وَنِدَاءً ۚ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ﴿١٧١﴾

کافروں کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی پکارتا ہے مگر آواز اور پکار کے سوا کچھ اور اس کے کان میں نہیں پڑتا بہرے، گونگے، اندھے ہیں پھر وہ کیسے سمجھیں گے ۔ (البقرۃ:۱۷۱)

حضرت موسیٰ کی تکذیب

۴۵-۴۶: وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَاخْتُلِفَ فِيهِ ۗ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۚ وَإِنَّهُمْ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ مُرِيبٍ ﴿٤٥﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا ۗ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ ﴿٤٦﴾

بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی سو اس میں بھی اختلاف کیا گیا اور اگر وہ بات نہ ہوتی جو آپ کے رب کی طرف سے پہلے ہی مقرر ہو چکی ہے تو ان کا فیصلہ ہو چکا ہوتا اور بیشک یہ لوگ اس کی طرف سے ایسے شک میں ہیں جس نے ان کو تردد میں ڈال رکھا ہے ۔ جس نے نیک کام کیا تو اپنے ہی نفع کے لیے کیا اور جس نے برا کام کیا تو اس کا وبال بھی اسی پر ہے اور آپ کا رب بندوں پر ظلم نہیں کرتا ۔

مُرِیْب :　　شک میں ڈالنے والا ۔ اِرَابَۃٌ سے اسم فاعل ۔

اَسَاءَ :　　اس نے برائی کی، اس نے برا کام کیا ۔ اِسَائَۃٌ سے ماضی ۔

تشریح: کفار مکہ کی یہ روش جو گزشتہ آیت میں بیان ہوئی کوئی نئی اور عجیب نہیں ۔ اللہ کے رسولوں کے ساتھ منکرین و مکذبین کا رویہ ایسا ہی رہا ہے ۔ چنانچہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی تو اس میں بھی اختلاف کیا گیا اور انہیں جھٹلایا اور ستایا گیا ۔ آپ کو مشرکین مکہ کی اس روش پر رنجیدہ نہیں ہونا چاہئے بلکہ حضرت موسیٰ کی طرح صبر کرنا چاہئے ۔ اگر آپ کا رب پہلے سے یہ فیصلہ نہ کر لیتا کہ ایک مقررہ وقت یعنی قیامت تک ان کو دنیا میں مہلت ہے اور اس مقررہ وقت سے پہلے ان پر عذاب نہیں آئے گا تو ان کے کرتوتوں کے سبب ان کا فیصلہ دنیا ہی میں ہو چکا ہوتا اور یہ دنیا ہی میں عذاب الٰہی سے ہلاک کر دیئے جاتے ۔

بیشک یہ لوگ عذاب الٰہی کی طرف سے شک میں پڑے ہوئے ہیں جس نے انہیں تردد میں ڈالا ہوا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے یہ طے کر دیا ہے کہ جو شخص نیک کام کرتا ہے اس کا فائدہ اسی کو پہنچتا ہے اور جو شخص برے کام کرے گا ان کا وبال بھی اسی پر ہوگا ۔ اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم و زیادتی نہیں کرتا ۔ نہ وہ کسی کی نیکی کو ضائع کرتا ہے اور نہ بدکاروں کو جرم سے زیادہ سزا دیتا ہے ۔ وہ ہر ایک کے ساتھ عدل و انصاف سے وہی معاملہ کرتا ہے جس کا وہ مستحق ہوتا ہے ۔

کافروں کا انجام

۴۷ ۔ ۴۸ : اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ۭ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ۭ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ اَيْنَ شُرَكَاۗءِيْ ۙ قَالُوْٓا اٰذَنّٰكَ ۙ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيْدٍ ۝ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَدْعُوْنَ مِنْ قَبْلُ وَظَنُّوْا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ۝

قیامت کا علم اللہ ہی کی طرف لوٹایا جاتا ہے اور جو (بھی) پھل اپنے خوشوں سے نکلتا ہے اور جو مادہ حمل سے ہوتی ہے اور جو (بچہ) وہ جنتی ہے سب کا علم اللہ ہی کو ہے اور جس دن اللہ ان کو پکارے گا کہ کہاں ہیں میرے شریک وہ کہیں گے کہ ہم تو کہہ چکے کہ ہمیں کچھ خبر نہیں اور جن کو یہ لوگ (دنیا میں)

پہلے پکارتے تھے (قیامت کے روز) وہ سب ان سے گم ہو جائیں گے اور وہ سمجھ لیں گے کہ ان کے لیے کوئی بچاؤ کی صورت نہیں۔

اَکْمَامِهَا: اس کے غلاف، اس کے خوشے۔ واحد کِمٌّ۔

مَحِيْصٍ: پناہ گاہ، بھاگنے کی جگہ، حَيْصٌ سے اسم ظرف مکان۔

تشریح: قیامت واقع ہونے کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا ﴿٤٤﴾

اس (قیامت کے علم) کی انتہا تیرے رب ہی کی طرف ہے۔ (النزعت: ۴۴)

لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ؕ

قیامت کے وقت کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (الاعراف ۱۸۷)

پھر فرمایا کہ قیامت ہی نہیں بلکہ اس کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے یہاں تک کہ اگر کوئی پھل شگوفے سے نکلتا ہے یا عورت کو حمل رہنا اور بچہ جننا اور بچہ کب ہوگا، کیسا ہوگا وغیرہ سب اس کے علم میں ہوتا ہے۔ زمین و آسمان کا کوئی ذرہ بھی اس کے وسیع علم سے باہر نہیں۔ جیسے ارشاد ہے:

وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا

جو پتہ جھڑتا ہے وہ اسے بھی جانتا ہے (الانعام: ۵۹)

قیامت کے روز اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کے سامنے استہزا کے طور پر مشرکوں سے پوچھے گا کہ جن کو تم دنیا میں میری عبادت اور الوہیت میں شریک کرتے تھے، آج وہ کہاں ہیں۔ ان کو لاؤ تا کہ وہ تمہیں اس مصیبت اور پریشانی سے نجات دلا دیں۔ مشرکین عذاب کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ کر شرک سے بیزاری کا اظہار کریں گے۔ ان کے تمام باطل معبود جن کو وہ دنیا میں پوجا کرتے تھے غائب ہو جائیں گے۔ کوئی بھی ایسا نظر نہ آئے گا جو ان کو نفع پہنچا سکے اور ان کو یقین ہو جائے گا کہ اللہ کے عذاب سے چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں۔ یہاں ظن یقین کے معنیٰ میں ہے۔ (ابن کثیر ۴/۱۰۴)

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا ﴿٥٣﴾

اور گنہگار لوگ جہنم کو دیکھیں گے تو ان کو یقین ہو جائے گا کہ وہ اس میں گرنے

والے ہیں۔ وہ اس سے بچنے کی کوئی راہ نہ پائیں گے۔ (الکہف: ۵۳)

عذابِ شدید کی وعید

۴۹۔۵۱: لَا يَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ ۡ وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَـُٔوْسٌ قَنُوْطٌ ۝ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ ۙ وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا ۡ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ۝ وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ۝

آدمی بھلائی مانگنے سے نہیں تھکتا اور اگر اس کو کوئی تکلیف پہنچ جائے تو ناامید ہو کر آس توڑ دیتا ہے اور اگر ہم اسے تکلیف پہنچنے کے بعد اپنی رحمت کا مزہ چکھائیں تو کہتا ہے کہ میں تو اسی کا مستحق ہوں اور میں نہیں سمجھتا کہ قیامت آنے والی ہے اور اگر (بالفرض) مجھے اپنے رب کی طرف واپس جانا بھی پڑا تو یقیناً اس کے پاس بھی میرے لیے بہتری ہی ہے سو ہم ان کافروں کو ان کے اعمال کے بارے میں ضرور بتائیں گے اور ہم انہیں سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ جب ہم انسان پر اپنا انعام فرماتے ہیں تو وہ منہ پھیر لیتا ہے اور کروٹ بدل لیتا ہے اور جب اس کو مصیبت پہنچتی ہے تو لمبی چوڑی دعائیں کرنے لگتا ہے۔

يَسْئَمُ : وہ اکتاتا ہے، اس کا جی بھرتا ہے۔ سَامَةٌ سے مضارع۔

يَئُوْسٌ : مایوس، ناامید۔ يَأْسٌ سے صفت مشبہ۔

قُنُوْطٌ : ناامید، مایوس۔

تشریح: انسان کی طبیعت عجیب طرح کی ہے، وہ مال کی خواہش وطلب، دنیاوی عیش و آرام اور تندرستی کے حصول میں حریص رہتا ہے۔ اس کی حرص کی کوئی حد نہیں۔ اگر اس کا بس چلے تو ساری دنیا

کی دولت لے کر اپنے گھر میں ڈال لے لیکن جہاں اس کو کچھ تکلیف پہنچنا شروع ہوئی اور اسباب ظاہری کا سلسلہ اس کے خلاف ہوا تو مایوس و ناامید ہونے میں دیر نہیں کرتا۔ اس میں وہ پیش آمدہ اسباب پر نظر کر کے ناامید ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ پر اعتماد نہیں رکھتا جو قادر مطلق اور مسبب الاسباب ہے۔ اس مایوسی کے بعد اگر بالفرض اللہ نے اس کی تکلیف و مصیبت دور کر کے اپنی مہربانی سے پھر عیش و آرام اور راحت و سکون کا سامان کر دیا تو کہنے لگتا ہے کہ یہ تو میری حسن تدبیر اور لیاقت و فضیلت سے اسی طرح ہونا تھا۔ یہ تو میرا حق ہے جو مجھے ملنا ہی چاہئے تھا۔ اس وقت نہ اس کو اللہ کی مہربانی یاد رہتی ہے اور نہ وہ مایوسی کی کیفیت جو چند منٹ پہلے اس کے قلب پر طاری تھی۔ اب عیش و آرام کے نشے میں ایسا مخمور ہے کہ آئندہ بھی کسی مصیبت اور تکلیف کے پیش آنے کا خطرہ نہیں رہتا اور سمجھتا ہے کہ ہمیشہ اسی حالت میں رہے گا۔ اپنی اس خود فریبی کے دوران اگر کبھی قیامت کا نام سن لیتا ہے تو کہتا ہے کہ میں تو نہیں سمجھتا کہ قیامت آنے والی ہے۔ اگر بالفرض قیامت آ ہی گئی اور مجھے لوٹ کر اپنے رب کے پاس جانا ہی پڑا تو مجھے یقین ہے کہ جس طرح میں یہاں سکھ چین سے ہوں وہاں بھی ہوں گا۔ اگر میں اللہ کے نزدیک برا اور نالائق ہوتا تو وہ مجھے دنیا میں عیش و آرام نہ دیتا۔

پھر فرمایا کہ ہم منکروں کو اُن کی تمام بداعمالیوں کے بارے میں ضرور بتائیں گے اور بلاشبہ ہم ان کو شدید عذاب کا مزہ ضرور چکھائیں گے جس سے رہائی ممکن نہ ہوگی۔ جب ہم انسان پر کافر ہونے کے باوجود مال و اولاد اور صحت و تندرستی جیسے انعامات فرماتے ہیں تو شکر کرنے کی بجائے منہ پھیر لیتا ہے اور جب اس کو تکلیف پہنچتی ہے تو خوب لمبی چوڑی دعائیں کرنے لگتا ہے۔ (عثمانی ۲/۵۰۳)

بڑی گمراہی

۵۲-۵۴: قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ﴿۵۲﴾ سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ۭ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۵۳﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَاۗءِ رَبِّهِمْ ۭ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ﴿۵۴﴾

آپ کہہ دیجئے کہ اگر یہ (قرآن) اللہ کی طرف سے ہو پھر تم اس کا انکار کرو تو

ایسے شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اس کی مخالفت میں (حق سے) دور جا پڑا۔ بہت جلد ہم آفاق میں بھی ان کو اپنی نشانیاں دکھائیں گے اور خود ان کی ذات میں بھی یہاں تک کہ ان پر یہ بات کھل جائے گی کہ یہ قرآن حق ہے۔ کیا آپ کا رب ہر چیز پر گواہ ہونے کے لئے کافی نہیں۔ آگاہ ہو جاؤ کہ یہ لوگ اپنے رب کی ملاقات کی طرف سے شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ آگاہ ہو جاؤ وہ (اللہ) ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

تشریح: آپ ان منکرین قرآن کو بتا دیجئے کہ اگر یہ قرآن جیسا کہ حقیقت ہے، اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے آیا ہو اور پھر بھی تم اس کا انکار کر دو اور اس کو جھٹلاؤ تو اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہوگا جو اپنے کفر و مخالفت کی وجہ سے راہ حق اور ہدایت سے بہت دور جا پڑا ہو۔ بہت جلد ہم اپنی قدرت کی نشانیاں ان کے گرد و نواح میں بھی دکھائیں گے اور خود ان کی ذات میں بھی یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ وہ قرآن اللہ کا بھیجا ہوا اور حق ہے، اہل اسلام کو فتوحات ہوں گی، وہ سلطنتوں کے سلطان بنیں گے اور اسلام تمام دینوں پر غالب ہوگا۔ فتح بدر اور فتح مکہ کی نشانیاں خود ان کی اپنی جانوں میں ہوں گی کہ مشرکین مکہ تعداد اور شان و شوکت میں زیادہ ہونے کے باوجود مٹھی بھر اہل حق کے ہاتھوں زیر و زبر ہو جائیں گے۔

کیا آپ کے رب کی یہ بات آپ کی تصدیق کے لیے کافی نہیں کہ وہ ہر چیز کا شاہد ہے اور ہر چیز کو دیکھتا اور جانتا ہے۔ ایسے علیم و خبیر سے بڑھ کر کس کی شہادت ہو سکتی ہے۔ کسی معاملے میں اللہ کا گواہ ہونا بڑی بات ہے۔ حقیقت میں ان لوگوں کو قیامت کے قائم ہونے کا یقین ہی نہیں حالانکہ اس کا آنا یقینی ہے۔ اس کے باوجود وہ بے فکر ہیں، نیکیوں سے غافل اور برائیوں میں مبتلا ہیں۔ خوب سن لو کہ اس کا علم ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے۔ ساری مخلوق اس کے قبضے میں ہے۔ وہ جو چاہے کرے تو اس کا ہاتھ نہیں روک سکتا۔ (ابن کثیر ۱۰۴، ۴/۱۰۵۔ مظہری ۳۰۵، ۸/۳۰۶)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الشوریٰ

وجہ تسمیہ: اس کی آیت ۳۸ میں مذکور ہے کہ مسلمانوں کے امور باہمی مشورے سے طے ہوتے ہیں۔ اسی مناسبت سے اس کا نام الشوریٰ مشہور ہوگیا۔ اس کو سورۃ حٰم عسق بھی کہتے ہیں۔

تعارف: اس میں پانچ رکوع، ۵۳ آیات، ۸۶۶ کلمات اور ۳۵۸۸ حرف ہیں، مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ سورت ہجرت سے پہلے مکہ میں نازل ہوئی۔ ابن عباس اور قتادہ کی روایت میں ہے کہ اس کی چار آیتیں قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا (سے ۴ آیتیں) مستثنیٰ ہیں جو ہجرت کے بعد مدینے میں نازل ہوئیں۔ اس سورت میں زیادہ تر اثبات رسالت، وحی الٰہی اور عظمت قرآن کا بیان ہے اور منکرین و مجرمین کے لئے تنبیہ ہے کہ یہ اپنی بداعمالیوں کی سزا سے نہیں بچ سکتے۔ (مواہب الرحمٰن ۳/ ۴۵)

مضامین کا خلاصہ

رکوع ۱: وحی الٰہی اور اولین و آخرین کے جمع ہونے کے دن کا بیان ہے۔

رکوع ۲: ابتدا میں بتایا گیا ہے کہ آسمان و زمین کے خزانوں کا مالک اللہ ہی ہے، وہی جس کے لیے چاہتا ہے رزق میں وسعت پیدا کرتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگی پیدا کرتا ہے۔ پھر مشرکین پر توحید کا گراں ہونا اور آپ ﷺ کو دعوت و تبلیغ کے کام میں لگے رہنے کا حکم ہے۔

رکوع ۳: دنیا و آخرت کی کھیتی کا بیان ہے۔ پھر مومنوں کو بشارت اور ان کے انعامات کا بیان ہے۔

رکوع ۴: اس کی قدرت کی نشانیوں، سمندروں کی تسخیر، مومنین کی صفات اور عدل کے ساتھ بدلہ لینے کا بیان ہے۔

رکوع ۵: کفار کی ذلت و رسوائی اور انسان کا ناشکرا پن بیان کیا گیا ہے۔ پھر وحی کے مراتب و کیفیات مذکور ہیں۔

حروف مقطعات

۱۔۲: حٰمٓ ﴿۱﴾ عٓسٓقٓ ﴿۲﴾

یہ حروف مقطعات ہیں، ان کے معنی و مراد اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔

وحیٔ الٰہی کی کیفیت

۳۔۶: كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وَ اِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۙ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۳﴾ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ﴿۴﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَ الْمَلٰۗىِٕكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ يَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۵﴾ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ ڮ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۶﴾

اللہ تعالیٰ جو زبردست (اور) حکمت والا ہے، اسی طرح آپ پر اور آپ سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء پر وحی بھیجتا رہا۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب اسی کا ہے، وہی سب سے برتر اور عظیم ہے۔ کچھ بعید نہیں کہ (اللہ کی ہیبت سے) آسمان اوپر سے پھٹ پڑیں اور فرشتے اپنے رب کی حمد و تسبیح کر رہے ہیں اور اہل زمین کے لیے بخشش طلب کر رہے ہیں۔ آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ ہی معاف کرنے والا (اور) رحمت کرنے والا ہے۔ جن لوگوں نے اللہ کے سوا اوروں کو (اپنا) کارساز بنا رکھا ہے تو اللہ ان کو دیکھ رہا ہے اور آپ پر ان کی ذمے داری نہیں۔

تشریح: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! جس طرح یہ قرآن وحی کے ذریعے آپ پر نازل ہوا ہے اسی طرح آپ سے پہلے گزرے ہوئے پیغمبروں پر بھی وحی کے ذریعے کتابیں اور صحیفے نازل ہو چکے ہیں، یہ سب اللہ کی طرف سے نازل ہوئے جو بڑی عزت اور زبردست حکمت والا ہے۔

مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وحی کی کیفیت پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ میں ایک زنجیر کی گڑگڑاہٹ سنتا ہوں پھر کان لگا لیتا ہوں ۔ ایسی وحی میں مجھ پر اتنی شدت ہوتی ہے کہ ہر مرتبہ اپنی روح نکل جانے کا گمان ہوتا ہے ۔ حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ پر وحی کس طرح نازل ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا کبھی تو گھنٹی کی مسلسل آواز کی طرح، جو مجھ پر بہت بھاری پڑتی ہے ۔ جب وہ ختم ہوتی ہے تو مجھے جو کچھ کہا گیا وہ سب یاد ہوتا ہے اور کبھی فرشتہ انسانی صورت میں میرے پاس آتا ہے مجھ سے باتیں کرتا ہے اور جو وہ کہتا ہے میں اسے یاد رکھ لیتا ہوں ۔ بخاری میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ سخت سردی کے دنوں میں بھی جب آپ پر وحی اترتی تھی تو وحی کی شدت سے آپ پسینے پسینے ہو جاتے تھے یہاں تک کہ پسینے کی بوندیں پیشانی سے ٹپکنے لگتی تھیں ۔

پھر فرمایا کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اسی کا ہے ۔ تمام مخلوق اس کے سامنے عاجز و مجبور ہے اور وہی سب سے بالا اور عظیم الشان ہے ۔ اس کی عظمت و جلالت کا یہ حال ہے کہ کچھ بعید نہیں کہ آسمان اس کی ہیبت سے پھٹ پڑے ۔ فرشتے اس کی عظمت سے کپکپاتے ہوئے اس کی پاکی اور تعریف بیان کرتے رہتے ہیں اور زمین والوں کے لیے مغفرت طلب کرتے رہتے ہیں ۔

جیسے ارشاد ہے:

اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَ مَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ يَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

عرش کو اٹھانے والے اور اس کے قرب و جوار کے فرشتے اپنے رب کی تسبیح اور حمد بیان کرتے رہتے ہیں ۔ اس پر ایمان رکھتے ہیں اور اہل ایمان کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں ۔ (مومن: ۷)

پھر فرمایا کہ خوب سن لو کہ اللہ ہی بڑا معاف کرنے والا مہربان ہے ۔ اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جن لوگوں نے اس کے سوا دوسروں کو کارساز قرار دے رکھا ہے ان کے اعمال کی دیکھ بھال میں خود کر رہا ہوں ۔ میں خود ہی ان کو پورا پورا بدلہ دوں گا ۔ آپ کا کام صرف ان کو آگاہ کرنا ہے ۔ آپ کو ان پر اختیار نہیں دیا گیا کہ آپ ان کو اپنے مقصد کے مطابق ہدایت پر لے آئیں اور نہ آپ ان کے ذمے دار ہیں ۔ (ابن کثیر ۴/۱۰۶،۱۰۵)

حشر کا یقینی دن

۷۔۹: وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى
وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ فَرِيْقٌ فِي
الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ۝ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً
وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ وَالظّٰلِمُوْنَ
مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۚ
فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى ۡ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ
قَدِيْرٌ ۝۹

اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف عربی قرآن کی وحی کی ہے تا کہ آپ مکہ اور اس کے آس پاس کے لوگوں کو ڈرائیں اور قیامت کے روز سے بھی ڈرائیں جس کے (واقع ہونے میں) کوئی شبہ نہیں (اس دن) ایک گروہ جنت میں ہوگا اور ایک گروہ جہنم میں۔ اگر اللہ چاہتا تو ان کو ایک ہی امت بنا دیتا لیکن وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کر لیتا ہے اور ظالموں کا کوئی حامی اور مددگار نہیں۔ کیا انہوں نے اللہ کے سوا اوروں کو کارساز بنا رکھا ہے سو اللہ ہی کارساز ہے اور وہی مردوں کو زندہ کرے گا اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔

تشریح: جس طرح آپ سے پہلے انبیا پر وحی آتی رہی اسی طرح آپ پر بھی یہ قرآن وحی کے ذریعے نازل کیا گیا ہے جو عربی زبان میں بالکل واضح اور صاف صاف احکام بیان کرتا ہے۔ سب سے پہلے آپ مکہ میں بسنے والوں کو اور ان لوگوں کو جو اس کے اردگرد رہتے ہیں، اللہ کی نافرمانی سے ڈرایئے اور ان کو اللہ کے عذابوں سے آگاہ کر دیجئے۔ آپ ان سب کو قیامت کے دن کا خوف بھی دلایئے جو میدان حشر میں تمام اولین و آخرین کے جمع ہونے کا دن ہے اور جس کے آنے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ اس دن کچھ لوگ جنتی ہوں گے اور کچھ جہنمی۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ۝
وَمَا نُؤَخِّرُهٗٓ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ۝ يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ
نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ ۝

یہ (آخرت کا دن) ایک ایسا دن ہوگا جس میں سب لوگ جمع کئے جائیں گے اور وہ سب کے پیش ہونے کا دن ہے اور ہم نے اس کو ایک مقررہ مدت کے لیے ملتوی کیا ہوا ہے۔ جب وہ دن آجائے گا تو کوئی شخص اللہ کی اجازت کے بغیر بات بھی نہ کر سکے گا۔ پھر ان میں سے کچھ بد بخت اور کچھ نیک ہوں گے۔ (ہود: ۱۰۳، ۱۰۵)

اگر اللہ چاہتا تو سب کو ایک ہی دین پر کر دیتا یعنی اسلام پر اور ان میں ایمان و کفر اور توحید و شرک کا فرق و اختلاف نہ ہوتا لیکن یہ اس کی حکمتیں اور مصلحتیں ہیں کہ وہ جس کو چاہتا ہے ایمان و ہدایت کے ذریعہ اپنی رحمت میں داخل کر لیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اس کی بدنصیبی اور شقاوت کی وجہ سے اپنی رحمت سے محروم کر دیتا ہے۔ قیامت کے دن ظالموں کا نہ کوئی حامی ہوگا کہ ان کے عذاب کو دفع کر سکے اور نہ کوئی مددگار جو ان کو دوزخ سے بچا سکے۔ کافروں نے چونکہ اللہ کے سوا دوسروں کو اپنا حامی اور کارساز بنا رکھا ہے اسی لیے وہ ان کی پرستش کرتے ہیں اور ان کو اللہ کے ساتھ شریک کرتے ہیں حالانکہ حقیقی ولی اور کارساز تو اللہ ہی ہے جو مردوں کو زندہ کرتا اور ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

تمام خزانوں کا مالک

۱۰-۱۲: وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ ۚ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبِّي عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ۝ فَاطِرُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا وَمِنَ الْأَنْعَامِ أَزْوَاجًا ۖ يَذْرَؤُكُمْ فِيهِ ۚ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۖ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ۝ لَهُ مَقَالِيدُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝

جس چیز میں تم اختلاف کرتے ہو اس کا فیصلہ اللہ ہی کے سپرد ہے۔ وہی اللہ میرا ربّ ہے میں اسی پر بھروسہ کرتا ہوں اور اس کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ وہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ اس نے تمہارے لیے تمہاری جنس کے جوڑے بنائے اور چوپایوں کے بھی جوڑے بنائے۔ اس طرح وہ

تمہیں اس (زمین) میں پھیلاتا رہتا ہے۔ کوئی اس کے مثل نہیں۔ وہ سب
کچھ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اسی کے پاس
ہیں۔ وہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق کو کشادہ کرتا ہے اور جس کے لیے چاہتا
ہے تنگ کرتا ہے۔ یقیناً وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔

فَاطِرٌ: پیدا کرنے والا، عدم کو پھاڑ کر وجود میں لانے والا۔ فَطْرٌ سے اسم فاعل۔

یَذْرَءُ: وہ پیدا کرتا ہے، وہ پھیلاتا ہے۔ ذَرْءٌ سے مضارع۔

مَقَالِیْدُ: کنجیاں، خزانے۔ واحد مِقْلَدٌ۔

یَقْدِرُ: وہ (رزق) تنگ کرتا ہے، وہ کم کرتا ہے۔ قَدْرٌ سے مضارع۔

تشریح: اے لوگو! اگر کسی امر میں تم میں اختلاف پیدا ہو جائے تو اس کا فیصلہ اللہ ہی کے سپرد ہے سو وہ جو حکم فرمادے اسی پر یقین کرنا چاہئے کیونکہ وہی ہر چیز کا خالق و مالک ہے۔ اس کا حکم اس کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے معلوم کیا جائے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ

پھر اگر کسی چیز میں تمہارا اختلاف ہو جائے تو اس میں اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو۔ (النساء: ۵۹)

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کہہ دیجئے کہ جو اللہ ہر چیز پر حاکم و قادر ہے وہی میرا رب ہے۔ میں دشمنوں کی شرارتوں کو دفع کرنے اور تمام امور میں اسی پر اعتماد اور بھروسہ کرتا ہوں اور ہر قسم کی مشکلات میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ وہ آسمان و زمین اور اس کے درمیان کی تمام مخلوق کا خالق ہے۔ اس نے تمہاری ہی جنس سے تمہارے جوڑے یعنی عورتیں پیدا کیں اور چوپایوں کے بھی جوڑے پیدا کئے۔ جوڑے بنانے کی اس تدبیر سے اللہ تعالیٰ تمہاری اور چوپایوں کی نسل پھیلا رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس خالق و مالک جیسا کوئی نہیں وہ واحد و صمد ہے، بے مثل و بے نظیر ہے اور سمیع و بصیر ہے۔ سارے عالم کا متصرف، مالک و حاکم اور لاشریک لہ ہے۔ زمین و آسمان کے خزانے اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ وہ جس کو چاہتا ہے کشادہ روزی دیتا ہے اور جس پر چاہتا ہے روزی تنگ کر دیتا ہے۔ اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں اور اس کا وسیع علم ساری مخلوق کو گھیرے ہوئے ہے۔

مشرکین پر توحید کا گراں ہونا

۱۳۔۱۴: شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ
اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا
الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۭ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ۭ
اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ﴿۱۳﴾ وَ
مَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۭ وَلَوْلَا
كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ
وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ
مُرِيْبٍ ﴿۱۴﴾

اللہ نے تمہارے لیے وہی دین مقرر کیا ہے جس کا اس نے نوح کو حکم دیا تھا اور جس کو ہم نے وحی کے ذریعے آپ کی طرف بھیجا ہے اور جس کا ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا تھا کہ اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا، مشرکوں پر وہ بات بڑی گراں گزرتی ہے جس کی طرف آپ ان کو بلا رہے ہیں ۔ اللہ ہی جسے چاہتا ہے منتخب فرمالیتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے اس کی صحیح رہنمائی فرماتا ہے ۔ وہ لوگ علم آجانے کے بعد آپس کی ضد سے باہم متفرق ہوگئے اور اگر آپ کے رب کی طرف سے ایک مقررہ وقت کے لیے ایک بات طے نہ ہو چکی ہوتی تو یقیناً ان کا فیصلہ ہو چکا ہوتا اور جن لوگوں کو ان کے بعد کتاب کا وارث بنایا گیا وہ اس کی طرف سے شک اور تردد میں پڑے ہوئے ہیں ۔

تشریح: یہاں اللہ تعالیٰ نے اس امت پر اپنے ایک انعام کا ذکر فرمایا ہے کہ اس نے تمہارے لیے وہی دین مقرر کیا ہے جس کا حکم حضرت آدم علیہ السلام کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کو دیا گیا تھا ۔ اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے آپ کے پاس بھی اسی دین کو قائم رکھنے کا حکم بھیجا ہے اور آپ سے پہلے حضرت ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام کے ذریعے ان کی امتوں کو بھی اسی دین کو قائم رکھنے اور اپنی

خواہشات کی پیروی، تعصب اور ضد کی بنا پر اس میں تفرقہ نہ ڈالنے کا حکم دیا تھا۔ پس دین اسلام کوئی نیا دین نہیں بلکہ یہی تمام انبیاء کا دین رہا ہے۔ اس کے علاوہ ہر مذہب گمراہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات، اس کے انبیاء، اس کی کتابوں، اس کے فرشتوں، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جانے، جو کچھ انبیاء لیکر آئے سب کو ماننے، اللہ کے احکام پر عمل کرنے اور ممنوع باتوں سے اجتناب کرنے کا نام دین اسلام ہے۔ سب شریعتیں اس پر متفق ہیں۔

احمد اور ابوداؤد میں حضرت ابوذر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے جماعت کو ایک بالشت ترک کیا اس نے اسلام کی رسی اپنے گلے سے نکال دی۔ ترمذی نے حضرت ابن عباس کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! جس پیغام توحید اور حق کی طرف آپ لوگوں کو بلا رہے ہیں اور ان کو بت پرستی ترک کرنے کا جو حکم آپ دیتے ہیں اس پر اہل حق تو ایمان لے آتے ہیں مگر مشرکین پر یہ پیغام بہت گراں گزرتا ہے کہ ان کے دلوں سے نہ بت پرستی نکلتی ہے اور نہ ان کی سمجھ میں توحید آتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہدایت، اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے اپنی بندگی کے لیے خالص فرما لیتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے تو اللہ اس کو اپنی طرف پہنچنے کی توفیق دے دیتا ہے۔ سابقہ امم، حق کا علم حاصل ہو جانے کے باوجود آپس کے تعصب اور ضد بحث کی بنا پر مختلف فرقوں میں تقسیم ہوئیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلے ہی ایک مقررہ مدت تک ان کو مہلت دینے کا فیصلہ نہ ہو چکا ہوتا یعنی قیامت کا دن حساب و کتاب اور جزا و سزا کے لیے مقرر نہ ہو چکا ہوتا تو دنیا ہی میں ان کا فیصلہ کر دیا جاتا اور ان کو بداعمالیوں کی سزا دے دی جاتی اور دنیا دیکھ لیتی کہ حق سے اختلاف کرنے والوں کا انجام کیسا ہوتا ہے۔ بیشک جن لوگوں کو یہود و نصاریٰ کے بعد کتاب الٰہی دی گئی (مشرکین مکہ) وہ اس کتاب کے بارے میں شک میں پڑے ہوئے ہیں جس نے ان کو تردد میں ڈال رکھا ہے۔ (مظہری ۳۱۳/ ۸، مواہب الرحمٰن ۲۶،۲۲/ ۲۵)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوتِ حق کا حکم

۱۵ فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَ
قُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَ اُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ؕ

اَللّٰهُ رَبُّنَا وَ رَبُّكُمْ لَنَاۤ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا وَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۵﴾

سو آپ اسی (دین) کی طرف بلاتے رہیے اور جو کچھ آپ کو حکم دیا گیا ہے اس پر قائم رہیے اور ان کی خواہشات پر نہ چلئے اور آپ کہہ دیجئے کہ اللہ نے جو بھی کتاب نازل کی ہے میں اس پر ایمان لایا اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان انصاف کرتا رہوں۔ اللہ ہمارا بھی رب ہے اور تمہارا بھی۔ ہمارے اعمال ہمارے لئے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لیے۔ ہم میں اور تم میں کوئی جھگڑا نہیں۔ اللہ ہم سب کو جمع کرے گا اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔

تشریح: آپ غیر متزلزل عزم کے ساتھ لوگوں کو اسی دین کی طرف بلاتے رہئے جس کی دعوت آدم ونوح اور ان کے بعد تمام انبیاء علیہم السلام دیتے رہے، آپ اپنے پروردگار کے حکم سے ذرہ برابر بھی ادھر ادھر نہ ہوں بلکہ اسی راستے پر چلتے رہئے جس پر اب تک چلتے رہے۔ مکذبین و معاندین کی خواہشات کی ذرا پرواہ نہ کیجئے اور صاف صاف اعلان کر دیجئے کہ میں اللہ کی نازل کی ہوئی ہر کتاب پر سچے دل سے یقین رکھتا ہوں خواہ وہ توریت ہو یا انجیل یا قرآن یا کوئی اور صحیفہ میرا کام پہلی صداقتوں کو جھٹلانا نہیں بلکہ ان کو تسلیم کرنا اور باقی رکھنا ہے۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان انصاف کروں اور جو اختلافات تم نے پیدا کر رکھے ہیں ان کا منصفانہ فیصلہ کروں۔ تمہارا اور ہمارا رب ایک ہی ہے اس لیے ہم سب کو اسی کی خوشنودی کے لیے کام کرنا چاہئے۔ اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو میرا تم سے کچھ تعلق نہیں، میں تو دعوت و تبلیغ کا فرض ادا کر چکا، نہ میں تمہارے اعمال کا ذمہ دار ہوں اور نہ تم میرے اعمال کے ذمہ دار۔ ہر ایک کو اس کے اعمال کے موافق بدلہ ملے گا۔ ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی جھگڑا اور بحث و تکرار نہیں۔ قیامت کے روز اللہ ہم سب کو جمع کر کے ہمارے درمیان فیصلہ کرے گا کہ کون حق پر تھا اور کون باطل پر (عثمانی ۲/۵۱۰)

قیامت کا استہزاء

۱۶۔۱۹: وَالَّذِيْنَ يُحَاۤجُّوْنَ فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴿۱۶﴾

اَللّٰهُ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَ الْمِیْزَانَ ؕ وَ مَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِیْبٌ ۝ یَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ وَ یَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ؕ اَلَاۤ اِنَّ الَّذِیْنَ یُمَارُوْنَ فِی السَّاعَةِ لَفِیْ ضَلٰلٍۭ بَعِیْدٍ ۝ اَللّٰهُ لَطِیْفٌۢ بِعِبَادِهٖ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَ هُوَ الْقَوِیُّ الْعَزِیْزُ ۝۱۹

جو لوگ اللہ کی دعوت قبول کرنے والوں سے اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں اللہ کے نزدیک ان کی بحث وتکرار فضول ہے اور ان پر (اللہ کا) غضب ہے اور ان کے لیے سخت عذاب ہے اللہ نے ہی حق کے ساتھ کتاب نازل فرمائی ہے اور میزان اتارا ہے ۔ آپ کو کیا معلوم شاید قیامت قریب ہی ہو ۔ جو لوگ اس پر یقین نہیں رکھتے وہی اس کے لیے جلدی کرتے ہیں ۔ اور جو لوگ یقین رکھنے والے ہیں وہ اس سے ڈرتے رہتے ہیں اور جانتے ہیں کہ وہ برحق ہے ۔ یاد رکھو جو لوگ قیامت کے بارے میں جھگڑتے ہیں وہ بڑی گمراہی میں ہیں ۔ اللہ اپنے بندوں سے نرمی برتتا ہے ۔ جس کو جو چاہتا ہے رزق دیتا ہے ۔ وہ قوی (اور) زبردست ہے ۔

دَاحِضَةٌ: باطل، گرنے والی، کمزور، ختم ہونے والی، فضول ۔ دُحُوضٌ سے اسم فاعل ۔

یُمَارُوْنَ: وہ جھگڑا کرتے ہیں، وہ لڑتے ہیں ۔ مُمَارَاۃٌ سے مضارع ۔

تشریح: جو لوگ اللہ کا دین قبول کئے جانے کے بعد بھی اس کے بارے میں حجت بازی کرتے ہیں تو اللہ کے نزدیک ان کی حجت اور بحث ومباحثہ بے بنیاد ہے ۔ ان پر اللہ کا غضب ہوگا کہ انہوں نے اپنے خالق ومالک عز وجل کا انکار کیا، اس کی بندگی چھوڑ کر دوسروں کی بندگی کی اور اس کے بھیجے ہوئے رسول کو ماننے اور اس پر ایمان لانے کی بجائے اس کے ساتھ عداوت وقتال پر آمادہ ہوئے اس لیے ان کے لیے سخت عذاب ہے ۔ اللہ ہی نے حق کے ساتھ کتاب نازل فرمائی اور عدل وانصاف اتارا ۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَ اَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ

بیشک ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلیلوں کے ساتھ بھیجا اور ان کے ہمراہ کتاب
اور میزان نازل کی تا کہ لوگ انصاف پر قائم ہو جائیں ۔ (الحدید: ۲۵)

پھر فرمایا کہ آپ کو کیا معلوم کہ قیامت کب آئے گی ۔ ممکن ہے وہ بہت قریب ہو ۔ اس کے جلد آنے کا مطالبہ وہی لوگ کرتے ہیں جو اس پر ایمان ویقین نہیں رکھتے کیونکہ ان کو قیامت کی عظمت و ہیبت کا اندازہ نہیں ۔ اس کے برعکس مومن اس کا یقین رکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ اس کا آنا برحق ہے ۔ وہ اللہ کے عذاب سے ڈرتے اور قیامت کے تصور سے کانپتے ہیں پس قیامت کا وقت اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں ۔ جو لوگ قیامت کے آنے میں بحث ومباحثہ کرتے ہیں، اس کے منکر ہیں اور اسے محال جانتے ہیں وہ بُرے جاہل ہیں ۔ وہ سیدھے راستے سے بھٹک کر بہت دور نکل گئے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے ۔ وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے کشادہ روزی دیتا ہے ۔ وہ بڑی قوت اور غلبے والا ہے ۔ (ابن کثیر ۱۱۰/۴)

نیکیوں کے ثواب میں زیادتی

۲۰۔۲۲: مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ۝ اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ تَرَى الظّٰلِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا يَشَاۗءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ۝

جو شخص آخرت کی کھیتی چاہتا ہے ہم اس کی کھیتی کو اور بڑھا دیں گے اور جو دنیا کی کھیتی کا طالب ہو تو ہم اس کو اس میں سے کچھ دے دیں گے اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں ۔ کیا ان لوگوں کے لیے ایسے شریک ہیں جنہوں نے ان کے لیے ایسا دین مقرر کر دیا جس کا حکم اللہ نے نہیں دیا اور اگر فیصلے کی

ایک بات (مقرر) نہ ہو چکی ہوتی تو ان میں فیصلہ ہو چکا ہوتا ۔ یقیناً ان ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے ۔ (قیامت کے دن) آپ ان ظالموں کو دیکھیں گے کہ وہ اپنے اعمال (کے وبال) سے ڈر رہے ہوں گے ۔ اور وہ ان پر واقع ہو کر رہے گا اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے وہ جنتوں کے باغوں میں ہوں گے ۔ وہ جو چاہیں گے ان کے ربّ کے پاس ملے گا ۔ یہی بڑا فضل ہے ۔

حَرْثَ : کھیتی ۔ مصدر ہے ۔

نَصِیْب : حصہ، ٹکڑا، قسمت ۔ جمع نُصُبٌ ۔

مُشْفِقِیْنَ : ڈرنے والے ۔ اشْفَاقٌ سے اسم فاعل ۔

تشریح : جو شخص آخرت کا طالب ہو ہم خود اس کی مدد کرتے ہیں، اسے قوت دیتے ہیں اور اس کی نیکیاں بڑھاتے رہتے ہیں ۔ کسی کی نیکی کو دس گنا کر دیتے ہیں، کسی کی سات سو گنا اور کسی کو اس سے بھی زیادہ ۔ غرض جس کے دل میں آخرت کی چاہت ہوتی ہے اس کو نیک اعمال کی توفیق ملتی رہتی ہے اور جس کی تمام کوشش حصول دنیا میں صرف ہوتی ہے اور آخرت کی طرف توجہ نہیں ہوتی تو اگر ہم چاہیں تو اس کو دنیا میں کچھ دیدیں گے لیکن آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہوگا ۔ اللہ کے دین کی پیروی کرنے کی بجائے مشرکوں نے جنوں اور شیطانوں کو اپنا بڑا سمجھ رکھا ہے ۔ ان شیاطین نے ان کے لیے ایسا دین مقرر کر دیا ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی ۔ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بات پہلے سے طے شدہ نہ ہوتی کہ وہ مجرموں کو قیامت تک ڈھیل دے گا تو دنیا میں ہی ان کا فیصلہ ہو چکا ہوتا ۔ بلاشبہ ظالموں کے لیے آخرت میں دردناک عذاب ہے ۔

قیامت کے دن تم دیکھو گے کہ یہ ظالم لوگ اپنے کفر و شرک اور معاصی کی سزا سے خوفزدہ ہوں گے مگر ان کو عذاب سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا ۔ اور یہ اپنے اعمال کا مزہ چکھ کر رہیں گے ۔ اس کے برعکس مومن جنہوں نے دنیا میں نیک اعمال کئے ہوں گے وہ جنت کے باغوں میں مزے کر رہے ہوں گے ۔ ان کو ان کے رب کے پاس ہر وہ چیز ملے گی جس کی وہ خواہش کریں گے ۔ یہی اللہ کا بڑا فضل اور انعام ہے ۔

مومنوں کو بشارت

۲۳۔۲۴: ذٰلِكَ الَّذِیْ یُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ

قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى ؕ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۲۳﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۚ فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ ؕ وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۴﴾

یہ بشارت اللہ اپنے اُن بندوں کو دے رہا ہے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ۔ آپ کہہ دیجئے میں اس پر تم سے کوئی صلہ نہیں چاہتا بجز رشتہ داری کی محبت کے اور جو کوئی نیکی کرے گا ہم اس کی خوبی اور بڑھا دیں گے۔ بیشک اللہ بخشنے والا (اور) بڑا قدر دان ہے۔ کیا یہ کہتے ہیں کہ (پیغمبر نے) اللہ پر جھوٹ باندھا ہے۔ سو اگر اللہ چاہے تو آپ کے دل پر مہر لگا دے اور اللہ باطل کو مٹاتا ہے اور حق کو اپنے کلام سے ثابت کرتا ہے۔ بیشک وہ دلوں کی باتیں جانتا ہے۔

یَقْتَرِفْ : وہ نیکی کرے گا، وہ کمائے گا۔ اِقْتِرَافٌ سے مضارع۔

یَمْحُ : وہ محو کرتا ہے، وہ مٹاتا ہے، وہ منسوخ کرتا ہے۔ مَحْوٌ سے مضارع۔

تشریح: گزشتہ آیتوں میں جنت کی نعمتوں کا ذکر کر کے فرمایا کہ اعمال صالحہ پر کاربند مومنوں کو جنت کی ان نعمتوں کی بشارت ہو پھر اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ ان مشرکین مکہ سے کہہ دیجئے کہ اس مشفقانہ وعظ و نصیحت اور ہمدردانہ دعوت و تبلیغ پر میں تم سے کسی قسم کا معاوضہ طلب نہیں کر رہا۔ صرف اتنا چاہتا ہوں کہ قرابت دار ہونے کے ناتے تم سے جو میرے خاندانی اور نسبی تعلقات ہیں کم از کم ان کو نظر انداز نہ کرو۔ بسا اوقات تم اپنے اقارب اور رشتہ داروں کی تو بے موقع بھی حمایت کرتے ہو، تم اگر میری بات نہیں مانتے تو نہ مانو، میرا دین قبول نہیں کرتے یا میری تائید و حمایت میں نہیں کھڑے ہوتے تو نہ سہی لیکن تم کم از کم قرابت کا خیال کر کے ظلم و اذیت رسانی سے تو باز رہو اور مجھے اتنی آزادی دو کہ میں اپنے پروردگار کا پیغام دنیا کو پہنچاتا رہوں۔ کیا میں اس کا بھی مستحق نہیں ہوں۔

جو شخص کوئی نیکی کا کام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی نیکی کے اجر و ثواب کو بڑھا دیتا ہے۔

جیسے ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ وَ اِنْ تَکُ حَسَنَۃً یُّضٰعِفْھَا
وَ یُؤْتِ مِنْ لَّدُنْہُ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝

اللہ تعالیٰ ایک ذرے کے برابر ظلم نہیں کرتا اگر نیکی ہو تو اس کو اور بڑھا دیتا ہے اور اپنے پاس سے اجرِ عظیم عنایت فرماتا ہے۔ (النساء: ۴۰)

بیشک اللہ تعالیٰ گناہوں کو بہت بخشنے والا اور نیکیوں کی قدر کرنے والا ہے کہ ان کا اجر بڑھا چڑھا کر دیتا ہے۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! جاہل کفار کا یہ کہنا کہ آپ نے نبوت کا دعویٰ کر کے یا قرآن کو اللہ کی کتاب کہہ کر، اللہ پر بہتان تراشی کی ہے، درست نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو ہم آپ کے دل پر مہر لگا دیتے اور آپ کو کچھ بھی یاد نہ رہتا۔ جیسے ارشاد ہے:

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِیْلِ ۝ لَاَخَذْنَا مِنْہُ بِالْیَمِیْنِ ۝
ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْہُ الْوَتِیْنَ ۝ فَمَا مِنْکُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْہُ حٰجِزِیْنَ ۝

اگر رسول ہمارے ذمے کچھ باتیں لگا دیتے تو ہم ان کا داہنا (ہاتھ) پکڑ کر ان کے دل کی رگ کاٹ ڈالتے اور تم میں سے کوئی بھی انہیں اس سزا سے نہ بچا سکتا۔ (الحاقۃ: ۴۴، ۴۷)

اگر وہ ہمارے کلام میں کچھ بھی زیادتی کرتے تو ہم ایسا انتقام لیتے کہ دنیا کی کوئی طاقت اسے نہ بچا سکتی۔ اگر رسول افترا پرداز ہوتے تو اللہ ان کے افترا کو مٹا دیتا کیونکہ اللہ کا دستور یہی ہے کہ وہ باطل کو مٹا دیتا ہے اور حق کو وحی کے ذریعے ثابت کرتا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ دلوں کے احوال خوب جاننے والا ہے اس لیے وہ سب کے اقوال و افعال اور عقائد و خیالات سب پر مطلع ہے۔

(عثمانی: ۲/۵۱۳، ابن کثیر ۴/۱۱۴)

مومنوں پر انعامات

۲۵۔۲۸: وَھُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَۃَ عَنْ عِبَادِہٖ وَیَعْفُوْا عَنِ السَّیِّاٰتِ
وَیَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝ وَیَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ وَیَزِیْدُھُمْ مِّنْ فَضْلِہٖ وَالْکٰفِرُوْنَ لَھُمْ عَذَابٌ
شَدِیْدٌ ۝ وَلَوْ بَسَطَ اللّٰہُ الرِّزْقَ لِعِبَادِہٖ لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ

وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ۝
وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ
رَحْمَتَهٗ ۭ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ ۝۲۸

وہی اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اوران کے گناہوں سے درگزر فرماتا ہے اور وہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔ وہ ان کی دعا قبول کرتا ہے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے اوران کو اپنے فضل سے اور زیادہ دیتا ہے اور کافروں کے لیے سخت عذاب ہے۔ اگر اللہ اپنے سب بندوں کے لیے رزق کشادہ کردیتا تو وہ زمین میں فساد برپا کردیتے لیکن وہ اندازے کے ساتھ (جس قدر مناسب سمجھتا ہے) نازل فرمادیتا ہے۔ بیشک وہ اپنے بندوں (کی ضرورتوں) سے باخبر ہے اور خوب دیکھنے والا ہے۔ وہی لوگوں کے ناامید ہوجانے کے بعد بارش برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلاتا ہے۔ وہی کارساز اور قابل حمد ہے۔

الغیث : بارش۔ جمع غُیُوث۔

قَنَطُوا : وہ نااُمید ہوگئے، وہ مایوس ہوگئے۔ قنُوطٌ سے ماضی۔

یَنْشُرُ : وہ پھیلاتا ہے۔ نَشْرٌ سے مضارع۔

تشریح: وہ اپنے بندوں پر اس قدر مہربان ہے کہ بدسے بدگناہ گار بھی جب اپنی بدکرداری سے باز آجائے، خلوص کے ساتھ اس کے سامنے جھکے اور سچے دل سے توبہ کرے تو وہ اپنے رحم وکرم سے اس کی توبہ قبول فرماتا ہے اور اس کے تمام گزشتہ گناہ معاف فرمادیتا ہے اور اپنا فضل اس کے شامل حال کردیتا ہے۔ وہ تمہارے ہر قول وعمل کو جانتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے اس قدر خوش ہوتا ہے کہ اتنی خوشی اس کو بھی نہیں ہوتی جو ایسی جگہ میں ہو جہاں پیاس کے مارے ہلاک ہورہا ہو اور وہیں اس کی سواری کا جانور گم ہوگیا ہو، جو اسے دفعتاً مل جائے۔ (ابن کثیر ۴/۱۱۵)

مسلم نے حضرت ابوہریرہ کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ جب (گناہ کا) اقرار کرتا ہے پھر توبہ کرلیتا ہے تو اللہ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔ ابن ماجہ اور بیہقی

نے حضرت ابن مسعود کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گناہ سے توبہ کر لینے والا بے گناہ کی طرح ہو جاتا ہے۔ (مظہری ۳۲۳/ ۸)

وہ ایمان والوں اور نیک اعمال کرنے والوں کی دعا قبول فرمالیتا ہے خواہ وہ اپنے لیے دعا کریں یا دوسروں کے لیے اور اپنے فضل سے ان کو اور زیادہ ثواب دیتا ہے۔ اس کے برعکس کافروں کے لیے سخت عذاب ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے رزق میں فراخی کر دیتا تو وہ اپنی سرکشی اور شرارت کے سبب حد سے بڑھ جاتے اس لیے وہ ایک اندازے کے مطابق جتنا چاہتا ہے رزق پہنچاتا ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ غنا اور فقیری کا مستحق کون ہے۔ جب لوگ باران رحمت کا انتظار کرتے کرتے مایوس ہو جاتے ہیں تو اس سخت حاجت اور شدید مصیبت کے وقت میں اللہ تعالیٰ ہی اپنی مہربانی سے بارش برساتا اور اپنی رحمت پھیلاتا ہے جس سے ان کی مایوسی اور خشک سالی دور ہو جاتی ہے اور ہر طرف پھل پھول، غلے اور نباتات پیدا ہوتے ہیں۔ وہی سب کا کارساز اور حمد و ستائش کے لائق ہے۔

قدرت کی نشانیاں

۲۹۔۳۱: وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ ؕ وَهُوَ عَلٰى جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَآءُ قَدِيْرٌ ۟ وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۝ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝

اُس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور ان میں جانداروں کا پھیلانا (بھی) ہے اور وہ جب چاہے ان کو جمع کرنے پر قادر ہے اور تم پر جو مصیبت پڑتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی ہے اور بہت سے گناہوں کو تو اللہ معاف فرما دیتا ہے۔ تم زمین میں اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے اور اللہ کے سوا تمہارا نہ کوئی کارساز ہے اور نہ مددگار۔

تشریح: آسمانوں اور زمین اور ان جانداروں کا پیدا کرنا بھی اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے جن کو اس نے آسمان و زمین میں پھیلا رکھا ہے۔ قیامت کے دن وہ ان سب کو ایک ہی میدان میں

جمع کرے گا جہاں اُن کے حواس اُڑے ہوئے ہوں گے اور ان میں عدل و انصاف کیا جائے گا۔ جو کچھ مصیبت تمہیں پہنچتی ہے وہ تمہارے ہی کرتوتوں کا نتیجہ ہے لیکن اللہ تعالیٰ حلیم ہے۔ وہ بہت سے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے اور ان پر عذاب نہیں دیتا۔ اگر وہ ہر گناہ پر پکڑے تو تم زمین پر چل پھر بھی نہ سکو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے جن مصائب کا فیصلہ کر دیا ہے تم قضائے الٰہی سے بھاگ کر زمین یا آسمان میں کہیں پناہ لے کر ان مصائب سے نہیں بچ سکتے اور اللہ کے مقابلے میں تمہارا کوئی حامی نہیں جو تمہیں بچا سکے اور نہ کوئی مددگار ہے جو مصیبت کو دفع کر سکے۔ بیہقی اور حاکم نے اپنی مستدرک میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت سے بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کی بیماری اس کے گناہوں کا کفارہ ہوتی ہے۔ (مظہری: ۸/۳۲۶،۳۲۵)

سمندروں کی تسخیر

۳۲۔۳۵: وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِى الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿۳۲﴾ اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ ۚ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۳﴾ اَوْ يُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا وَيَعْفُ عَنْ كَثِيْرٍ ﴿۳۴﴾ وَّ يَعْلَمَ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِىْٓ اٰيٰتِنَا ۚ مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴿۳۵﴾

اُس کی نشانیوں میں سے پہاڑ جیسے جہاز ہیں جو سمندر میں چلتے ہیں۔ اگر وہ چاہے تو ہوا بند کر دے۔ پھر وہ (جہاز) سمندر کی پیٹھ پر کھڑے کے کھڑے رہ جائیں۔ بیشک اس میں ہر صبر کرنے والے شکر گزار کے لیے نشانیاں ہیں یا وہ ان (جہازوں) کو (ان پر سوار) لوگوں کے اعمال کے سبب تباہ کر دے۔ وہ تو بہت سے لوگوں سے درگزر ہی کرتا ہے اور تاکہ ان لوگوں کو معلوم ہو جائے جو ہماری آیتوں میں جھگڑتے ہیں کہ ان کے لیے کہیں پناہ نہیں۔

جَوَارِ: کشتیاں، جہاز۔ واحد جَارِيَةٌ۔

اَعْلَام: پہاڑ۔ واحد عَلَمٌ۔

يَظْلَلْنَ: وہ ہو جائیں گے۔ ظَلُوْلٌ سے مضارع۔ فعل ناقص ہے۔

رَوَاكِدَ: ٹھہری ہوئیں، تھمی ہوئیں۔ واحد رَاكِدَةٌ۔

یُوْبِقْهُنَّ: وہ ان کو تباہ کرتا ہے، وہ ان کو ہلاک کرتا ہے۔ اِیْبَاقٌ سے مضارع۔

محیص پناہ گاہ، بھاگنے کی جگہ۔ حَیْصٌ سے اسم ظرف مکان۔

تشریح: اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے سمندر میں چلنے والے جہاز اور کشتیاں بھی ہیں جو پہاڑوں کی طرح بلند اور نمایاں نظر آتے ہیں۔ ان کشتیوں اور جہازوں کو ادھر سے ادھر لے جانے والی ہوائیں اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ اگر وہ چاہے تو ان ہواؤں کو روک لے جس کے نتیجے میں جہازوں کے بادبان بیکار ہو جائیں اور تمام جہاز اور کشتیاں سمندر کی سطح پر کھڑی کی کھڑی رہ جائیں۔ بلا شبہ ان جہازوں اور کشتیوں کے چلنے میں ہر صابر و شاکر مومن کے لیے قدرتِ الٰہی کی بڑی نشانیاں ہیں۔

بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان کے دو حصے ہیں۔ آدھا صبر ہے اور آدھا شکر۔

جس طرح ہوائیں بند کر کے کشتیوں کو ٹھہرا لینا اور روک لینا اس کی قدرت و اختیار میں ہے اسی طرح سمندر میں طوفان پیدا کر کے ان پہاڑوں جیسی کشتیوں کو دم بھر میں ڈبو دینا بھی اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اگر وہ چاہے تو اہل کشتی کے گناہوں اور بداعمالیوں کے باعث انہیں غرق کر دے لیکن وہ حلیم ہے اور بہت سے گناہوں سے درگزر فرماتا ہے اور اپنے لطف و کرم سے خوشگوار اور موافق ہوائیں چلاتا ہے اور لوگ ان کشتیوں پر لمبے لمبے سفر طے کرتے ہیں۔ یہی حال پانی کا ہے کہ اگر بالکل نہ برسائے تو خشک سالی سے دنیا تباہ ہو جائے۔ اگر زیادہ مقدار میں برسا دے تو طغیانی آ جائے، مکان گر پڑیں، مویشی اور لوگ ہلاک ہو جائیں اور زمینی پیداوار ختم ہو جائے مگر وہ اپنی رحمت اور مہربانی سے ان شہروں اور زمینوں میں زیادہ بارش برساتا ہے جہاں زیادہ پانی کی ضرورت ہوتی ہے اور جہاں کم پانی کی ضرورت ہوتی ہے وہاں کم پانی برساتا ہے۔ اگر ہم نے ان ناشکرے کافروں کو چند روز کے لیے سمندر میں غرق ہونے سے بچا دیا تو بھی بہت جلد ہم ان کو ایسے عذاب میں گرفتار کریں گے کہ ان کو معلوم ہو جائے گا کہ عذابِ الٰہی سے بچ نکلنے کی اب کوئی صورت نہیں۔ (مظہری ۳۲۶، ۸/۳۲۷ مواہب الرحمٰن ۶۹، ۲۵/۷۰)

مومنین کی صفات

۳۶۔۳۹: فَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَمَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰی لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَ الَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَ الْفَوَاحِشَ وَ اِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ

يَغْفِرُوْنَ ﴿٣٧﴾ وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ
اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿٣٨﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَآ
اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿٣٩﴾

سو جو کچھ تمہیں دیا گیا ہے وہ دنیوی زندگی کو برتنے کے لیے ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ (اس سے) بہتر ہے اور باقی رہنے والا ہے (اور) وہ ان کے لیے ہے جو ایمان لائے اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں اور جو کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں اور جب ان کو غصہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں اور جو اپنے رب کا حکم مانتے اور نماز قائم کرتے ہیں اور ان کا ہر کام آپس کے مشورے سے ہوتا ہے اور جو کچھ ہم نے انہیں دے رکھا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں اور جب ان پر زیادتی ہو تو برابر کا بدلہ لیتے ہیں۔

تشریح: کافر دنیاوی مال و متاع اور اس کی ہوس میں آخرت کا انکار کرتے ہیں اور مال کی کثرت کی بنا پر اپنے آپ کو تمام جہان سے بہتر و برتر اور اللہ تعالیٰ کے ہاں مقرب و معزز سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کافروں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم کس بات پر متکبر و مغرور ہو کر آیات الٰہی کا انکار کرتے ہو اور اہل ایمان پر اپنی فضیلت کا اظہار کرتے ہو۔ تمہیں جو کچھ دیا گیا ہے وہ محض چندروزہ دنیوی زندگی کا سامان ہے۔ تم میں سے ہر ایک کی زندگی کے اختتام کے ساتھ ہی یہ سارا ساز و سامان ختم ہو جائے گا۔ اس کے برعکس جو نعمتیں اور اجر و ثواب اللہ کے ہاں ہے وہ دائمی اور باقی رہنے والا ہے اور ان لوگوں کے لیے ہے جو ایمان لائے اور اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں، کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے رہتے ہیں اور جب ان کو غصہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں۔ حقیقت میں یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کی فرماں برداری کی، نماز کی پابندی کی، ان کے معاملات آپس کے مشورے سے طے ہوتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو عطا کیا ہے وہ اس میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور جب کسی طرف سے ان پر ظلم و زیادتی ہوتی ہے تو برابر کا بدلہ لیتے ہیں۔ طبرانی نے الاوسط میں حضرت علی کی روایت نقل کی ہے کہ جس سے مشورہ طلب کیا جائے وہ امین ہو اور وہ وہی مشورہ دے جو اپنے لیے اختیار کرنے والا ہو۔ یعنی وہ ایسا نہ ہو کہ اپنے لیے تو ایک بات پسند کرتا ہو اور دوسروں کو اس کے خلاف مشورہ دے۔ (مظہری: ۸/۳۲۸)

عدل کے ساتھ بدلہ لینا

۴۰۔۴۳ وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝

برائی کا بدلہ اسی جیسی برائی ہے اور جو معاف کر دے اور صلح کر لے تو اس کا ثواب اللہ کے ذمے ہے۔ بے شک اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا اور جو اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد برابر کا بدلہ لے تو ایسے لوگوں پر کوئی الزام نہیں۔ الزام تو ان پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور ملک میں ناحق سرکشی کرتے ہیں۔ انہی لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے اور جو صبر کرے اور معاف کر دے تو یقیناً یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے۔

تشریح: برائی کے بدلے میں ویسی ہی برائی کرنا جائز ہے جیسی اس کے ساتھ کی گئی۔ جیسے ارشاد ہے:

فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ

پھر جو کوئی تم پر زیادتی کرے تو تم بھی اس پر اسی کی مانند زیادتی کرو جیسی زیادتی اس نے تم پر کی ہے۔ (البقرۃ:۱۹۴)

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ

اور اگر تم بدلہ لو تو اتنا ہی لو جتنی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہے۔ (النحل:۱۲۶)

لیکن جو شخص معاف کر دے اور صلح صفائی کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرور اس کا اجر و ثواب دے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو انتقام لینے میں برابری کی حد سے بڑھ جاتے ہیں

۔ جولوگ اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد اسی قدر بدلہ لیتے ہیں جس قدر ان پر ظلم ہوا ہوتو بیشک ایسے لوگوں پر بدلہ لینے میں کسی قسم کا مواخذہ نہیں البتہ گناہ تو ان پر ہے جو لوگوں پر ظلم وزیادتی کرتے ہیں اور زمین میں ناحق شر وفساد پھیلاتے ہیں ۔ یقیناً ایسے ظالموں اور مفسدوں کے لیے دردناک عذاب ہے ۔ جس شخص نے اپنے نفس کے لیے انتقام نہ لیا اور ظلم وزیادتی پر صبر کیا اور ظلم کرنے والے کو معاف کردیا، نہ بددعا کی اور نہ ملامت کی تو بیشک ایسا کرنا بڑی ہمت کا کام ہے ۔ سو جو لوگ ان اوصاف کے ساتھ متصف ہوں گے اللہ کے ہاں ان کا بہت بلند مقام ہوگا ۔

کفار کی ذلت ورسوائی

۴۴۔۴۶: وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ۭ وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ
لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۴﴾ وَ
تَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ
طَرْفٍ خَفِيٍّ ۭ وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ
خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ
فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ﴿۴۵﴾ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَاۗءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ
دُوْنِ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۶﴾

جس کو اللہ گمراہ کردے تو اس کے بعد اس کا کوئی چارہ ساز نہیں اور آپ دیکھیں گے کہ یہ ظالم عذاب کو دیکھ کر (حسرت سے) کہیں گے کہ کیا (دنیا میں) واپس جانے کی کوئی سبیل ہے اور آپ دیکھیں گے کہ (اس روز) وہ اس (جہنم) کے سامنے لائے جائیں گے تو ذلت سے جھکے جارہے ہوں گے اور کن انکھیوں سے (دوزخ کو) دیکھ رہے ہوں گے اور ایمان والے کہیں گے کہ یقیناً وہی لوگ خسارے میں ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو (آج) قیامت کے دن خسارے میں ڈالا ۔ یادرکھو! ظالم لوگ یقیناً دائمی عذاب میں رہیں گے (وہاں) ان کے کوئی مددگار نہیں جو اللہ سے الگ (ہوکر) ان کی مدد کریں اور جسے اللہ گمراہ کردے اس کے لیے کوئی راہ (نجات) نہیں ۔

مَرَدٍّ: لوٹائے جانے کا وقت یا مقام۔ رَدٌّ سے اسم ظرف زمان ومکان۔

طَرْفٍ: نظر، نگاہ، آنکھ ہر چیز کا منتہیٰ، آنکھ جھپکانا۔ جمع اطراف۔

تشریح: اللہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ اسے کوئی نہیں روک سکتا اس لیے وہ جسے سیدھا راستہ دکھادے اسے کوئی نہیں بہکا سکتا اور جسے وہ گمراہ کردے اسے کوئی راہِ راست نہیں دکھا سکتا۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ﴿١٧﴾

جسے وہ گمراہ کردے اس کا کوئی چارہ ساز اور رہبر نہیں۔ (الکہف: ۱۷)

قیامت کے روز یہ مشرکین اللہ کے عذابوں کو دیکھ کر دنیا میں دوبارہ آنے کی تمنا کریں گے۔

جیسے ارشاد ہے:

وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وُقِفُوا عَلَى النَّارِ فَقَالُوا يَا لَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِآيَاتِ رَبِّنَا وَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٢٧﴾

اور کاش تو انہیں دیکھتا جب وہ دوزخ کے پاس کھڑے کئے جائیں گے اور کہیں گے کیا ہی اچھا ہو کہ ہم دنیا میں دوبارہ بھیج دیئے جائیں تو ہم اپنے رب کی آیتوں کی ہرگز تکذیب نہیں کریں گے بلکہ ایمان لے آئیں گے۔

(الانعام: ۲۷)

یقیناً یہ جھوٹے ہیں۔ اگر ان کو دوبارہ دنیا میں بھیج دیا جائے تب بھی یہ وہی کریں گے جس سے منع کئے جاتے ہیں۔ قیامت کے دن جب ان کو دوزخ کے پاس لا کر کھڑا کیا جائے گا تو اس وقت ذلت و شرمساری سے جھکے ہوئے ہوں گے اور نظریں بچا کر جہنم کو دیکھ رہے ہوں گے لیکن اس سے بچ نہ سکیں گے۔ اس وقت اہل ایمان کہیں گے کہ بیشک پورا پورا نقصان اٹھانے والے وہی لوگ ہیں جنہوں نے آج اپنے آپ کو، اپنے گھر والوں اور متعلقین کو ہلاکت وخسارے میں ڈالا۔ یاد رکھو ظالم لوگ یعنی مشرکین ومنکرین دائمی عذاب میں رہیں گے۔ وہاں اللہ کے سوا ان کا کوئی مددگار بھی نہ ہوگا جو ان عذابوں سے بچا سکے یا ان میں کمی کر سکے پس جس کو اللہ گمراہ کردے اس کے لیے نجات کا کوئی راستہ نہیں۔ اس کے لیے خیر کے تمام دروازے بند ہیں۔

(ابن کثیر ۴/۱۲۰)

انسان کا ناشکرا پن

۴۷۔۵۰: اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ
اللّٰهِ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ﴿٤٧﴾ فَاِنْ
اَعْرَضُوْا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ؕ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ
وَاِنَّآ اِذَآ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ
سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ ﴿٤٨﴾ لِلّٰهِ مُلْكُ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا
وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ﴿٤٩﴾ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ
وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿٥٠﴾

لوگو! اپنے ربّ کا حکم مان لو قبل اس کے کہ وہ دن آجائے جو اللہ کی طرف سے ٹلنے والا نہیں۔ اس دن تمہارے لیے نہ کوئی پناہ کی جگہ ہوگی اور نہ تمہاری طرف سے کوئی روک ٹوک کرنے والا ہوگا۔ پھر اگر یہ لوگ (دعوت حق سے) منہ پھیر لیں تو ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔ آپ کے ذمے تو صرف (پیغام کا) پہنچا دینا ہے اور جب ہم انسان کو اپنی رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو وہ اس پر خوش ہو جاتا ہے اور اگر ان کو اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو بیشک انسان بہت ناشکرا ہے۔ آسمانوں اور زمین کی سلطنت اللہ ہی کی ہے۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جس کو چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹے دیتا ہے یا انہیں بیٹے اور بیٹیاں ملا کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بے اولاد رکھتا ہے۔ بیشک وہ بڑے علم والا اور کامل قدرت والا ہے۔

عَقِيْمًا: بے اولاد، بانجھ، بے اثر، منحوس۔

تشریح: قیامت آجانے سے پہلے پہلے تم اللہ کے احکام کو قبول کرلو اور اس کی اطاعت و فرماں برداری میں لگ جاؤ۔ جب قیامت کا دن آجائے گا تو کوئی اسے لوٹانے والا نہ ہوگا۔ اس دن تمہیں کہیں جائے پناہ نہ ملے گی اور نہ تم کہیں چھپ کر اپنے آپ کو بچا سکو گے اور اللہ سے غائب ہو سکو گے۔

اگر یہ مشرکین پھر بھی اعراض کریں اور ایمان نہ لائیں تو آپ کو اس پر رنج و ملال کرنے کی ضرورت نہیں ۔ ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا کہ آپ سے ان کی روگردانی اور اعراض کی باز پرس کی جائے ۔ آپ کے ذمے تو صرف اللہ کا پیغام ہدایت پہنچا دینا ہے ان کا حساب ہم پر ہے سو قیامت کے روز ہم ان سے ذرّے ذرّے کا حساب لیں گے ۔

انسان کی حالت یہ ہے کہ جب ہم اس کو اپنی عنایت کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو وہ اس پر خوش ہونے لگتا ہے اور اتراتا ہے ۔ اگر ایسے لوگوں کو ان کی بداعمالیوں کے سبب جو وہ پہلے کر چکے ہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ناشکری کرنے لگتے ہیں اور گزشتہ تمام نعمتوں کو بھول جاتے ہیں ۔ آسمانوں اور زمین کا خالق و مالک اور متصرف اللہ تعالیٰ ہی ہے وہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے ۔ وہ جسے چاہے دے اور جسے چاہے نہ دے ۔ وہ جسے چاہے لڑکیاں دے اور جسے چاہے لڑکے دے اور جسے چاہے لڑکے اور لڑکیاں دونوں دے اور جسے چاہے بے اولاد رکھے ۔ سب اسی کی قدرت اور اختیار میں ہے ۔ بیشک وہ بڑے علم اور قدرت والا ہے اور ہر مستحق کو جانتا ہے ۔

وحی کے مراتب و کیفیات

۵۱۔۵۳: وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ
اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۝
وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ
مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ
نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝
صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ اَلَآ
اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ۝۵۳

کسی انسان کی یہ (شان) نہیں کہ اللہ اُس سے (براہ راست) بات کرے مگر بذریعہ الہام یا پردے کے پیچھے سے یا کسی فرشتے کو بھیج دے کہ وہ اللہ کے حکم سے جو چاہے وحی کرے ۔ بے شک وہ بلند مرتبہ اور حکمت والا ہے ۔ اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے ایک فرشتہ آپ کی طرف اتارا ہے ۔ اس سے

پہلے آپ یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا لیکن ہم نے اس
(قرآن) کو ایک نور بنایا جس کے ذریعے ہم اپنے بندوں میں سے جسے
چاہتے ہیں راہِ راست دکھادیتے ہیں اور بے شک آپ سیدھے راستے کی
طرف رہنمائی کررہے ہیں۔ اُس اللہ کے راستے کی طرف جو آسمانوں اور زمین
کی سب چیزوں کا مالک ہے۔ یادرکھو سب کام اللہ ہی کی طرف لوٹتے ہیں۔

شانِ نزول: بغوی نے لکھا ہے کہ یہودیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا موسیٰ علیہ السلام نے تو اللہ سے کلام کیا اور اُس کی طرف دیکھا بھی تھا۔ اگر آپ نبی ہیں تو آپ نے اللہ سے کلام کیوں نہیں کیا اور اُس کو کیوں نہیں دیکھا؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (مظہری: ۸/۳۳۲)

تشریح: اس آیت میں یہود کی اس بات کا رد ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کو دیکھا اور بلا واسطہ کلام کیا تھا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ کسی انسان کے لیے یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ رُو در رُو کلام کرے۔ خود موسیٰ علیہ السلام نے بھی بالمشافہ اللہ تعالیٰ سے کلام نہیں کیا بلکہ پس پردہ صرف آواز سنی۔ یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ دنیا میں کسی انسان سے اللہ تعالیٰ کے کلام کرنے کی صرف تین صورتیں ہیں۔

۱۔ وَحْیاً: کسی مضمون کو دل میں ڈال دینا۔ یہ جاگتے ہوئے بھی ہوسکتا ہے اور نیند میں بصورتِ خواب بھی جیسا کہ بہت سی احادیث میں منقول ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ بات میرے دل میں القا کی گئی ہے اور انبیاء علیہم السلام کے خواب بھی وحی ہوتے ہیں۔ ان میں شیطانی تصرف نہیں ہوسکتا۔ اس صورت میں عموماً الفاظ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوتے۔ صرف ایک مضمون دل میں آتا ہے جس کو وہ اپنے الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

۲۔ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ: جاگتے ہوئے پردے کے پیچھے سے کوئی حکم سننا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہِ طور پر اللہ تعالیٰ کا کلام سنا مگر اللہ تعالیٰ کو دیکھا نہیں۔ اسی لیے حضرت موسیٰ نے ارنی انظر الیک کی درخواست کی جس کا جواب نفی میں دیا گیا کہ لن ترانی تو ہرگز مجھے نہیں دیکھ سکتا۔ یہ بات دنیا کے لیے ہے کہ دنیا میں کوئی انسان اللہ تعالیٰ کو بالمشافہ یعنی حجاب کے بغیر نہیں دیکھ سکتا۔ جنت میں ہر شخص اللہ کو دیکھ سکے گا۔

۳۔ اَوْ یُرْسِلَ رَسُوْلاً: کسی فرشتے (جبرئیل وغیرہ) اپنا کلام دے کر بھیجے اور وہ رسول کو

پڑھ کر سنا دے۔ یہی طریقہ عام رہا ہے۔ بے شک وہ بلندی و بزرگی والا ہے اور ساتھ ہی حکمت والا بھی ہے۔

اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! یہ قرآن آپ کی نبوت کی واضح دلیل ہے جس کو ہم نے بذریعہ وحی آپ کی طرف اُتارا ہے۔ اس قرآن کے نازل ہونے سے پہلے اُمی ہونے کی بنا پر آپ ﷺ تو یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے؟ جس کی طرف دنیا کو دعوت دے رہے ہیں لیکن اس قرآن کو ہم ہی نے نور ہدایت بنایا ہے۔ اس کے ذریعہ ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں راہ ہدایت دکھاتے ہیں۔ جیسے کوئی بینا شخص آفتاب کی روشنی میں ذرہ برابر شک و شبہ نہیں کر سکتا اسی طرح اس قرآن میں بھی ذرہ برابر شک و شبہ کی گنجائش نہیں جو تمام عالم کے لیے نور مبین اور نور ہدایت ہے۔ اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اس قرآن کے ذریعے یقیناً آپ مخلوق خدا کو سیدھا راستہ دکھاتے ہیں جو اس خدا کا راستہ ہے جو آسمانوں اور زمین کے درمیان کی ہر چیز کا مالک و ربّ ہے۔ ان میں حکم چلانے والا بھی وہی ہے۔ کوئی اس کے حکم کو نہیں ٹال سکتا۔ آگاہ ہو جاؤ تمام امور اسی کی طرف پھیرے جاتے ہیں اور وہی تمام امور کے فیصلے کرتا ہے۔

(معارف القرآن: مفتی محمد شفیع، ۱۳۰، ۱۴/۷، ابن کثیر ۱۲۱، ۱۲۲/۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الزخرف

وجہ تسمیہ: اس سورت کا نام سورۃ زخرف مشہور ہے کیونکہ یہ لفظ اس کی آیت ۳۵ میں آیا ہے۔

تعارف: اس میں سات رکوع، ۸۹ آیات، ۸۳۰ کلمات اور ۳۴۰۰ حروف ہیں۔ یہ سورت بالا تفاق ہجرت سے پہلے مکہ میں نازل ہوئی لیکن مقاتل سے نقل کیا گیا ہے کہ اس کی ایک آیت ۴۵ وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ ...... ہجرت کے بعد مدینے میں نازل ہوئی۔

اس سورت میں کتاب الٰہی کی عظمت وحقانیت کا بیان اور بعض انبیاء کے احوال مذکور ہیں۔

مضامین کا خلاصہ

رکوع ۱: اقوام سابقہ کے حال سے عبرت اور سواری پر بیٹھنے کے آداب مذکور ہیں۔

رکوع ۲: بیٹی کی پیدائش پر رنجیدہ ہونا اور باپ دادا کی اندھی تقلید کا بیان ہے۔

رکوع ۳: حضرت ابراہیم کا اعلان توحید اور نبوت و رسالت کا عطیہ خداوندی ہونا مذکور ہے۔

رکوع ۴: ذکرِ الٰہی سے اعراض کی سزا اور قرآن کا نعمتِ عظمیٰ ہونا بیان کیا گیا ہے۔

رکوع ۵: فرعون اور قوم فرعون کا حال مذکور ہے۔

رکوع ۶: حضرت عیسیٰ کی مثال اور ان کا پیغام توحید۔

رکوع ۷: جنت کی نعمتیں، اہل جہنم کا دائمی عذاب اور اللہ تعالیٰ کی ربوبیت وشان کبریائی کا بیان ہے۔

حروف مقطعات

۱: حٰمٓ ۝۱

یہ حروف مقطعات ہیں جن کے حقیقی معنی و مراد اللہ اور اُس کا رسول صلی اللہ

علیہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔

اقوام سابقہ کے احوال سے عبرت

۲۔۸: وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝
وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۝ اَفَنَضْرِبُ
عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ ۝ وَكَمْ اَرْسَلْنَا
مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا
بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ فَاَهْلَكْنَآ اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَّمَضٰى
مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ ۝

قسم ہے اس واضح کتاب کی بے شک ہم نے اسے عربی زبان کا قرآن بنایا ہے تاکہ تم سمجھ لو۔ یقیناً یہ (قرآن) ہمارے پاس لوح محفوظ میں ہے، بلند مرتبہ اور حکمت والا ہے کیا اس نصیحت کو ہم تم سے اس لیے ہٹا لیں کہ تم حد سے بڑھ گئے ہو اور ہم نے پہلے لوگوں میں بھی بہت سے نبی بھیجے اور ان کے پاس کوئی نبی ایسا نہیں آیا جس کی انہوں نے ہنسی نہ اُڑائی ہو، سو ہم نے ان میں سے زیادہ قوت والوں کو ہلاک کر دیا اور پہلے لوگوں کا قصہ گزر چکا ہے۔

تشریح: قسم ہے اس واضح اور روشن کتاب کی جس کے الفاظ نورانی ہیں اور جو سب سے زیادہ فصیح و بلیغ عربی زبان میں نازل ہوئی ہے تاکہ تم سوچو، سمجھو اور نصیحت و عبرت حاصل کرو۔ بیشک یہ قرآن ہمیشہ سے ہمارے پاس لوح محفوظ میں ہے اور نہایت بلند پایہ، شرافت و فضیلت والا، بہت محکم و مضبوط اور حکمتوں سے لبریز ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ۝ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۝ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا
الْمُطَهَّرُوْنَ ۝ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

یہ قرآن کریم لوح محفوظ میں درج ہے۔ فرشتوں کے سوا اس کو کوئی نہیں چھوتا یہ اللہ کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے۔ (الواقعہ: ۷۷، ۸۰)

كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۝ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۝ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۝

مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ﴿۱۴﴾ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ﴿۱۵﴾ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ﴿۱۶﴾

بیشک یہ قرآن نصیحت کی چیز ہے جس کا دل چاہے اسے قبول کرے۔ وہ معزز بلند مرتبہ اور مقدس صحیفوں میں ہے اور ایسے لکھنے والوں کے ہاتھ میں ہے جو ذی عزت اور پاک ہیں۔ (عبس: ۱۱، ۱۶)

پھر فرمایا کہ تم ایسی توقع مت رکھو کہ ہم تمہاری زیادتیوں، شرارتوں اور حد سے گزرنے کے سبب کتاب الٰہی کا نزول اور دعوت و نصیحت کا سلسلہ بند کر دیں گے اور تمہاری برائیوں پر تمہیں تنبیہ نہیں کریں گے۔ ایسا ہرگز نہیں ہوگا بلکہ ہم تمہاری اصلاح کے لیے تمہیں تنبیہ بھی کریں گے اور وعظ و نصیحت بھی، تاکہ منکرین پر اتمامِ حجت ہو جائے۔ پھر آپ ﷺ کی تسلی کے لیے فرمایا کہ آپ اپنی قوم کی تکذیب پر نہ گھبرائیں بلکہ صبر سے کام لیں۔ ان سے پہلے جو قومیں گزری ہیں ان کے پاس بھی ہم نے اپنے رسول بھیجے تھے اور سب ہی نے اپنے اپنے نبیوں کا تمسخر اُڑایا۔ سو انجام کار ہم نے بھی ان میں سے بڑے بڑے سرکشوں کو ہلاک کر دیا جو ان مشرکین مکہ سے کہیں زیادہ زور آور تھے۔ اور ان کے واقعات کو ضرب المثل بنا دیا۔ جس طرح ان مشرکین و منکرین سے پہلے والوں پر عذاب آیا اسی طرح ان پر بھی آئے گا اور یہ اللہ کی پکڑ سے نہیں بچ سکیں گے۔ (عثمانی: ۵۲۱، ۲/۵۲۲)

سواری پر بیٹھنے کے آداب

۹۔۱۵: وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ﴿۹﴾ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّجَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰﴾ وَالَّذِيْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ ۚ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۚ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَالَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ﴿۱۲﴾ لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾

اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو وہ ضرور کہیں گے کہ ان کو زبردست (اور) علم والے نے پیدا کیا ہے۔ اسی نے زمین کو تمہارے لیے بچھونا بنایا اور اس میں تمہارے لیے راستے بنائے تاکہ تم (منزلِ مقصود کی) راہ پاؤ۔ اسی نے ایک خاص مقدار میں آسمان سے پانی اتارا۔ پھر ہم نے اس سے مردہ زمین کو زندہ کر دیا۔ تم بھی اسی طرح نکالے جاؤ گے۔ اسی نے تمام چیزوں کے جوڑے بنائے اور تمہارے لیے کشتیاں اور چوپائے بنائے جن پر تم سوار ہوتے ہو تاکہ تم اس کی پشت پر جم کر بیٹھو اور جب تم اس پر (سکون سے) بیٹھ جاؤ تو اپنے ربّ کی نعمت کو یاد کرو اور کہو کہ پاک ہے وہ جس نے اسے ہمارے تابع کر دیا اور ہم اس کو قابو میں نہیں لا سکتے تھے۔ اور یقیناً ہم اپنے ربّ کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں اور انہوں نے اللہ کے بندوں میں سے (بعض کو) اس کا جزو ٹھہرایا۔ یقیناً انسان صریح ناشکرا ہے۔

مَھْدًا: بچھونا، فرش، راستہ ہموار کرنا۔ مصدر بمعنیٰ مفعول۔

اَنْشَرْنَا: ہم نے زندہ کر دیا، ہم نے اٹھا کھڑا کیا۔ اِنْشارٌ سے ماضی۔

مُقْرِنِیْنَ: قوت والے، طاقت رکھنے والے، قابو میں لانے والے۔ اِقْرانٌ سے اسم فاعل۔

تشریح: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! اگر آپ ان مشرکین و منکرین سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو یہ لوگ اس بات کا ضرور اقرار کریں گے کہ اللہ تعالیٰ ہی زمین و آسمان کا خالق ہے جو بڑی عزت اور علم والا ہے۔ اسی نے تمہارے آرام کے لیے زمین کو فرش کی مانند بنایا تاکہ تم اس پر چلو پھرو، رہو سہو، اٹھو بیٹھو اور سوؤ جاگو۔ اسی نے مضبوط پہاڑوں کے ذریعے اس کو ہلنے جلنے سے روک دیا ہے اور اس میں راستے بنائے ہیں تاکہ تم اپنی ضروریات کے لیے ایک شہر سے دوسرے شہر اور ایک ملک سے دوسرے ملک سفر کر سکو۔ وہ پروردگار ایسا مہربان ہے کہ اس نے اندازے کے مطابق آسمان سے پانی اتارا اور اس کے ذریعے ایک بے آب و گیاہ علاقے کو سرسبز و شاداب کر دیا، زمین کی خشکی تری میں تبدیل ہوگئی۔ جنگل لہلہا اُٹھے اور طرح طرح کے پھل اور پھول اگنے لگے۔ اسی طرح قیامت کے روز تم بھی زندہ کر کے قبروں سے نکالے جاؤ گے خواہ تم زمین میں دفن ہونے کے بعد زمین کے اجزا کے ساتھ خلط ملط ہو کر ریزہ ریزہ ہی کیوں نہ ہو جاؤ۔

اسی پروردگار نے ہر چیز کو جوڑے جوڑے بنایا اور تمہارے لیے کشتیاں اور چوپائے بنائے جن پر تم سوار ہو کر بحر و بر کا سفر کرتے ہو پھر جب تم ان جانوروں پر جم کر بیٹھ چکو تو اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو کہ اس نے کیسے کیسے طاقتور وجود تمہارے قابو میں کر دیئے اور یہ کہو کہ ''پاک ہے وہ ذات جس نے ان چیزوں کو ہمارے بس میں کر دیا ورنہ ہم ان کو قابو میں نہیں کر سکتے تھے اور ہم اپنی موت کے بعد اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں''۔ ان مشرکین و منکرین نے اللہ کی مخلوق میں سے بعض کو اس کی اولاد ٹھہرایا جیسے نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ کو اللہ کا بیٹا قرار دیا جو صریح شرک اور اللہ تعالیٰ کی الوہیت و وحدانیت کا انکار ہے بے شک انسان کھلا ناشکرا اور نافرمان ہے۔

بیٹی کی پیدائش پر رنجیدہ ہونا

۱۶۔۲۰: اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّاَصْفٰىكُمْ بِالْبَنِيْنَ ۝ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ۝ اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ ۝ وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ۭ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ۭ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْـَٔلُوْنَ ۝ وَقَالُوْا لَوْ شَاۗءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ۭ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۤ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ۝

کیا اس (اللہ) نے مخلوق میں سے بیٹیاں خود رکھ لیں اور تمہیں چن کر بیٹے دے دیئے، حالانکہ جب ان میں سے کسی (کافر) کو اس کی خبر دی جائے جس کو وہ رحمٰن کی طرف منسوب کرتا ہے تو اس کا چہرا سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ غمگین ہو جاتا ہے۔ کیا (اللہ اس کو اولاد بنائے گا) جو زیور میں پرورش پائے اور جھگڑے میں (اپنی بات بھی) واضح نہ کر سکے۔ انہوں نے فرشتوں کو جو رحمٰن کے بندے ہیں عورتیں قرار دے لیا۔ کیا وہ ان کی پیدائش کے وقت موجود تھے۔ البتہ ان کی گواہی لکھی جاتی ہے اور (قیامت کے روز) ان سے باز پرس ہوگی۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم ان کی عبادت نہ کرتے ان

کو اس کا کچھ علم نہیں وہ (صرف) اٹکل سے بات کہہ رہے ہیں۔

اَصْفٰكُمْ : اس نے تم کو خاص کیا، اس نے تم کو پسند کیا۔ اصفاءٌ سے ماضی۔

كَظِيْمٌ : سخت غمگین۔ کظمٌ و کظومٌ سے صفت مشبہ۔

يُنَشَّؤُا : وہ نشوونما پاتا ہے، وہ پرورش پاتا ہے۔ تنشئةٌ سے مضارع مجہول۔

حِلْيَةِ : زیور، گہنے، آرائش۔ جمع حُلیٌّ۔

يَخْرُصُوْنَ : وہ اٹکل دوڑاتے ہیں، وہ قیاسی باتیں کرتے ہیں۔ خَرْصٌ سے مضارع۔

تشریح: مشرکین نے لڑکے اور لڑکیوں کی تقسیم کر کے لڑکیاں تو اللہ تعالیٰ کے لیے تجویز کر دیں جو ان کے خیال میں ذلیل و خوار تھیں اور لڑکے اپنے لیے پسند کر لئے۔ جیسے ارشاد ہے:

اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَ لَهُ الْاُنْثٰى ﴿۲۱﴾ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ﴿۲۲﴾

کیا تمہارے لیے تو لڑکے ہوں اور اللہ کے لیے لڑکیاں؟ یہ تو بڑی بے ڈھنگی تقسیم ہے۔ (النجم: ۲۱، ۲۲)

ان مشرکین کا اپنا حال یہ ہے کہ جب بھی ان میں سے کسی کو لڑکی پیدا ہونے کی خوشخبری دی جائے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ دل ہی دل میں کڑھنے لگتا ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ جس چیز کو یہ خود ناپسند کرتے ہیں اسی کو اللہ کے لیے تجویز کرتے ہیں۔ عورتیں جو ناقص سمجھی جاتی ہیں، زیور میں پلتی ہیں، زینت کو اپنے لیے کمال سمجھتی ہیں، نہ ان کی عقل کامل ہے اور نہ دین کامل اور نہ مباحثے کے وقت اپنی صفائی میں کوئی دلیل بیان کر سکتی ہیں، ایسی ضعیف اور ناقص مخلوق کو اللہ کی اولاد قرار دینا کیسے درست ہو سکتا ہے۔ ان لوگوں نے فرشتوں کو عورتیں سمجھ رکھا ہے۔ کیا یہ فرشتوں کی پیدائش کے وقت وہاں موجود تھے۔ مشرکین کو یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ ہم ان کی باتوں سے بے خبر ہیں۔ ہمارے پاس سب لکھی ہوئی ہیں۔ قیامت کے روز ہم ان سے ہر بات کی باز پرس کریں گے۔

مشرکین کہتے ہیں کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم فرشتوں کی مورتوں وغیرہ کو نہ پوجتے۔ جب اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور ہر بات کو جانتا ہے تو اس نے ہماری یہ بات جاننے کے باوجود ہمیں ان کی عبادت سے نہیں روکا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا یہ عمل اس کی مرضی سے ہے اور پسندیدہ ہے۔ اگرچہ خیر و شر سب اللہ کے ارادے اور قدرت سے ہے لیکن انسان اپنے اعمال و افعال کا خود ذمے دار ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کے ذریعے اس کو دعوت توحید پہنچا دی اور اس کو نیکی و بدی کا

انجام بھی بتا دیا اس لیے کافروں کا ملائکہ کی مورتوں کو پوجنے پر اللہ کی طرف سے ڈھیل ملنے سے یہ نتیجہ نکالنا کہ وہ ان سے راضی ہے صحیح نہیں بلکہ صحیح یہ ہے کہ ان مشرکین کو جنھوں نے شرک کے ساتھ دنیا کو اختیار کیا، اپنی بدعملی کا نتیجہ جہنم کی صورت میں ضرور ملے گا۔

(مواہب الرحمٰن: ۱۰۱۔۱۰۵/ ۲۵، مظہری ۳۴۱، ۳۴۳/ ۸)

باپ دادا کی اندھی تقلید

۲۱۔۲۵: اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ ۝ بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّ اِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝ وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّ اِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ۝ قٰلَ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ ۭ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝

کیا اس (قرآن) سے پہلے ہم نے ان کو کوئی کتاب دی ہے جس کو وہ مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں۔ (نہیں) بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقے پر پایا ہے اور ہم انہی کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ اسی طرح آپ سے پہلے جب بھی ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا بھیجا تو وہاں کے خوشحال لوگوں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقے پر پایا ہے اور ہم انہی کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ (ان کے رسول نے) کہا اگر میں تمہارے پاس اس سے بہتر طریقہ لایا ہوں جس پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ وہ کہنے لگے کہ ہم تمہارا لایا ہوا دین نہیں مانیں گے۔ سو ہم نے ان سے انتقام لیا۔ پھر دیکھ لو تکذیب کرنے والوں کا انجام کیسا ہوا۔

مُسْتَمْسِكُوْنَ: مضبوط پکڑنے والے۔ اِسْتِمْسَاکٌ سے اسم فاعل۔

مُتْرَفُوْهَا: اس (بستی) کے دولت مند، اس کے خوشحال۔ اِتْرَافٌ سے اسم مفعول۔

تشریح: یہ مشرکین جن چیزوں کی الوہیت کا دعویٰ کر کے ان کی بندگی کرنے لگے ہیں اور ان کو اپنا کارساز سمجھتے ہیں تو کیا اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے کوئی کتاب نازل کر کے اس کے ذریعے ان کو شرک کی تعلیم دی ہے اور یہ اس کتاب پر استقامت کے ساتھ عمل کر رہے ہیں ۔ ایسا نہیں ہے بلکہ یہ سب انکل پچو باتیں ہیں جو انہوں نے اپنی طرف سے گھڑ رکھی ہیں بلکہ وہ تو یہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقے پر پایا ہے اور ہم بھی ان ہی کے طریقے پر ہدایت یافتہ ہیں ۔ جس طرح یہ مشرکین و منکرین اپنے باپ دادا کی اتباع میں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال رہے ہیں اسی طرح جب بھی ہم نے ان سے پہلے لوگوں کی طرف کسی بستی میں کوئی پیغمبر بھیجا تو وہاں کے آسودہ حال لوگوں نے بھی یہی جواب دیا تھا کہ ہم نے تو اپنے آباواجداد کو ایک دین پر پایا اور ہم بھی ان ہی کے نقش قدم پر چل رہے ہیں ۔ حقیقت یہ ہے کہ سرکشی میں اگلے پچھلے سب لوگ یکساں ہیں ۔ منکرین کی بات کے جواب میں ان کے پیغمبر نے کہا کہ اگر میں تمہارے باپ دادا کے طریقے سے زیادہ بہتر چیز تمہیں بتاؤں تو کیا پھر بھی تم میرا انکار کرو گے اور اپنے باپ دادا کے طریقے پر چلتے رہو گے ۔ وہ کہنے لگے کہ ہم اس دین کو نہیں مانتے جس کو آپ لے کر آئے ہیں ۔ آخر ہم نے بھی ایسے اڑیل اور ضدی لوگوں سے ان کی گستاخیوں کا انتقام لیا اور شدید عذاب بھیج کر ان کی جڑ ہی کاٹ دی اور جس فانی دنیا کے لیے انہوں نے اپنی عاقبت خراب کی تھی وہ بھی ان سے جاتی رہی ۔ سو دیکھ لو تکذیب کرنے والوں کا کیسا انجام ہوا ۔

حضرت ابراہیمؑ کا اعلانِ توحید

۲۶ ۔ ۳۱: وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ وَقَوْمِهٖٓ اِنَّنِیْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ﴿۲۶﴾
اِلَّا الَّذِیْ فَطَرَنِیْ فَاِنَّهٗ سَیَهْدِیْنِ ﴿۲۷﴾ وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِیَةً
فِیْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۲۸﴾ بَلْ مَتَّعْتُ هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰی
جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِیْنٌ ﴿۲۹﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا
هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰی
رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ ﴿۳۱﴾

جب ابراہیم نے اپنے والد اور اپنی قوم سے کہا کہ میں ان سے بیزار ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو بجز اس خدا کے جس نے مجھے پیدا کیا سو وہی میری

رہنمائی کرے گا۔ اور وہ اسی کلمہ (توحید) کو اپنے پیچھے اپنی اولاد میں چھوڑ گئے تا کہ وہ (اللہ کی طرف) رجوع کریں بلکہ میں نے ان کو اوران کے باپ دادا کو خوب سامان دیا یہاں تک کہ ان کے پاس حق (قرآن) اور صاف صاف بیان کرنے والا رسول آ گیا اور جب ان کے پاس حق آیا تو کہنے لگے کہ یہ (تو) جادو ہے۔ ہم اس کو نہیں مانتے۔ اور کہنے لگے کہ یہ قرآن دونوں بستیوں (مکہ اور طائف) کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں نازل کیا گیا۔

شانِ نزول: ابن المنذر نے قتادہ کی روایت سے بیان کیا کہ ولید بن مغیرہ نے کہا تھا کہ اگر یہ قرآن جس کا نزول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوتا ہے حق (من جانب اللہ) ہوتا تو مجھ پر یا ابن مسعود ثقفی پر نازل ہوتا اس پر آیت و قالو لو لانزل ...... الخ نازل ہوئی۔ (مظہری ۳۴۵/ ۸)

تشریح: منکرین قریش اگر اپنے باپ دادا کی تقلید کے دعوی میں سچے ہوتے تو ان کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اتباع کرنی چاہئے تھی کیونکہ دین کے اعتبار سے یہ لوگ اپنے آپ کو حضرت ابراہیم کی طرف منسوب کرتے تھے۔ لیکن کافر ومشرک ہمیشہ اپنے نفس کا مطیع وفرماں بردار ہوتا ہے مگر غایت جہالت سے اس کو اپنے آباواجداد کی طرف منسوب کر کے افترا باندھتے ہیں۔ ان آیتوں میں اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی توحید خداوندی پر استقامت اور کفر وشرک سے بیزاری بیان کی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر اور اپنی قوم سے کہا تھا کہ جن باطل معبودوں کی تم عبادت کرتے ہو میں ان سے بیزار ہوں۔ جس خالق عزوجل نے مجھے پیدا کیا ہے وہی معبود حقیقی ہے۔ اس لیے میں اسی کی عبادت کرتا ہوں۔ بلاشبہ وہی مجھے اپنے دین کی راہ دکھاتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے اسی بات کو اپنی اولاد میں باقی چھوڑا تا کہ ہر زمانے میں شرک سے باز آتے رہیں۔

پھر فرمایا کہ یہ کافر کفر کرتے رہے، بہکتے اور بھٹکتے رہے اور میں ان کو متاع دنیا دیتا رہا یہاں تک کہ جب ان کے پاس اللہ کا پیغمبر دین حق لے کر آ گیا، اس نے واضح دلائل سے حق کو ثابت کیا، قرآن کی آیات پڑھ کر سنائیں اور حق و باطل کے فرق اور ان کے ثمرات کو صاف صاف بیان کر دیا تو کہنے لگے کہ اللہ کا کلام اور نبی کے معجزے جادو ہیں۔ ہم اس کو نہیں مانتے۔ یہ منکرین اپنی سرکشی، ضد

اور بغض وعناد سے حق کے خلاف باتیں بنانے لگے کہ اگر یہ قرآن سچ مچ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے تو پھر یہ مکے اور طائف کے کسی رئیس یا کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ نازل ہوا۔ بغوی نے لکھا ہے کہ مجاہد نے کہا کہ کافروں کی مراد یہ تھی کہ مکہ میں عتبہ بن ربیعہ پر اور طائف میں عبد یا لیل پر نازل ہوتا۔ بعض نے کہا مکہ میں ولید بن مغیرہ پر اور طائف میں حبیب بن عمرو بن عبید ثقفی پر قرآن کا نزول مراد تھا۔

(مظہری ۸/۳۴۶،۳۴۵)

عطیۂ نبوت ورسالت

۳۲۔۳۵: أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ۚ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُم مَّعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُم بَعْضًا سُخْرِيًّا ۗ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ﴿٣٢﴾ وَلَوْلَا أَن يَكُونَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَن يَكْفُرُ بِالرَّحْمَٰنِ لِبُيُوتِهِمْ سُقُفًا مِّن فِضَّةٍ وَمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُونَ ﴿٣٣﴾ وَلِبُيُوتِهِمْ أَبْوَابًا وَسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِئُونَ ﴿٣٤﴾ وَزُخْرُفًا ۚ وَإِن كُلُّ ذَٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْآخِرَةُ عِندَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِينَ ﴿٣٥﴾

کیا وہ آپ کے رب کی رحمت کو تقسیم کرتے ہیں۔ دنیا کی زندگی میں بھی ہم خود اُن کی روزی تقسیم کرتے ہیں اور ہم ہی نے بعض کے درجات بعض پر بلند کر دیئے ہیں تاکہ ایک دوسرے سے کام لیتے رہیں؟؟ اور آپ کے رب کی رحمت اس (دولت) سے بہتر ہے جس کو یہ جمع کر رہے ہیں۔ اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سب ایک ہی گروہ ہو جائیں گے (کافروں کو عیش میں دیکھ کر سب کافر ہو جائیں گے) تو ہم رحمان کے ساتھ کفر کرنے والوں کے گھروں کی چھتوں کو چاندی کی بنا دیتے اور زینے بھی (چاندی کے بنا دیتے) جن پر وہ چڑھا کرتے اور ان کے گھروں کے دروازے اور تخت بھی جن پر وہ تکیہ لگا کر بیٹھتے ہیں۔ اور سونا بھی (بہت وافر دے دیتے) اور یہ سب دنیوی زندگی میں

فائدہ اٹھانے کے لیے ہے اور آپ کے ربّ کے نزدیک آخرت تو صرف
پرہیزگاروں ہی کے لیے ہے۔

سُخْرِیًّا: خدمت گار، تابعدار، مزدور، مددگار۔

سُقُفًا: چھتیں، واحد سَقْفٌ۔

زُخْرُفًا: سونا کرنا، سونا بنانا۔ مصدر ہے۔

تشریح: اللہ تعالی نے کافروں کے مذکورہ قول کی تردید میں فرمایا کہ کیا یہ لوگ رحمتِ خداوندی کے مالک ہیں کہ اسے تقسیم کرنے بیٹھ گئے ہیں۔ اللہ تعالی ہی ہر چیز کا خالق و مالک ہے۔ دنیا کے مال و دولت، سرداری اور عزت و وجاہت سے نبوت و رسالت کا کوئی تعلق نہیں۔ جس طرح دنیا کی نعمتیں تقسیم کرنے میں وہ قادر و مختار مطلق ہے اسی طرح نبوت و رسالت کی عطا میں بھی وہ قادر و مختار مطلق ہے اس لیے وہ جس کو چاہے اس منصب سے سرفراز فرمائے اور وہ خوب جانتا ہے کہ نبوت و رسالت کا حق دار کون ہے۔ منکرین کا حال تو یہ ہے کہ ان کی اپنی روزیاں بھی ان کے قبضے اور اختیار میں نہیں۔ وہ بھی ہم ہی تقسیم کرتے ہیں اور ہم ہی درجات کے اعتبار سے بعض کو بعض پر فوقیت دیتے ہیں اور ہم ہی نے بعض کو غنی بنایا اور بعض کو فقیر۔ کسی کو بلند مرتبہ بنایا اور کسی کو کم مرتبے والا تاکہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کے مددگار رہیں اور ایک دوسرے کے کام آتے رہیں اور دنیا کا نظام بحسن و خوبی چلتا رہے۔

جو کچھ یہ لوگ دنیا میں جمع کرتے ہیں اللہ کی رحمت اس سے بہت بہتر اور افضل ہے۔ یعنی نبوت و رسالت کا شرف دنیوی مال و دولت اور عزت و جاہ سے کہیں بڑھ کر ہے اس لئے یہ کہنا درست نہیں کہ نبی اور رسول کسی بستی کا دولت مند ہی ہونا چاہئے۔

اگر اس بات کا اندیشہ نہ ہوتا کہ کافروں اور مشرکوں کو دنیاوی عیش و راحت میں دیکھ کر لوگ جہالت سے یہ گمان کرلیں گے کہ کافروں کے پاس دنیوی مال و متاع اور سونے چاندی کی کثرت اس لیے ہے کہ وہ اللہ کے محبوب اور پسندیدہ ہیں تو ہم ان کافروں کے گھروں کی چھتیں اور سیڑھیاں چاندی کی بنادیتے جن پر چڑھ کر وہ چھتوں پر پہنچتے ہیں اور ان کے گھروں کے دروازے اور تخت اور سامان آرائش بھی چاندی کا بنادیتے جن پر وہ تکیے لگا کر بیٹھتے ہیں۔ ہم سونا بھی ان کو وافر مقدار میں دے دیتے، اس قدر سونے چاندی اور زیب و زینت کو دیکھ کر لوگوں کا ان چیزوں کی طرف مائل ہونا فطری تھا جس کے نتیجے میں وہ آخرت سے ترکِ تعلق کر کے صرف دنیوی ساز و سامان اور زیب و

زینت ہی کے ہو کر رہ جاتے یہ بات حکمت الٰہی کے خلاف تھی اس لیے کافروں کو بھی دنیا کی دولت کم دی گئی۔ یہ سب یعنی سونے چاندی کی سیڑھیاں اور چھتیں وغیرہ محض دنیوی زندگی کا ساز و سامان ہے اور آخرت اور اس کی تمام نعمتیں صرف پرہیزگاروں کے لیے ہیں۔ (ابن کثیر ۱۲۷/۴)

احمد اور بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا اس کا گھر ہے جس کا آخرت میں کوئی گھر نہیں اور یہ اس کے لیے مال ہے جس کا آخرت میں کوئی مال نہیں۔ اس کو وہی جمع کرتا ہے جس کے اندر عقل نہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا مومن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے۔ (مظہری: ۳۳۸/ ۸)

ترمذی اور ابن ماجہ میں سہل بن سعد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اللہ کے نزدیک دنیا کی قدر ایک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو یہاں پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ پلاتا۔ (ابن کثیر ۱۲۷/۴)

ذکرِ الٰہی سے اعراض کی سزا

۳۶۔۴۰: وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ۝ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ۝ وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ۝ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِي الْعُمْيَ وَمَنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝

جو اپنے رب کی یاد سے غفلت کرے ہم اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں سو وہ اس کے ساتھ رہتا ہے اور وہ (شیاطین) انہیں راہِ راست سے روکتے رہتے ہیں اور وہ یہی سمجھتے رہتے ہیں کہ وہ ہدایت پر ہیں یہاں تک کہ (قیامت کے روز) جب وہ ہمارے پاس آئے گا تو (اپنے شیطان سے) کہے گا کہ کاش میرے اور تیرے درمیان مشرق و مغرب کا فاصلہ ہوتا۔ سو کیا ہی برا ساتھی ہے اور جب تم ظالم ٹھہر چکے تو آج تم سب کا عذاب میں شامل

ہونا تمہارے لیے فائدہ مند نہیں ۔ سو کیا آپ بہروں کو سنا سکتے ہیں یا اندھوں اور کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے لوگوں کو راہِ راست دکھا سکتے ہیں؟

یَعْشُ : وہ اندھا بنتا ہے، وہ غفلت کرتا ہے ۔ عَشْوٌ سے مضارع ۔

نُقَیِّضْ : ہم مقرر کرتے ہیں، ہم مسلط کرتے ہیں ۔ تَقْیِیْض سے مضارع ۔

قَرِیْنٌ : ساتھی ہم نشین ۔ مصاحب ۔ جمع قُرَنَاء ۔

تشریح: جو شخص خواہشاتِ نفسانی میں منہمک ہونے اور دنیوی لذتوں میں مشغول ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غفلت و بے رغبتی کرے جیسا کہ اہل کتاب سب کچھ جاننے کے باوجود اس سے منہ موڑے ہوئے ہیں تو ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں جو دوزخ تک اس کا ساتھ نہیں چھوڑتا، ہر وقت ساتھ لگا رہتا ہے، اس کو راہِ حق سے روکتا رہتا ہے، گناہوں اور بدکاریوں کو آراستہ کر کے اس کو دکھاتا ہے اور اس کے ذہن میں یہ خیال پختہ کر دیتا ہے کہ جس طریقے پر وہ عمل پیرا ہے وہی ہدایت کا راستہ ہے مگر اس کی عقل ایسی مسخ ہو جاتی ہے کہ وہ اسی کو صحیح راستہ سمجھتا ہے ۔ اس کی یہ حالت برقرار رہتی ہے یہاں تک کہ قیامت کے روز جب وہ ہمارے پاس آئے گا اور معاملہ کھل جائے گا تو اپنے اس ساتھی شیطان سے برأت ظاہر کرے گا اور کہے گا کہ کاش میرے اور تیرے درمیان اتنا فاصلہ ہوتا جتنا مشرق و مغرب کے درمیان ہے تو تو بہت ہی برا ساتھی ہے کہ تو نے مجھے بھی گمراہ کیا ۔ یہ عام قاعدہ ہے کہ جس مصیبت میں چھوٹے بڑے سب شریک ہوں وہ قدرے ہلکی معلوم ہونے لگتی ہے مگر دوزخ میں ان شیاطین اور ان کی اتباع کرنے والوں کا عذاب میں شریک ہونا کسی کو فائدہ نہ دے گا ۔ عذاب کی شدت ایسی ہوگی کہ اس طرح کی معمولی باتوں سے اس میں کچھ تخفیف نہیں ہوگی ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے لوگوں کو دعوت و تبلیغ میں بہت کوشش کرتے تھے اور چاہتے تھے کہ لوگ حق بات کو سن لیں اور سیدھے راستے کو دیکھ لیں مگر آپ جس قدر زیادہ کوشش کرتے وہ لوگ اسی قدر اپنے کفر پر پختہ ہوتے اور حق کے خلاف عناد میں اضافہ کرتے ۔ اس سے آپ کو رنج و ملال ہوتا ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی آگہی کے لیے فرمایا کہ ہم نے اپنے علم قدیم اور عدلِ مستقیم سے ہر ایک کی طبیعت اور جبلت پیدا فرمائی ہے ۔ وہ اس سے تجاوز نہیں کر سکتا اور نہ آپ ان کی جبلت اور طبیعت کو بدل سکتے ہیں ۔ اس لیے آپ ایسے ازلی بہروں کے کانوں میں حق بات کی صدا نہیں ڈال سکتے اور نہ آپ

ایسے اندھوں اور صریح گمراہوں کو راہ حق دکھا سکتے ہیں جنکی آنکھوں پر کفر و گمراہی کا پردہ پڑا ہوا ہے۔
(مواہب الرحمن ۱۲۴، ۱۲۷/ ۲۵، عثمانی ۲/۵۲۷)

نعمتِ عظمیٰ

۴۱۔۴۵۔ فَاِمَّا نَذۡهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنۡهُمۡ مُّنۡتَقِمُوۡنَ ﴿۴۱﴾ اَوۡ نُرِيَنَّكَ الَّذِىۡ وَ
عَدۡنٰهُمۡ فَاِنَّا عَلَيۡهِمۡ مُّقۡتَدِرُوۡنَ ﴿۴۲﴾ فَاسۡتَمۡسِكۡ بِالَّذِىۡۤ اُوۡحِىَ
اِلَيۡكَ‌ۚ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ﴿۴۳﴾ وَاِنَّهٗ لَذِكۡرٌ لَّكَ وَ
لِقَوۡمِكَ‌ۚ وَسَوۡفَ تُسۡـَٔـلُوۡنَ ﴿۴۴﴾ وَسۡـَٔـلۡ مَنۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ
مِنۡ رُّسُلِنَاۤ اَجَعَلۡنَا مِنۡ دُوۡنِ الرَّحۡمٰنِ اٰلِهَةً يُّعۡبَدُوۡنَ ﴿۴۵﴾

پھر اگر ہم آپ کو (دنیا سے) لے بھی جائیں تو بھی ہم ان سے بدلہ لینے والے ہیں یا ہم نے ان سے جو (عذاب کا) وعدہ کیا ہے وہ آپ کو دکھا دیں تو بھی ہم ان پر قدرت رکھتے ہیں۔ سو آپ اس کو مضبوطی سے تھامے رہئے جو آپ پر وحی کے ذریعہ نازل کیا گیا ہے۔ یقیناً آپ سیدھے راستے پر ہیں اور وہ (قرآن) آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے (باعث) نصیحت ہے اور عنقریب تم لوگوں سے پوچھا جائے گا۔ ہم نے آپ سے پہلے جو رسول بھیجے تھے ان سے پوچھ لیجئے کہ کیا ہم نے رحمان کے سوا اور معبود مقرر کئے تھے، جن کی عبادت کی جائے۔

تشریح: ایسے سرکش و نافرمان جن کا ذکر گزشتہ آیات میں ہو چکا ہے، اپنے انجام بد سے نہیں بچ سکتے۔ اللہ کا عذاب ان پر آ کر رہے گا خواہ وہ آپ کی حیات میں آئے یا آپ کی وفات کے بعد۔ اگر ہم نے کسی حکمت و مصلحت کے تحت ان منکرین کو عذاب دینے سے پہلے ہی آپ کو وفات دیدی تو بلاشبہ ہم آپ کے بعد ان کو دنیا میں بھی عذاب دیں گے اور آخرت میں بھی۔ اس بارے میں آپ کو ذرا بھی فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ یہ مجرمین کسی حالت میں بھی ہمارے انتقام سے نہیں بچ سکتے۔ یہ بھی کچھ بعید نہیں کہ جس عذاب کا ہم نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے وہ ہم آپ کو آپ کی زندگی ہی میں دکھا دیں۔ ہم ان کو عذاب دینے پر بہرحال قادر ہیں یہ ہمارے قبضے سے باہر نہیں۔ ہم جب چاہیں ان کو عذاب دے سکتے ہیں۔ اکثر مفسرین کے نزدیک مذکورہ آیت میں مشرکین مکہ مراد ہیں جن سے بدر

کی لڑائی میں اللہ تعالیٰ نے انتقام لیا۔

آپ تو اللہ کے کلام اور دین کو مضبوطی سے پکڑے رہئے اور اس پر عمل کرتے رہئے جو اللہ نے وحی کے ذریعے آپ پر نازل کیا ہے بلاشبہ آپ سیدھے راستے پر ہیں۔ یقیناً یہ قرآن آپ کے لیے اور آپ کی قوم قریش کے لیے عظیم الشان شرف و رحمت ہے۔ آپ کے لیے تو ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا مخاطب بنایا اور آپ کو نبوت و رسالت کے منصب سے سرفراز فرمایا اور آپ کی قوم آپ کے توسط سے اس کلام الٰہی کی مخاطب بنی اور یہ کلام ان کی زبان میں نازل کیا گیا اس لیے قیامت تک ان کو تمام اقوام پر شرف حاصل ہو گیا لہٰذا ان کو چاہئے کہ جس طرح وہ اس کلام کو سب سے بہتر سمجھنے والے ہیں اسی طرح وہ اس پر سب سے بہتر عمل کرنے والے بنیں۔ عنقریب (قیامت کے روز) تم سے اس بارے میں پوچھا جائے گا کہ تم نے اس کا کیا حق ادا کیا اور کہاں تک اس پر عمل کیا۔

کسی دین و شریعت اور کسی نبی کی تعلیم میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی معبود کا کوئی تصور ہی نہیں۔ تمام رسولوں نے اپنی اپنی قوم کو وہی دعوت دی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو دے رہے ہیں۔ تمام انبیاء نے توحید پھیلائی اور شرک کو مٹایا۔ کسی نبی نے شرک کی تعلیم نہیں دی اور نہ اللہ نے کسی دین میں اس بات کو جائز رکھا کہ اس کے سوا کسی دوسرے کی پرستش کی جائے۔ پھر ان مشرکین مکہ نے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں ان بتوں کو کیوں شریک کر لیا اور نصاریٰ نے تین خداؤں کا عقیدہ کہاں سے نکال لیا۔ غرض تمام انبیاء کی تعلیمات صرف توحید خداوندی ہے اس لیے کفار مکہ اور یہود و نصاریٰ کو آپ کی ہدایت و تعلیم کی پیروی کرنی چاہئے۔ (مواہب الرحمٰن ۱۲۸، ۱۳۰/ ۲۵، مظہری ۳۵۱، ۳۵۳/ ۸)

قومِ فرعون کا حال

۴۶۔۵۰: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَقَالَ اِنِّیْ
رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۴۶﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰیٰتِنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا
یَضْحَكُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا نُرِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ اِلَّا هِیَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا٘
وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَقَالُوْا یٰٓاَیُّهَ
السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾
فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ یَنْكُثُوْنَ ﴿۵۰﴾

ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر فرعون اور اس کے امراء کے پاس بھیجا تو موسیٰ نے کہا کہ میں تمام جہان کے پروردگار کا رسول ہوں ۔ پھر جب موسیٰ ان کے پاس ہماری نشانیاں لائے تو وہ بے ساختہ ان پر ہنسنے لگے اور ہم ان کو جو نشانیاں دکھاتے تھے وہ پہلی سے بڑھ کر ہوتی تھی اور ہم نے انہیں عذاب میں پکڑا تا کہ وہ باز آجائیں اور (ہر عذاب کے موقع پر) وہ کہتے کہ اے جادوگر اپنے ربّ سے ہمارے لیے اُس کی دعا کر جس کا اُس نے آپ سے عہد کر رکھا ہے ۔ بے شک ہم ضرور راہِ راست پر آجائیں گے ۔ پھر جب ہم ان سے عذاب ہٹا دیتے تو وہ وعدہ توڑ دیتے ۔

یَضْحَکُوْنَ : وہ ہنستے ہیں ۔ ضِحْکٌ سے مضارع ۔

یَنْکُثُوْنَ : وہ توڑتے ہیں ۔ نَکْثٌ سے مضارع ۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا رسول بنا کر اپنے دلائل و معجزات کے ساتھ فرعون اور اس کی قوم کے سرداروں کے پاس بھیجا تا کہ حضرت موسیٰ ان کو توحید سکھائیں اور شرک سے بچائیں ۔ حضرت موسیٰ نے فرعون اور اس کے لوگوں کے پاس جا کر کہا کہ بلاشبہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں ۔ مجھے تمہاری ہدایت کے لیے بھیجا گیا ہے لیکن فرعونیوں نے اپنے نبی کی کوئی قدر نہ کی اور دلائل و معجزات دیکھ کر ان کو قبول کرنے اور ان سے ہدایت حاصل کرنے کی بجائے ان کا تمسخر اڑانے لگے ۔ حضرت موسیٰ ان کو جو نشانی بھی دکھاتے وہ سابقہ نشانی سے بڑھ کر ہوتی مگر ان کی سرکشی اور نافرمانی بڑھتی ہی گئی ۔ جب وہ کسی طرح باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو عذاب میں پکڑ لیا تا کہ وہ کفر و نافرمانی سے باز آجائیں ۔ ان پر قحط کا عذاب آیا ۔ ٹڈیاں آئیں ، جوئیں آئیں ، مینڈک آئے وغیرہ ۔

جیسے ارشاد ہے :

فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمُ الطُّوْفَانَ وَ الْجَرَادَ وَ الْقُمَّلَ وَ الضَّفَادِعَ وَ الدَّمَ اٰیٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ فَاسْتَكْبَرُوْا وَ كَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ ۝

پھر ہم نے کھلی کھلی نشانیاں بنا کر ان پر طوفان اور ٹڈی اور جوئیں اور مینڈک اور خون (کا عذاب) بھیجا ۔ پھر بھی وہ تکبر ہی کرتے رہے اور وہ تو تھے ہی مجرم لوگ ۔ (الاعراف : ۱۳۳)

جب بھی کوئی عذاب آتا تو تلملا اٹھتے، حضرت موسیٰ کی خوشامد کرتے، انہیں رضامند کرتے، ان سے قول وقرار کرتے کہ آپ اپنے ربّ سے اس عذاب کو دور کرنے کی دعا کیجئے۔ اگر یہ عذاب دور ہو گیا تو یقیناً ہم ہدایت قبول کرلیں گے، آپ پر ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو بھی آپ کے ساتھ کر دیں گے لیکن جب اللہ تعالیٰ ان سے عذاب کو ہٹا دیتا تو وہ پھر سرکشی پر اتر آتے اور اپنا ایمان لانے کا عہد توڑ کر کفر و معصیت پر جمے رہتے۔ (ابن کثیر ۴/۱۲۹)

قومِ فرعون کی حماقت

۵۱۔۵۶: وَنَادٰى فِرْعَوْنُ فِيْ قَوْمِهٖ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِيْ مُلْكُ مِصْرَ وَ
هٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِيْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝ اَمْ اَنَا خَيْرٌ
مِّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ مَهِيْنٌ ۙ وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ ۝ فَلَوْلَآ اُلْقِيَ
عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ ۝
فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝ فَلَمَّآ
اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا
وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ ۝

فرعون نے اپنی قوم میں منادی کرائی اور کہا کہ اے میری قوم! کیا مصر کی سلطنت میری نہیں اور یہ نہریں جو میرے (محل کے) نیچے بہہ رہی ہیں۔ کیا تم دیکھتے نہیں، بلکہ میں اس سے بہتر ہوں جس کی کوئی عزت نہیں اور صاف بول بھی نہیں سکتا۔ پھر کیوں نہ اس پر سونے کے کنگن آ پڑے یا اس کے ساتھ فرشتے ہی پر باندھ کر آ جاتے۔ سو اس (فرعون) نے اپنی قوم کی عقل کھو دی اور وہ (اس کی قوم کے لوگ) اس کے کہنے میں آ گئے۔ بے شک وہ تھے ہی نافرمان۔ پھر جب انہوں نے ہمیں غصہ دلایا تو ہم نے ان سے انتقام لیا اور ان سب کو غرق کر دیا۔ پھر ہم نے ان کو گیا گزرا کر دیا اور بعد والوں کے لیے نمونۂ عبرت (بنا دیا)۔

مَهِيْنٌ: ذلیل، بے عزت، حقیر۔ هُوْنٌ سے صفت مشبہ۔

اَسْوِرَةٌ : کنگن ۔ واحد سِوارٌ ۔

مُقْتَرِنِیْنَ : ساتھ ساتھ آنے والے، پر باندھ کر آنے والے ۔ اِقْتِرانٌ سے اسم فاعل ۔

اٰسَفُوْنَا : انہوں نے ہم کو ناراض کیا ۔ انہوں نے ہم کو غصہ دلایا ۔ اِیْسَافٌ سے ماضی ۔

تشریح: فرعون کی سرکشی اور ہٹ دھرمی بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اس نے اپنی قوم کو جمع کر کے کہا کہ کیا میں ملک مصر کا تنہا بادشاہ نہیں ہوں؟ کیا میں ان نہروں کا مالک نہیں ہوں جو میرے باغات اور محلات کے نیچے بہہ رہی ہیں؟ کیا تم میری عظمت و سلطنت کو نہیں دیکھ رہے؟ کیا میں اس شخص سے بہتر نہیں ہوں جو حقیر و ذلیل ہے، جس کی کوئی عزت نہیں اور جو صاف اور واضح طور پر بات بھی نہیں کر سکتا ۔ اگر وہ اپنے پیغمبری کے دعوے میں سچا ہے تو اس پر سونے کے کنگن کیوں نہیں ڈالے گئے یا اس کے ساتھ فرشتے صف بستہ ہو کر آتے ۔ مجاہد نے کہا کہ اہل مصر کا دستور تھا کہ جب کسی شخص کو اپنا سردار بناتے تو اس کو سونے کے کنگن اور طوق پہناتے تھے ۔ یہ سردار ہونے کی علامت تھی اسی لیے فرعون نے کہا کہ جب موسیٰ کے رب نے ان کو پیغمبر بنایا تو اس کو سونے کے کنگن کیوں نہیں پہنائے ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں لکنت تھی اس لیے وہ صاف نہیں بول سکتے تھے آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ اے اللہ میری زبان کی گرہ کھول دے تا کہ لوگ میری بات کو سمجھ سکیں ۔ دعا سے حضرت موسیٰ کی زبان اتنی کھل گئی کہ لوگ ان کی بات سمجھنے لگے مگر پھر بھی کچھ بندش رہ گئی ۔ اسی کو فرعون نے نقص اور عیب قرار دیا ۔

غرض فرعون نے بے معنی اور مہمل باتوں کے ذریعے اپنی قوم کو اپنا ہم خیال بنالیا ۔ بلا شبہ وہ لوگ تھے ہی نافرمان اسی لے وہ عقل کو بالائے طاق رکھ کر فرعون کی باتوں سے بے وقوف بن گئے ۔ پھر جب اپنی سرکشی اور نافرمانی سے انہوں نے ہمیں غضبناک کر دیا تو ہم نے ان سے انتقام لیا اور سب کو غرق کر دیا اور ان کو باعث عبرت بنا دیا تا کہ بعد والے ان کے واقعات میں غور کریں اور اپنا انجام صحیح کر لیں ۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال

۵۷ ۔ ۶۲ : وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ ﴿۵۷﴾ وَ
قَالُوْٓا ءَاٰلِهَتُنَا خَيْرٌ اَمْ هُوَ ۭ مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ۭ بَلْ هُمْ
قَوْمٌ خَصِمُوْنَ ﴿۵۸﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا
لِّبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ﴿۵۹﴾ وَلَوْ نَشَاۗءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰۗىِٕكَةً فِي الْاَرْضِ
يَخْلُفُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ ۭ

هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿٦١﴾ وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿٦٢﴾

جب ابن مریم کی مثال بیان کی گئی تو آپ کی قوم کے لوگ (اہل مکہ) چلا اُٹھے اور کہنے لگے کہ ہمارے معبود اچھے ہیں یا وہ؟ انہوں نے محض جھگڑے کی غرض سے یہ بات کہی ہے بلکہ وہ تو ہیں ہی جھگڑالو۔ وہ (عیسیٰ) تو محض ایک بندہ ہے جس پر ہم نے انعام کیا تھا اور اس کو بنی اسرائیل کے لیے نشان (قدرت) بنایا۔ اگر ہم چاہتے تو تم میں سے فرشتوں کو پیدا کر دیتے جو زمین میں (تمہارے) جانشین ہوتے۔ یقیناً وہ (عیسیٰ) قیامت کی ایک نشانی ہیں سو تم قیامت کے بارے میں شک نہ کرو اور میری اتباع کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے اور شیطان تمہیں (راہ حق سے) روکنے نہ پائے۔ بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

یَصِدُّوْنَ: وہ شور کرتے ہیں، وہ چیختے ہیں۔ صَدِیْدٌ سے مضارع۔

تَمْتَرُوْنَّ: تم ضرور شک وشبہ کرو گے، تم ضرور تردد کرو گے۔ اِمْتِراءٌ سے مضارع با نون تاکید۔

شانِ نزول: ابن مردویہ نے بیان کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ عبداللہ بن زبعری نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کا خیال ہے کہ اللہ نے آیت

اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ۭ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ﴿٩٨﴾

(الانبیاء: ۹۸)

آپ پر نازل کی ہے۔ آپ نے فرمایا: ہاں۔ ابن زبعری نے کہا کہ چاند، سورج، ملائکہ اور عزیز کی پوجا کی جاتی ہے۔ یہ سب بھی ہمارے معبودوں کے ساتھ جہنم میں جائیں گے۔ اس پر آیت

اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى ۙ اُولٰۗىِٕكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ﴿١٠١﴾

(الانبیاء: ۱۰۱)

اور آیات:

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ ۝ وَ
قَالُوٓا ءَأٰلِهَتُنَا خَيْرٌ أَمْ هُوَ ۚ مَا ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا ۚ بَلْ هُمْ
قَوْمٌ خَصِمُونَ ۝　　(الزخرف: ۵۷، ۵۸)

نازل ہوئیں۔ (مظہری ۸/۳۵۶)

تشریح: آیت انکم و ماتعبدون ...... میں یہ ذکر نہیں کہ تمام جہان کے مشرکین جن کو معبود بناتے ہیں وہ سب جہنم کا ایدھن ہیں بلکہ آیت میں تو صاف طور پر مشرکین مکہ کو خطاب ہے کہ تم اور تمہارے وہ معبود جن کو تم پوجتے ہو جہنم کا ایندھن ہیں۔ اس سے مراد وہ معبود ہیں جو یا تو بے جان ہیں جیسے پتھر اور لکڑی کے بت وغیرہ یا جاندار ہوں اور خود اپنی عبادت کا حکم دیتے ہوں جیسے شیاطین، فرعون اور نمرود وغیرہ۔ مشرکین کا یہ کہنا صحیح نہیں کہ نصاریٰ حضرت عیسیٰ کی عبادت کرتے ہیں اور یہود حضرت عزیز کی عبادت کرتے ہیں تو کیا حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر علیہما السلام بھی یہود و نصاریٰ کے ساتھ جہنم میں جائیں گے۔ اگر یہ جہنم میں نہیں جائیں گے تو ہم اور ہمارے معبود بھی جہنم میں نہیں جائیں گے۔ مشرکین کی یہ بات اس لیے صحیح نہیں کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر علیہما السلام نے کبھی نہیں کہا کہ ان کی عبادت کی جائے بلکہ وہ ہمیشہ لوگوں کو توحید کی تعلیم دیتے رہے۔ اسی طرح کسی اور نبی نے بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معبود بنانے کا حکم نہیں دیا۔ اگر نصرانیوں اور یہودیوں نے اپنے بیہودہ خیالات کے مطابق حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیز کو معبود بنایا تو یہ ان کی گمراہی اور شرک ہے۔

پھر فرمایا کہ مشرکین نے حضرت عیسیٰ کی جو مثال پیش کی وہ حق و باطل میں تمیز کے لیے نہیں بلکہ محض جھگڑا کرنے کے لیے کی کیونکہ یہ لوگ ہیں ہی جھگڑالو۔ حضرت عیسیٰ اللہ کے بیٹے نہیں تھے بلکہ وہ تو محض اللہ کے بندے تھے جن پر ہم نے فضل کیا تھا اور ان کو نبوت کی نعمت سے سرفراز کیا تھا اور بنی اسرائیل کے لیے اپنی قدرت کا ایک نمونہ بنایا تھا کہ اللہ تعالیٰ باپ کے بغیر پیدا کرنے پر بھی قادر ہے۔ اگر ہم چاہتے تو تم میں سے فرشتے پیدا کر دیتے جو تمہاری جگہ تمہاری نسل سے اور تمہارے جانشین ہوتے اور زمین پر آباد ہوتے۔ ہمیں سب طرح کی قدرت ہے۔ بیشک حضرت عیسیٰ قیامت کی ایک علامت ہیں۔ ان کا پہلی مرتبہ آنا تو خاص بنی اسرائیل کے لیے ایک نشان تھا کہ وہ باپ کے بغیر پیدا ہوئے اور عجیب عجیب معجزے دکھائے۔ ان کا دوسری بار آنا قیامت کی علامت ہوگا۔ ان کے نزول سے لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ قیامت بالکل نزدیک آگئی ہے۔ سو تم قیامت کے آنے میں

ہرگز شک وشبہ نہ کرو اور ایمان وتوحید کا جو سیدھا راستہ میں تمہیں بتا رہا ہوں اسی پر چلو۔ اس پر چلنے والا کبھی گمراہ نہ ہوگا۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارا ازلی دشمن شیطان تمہیں اس راستے سے روک دے کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ (عثمانی: ۵۳۰، ۵۳۱/۲ معارف القرآن مفتی محمد شفیع ۷۴۶/۷)

حضرت عیسیٰؑ کا پیغام توحید

۶۳۔۶۷: وَلَمَّا جَآءَ عِيسٰى بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۶۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۴﴾ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ﴿۶۵﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۶۶﴾ اَلْاَخِلَّاۗءُ يَوْمَىِٕذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ﴿۶۷﴾

جب عیسیٰ کھلی نشانیاں لے کر آئے تو انہوں نے کہا کہ میں تمہارے پاس حکمت لے کر آیا ہوں تاکہ تم پر وہ باتیں واضح کر دوں جن میں تم اختلاف کر رہے ہو۔ سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ بے شک میرا اور تمہارا ربّ صرف اللہ ہے سو اسی کی عبادت کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔ پھر (بنی اسرائیل کی) جماعتوں نے آپس میں اختلاف کیا سو ان ظالموں کے لیے بڑی خرابی ہے ایک دردناک دن کے عذاب سے، کیا وہ لوگ صرف قیامت کے منتظر ہیں کہ وہ ان پر اچانک آ پڑے اور انہیں خبر بھی نہ ہو۔ اس دن گہرے دوست بھی ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے سوائے پرہیزگاروں کے۔

اَخِلَّاۗءُ: گہرے دوست۔ احباب، دلی دوست، واحد خَلِیْلٌ۔

تشریح: جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کھلے معجزات لے کر آئے تو انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ میں تمہارے پاس حکمت یعنی نبوت لے کر آیا ہوں اور تم نے دینی امور میں جو اختلافات پیدا کر رکھے ہیں، ان میں سے جو حق ہے اس کو واضح طور پر ظاہر کرنے کے لیے آیا ہوں سو تم اللہ سے ڈرو اور جو کچھ میں

تمہیں اللہ کی طرف سے پہنچا رہا ہوں اس میں میری اطاعت کرو۔ بیشک میرا اور تمہارا معبود صرف اللہ ہے۔ پس تم اسی کی عبادت کرو۔ اس کی عبادت میں کسی اور کو شامل نہ کرو۔ توحید اور شرعی احکام کی پابندی ہی سیدھا راستہ ہے۔

پھر لوگ مختلف گروہوں میں تقسیم ہوگئے۔ ان میں سے بعض تو حضرت عیسیٰ کو اللہ کا بندہ اور رسول ہی کہتے تھے۔ یہی گروہ حق پر تھا۔ بعض نے ان کو اللہ کا بیٹا کہا اور بعض نے کہا کہ حضرت عیسیٰ ہی اللہ ہیں اور بعض نے کہا کہ وہ تین خداؤں میں سے ایک ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے دعووں سے پاک اور بلند و برتر ہے۔ ان ظالموں کے لیے خرابی ہے جنہوں نے اپنی خواہشات کی پیروی کر کے اور کتاب و سنت کو ترک کر کے خود اپنے اوپر ظلم کیا، قیامت کے دن ایسے لوگوں کے لیے المناک عذاب اور دردناک سزائیں ہوں گی۔ یہ لوگ کسی طرح اپنی باغیانہ روش ترک نہیں کرتے تو کیا یہ مشرکین قیامت کا انتظار کر رہے ہیں۔ اس کے آنے کا صحیح وقت کسی کو معلوم نہیں۔ وہ ان پر اچانک بے خبری میں آجائے گی۔ یہ لوگ قیامت کا آنا محال سمجھتے ہیں لیکن وہ یقیناً آنے والی ہے۔ وہ دن تو ایسی گھبراہٹ اور بے چینی کا ہوگا کہ اس روز تمام دوست ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے سوائے اہل ایمان و تقویٰ کے۔ اہل ایمان و تقویٰ وہاں بھی دنیا کی دوستی کو یاد رکھتے ہوئے اپنے دوستوں کے بارے میں پوچھیں گے۔

(ابن کثیر: ۱۳۳، ۴/۱۳۴)

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر دو بندے اللہ کے واسطے باہم محبت کرنے والے ہوں، ایک مشرق میں ہو اور دوسرا مغرب میں، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ دونوں کو جمع کر دے گا اور فرمائے گا یہی وہ شخص ہے جس سے تو میرے لیے محبت کرتا تھا۔

(مظہری: ۸/۳۶۱)

جنت کی نعمتیں

۶۸۔۷۳: یٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ۝ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ۝ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ ۚ وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ ۚ وَاَنْتُمْ

فِيهَا خٰلِدُوْنَ ۞ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۞ لَكُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۞

اے میرے (پرہیزگار) بندو! آج تم پر کوئی خوف نہیں اور نہ تم غمگین ہوگے، جو لوگ ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور فرماں بردار بن کر رہے تھے۔ تم اور تمہاری (مومن) بیویاں راضی خوشی جنت میں داخل ہو جاؤ۔ ان کے پاس سونے کی رکابیاں اور آبخورے لائے جائیں گے اور وہاں وہ سب کچھ ہوگا جس کے لیے دل چاہے گا اور جس سے آنکھیں لذت پائیں گی اور تم اس میں ہمیشہ رہو گے۔ یہی وہ جنت ہے جو تمہیں تمہارے اعمال کے بدلے میں دی گئی ہے اس میں تمہارے لیے بکثرت میوے ہیں جن میں سے (جو تمہارا دل چاہے) کھاتے رہو۔

تُحْبَرُوْنَ : تمہیں خوشحال کیا جائے گا، تمہاری خاطر مدارت کی جائے گی، تمہاری عزت کی جائے گی۔ حَبْرٌ سے مضارع مجہول۔

صِحَافٍ : رکابیاں، پلیٹیں، طباق۔ واحد صُحْفَةٌ۔

اَكْوَابٍ : پانی پینے کے برتن، کوزے۔ آبخورے، واحد کُوْبٌ۔

تشریح: قیامت کے روز اہل ایمان و تقویٰ کو اللہ کی طرف سے ندا دی جائے گی کہ اے میرے بندو! آج تمہیں کسی قسم کا خوف اور غم کرنے کی ضرورت نہیں۔ تم ہر طرح امن و چین سے رہو۔ یہ تمہارے ایمان و اسلام کا بدلہ ہے۔ حضرت معمر بن سلیمان نے اپنے والد کی روایت سے بیان کیا کہ قیامت کے دن جب لوگوں کو قبروں سے اٹھایا جائے گا تو ہر ایک گھبرایا ہوا ہوگا۔ اس وقت اللہ کی طرف سے ایک منادی ندا دے گا:

یعباد لاخوف علیکم الیوم ولا انتم تحزنون

یہ سن کر لوگوں کو کچھ امید بندھے گی لیکن فوراً ہی منادی کہے گا کہ:

الذین امنوا بایتنا و کانوا مسلمین

یہ سن کر سوائے اطاعت گزار مومنوں کے سب مایوس ہو جائیں گے۔

پھر ان مومنوں سے کہا جائے گا کہ تم اور تمہاری مومن بیویاں خوش خوش جنت میں داخل

ہو جاؤ۔ ان کے پاس غلمان سونے کی رکابیوں اور گلاسوں میں خوش ذائقہ کھانے اور مشروب لئے پھریں گے۔ ان کو وہاں ہر وہ چیز ملے گی جس کی ان کو خواہش ہوگی اور جس سے آنکھیں لذت حاصل کریں گی۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے میرے بندو تم اس جنت میں ہمیشہ ہمیشہ رہو گے اور یہ جنتیں جن کا تمہیں وارث (مالک) بنایا گیا ہے تمہارے ان نیک اعمال کا بدلہ ہے جو تم دنیا میں کیا کرتے تھے ان میں تمہارے لیے بہت سے پھل اور میوے ہیں جن کو تم کھاتے ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے نیچے درجے کا جنتی جو سب سے آخر میں جنت میں جائے گا اس کی نگاہ سو سال کے راستے تک جائے گی لیکن اسے وہاں تک برابر اپنے ہی خیمے اور سونے و زمرد کے محل نظر آئیں گے۔ جو تمام کے تمام قسم قسم اور رنگ برنگ کے ساز و سامان سے پر ہوں گے، صبح شام الگ الگ وضع کی ستر ستر ہزار رکابیاں اور پیالے کھانے سے پُر اُس کے سامنے رکھے جائیں گے۔ (ابن کثیر ۱۳۴، ۱۳۵/۴، مظہری ۳۱/۸)

اہل جہنم کا دائمی عذاب

۷۴۔۸۰: اِنَّ الْمُجْرِمِیْنَ فِیْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ۝ لَا یُفَتَّرُ عَنْهُمْ
وَهُمْ فِیْهِ مُبْلِسُوْنَ ۝ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِیْنَ ۝
وَنَادَوْا یٰمٰلِكُ لِیَقْضِ عَلَیْنَا رَبُّكَ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ۝ لَقَدْ
جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ۝ اَمْ اَبْرَمُوْۤا
اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ ۝ اَمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ ؕ
بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَیْهِمْ یَكْتُبُوْنَ ۝

بے شک گنہگار لوگ ہمیشہ جہنم کے عذاب میں رہیں گے۔ وہ (عذاب) ان سے ہلکا نہ کیا جائے گا اور وہ اسی میں مایوس پڑے رہیں گے اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود ہی ظالم تھے۔ اور وہ پکاریں گے اے مالک (بہتر ہے) تیرا پروردگار ہمارا کام ہی تمام کر دے (موت دیدے) وہ کہے گا بے شک تم ہمیشہ اسی حال میں رہو گے۔ بے شک ہم تمہارے پاس (دین) حق لائے لیکن تم میں سے اکثر لوگ حق سے نفرت رکھنے والے ہیں۔ کیا انہوں نے کچھ طے کر لیا ہے سو ہم نے بھی طے کر لیا ہے۔ کیا ان کا یہ خیال ہے کہ ہم

ان کی سرگوشیاں اور ان کے مشورے نہیں سنتے ۔ ہم ضرور سنتے ہیں اور ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) ان کے پاس ہی لکھ رہے ہیں ۔

یُفَتَّرُ : وہ ہلکا کیا جائیگا، وہ کم کیا جائے گا ۔ تَفْتِیْرٌ سے مضارع مجہول ۔

مُبْلِسُوْنَ : حیرت زدہ ۔ ناامید ۔ مایوس ۔ اِبْلَاسٌ سے اسم فاعل ۔

مٰکِثُوْنَ : ٹھہرنے والے ۔ رہنے والے ۔ مَکْثٌ سے اسم فاعل ۔

اَبْرَمُوْا : انہوں نے طے کرلیا، انہوں نے پختہ ارادہ کرلیا ۔ اِبْرَامٌ سے ماضی ۔

نَجْوٰھُمْ : ان کی سرگوشیاں، ان کا مشورہ کرنا، راز کی بات ۔ اسم بھی ہے اور مصدر بھی ۔

تشریح: گزشتہ آیتوں میں مومنوں کے لیے جنت کی نعمتوں کا بیان تھا ۔ اب ان آیتوں میں منکرین و مجرمین کا حال بیان کیا گیا ہے کہ بے شک یہ نافرمان دوزخ کے عذاب میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے ۔ وہاں ان کا عذاب نہ کسی وقت ہلکا ہوگا اور نہ منقطع ہوگا بلکہ اسی شدت کے ساتھ مسلسل جاری رہے گا اور وہ تمام امیدیں ختم ہو جانے کے بعد مایوسی کے عالم میں اسی میں پڑے رہیں گے ۔ بلاشبہ یہ سب کچھ ان کی بداعمالیوں اور نافرمانیوں کا بدلہ ہے ۔ ہم نے ان پر کوئی ظلم و زیادتی نہیں کی اور نہ ہم کسی پر ظلم و زیادتی کرتے ہیں بلکہ اپنی سرکشی اور عناد پر پختہ رہ کر انہوں نے خود ہی اپنے اوپر ظلم کیا ۔ جب اہل جہنم ہر طرف سے مایوس ہو جائیں گے اور ان کو عذاب جہنم کے ٹل جانے کی کوئی امید باقی نہ رہے گی تو بے قرار ہو کر جہنم کے داروغہ سے کہیں گے کہ اے مالک اب ہم میں برداشت کی طاقت نہیں تم اپنے رب سے ہماری موت کی دعا کرو تاکہ ہم عذاب سے چھوٹ جائیں، مالک انہیں جواب دے گا کہ اب تم ہمیشہ اسی عذاب میں مبتلا رہو گے اور تمہیں کبھی موت نہیں آئے گی ۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

لَا یُقْضٰی عَلَیْهِمْ فَیَمُوْتُوْا وَلَا یُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ۔

نہ انہیں موت آئے گی اور نہ ان کے عذاب میں تخفیف ہوگی ۔ (فاطر: ۳۶)

جب ہم نے پیغمبر اور کتابیں بھیج کر ان کے سامنے سچا دین پیش کر دیا تو وہ اس کو ماننے کی بجائے اس سے نفرت ہی کرتے رہے اور ناحق کی طرف مائل رہے ۔ کیا انہوں نے کسی کام کا پختہ ارادہ کرلیا ہے اگر یہ سمجھتے ہیں کہ اپنے ارادے میں کامیاب ہو جائیں گے اور اللہ کے پیغمبر کو ناکام بنادیں

گے تو ہم نے بھی ایک کام کی تدبیر کر رکھی ہے۔ ظاہر ہے ان کی تدبیر ہماری تدبیر پر غالب نہیں آ سکتی۔ کیا یہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان کے دلوں میں پوشیدہ باتیں اور خفیہ سرگوشیاں نہیں سنتے حالانکہ ہمارے بھیجے ہوئے کارندے ہر وقت ان کے ساتھ ہیں جو ان کی ہر بات اور ہر فعل کو دیکھتے اور لکھتے ہیں۔

(ابن کثیر: ۴/۱۳۵، مظہری ۳۶۳، ۸/۳۶۴)

معبودِ حقیقی

۸۱۔۸۵: قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ۞ سُبْحٰنَ
رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۞
فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ
يُوْعَدُوْنَ ۞ وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ ۭ وَ
هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ۞ وَتَبٰرَكَ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَاِلَيْهِ
تُرْجَعُوْنَ ۞

آپ کہہ دیجئے کہ اگر بالفرض رحمان کے کوئی اولاد ہوتی تو سب سے پہلے میں اس کی عبادت کرتا۔ آسمانوں اور زمین کا رب (اور) عرش کا مالک اس سے پاک ہے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔ آپ انہیں لغو باتوں اور کھیل کود میں پڑا رہنے دیجئے یہاں تک کہ ان کو اپنے اس دن سے سابقہ جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ آسمانوں میں بھی وہی اللہ عبادت کے لائق ہے اور زمین میں بھی وہی قابل عبادت ہے اور وہ بڑی حکمت والا اور پورے علم والا ہے، وہ بہت برکتوں والا ہے جس کے پاس آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کی بادشاہت ہے اور قیامت کا علم بھی اسی کے پاس ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

یَخُوْضُوْا: وہ بحث کرتے ہیں، وہ مصروف ہوتے ہیں، خَوْض سے مضارع۔

تشریح: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان مشرکین مکہ سے کہہ دیجئے کہ اگر اللہ کے کوئی اولاد ہوتی

تو سب سے پہلے میں اس کی عبادت کرتا لیکن تم دیکھتے ہو کہ میں اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتا پھر تم کیسے اس کے اولاد تجویز کرتے ہو۔ آسمانوں، زمین اور عرش کا مالک و خالق اس سے بالکل پاک اور منزہ ہے کہ اس کے اولاد ہو۔ وہ فرد، اور واحد و صمد ہے۔ اس کے کوئی اولاد اور مثیل و نظیر نہیں۔ آپ ان کو ان کی بیہودہ باتوں اور لہو و لعب میں پڑا رہنے دیجئے یہاں تک کہ ان کو اس دن سے سابقہ پڑے جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔ اس وقت ان کو اپنا انجام معلوم ہو جائے گا۔ ان بدنصیبوں کے انکار سے اللہ کی ربوبیت اور شان کبریائی پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ آسمانوں میں بھی وہی عبادت کے لائق ہے اور زمین میں بھی وہی عبادت کا مستحق ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔ وہی حکمت کے ساتھ کائنات کا انتظام کرنے والا ہے اور وہی مخلوق کی ضرورتوں اور مصلحتوں کو جاننے والا ہے وہ بڑی برکتوں والا ہے۔ آسمان اور زمین اور ان کے درمیان کی کائنات پر اسی کی حکومت ہے اور قیامت برپا ہونے کا ٹھیک وقت بھی اسی کو معلوم ہے۔ اس کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی۔ سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے پھر وہ ہر ایک کو اس کے اعمال کا بدلہ دے گا۔

عاجز و بے اختیار معبود

۸۶-۸۹: وَلَا يَمْلِكُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِهِ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَن شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝ وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ فَأَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ۝ وَقِيلِهِ يَا رَبِّ إِنَّ هَٰؤُلَاءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُونَ ۝ فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلَامٌ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ۝

یہ لوگ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں وہ شفاعت کا اختیار نہیں رکھتے مگر جو حق کی گواہی دیں اور اس کا علم بھی رکھیں۔ اگر آپ ان سے پوچھیں کہ انہیں کس نے پیدا کیا ہے تو وہ یقیناً کہیں گے کہ اللہ نے۔ پھر یہ کہاں بہکے پھرتے ہیں۔ قسم ہے رسول کے یہ کہنے کی کہ اے میرے رب یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان نہیں لاتے۔ سو آپ ان سے منہ پھیر لیجئے کہ تمہیں سلام۔ سو بہت جلد ان کو (اپنا انجام) معلوم ہو جائے گا۔

اصْفَحْ : آپ منہ پھیر لیں، آپ بے رخ رہئے ۔ صَفْحٌ سے امر۔

تشریح : کفار و مشرکین جب باطل معبودوں کو اپنا سفارشی سمجھتے ہیں وہ کسی کو از خود تو کیا دیں گے وہ تو ان کی سفارش کا بھی اختیار نہیں رکھتے کہ اس جہان میں یا آخرت میں سفارش کر کے کسی کو کچھ دلوا دیں یا عذاب الٰہی سے چھڑا دیں لیکن جو لوگ حق یعنی ایمان کا اقرار کرتے ہیں اور اس کی تصدیق بھی کرتے ہیں تو اللہ کے حکم سے نیک لوگوں کی شفاعت ان کے کام آئے گی ۔ اگر آپ ان سے پوچھیں کہ ان کو کس نے پیدا کیا تو وہ یقیناً اقرار کریں گے کہ اللہ تعالیٰ نے (پیدا کیا)۔ پھر یہ لوگ کہاں بھٹک رہے ہیں کہ اس ذات واحد کو اپنا خالق ماننے کے باوجود دوسروں کی عبادت کرتے ہیں جو محض مجبور اور بالکل بے اختیار ہیں ۔ قسم ہے رسول کے اس کہنے کی کہ اے میرے پروردگار یہ قوم ایمان لانے کے لیے تیار نہیں ۔ آپؐ ان کے ایمان نہ لانے سے رنجیدہ نہ ہوں، اللہ آپ کی مدد ضرور کرے گا اور اپنی رحمت سے آپ کو ضرور غلبہ عطا فرمائے گا۔ آپ تو بس ان کو تبلیغ دین کر کے ان کے حال پر چھوڑ دیجئے اور ان سے اعراض کر لیجئے ۔ بہت جلد ان کو اپنی بد اعمالیوں کی سزا مل جائے گی کیونکہ موت ہر شخص کے بہت قریب ہے ۔ مرتے ہی سب نیک و بد سامنے آ جائے گا۔

(ابن کثیر : ۱۳۶، ۴/۱۳۷، حقانی ۲۶۶، ۴/۲۶۷)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الدخان

وجہ تسمیہ: اس سورت کا نام الدخان مشہور ہے جو اس کی آیت ۱۰ میں آیا ہے۔

تعارف: اس میں تین رکوع ۵۹ آیات، ۳۴۶ کلمات اور ۱۴۳۱ حروف ہیں۔ یہ سورت ہجرت سے پہلے مکے میں نازل ہوئی۔ اس کا شمار اُن عظیم سورتوں میں ہوتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز میں پڑھا کرتے تھے۔ گزشتہ سورۃ کے بیشتر مضامین توحید و رسالت، قرآن کی حقانیت اور مجرمین کے عبرتناک احوال پر مشتمل تھے۔ اس سورت میں قرآن کی عظمتوں اور جس رات میں قرآن کا نزول ہوا اس کی برکتوں کا بیان ہے۔

ابن مردویہ نے ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت کی آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص جمعے کی شب میں یا جمعے کے دن سورۃ الدخان کی تلاوت کرے۔ اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک محل بنا دیتا ہے۔ بیہقی نے مرفوعاً روایت کی کہ جو شخص جمعے کی شب میں حٰمٓ الدخان اور سورت یٰسٓ کی تلاوت کرے تو صبح کو وہ اس حال میں اُٹھے گا کہ اس کے گناہوں کی مغفرت ہو چکی ہوگی۔

(روح المعانی: ۱۱/ ۲۵، مواہب الرحمٰن ۱۶۹/ ۲۵)

مضامین کا خلاصہ

رکوع ۱: قرآن کی عظمتوں اور اس رات کی برکتوں کا بیان ہے جس میں قرآن کا نزول ہوا۔ پھر قوم فرعون کی آزمائش مذکور ہے۔

رکوع ۲: فرعون سے نجات اور مشرکین کا انکار قیامت بیان کیا گیا ہے۔

رکوع ۳: منکرین قیامت کا انجام اور اہل تقویٰ کا حال مذکور ہے۔

حرف مقطعات

۱: حٰمٓ ۝

ان کے معنی و مراد اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔

قضا وقدر کے فیصلوں کی رات

۲۔۸: وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ۝ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۝ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ۚ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ۝ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۘ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ۝ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ۝

قسم ہے اس واضح کتاب کی۔ یقیناً ہم نے اس کو ایک بابرکت رات میں نازل کیا ہے۔ بیشک ہم (عذاب سے) ڈرانے والے ہیں۔ اسی (رات) میں ہر حکمت والے معاملے کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ ہمارے پاس سے حکم ہو کر، بے شک ہم ہی (آپ کو رسول بنا کر) بھیجنے والے ہیں۔ آپ کے رب کی مہربانی سے۔ بے شک وہ بڑا سننے والا اور بڑا جاننے والا ہے، جو آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا رب ہے اگر تم یقین کرنے والے ہو۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہی زندہ کرتا ہے اور وہی موت دیتا ہے، وہ تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے اگلے باپ دادا کا بھی رب ہے۔

تشریح: قسم ہے اس کتاب کی جو نہایت واضح اور روشن ہے جس کے نورِ ہدایت سے سارا عالم منور ہوا۔ جس کے علوم ہدایت نے لوگوں کو ضلالت و گمراہی کی تاریکی سے نکال کر ایمان و معرفت کی روشنی عطا کی اور جو حلال و حرام کو ظاہر کرتی ہے۔ یہ کتاب الٰہی ایسی عظیم الشان ہے کہ ہم نے اس کو لوحِ محفوظ سے آسمان دنیا پر ایک بابرکت رات یعنی شب قدر میں اتارا جس کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے بڑھ کر ہے۔ جیسے ارشاد ہے:

إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ فِى لَيْلَةِ ٱلْقَدْرِ ﴿١﴾ وَمَآ أَدْرَىٰكَ مَا لَيْلَةُ ٱلْقَدْرِ ﴿٢﴾
لَيْلَةُ ٱلْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ﴿٣﴾

بے شک ہم نے اس کو لیلۃ القدر میں نازل کیا اور آپ کو کیا معلوم لیلۃ القدر کیا ہے۔ (لیلۃ القدر ہزار مہینوں کی عبادت) سے بہتر ہے۔ (القدر: ۱، ۳)

یہ رات یعنی لیلۃ القدر رمضان المبارک میں ہے، جیسے ارشاد ہے:

شَهْرُ رَمَضَانَ ٱلَّذِىٓ أُنزِلَ فِيهِ ٱلْقُرْءَانُ

رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن کریم اتارا گیا۔ (البقرہ: ۱۸۵)

قتادہ اور ابن زید کا بیان ہے کہ قرآن مجید شب قدر میں لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر نازل ہوا۔ پھر بیس سال میں حضرت جبرائیل کی وساطت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہوا۔ حضرت ابن عباس کا بیان ہے کہ شب قدر میں آئندہ سال ہونے والے تمام واقعات لوح محفوظ سے نقل کر لئے جاتے ہیں، خیر وشر، رزق اور میعاد زندگی یعنی موت یہاں تک کہ یہ بھی لکھ لیا جاتا ہے کہ فلاں شخص اس سال حج کرے گا۔

بے شک اس قرآن کے ذریعہ ہم لوگوں کو خیر وشر، نیکی و بدی اور عذاب سے آگاہ کرتے ہیں تاکہ مخلوق پر حجت قائم ہو جائے۔ اسی رات میں تمام محکم معاملات کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ یہ سب ہمارے حکم سے ہوتا ہے۔ ہم ہی بندوں کو عذاب سے ڈرانے کے لیے پیغمبروں کو کتابیں دے کر بھیجتے ہیں تاکہ وہ لوگوں کو ہمارے احکام سے آگاہ کریں اور ان کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائیں۔ یہ سب آپ کے رب کی رحمت کے سبب سے ہے۔ بلاشبہ وہ بندوں کے اقوال کو سنتا اور ان کے احوال کو جانتا ہے اس لیے وہی آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی کائنات کا رب اور مالک و خالق ہے۔ اگر تم یقین کرنے والے ہو تو ان روشن اور واضح دلائل سے بخوبی جان سکتے ہو کہ اس کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں۔ وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے۔ وہی تمہارا اور تمہارے باپ دادا کا رب ہے جو پہلے گزر چکے۔ (مظہری: ۳۶۷، ۸/۳۶۹)

دخانِ مبین

۹۔۱۶: بَلْ هُمْ فِى شَكٍّ يَلْعَبُونَ ﴿٩﴾ فَٱرْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِى ٱلسَّمَآءُ بِدُخَانٍ

مُّبِيْنٍ ⑩ يَّغْشَى النَّاسَ ؕ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ⑪ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا
الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ ⑫ اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَآءَهُمْ
رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ⑬ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ⑭ اِنَّا
كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ ⑮ يَوْمَ نَبْطِشُ
الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ۚ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ⑯

بلکہ وہ دھوکے میں ہیں اور کھیل رہے ہیں سو آپ اُس دن کا انتظار کیجئے جب آسمان صریح دھواں لائے جو لوگوں کو گھیر لے۔ یہ ایک دردناک عذاب ہے ۔اے ہمارے رب ہم پر سے اس آفت کو دور کردے۔ ہم ایمان قبول کرتے ہیں ۔ان کے لیے نصیحت کہاں حالانکہ ان کے پاس کھول کر بیان کرنے والا رسول آچکا۔ پھر بھی وہ (کافر) اس (رسول سے) منہ موڑے رہے اور یہی کہتے رہے کہ سکھایا ہوا ہے، دیوانہ ہے بیشک کچھ دنوں کے لیے ہم عذاب کو ہٹادیتے ہیں یقیناً تم پھر وہی کروگے۔ جس دن ہم بہت سختی سے پکڑیں گے۔ بے شک ہم بدلہ لے کر رہیں گے۔

اِرْتَقِبْ : تو انتظار کر، تو راہ دیکھ۔ اِرْتِقَابٌ سے امر۔

دُخَانٍ : دھواں۔ جمع اَدْخِنَۃٌ ۔

نَبْطِشُ : ہم سختی سے پکڑیں گے۔ بَطْشٌ سے مضارع۔

تشریح: توحید و الوہیت کے واضح دلائل اور نشانات دیکھنے کے باوجود مشرکین و منکرین ایمان لانے کی بجائے شک اور کھیل تماشے میں پڑے ہوئے ہیں ۔نصیحت و عبرت کی باتوں کو ہنسی مذاق میں اُڑادیتے ہیں اور ان کو اللہ کے سامنے پیشی کا خیال تک نہیں، سو آپ ان کو اُس دن کے بارے میں آگاہ کردیجئے جس دن آسمان سے سخت دھواں آئے گا جو لوگوں کو ڈھانک لے گا۔ یہ ایسا دردناک عذاب ہوگا کہ لوگ بے قرار ہوکر کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار اس عذاب کو ہم پر سے دور کردے ہم ایمان لاتے ہیں ۔آیت میں دخان سے کونسا دخان مراد ہے اس بارے میں مختلف اقوال ہیں ۔ حضرت ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم اور حسن کا قول ہے کہ دھواں قیامت کی علامات میں سے ایک علامت ہوگی ۔ابن جریر، ثعلبی اور بغوی نے حضرت حذیفہ کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (قیامت کی) سب سے پہلے نشانی دھواں اور عیسیٰ ابن مریم کا نزول اور ایک آگ ہوگی جو عدن کے کسی غار سے نکلے گی اور لوگوں کو میدان حشر کی طرف ہنکا کر لے جائے گی۔ دو پہر کو لوگ جہاں ٹھہریں گے آگ بھی ٹھہر جائے گی۔ حضرت حذیفہ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دھواں کیسا ہوگا۔ آپ نے آیت یوم تاتی السماء بدخان مبین تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ وہ دُھواں مشرق سے مغرب تک فضا کو بھر دے گا اور چالیس شب و روز قائم رہے گا۔ مومن پر اُس کا اثر صرف زکام کی مانند ہوگا اور کافر اس کے اثر سے ایسا ہو جائے گا جیسے نشے میں مدہوش آدمی ہوتا ہے۔ دُھواں اس کی ناک کے نتھنوں، کانوں کے سوراخوں اور مبرز سے نکلے گا۔

احادیث سے جو بات ظاہر و ثابت ہے وہ یہ ہے کہ دخان قیامت کی ایک علامت ہے جو آنے والی ہے۔ قرآن کریم کے ظاہری الفاظ بھی اسی کی تائید کرتے ہیں کیونکہ قرآن نے اسے واضح اور ظاہر دھواں کہا ہے جسے ہر شخص دیکھ سکے۔ بھوک کے دھوئیں سے اسے تعبیر کرنا ٹھیک نہیں کیونکہ وہ ایک خیالی چیز ہے۔ بھوک و پیاس کی سختی سے آنکھوں کے آگے جو دھواں سا نمودار ہوجاتا ہے وہ حقیقت میں دھواں نہیں ہوتا۔ قرآن کے الفاظ دخان مبین کے ہیں اور اس کے بعد یغشی الناس آیا ہے جس کا مطلب ہے کہ وہ لوگوں کو ڈھانک لے گا۔

پھر فرمایا کہ ان منکرین کو اس عذاب سے عبرت و نصیحت کہاں ہوتی، ان کے پاس تو صاف صاف اور کھول کر بیان کرنے والا پیغمبر بھی آچکا پھر بھی یہ لوگ اس سے روگردانی کرتے رہے، اس سے منہ پھیرے رہے اور کہتے رہے کہ یہ تو کسی کا سکھایا ہوا دیوانہ ہے۔ اگر بالفرض ہم حجت پوری کرنے کے لیے کچھ مدت تک عذاب کو ہٹا بھی دیں تب بھی یہ لوگ اپنی پہلی حالت پر لوٹ آئیں گے اور وہی کفر و شرک کریں گے جو اس سے پہلے کرتے رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس دن ہم ان کو بڑی سختی کے ساتھ پکڑیں گے اس دن ہم ان سے پورا پورا بدلہ لیں گے۔ (ابن کثیر ۴/۱۳۹، مظہری ۳۶۹، ۸/۳۷۰)

قومِ فرعون کی آزمائش

۱۷۔۲۱: وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَآءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ ﴿۱۷﴾
اَنْ اَدُّوْٓا اِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ ۖ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۸﴾ وَّاَنْ لَّا
تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ ۚ اِنِّيْٓ اٰتِيْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۹﴾ وَاِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ

وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ ﴿٢٠﴾ وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِيْ فَاعْتَزِلُوْنِ ﴿٢١﴾

ان سے پہلے ہم قوم فرعون کو بھی آزما چکے ہیں جن کے پاس ایک معزز رسول آئے تھے (موسیٰ نے فرعون سے کہا) کہ اللہ کے (ان) بندوں کو میرے حوالے کردو۔ بے شک میں تمہارے لیے رسول امین ہوں اور یہ کہ تم اللہ کے مقابلے میں سرکشی نہ کرو۔ یقیناً میں تمہارے پاس ایک کھلی دلیل لایا ہوں۔ میں اپنے اور تمہارے رب کی پناہ لے چکا ہوں اس سے کہ تم مجھے سنگسار کرو اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو مجھ سے دور ہی رہو۔

اَدُّوْا : تم ادا کرو، تم حوالے کرو۔ تَاْدِیَۃٌ سے امر۔

تَعْلُوْا : تم چڑھنے لگو، تم سرکشی کرو۔ عُلُوٌّ سے ماضی۔

تشریح: مشرکین مکہ سے پہلے ہم قوم فرعون کا امتحان لے چکے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت و رسالت فرعون اور اس کی قوم کے لیے ایک امتحان تھی کہ وہ اس معزز پیغمبر پر ایمان لاتے ہیں یا نہیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر فرعون کے پاس پہنچے کہ تم بنی اسرائیل کو میرے حوالے کردو اور ان کو تکلیف نہ دو، میں اپنی نبوت پر گواہی دینے والے معجزے لایا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی وحی کا امانت دار بنا کر تمہاری طرف بھیجا ہے۔ تم اللہ سے سرکشی نہ کرو۔ میں تمہارے سامنے اپنی نبوت کی ایک دلیل پیش کرتا ہوں اور اس بات سے کہ تم مجھے قتل کرو میں اپنے اور تمہارے رب کی پناہ لیتا ہوں۔ لہٰذا میں تمہاری دھمکیوں سے مرعوب نہیں ہوسکتا اور نہ مجھے تمہاری طرف سے کسی قسم کی ایذا کا خوف ہے۔ اگر تم اپنی بدنصیبی سے میری بات نہیں مانتے، مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو مجھ سے جدا رہو اور مجھے میرے حال پر چھوڑ دو اور میری راہ نہ روکو تاکہ میں بنی اسرائیل کو لے جاؤں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک طویل عرصے تک ان میں رہے اور خوب دل کھول کر تبلیغ کرتے رہے اور ان کی خیر خواہی اور ہدایت کے لیے ہر طرح کوشش کرتے رہے لیکن وہ راہ راست پر نہ آئے۔

قوم فرعون کا انجام

۲۲۔۲۹: فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ ﴿٢٢﴾ فَاَسْرِ بِعِبَادِيْ لَيْلًا اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿٢٣﴾ وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ۭ اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ ﴿٢٤﴾

كَمْ تَرَكُوا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝٢٥ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ۝٢٦
وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ۝٢٧ كَذٰلِكَ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ۝٢٨
فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ۝٢٩

پھر (موسیٰ نے) اپنے رب سے دعا کی کہ یہ لوگ مجرم ہیں۔ سو (اللہ نے حکم دیا کہ) میرے بندوں کو راتوں رات لے کر نکل جاؤ۔ یقیناً تمہارا تعاقب کیا جائے گا اور سمندر کو ساکن چھوڑ دینا بلاشبہ یہ لشکر غرق ہونے والا ہے وہ لوگ کتنے ہی باغ اور چشمے چھوڑ گئے اور کھیتیاں اور بہترین مکانات اور وہ آرام کی چیزیں جن میں وہ مزے کر رہے تھے۔ اسی طرح ہوا کہ ہم نے دوسری قوم کو ان (چیزوں) کا مالک بنا دیا۔ سو نہ تو ان پر زمین و آسمان روئے اور نہ انہیں مہلت ملی۔

رَهْوًا : تھما ہوا، ساکن، خشک۔

بَكَتْ : وہ روئی۔ بُكَاءٌ سے ماضی۔

تشریح: آخر جب قوم فرعون اپنے کفر و سرکشی میں بڑھتی ہی گئی اور کسی طرح راہ راست پر نہ آئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یہ لوگ بڑے سخت مجرم ہیں، اپنی سرکشی سے کسی طرح باز نہیں آرہے۔ پس اب میرے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا فوراً قبول فرمائی اور حکم دیا کہ فرعون کی بے خبری میں میرے بندوں کو لے کر راتوں رات چلے جاؤ۔ یہ لوگ یقیناً تمہارا تعاقب کریں گے۔ جب تم اور تمہارے ساتھی دریا کو عبور کر لیں تو دریا کو اسی طرح خشک چھوڑ کر چلے جائیں یعنی اس میں وہ خشک اور کشادہ راستہ جس سے تم دریا کو عبور کرو گے اسی طرح کھلا چھوڑ دینا تاکہ فرعون اور اس کے لشکر کو اس میں غرق کر دیا جائے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسا غرق کیا کہ سب جہنم واصل ہو گئے اور بدترین جگہ پہنچ گئے۔ اللہ تعالیٰ کے قہر اور عذاب سے تباہ ہونے والے یہ نافرمان کیسے کیسے باغات، چشمے، نہریں، کھیتیاں، عزت کے ٹھکانے اور نعمتیں اور عیش و عشرت کے سامان جن میں یہ مست تھے، سب چھوڑ گئے اور اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ بنی اسرائیل کو عطا کر دیا۔ یہ لوگ ایسے بدنصیب اور قابل نفرت تھے کہ اللہ کی مخلوق میں سے کوئی بھی ان کی بربادی پر رنجیدہ نہ ہوا اور نہ ان کو مہلت دی گئی۔

فرعون سے نجات

۳۰۔۳۳: وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِينِ ﴿۳۰﴾ مِن فِرْعَوْنَ ۚ إِنَّهُۥ كَانَ عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِينَ ﴿۳۱﴾ وَلَقَدِ اخْتَرْنَاهُمْ عَلَىٰ عِلْمٍ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿۳۲﴾ وَآتَيْنَاهُم مِّنَ الْآيَاتِ مَا فِيهِ بَلَاءٌ مُّبِينٌ ﴿۳۳﴾

بے شک ہم نے بنی اسرائیل کو ذلت کے عذاب سے نجات دی جو فرعون کی طرف سے تھا۔ یقیناً وہ بڑا سرکش (اور) حد سے نکل جانے والوں میں سے تھا اور ہم نے دانستہ طور پر ان (بنی اسرائیل) کو جہان کے لوگوں پر فوقیت دی اور ہم نے انہیں ایسی نشانیاں دیں جن میں صریح آزمائش تھی۔

الْمُهِيْن: ذلیل کرنے والا، بے عزت کرنے والا۔ اهانةٌ سے اسم فاعل۔

اِخْتَرْنٰهُمْ: ہم نے ان کو پسند کیا، ہم نے اُن کو فوقیت دی۔ اختیارٌ سے ماضی۔

تشریح: فرعون اور اُس کی قوم کو سمندر میں غرق کر کے ہم نے بنی اسرائیل کو سخت ذلت کے عذاب سے نجات دی جو فرعون کی طرف سے اُن پر مسلط تھا۔ اس نے بنی اسرائیل کو پست و خوار کر رکھا تھا، ان سے ذلیل خدمتیں لیتا تھا اور ان کے کام کا کوئی معاوضہ نہیں دیتا تھا۔ اس کے ظلم و تعدی اور بدکاریوں میں اس کی قوم بھی اس کے ساتھ تھی۔ یقیناً وہ اپنی سرکشی و تکبر اور ظلم و تعدی میں حد سے بڑھا ہوا تھا۔ ہم نے اپنے قدیم علم کے مطابق بنی اسرائیل کو بعض امور میں اُن کے زمانے کے لوگوں پر فضیلت دی تھی۔ یہاں یہ مراد نہیں کہ ان کو اگلے پچھلے سب لوگوں پر فضیلت دی۔ جیسے ارشاد ہے:

يَا مُوسَىٰٓ إِنِّي اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ

اے موسیٰ میں نے تمہیں لوگوں پر بزرگی عطا فرمائی۔ (اعراف: ۱۴۴)

یہاں بھی حضرت موسیٰ کے زمانے کے لوگ مراد ہیں۔ مجاہد اور قتادہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اس زمانے کے لوگوں پر فضیلت دی تھی۔

پھر فرمایا کہ ہم نے انہیں ایسی نشانیاں دی تھیں جن میں واضح طور پر ان کی مدد تھی اور وہ محض انعام خداوندی تھا مثلاً دریا کو پھاڑ کر اُن کے لیے خشک راستہ بنانا۔ تیہ کے میدان میں ان پر ابر کا سایہ کرنا، ان کے کھانے کے لیے آسمان سے من و سلویٰ اتارنا اور ان کو فرعون کی سلطنت و دولت کا وارث بنانا وغیرہ۔ یہ سب محض انعامات الٰہی تھے اور بنی اسرائیل کے لیے امتحان تھے۔

مشرکین کا انکارِ قیامت

۳۴۔۳۷ إِنَّ هَٰؤُلَاءِ لَيَقُولُونَ ﴿٣٤﴾ إِنْ هِيَ إِلَّا مَوْتَتُنَا الْأُولَىٰ وَمَا نَحْنُ
بِمُنشَرِينَ ﴿٣٥﴾ فَأْتُوا بِآبَائِنَا إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٣٦﴾ أَهُمْ خَيْرٌ
أَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ أَهْلَكْنَاهُمْ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا
مُجْرِمِينَ ﴿٣٧﴾

البتہ یہ (کافر) کہتے ہیں کہ بس یہی پہلی بار مرنا ہے اور ہم دوبارہ نہیں اُٹھائے جائیں گے۔ سو اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادا کو لے آؤ۔ بھلا یہ بہتر ہیں یا تبع کی قوم جو اُن سے بھی پہلے تھے۔ ہم نے ان سب کو ہلاک کیا۔ یقیناً وہ گناہ گار تھے۔

تشریح: بنی اسرائیل کے مذکورہ واقعات، قیامت اور قدرتِ خداوندی پر ایمان و یقین کے لیے سامانِ عبرت اور مضبوط دلائل ہیں مگر مشرکین مکہ یہ سب کچھ جاننے کے باوجود ایمان لانے کی بجائے کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد زندگی ختم ہو جائے گی۔ اس کے بعد نہ قیامت آئے گی، نہ دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور نہ حساب و کتاب اور جزا و سزا ہوگی۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اگر آپ اپنی اس بات میں سچے ہیں کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور حساب و کتاب اور جزا و سزا ہوگی تو ہمارے باپ دادا کو زندہ کر کے لایئے تاکہ ہمیں آپ کی بات کے صحیح ہونے کا یقین آ جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان بدنصیبوں کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا یہ لوگ قوت و شوکت کے اعتبار سے قوم تبع اور ان قوموں سے بہتر ہیں جو ان سے پہلے گزری ہیں، مثلاً عاد و ثمود وغیرہ ہم نے نافرمانیوں اور بداعمالیوں کے سبب ان سب کو ہلاک کر ڈالا۔ قوم تبع یمن میں رہتی تھی۔ یہ لوگ نہایت طاقتور اور ہر طرح کے مادی ساز و سامان سے آراستہ تھے۔ جس طرح فارس کے لوگ اپنے بادشاہ کو کسریٰ، روم والے قیصر، مصر والے فرعون اور حبشہ کے ہر بادشاہ کو نجاشی کہا جاتا ہے اسی طرح یمن کے رہنے والے حمیر اپنے بادشاہ کو تبع کہتے تھے۔ یمن میں تبّع کے لقب سے بہت سے بادشاہ گزرے ہیں۔ جس تبع کا یہاں ذکر ہے بعض روایات میں اس کا ایمان لانا ثابت ہے۔ حضرت کعب فرمایا کرتے تھے کہ قرآن کریم سے تبع کی تعریف معلوم ہوتی ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی قوم کی مذمت کی ہے، ان کی نہیں کی۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تبع کو برا نہ کہو وہ مسلمان ہو چکا تھا۔ (ابن کثیر ۱۴۳، ۱۴۴/۴)

فیصلے کا دن

۳۸۔۴۲: وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴿۳۸﴾ مَا
خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ
مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۰﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْـًٔا وَّلَا
هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۴۲﴾

ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور ان چیزوں کو جو ان کے درمیان ہیں، کھیلنے کے لیے پیدا نہیں کیا بلکہ ہم نے ان کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ۔ بے شک فیصلے (قیامت) کا دن ان سب کا مقررہ وقت ہے ۔ اس دن کوئی دوست کسی دوست کے کچھ کام نہ آئے گا اور نہ ان کی امداد کی جائے گی مگر جس پر اللہ مہربان ہو جائے ۔ بے شک وہ زبردست اور رحم والا ہے ۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے آسمانوں، زمین اور ان دونوں کے درمیان کی چیزوں کو محض بے کار اور کھیل تماشے کے طور پر نہیں بنایا بلکہ یہ کائنات ایک حکمت کے ساتھ پیدا کی گئی ہے مگر لوگ اپنے عناد اور سرکشی کی بنا پر اس کی حقیقت اور حکمت کو نہیں سمجھتے اور حقائق و دلائل سے چشم پوشی کرتے ہوئے قیامت اور بعث بعد الموت کے انکار پر قائم ہیں حالانکہ یہ بات قطعی اور تسلیم شدہ ہے کہ جو ذات کسی چیز کو پہلی مرتبہ کسی نمونے کے بغیر پیدا کرنے پر قادر ہے وہ یقیناً اس کو دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے ۔

دوسری جگہ ارشاد ہے :

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ۭ ذٰلِكَ ظَنُّ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ﴿۲۷﴾

اور ہم نے آسمان و زمین اور اُن کے درمیان کی چیزوں کو بے فائدہ پیدا نہیں کیا ۔ یہ خیال تو کافروں کا ہے ۔ سو افسوس ہے ۔ کافروں کے لئے آگ کی سزا ہے ۔ (ص: ۲۷)

اور ارشاد ہے :

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱۵﴾

کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم نے تمہیں بے کار پیدا کیا ہے اور تمہیں ہماری طرف لوٹ کر نہیں آنا۔ (المؤمنون: ۱۱۵)

بے شک لوگوں کو زندہ کر کے قبروں سے اٹھانے اور بدلہ دینے کا وقت مقرر ہے۔ اس دن اول تا آخر سب جمع ہوں گے اور اپنے اپنے اعمال و افعال کی جزا یا سزا پائیں گے۔ اس دن کوئی دوست کسی دوست کے ذرا بھی کام نہ آئے گا اور نہ کسی کو کسی ذریعے سے عذاب سے بچنے میں کوئی مدد مل سکے گی سوائے اس کے جس کو اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی سے خود معاف فرمادے یا کسی کی شفاعت کی وجہ سے اس کے گناہ معاف فرمادے۔ وہ ایسا غالب ہے کہ جب وہ کسی کو عذاب دینا چاہے گا تو کوئی بھی اس کو عذاب سے نہ بچا سکے گا اور وہ وسیع رحمت والا ہے۔

منکرین قیامت کا انجام

۴۳۔۵۰: إِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّومِ ﴿٤٣﴾ طَعَامُ الْأَثِيمِ ﴿٤٤﴾ كَالْمُهْلِ يَغْلِي فِي الْبُطُونِ ﴿٤٥﴾ كَغَلْيِ الْحَمِيمِ ﴿٤٦﴾ خُذُوهُ فَاعْتِلُوهُ إِلَىٰ سَوَاءِ الْجَحِيمِ ﴿٤٧﴾ ثُمَّ صُبُّوا فَوْقَ رَأْسِهِ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيمِ ﴿٤٨﴾ ذُقْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ ﴿٤٩﴾ إِنَّ هَٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهِ تَمْتَرُونَ ﴿٥٠﴾

بے شک زقوم کا درخت گناہ گار کا کھانا ہے جو تلچھٹ کی مانند پیٹ میں کھولتا رہتا ہے (اور) کھولتے ہوئے گرم پانی کی مانند۔ اس کو پکڑ لو اور گھسیٹتے ہوئے دوزخ کے بیچوں بیچ تک لے جاؤ۔ پھر عذاب دینے کے لیے اس کے سر پر کھولتا ہوا پانی ڈالو (اس کو) چکھ۔ بے شک تو بڑا معزز و مکرم سردار (بنتا) ہے بے شک یہ وہی ہے جس میں تم شک کیا کرتے تھے۔

اَلْمُهْل: تیل کی تلچھٹ، پیپ، پگھلا ہوا تانبا۔ اسم ہے۔

یَغْلِیْ: وہ جوش مارے گا، وہ ابلے گا۔ غَلْیٌ سے مضارع۔

اِعْتِلُوْهُ: اس کو گھسیٹ کر لے جاؤ، اس کو دھکیل کر لے جاؤ۔ عَتْلٌ سے امر۔

صُبُّوْا: وہ ڈالے گئے، وہ گرائے گئے۔ صَبٌّ سے ماضی مجہول۔

تَمْتَرُوْنَ: تم شک کرتے ہو، تم تردد کرتے ہو۔ اِمْتِرَاءٌ سے مضارع۔

تشریح: یہاں اُس سزا کا بیان ہے جو منکرین قیامت کو آخرت میں ملے گی، چنانچہ ارشاد ہے کہ جہنم

میں ان منکرین کو زقوم کا درخت کھانے کو ملے گا جو اپنی شدید تلخی کے علاوہ پگھلے ہوئے تانبے کی مانند اور سخت کھولتے ہوئے پانی کی طرح پیٹ میں کھولے گا۔ بغوی نے حضرت ابن عباس کی روایت سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! اللہ سے ڈرو جتنا ڈرنے کا حق ہے۔ اگر زقوم کی ایک بوند زمین پر ٹپکا دی جائے تو دنیا والوں کی زندگی تلخ کر دے۔ پھر کیا حال ہوگا اُن کا جن کا کھانا ہی زقوم ہوگا۔ زقوم کے سوا اُن کا کوئی کھانا نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ دوزخ کے کارندوں کو حکم دے گا کہ اس کافر کو پکڑ کر اوندھا کر کے منہ کے بل گھسیٹتے ہوئے دوزخ کے عین درمیان میں ڈال دو۔ پھر اس کے سر کے اوپر کھولتا ہوا پانی ڈالو جس سے اس کی کھال اور پیٹ کے اندر کی تمام چیزیں جل جائیں گی۔ جہاں جہاں یہ پانی پہنچے گا ہڈی کو کھال سے جدا کر دے گا یہاں تک کہ اس کی آنتیں کاٹتا ہوا پنڈلیوں تک پہنچ جائے گا۔ پھر مزید شرمسار کرنے کے لیے ان سے کہا جائے گا کہ لو اب ذلت کے عذاب کا مزہ چکھو۔ تم ہماری نگاہوں میں نہ عزت والے ہو اور نہ بزرگی والے۔ یہی وہ دوزخ ہے جس کے بارے میں تم ہمیشہ شک وشبہ کرتے رہے۔

(مظہری: ۸/۳۷۶،۳۷۵)

اہل تقویٰ کا حال

۵۱۔۵۹: اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ ﴿٥١﴾ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿٥٢﴾ يَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿٥٣﴾ كَذٰلِكَ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿٥٤﴾ يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ ﴿٥٥﴾ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى وَوَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿٥٦﴾ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿٥٧﴾ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٥٨﴾ فَارْتَقِبْ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ ﴿٥٩﴾

بے شک پرہیز گار لوگ امن کی جگہ میں ہوں گے۔ باغوں اور چشموں میں باریک اور دبیز ریشم کے لباس پہنے ہوئے آمنے سامنے بیٹھے ہوئے ہوں گے (پھر وہاں) اسی طرح ہوگا۔ ہم بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے ان کا نکاح کر دیں گے۔ وہاں وہ اطمینان سے ہر قسم کے میوے منگوائیں گے۔

وہاں نہ ان کو موت نہیں آئے گی سوائے اس پہلی موت کے (جو دنیا میں آچکی) اور اللہ نے انہیں دوزخ سے بچالیا۔ (یہ سب) آپ کے رب کا فضل ہوگا۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔ سو ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان میں آسان کردیا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ اب آپ بھی انتظار کیجئے وہ بھی انتظار میں ہیں۔

سُنْدُس : باریک کپڑا۔

اِسْتَبْرَق : دبیز ریشمی کپڑا۔ دیبا۔

اِرْتَقِبْ : تو انتظار کر، تو راہ دیکھ۔ اِرْتِقَابٌ سے امر۔

تشریح: جو لوگ دنیا میں اپنے مالک و خالق سے ڈرتے رہتے ہیں قیامت کے روز وہ جنت میں نہایت امن وچین کی جگہ میں ہوں گے۔ کافروں کے برعکس جن کو دوزخ میں زقوم کا درخت اور آگ جیسا گرم پانی ملے گا، پرہیزگاروں کو باغات اور بہتی ہوئی نہریں ملیں گی۔ ان کا لباس نہایت نرم و لطیف ریشم سے بنا ہوا ہوگا۔ بعض لباس باریک ریشم کا ہوگا اور بعض دبیز ریشم کا۔ ان نعمتوں اور کرامتوں کے ساتھ وہ ایک دوسرے کی طرف رخ کئے ہوئے بالکل آمنے سامنے بیٹھے ہوئے ہوں گے۔ یہ سب باتیں اسی طرح ہوں گی۔ ہم بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے ان کا نکاح کریں گے۔ یہ لوگ جنت میں جس میوے اور پھل کی خواہش کریں گے وہ ان کو نہایت اطمینان سے ارادے اور خواہش کے ساتھ ہی مل جائے گا۔ ان کو جنت میں کبھی موت نہیں آئے گی، جو طبعی موت ان کو دنیا میں آنی تھی وہ آچکی۔ اس راحت و نعمت کے ساتھ یہ بھی بڑی نعمت ہے کہ اللہ نے ان کو جہنم کے عذاب سے نجات دے دی۔ اہل تقویٰ کو جنت میں جو کچھ بھی ملے گا وہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان اور مہربانی سے ملے گا۔ بلاشبہ یہی بڑی کامیابی ہے۔

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! کیا یہ مشرکین مکہ جو آپ کے اولین مخاطب ہیں ان حقائق کو نہیں سمجھتے جو ہم نے قرآن اور وحی کے ذریعے اُن کے سامنے بیان کردیئے۔ ہم نے تو اس قرآن کو آپ کی زبان یعنی عربی میں نہایت ہی آسان کردیا ہے تاکہ یہ لوگ سمجھیں اور نصیحت قبول کریں۔ اس کے باوجود اگر یہ لوگ نہ مانیں تو پھر آپ ان کی شقاوت و نافرمانی کے برے انجام کا انتظار کیجئے اور وہ بھی اس کے منتظر رہیں۔ (ابن کثیر: ۶: ۱۴۶، ۱۴۷/۴، مظہری ۳۷۷، ۳۷۹/ ۸)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الجاثیہ

وجہ تسمیہ: اس سورت کی آیت ۲۸ میں لفظ الجاثیہ (زانو کے بل گرے ہوئے) آیا ہے۔ اسی مناسبت سے اس کا نام الجاثیہ مشہور ہے۔

تعارف: اس میں چار رکوع، ۳۷ آیات، ۴۸۸ کلمات اور ۱۱۹۱ حروف ہیں۔ یہ سورت مکیہ ہے۔ قرطبی نے کہا کہ حسن، جابر اور عکرمہ کے قول میں یہ پوری سورت مکیہ ہے۔ ابن عباس، قتادہ اور خطیب نے کہا کہ اس میں ایک آیت قل للذین امنوا یغفروا ... مستثنیٰ ہے۔ اس کا نزول مدینے میں حضرت عمر کے حق میں ہوا۔ اس سورت کی ابتدا قرآن کی عظمت کے بیان سے کی گئی ہے۔ اس کے بعد قادر مطلق کی قدرت وعظمت اور منعم حقیقی کی نافرمانی پر تنبیہ ووعید ہے۔ (مواہب الرحمٰن: ۲۲۹، ۲۳۰/ ۲۵ روح المعانی ۱۳۸/ ۲۵)

مضامین کا خلاصہ

رکوع ۱: قدرت کاملہ کی نشانیاں اور کفار کی بے بسی کا بیان ہے۔

رکوع ۲: اللہ کی نعمتوں اور بنی اسرائیل میں فرقہ بندی کا احوال مذکور ہے۔

رکوع ۳: مومن وکافر کے مراتب اور باطل عقائد کا بیان ہے۔

رکوع ۴: آخرت کے احوال اور منکرین کا انجام بیان کیا گیا ہے۔

حروفِ مقطعات

۱: حٰمٓ ①

ان کے معنی ومراد اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔

قدرتِ کاملہ کی نشانیاں

۲۔۶: تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝ اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَفِيْ خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ
مِنْ دَآبَّةٍ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ
وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ
مَوْتِهَا وَتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ
نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ
يُؤْمِنُوْنَ ۝

یہ کتاب غالب (اور) حکمت والے اللہ کی طرف سے نازل کی ہوئی ہے۔ بے شک آسمانوں اور زمین میں مومنوں کے لیے (اس کی قدرت کی) بہت سی نشانیاں ہیں۔ اور خود تمہاری پیدائش اور جانوروں کے پھیلانے میں ان لوگوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں جو یقین رکھتے ہیں اور رات اور دن کے بدلنے میں اور اس رزق (پانی) میں جو اللہ نے آسمان سے اتارا اور رات و دن کے بدلنے میں پھر اس (پانی) کے ذریعے مردہ زمین کو زندہ کر دیا اور ہواؤں کے بدلنے میں بھی ان لوگوں کے لیے (بڑی)) نشانیاں ہیں جو سمجھ سے کام لیتے ہیں۔ یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو ہم آپ کو ٹھیک ٹھیک سنا رہے ہیں۔ پھر یہ اللہ اور اس کی آیتوں کے بعد کن باتوں پر ایمان لائیں گے۔

تشریح: یہ کتاب یعنی قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے جو غالب و قوی ہے اور جس نے کمال حکمت کے ساتھ کتاب کو اتارا۔ مخلوق کو چاہئے کہ وہ اس عزیز و حکیم کی قدرت کی نشانیوں میں غور و فکر کریں، اس کی نعمتوں کو پہچانیں اور ان کا شکر بجالائیں۔ وہ اتنی عظیم قدرتوں والا ہے کہ اس نے آسمان و زمین اور تمام مخلوق کو پیدا کیا، فرشتے، جن، انسان، چوپائے۔ پرند، درند، کیڑے، پتنگے وغیرہ سب اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں اور سمندر کی بے شمار مخلوق کا خالق بھی وہی ہے۔ وہی دن کو رات کے بعد اور رات کو دن کے بعد لاتا ہے۔ رات کا اندھیرا اور دن کا اُجالا سب اسی کے اختیار میں

ہیں ۔ وہی ضرورت کے وقت بادلوں سے ایک مقدار میں پانی برساتا ہے جس سے بنجر اور مردہ زمین سرسبز وشاداب ہو جاتی ہے اور طرح طرح کی کھانے کی چیزیں اگاتی ہے وہی مختلف سمتوں اور مختلف حالات میں ہواؤں کو بدل بدل کر چلاتا ہے ۔ کبھی مشرق سے ، کبھی مغرب سے ، کبھی شمال سے ، کبھی جنوب سے ، کبھی دن میں اور کبھی رات میں چلاتا ہے ۔ بعض ہوائیں بارش کے لیے بادلوں کو جمع کر کے لاتی ہیں اور بعض برستے ہوئے بادلوں کو اڑا کر تحلیل کر دیتی ہیں ۔ یہ سب اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں ۔ ہم آپ کو یہ آیتیں ٹھیک ٹھیک پڑھ کر سناتے ہیں ۔ منکرین و مشرکین ان دلائل وحقائق کو سننے اور دیکھنے کے باوجود نہ ان پر ایمان لاتے ہیں اور نہ عمل کرتے ہیں آخر یہ کس چیز پر ایمان لائیں گے اور کس دلیل کو مانیں گے ۔ (ابن کثیر ۱۴۷، ۱۴۸/۴)

کفار کی بے بسی

۷۔۱۱ وَيْلٌ لِّكُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ ﴿٧﴾ يَسْمَعُ آيَاتِ اللَّهِ تُتْلَىٰ عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَأَن لَّمْ يَسْمَعْهَا ۖ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٨﴾ وَإِذَا عَلِمَ مِنْ آيَاتِنَا شَيْئًا اتَّخَذَهَا هُزُوًا ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿٩﴾ مِّن وَرَائِهِمْ جَهَنَّمُ ۖ وَلَا يُغْنِي عَنْهُم مَّا كَسَبُوا شَيْئًا وَلَا مَا اتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٠﴾ هَٰذَا هُدًى ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّن رِّجْزٍ أَلِيمٌ ﴿١١﴾

بڑی خرابی ہے ہر اس شخص کے لیے جو جھوٹا اور گناہگار ہو جو اللہ کی آیتوں کو سنتا ہو جو اس کے سامنے تلاوت کی جاتی ہیں ۔ پھر وہ تکبر کرتا ہوا (اپنے کفر پر) اڑا رہتا ہے گویا کہ اس نے ان کو سنا ہی نہیں تو آپ ایسے شخص کو دردناک عذاب کی بشارت سنا دیجئے اور جب وہ ہماری آیتوں میں سے کسی آیت کی خبر پا لیتا ہے تو اس کی ہنسی اڑاتا ہے ۔ ایسے ہی لوگوں کے لیے ذلت کا عذاب ہے ، ان کے آگے دوزخ ہے ۔ جو کچھ انہوں نے (دنیا میں) کمایا ان کے کچھ کام نہ آئے گا اور نہ وہ (کام آئیں گے) جن کو انہوں نے اللہ کے سوا

کارساز بنا رکھا تھا اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔ یہ (قرآن تو سرتا سر)
ہدایت ہے اور جو لوگ اپنے رب کی آیتوں کے منکر ہیں ان کے لیے سخت
دردناک عذاب ہے۔

اَفَّاکٍ : بہت جھوٹا، بہتان تراش۔ اِفْکٌ سے مبالغہ۔

رِجْزٍ : سخت، عذاب، آفت۔

تشریح: ہلاکت و بربادی ہے ہر جھوٹے افترا پرداز گناہ گار کے لیے کہ وہ اللہ کی آیتوں کو سنتا ہے جو اس کے سامنے تلاوت کی جاتی ہیں مگر پھر بھی اپنے کفر و نافرمانی پر غرور و تکبر کے ساتھ اس طرح جما رہتا ہے جیسے اس نے سنا ہی نہیں۔ اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ایسے لوگوں کو یہ خبر سنا دیجئے کہ اللہ تعالی کے ہاں ان کے لیے ایک دردناک عذاب ہے۔ اگر کسی وقت وہ ہماری نشانیوں میں سے کوئی نشانی جان لیتا ہے یعنی اس کو قرآن کا کچھ حصہ پہنچ جاتا ہے تو فوراً اس کا مذاق اڑانے لگتا ہے۔ جس طرح آج یہ لوگ میرے کلام کی اہانت کرتے ہیں کل قیامت کے روز میں بھی ان کو بڑی دردناک اور ذلت و رسوائی کی سزا دوں گا۔ ان کے پیچھے جہنم ہے یعنی ان کے اور جہنم کے درمیان دنیا کی زندگی حائل ہے۔ جوں ہی یہ دنیا سے کوچ کریں گے جہنم کا عذاب ان کو گھیر کر ان پر مسلط ہو جائے گا اور اس وقت دنیا میں کئے ہوئے کاموں میں سے کوئی کام ذرہ برابر بھی ان کے کام نہ آئے گا اور نہ وہ معبود کام آئیں گے جن کو انہوں نے اللہ کے سوا اپنا کارساز بنا رکھا تھا۔ ان کے لیے عذاب عظیم ہے۔ یہ قرآن تو سراسر ہدایت ہے، اور جو لوگ اپنے رب کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں ان کے لیے سخت دردناک عذاب ہے۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتیں

۱۲۔۱۵: اَللّٰهُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِیَ الْفُلْكُ فِیْهِ بِاَمْرِهٖ وَ
لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی
السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ
لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾ قُلْ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَغْفِرُوْا لِلَّذِیْنَ
لَا یَرْجُوْنَ اَیَّامَ اللّٰهِ لِیَجْزِیَ قَوْمًۢا بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ مَنْ
عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَیْهَا ؗ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ
تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۵﴾

اللہ ہی نے تمہارے لیے سمندروں کو مسخر کر دیا تا کہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں اور تا کہ تم اس کا فضل (روزی) تلاش کرو اور تا کہ تم شکر ادا کرتے رہو اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب اس نے تمہارے لیے مسخر کر دیا۔ یقیناً غور کرنے والوں کے لیے ان میں (بھی) بہت سی نشانیاں ہیں۔ آپ ایمان والوں سے کہہ دیجئے کہ وہ ان لوگوں سے درگزر کریں جو اللہ کے دنوں کی امید نہیں رکھتے تا کہ اللہ ایک قوم کو ان کے کرتوتوں کا بدلہ دے۔ جس نے نیک کام کیے تو اس نے اپنے ہی (فائدے کے) لیے (کیے) اور جو برائی کرے گا تو اس کا وبال بھی اسی پر ہے پھر تم سب اپنے پروردگار کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

تشریح: وہ اللہ ہی ہے جس نے سمندر کو تمہارے تابع کر دیا تا کہ اس کے حکم سے اس میں بڑی بڑی کشتیاں اور جہاز چلیں۔ ان کے ذریعے انسان سمندروں میں سفر کرتا ہے، سیر و سیاحت اور تجارت کرتا ہے اور اس کی تہوں سے موتی اور جواہرات بھی نکالتا ہے۔ یہ بے شمار منافع اور فوائد اس خالق کائنات کی قدرت اور اس منعم حقیقی کے عظیم دلائل و شواہد ہیں۔ یہ سب انعامات و احسانات اس کے مقتضی ہیں کہ انسان اپنے خالق و مالک کا شکر بجا لائے۔ جو کچھ آسمانوں میں ہے جیسے سورج، چاند، ستارے وغیرہ اور جتنی چیزیں زمین میں ہیں جیسے حیوانات، معدنیات، نباتات، پہاڑ، چشمے اور نہریں وغیرہ ان سب کو اس ذات واحد نے تمہارے فائدے کے لیے تمہارے تابع کر رکھا ہے یعنی اس نے ان جملہ مخلوقات میں تصرف کرنے اور ان سے نفع اٹھانے کی تم میں صلاحیت پیدا کی ورنہ ایک معمولی جانور بھی انسان سے کہیں زیادہ طاقت رکھتا ہے اس لیے انسان کے لیے اس پر قابو رکھنا ممکن نہ ہوتا۔ یہ سب اس کا فضل و احسان اور انعام و اکرام ہے اور اسی کی طرف سے ہے جیسے۔ ارشاد ہے:

وَمَا بِكُم مِّن نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللَّهِ ثُمَّ إِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَإِلَيْهِ تَجْأَرُونَ ﴿٥٣﴾

تمہارے پاس جو نعمتیں ہیں وہ سب اللہ کی دی ہوئی ہیں اور تم سختی اور مصیبت کے وقت اسی کی طرف گڑگڑاتے ہو۔ (النحل: ۵۳)

جو لوگ عجائبات قدرتِ خداوندی میں غور و فکر کرتے ہیں ان کے لیے یقیناً ان سب چیزوں

میں بڑی نشانیاں اور دلائل ہیں ۔ آپ مومنوں سے کہہ دیجئے کہ وہ صبر وتحمل کی عادت ڈالیں ۔ منکرین کی کڑوی کسیلی سن لیا کریں اور ان کی ایذاؤں کو برداشت کرلیا کریں تاکہ اللہ مسلمانوں کو صبر کرنے کی جزا عطا فرمائے یا کافروں کو پوری سزا دے ، جو شخص کوئی نیک کام کرتا ہے تو وہ اپنے ہی نفع کے لیے کرتا ہے ، اس کا ثواب اسی کو ملے گا اور جو شخص برائی کرتا ہے تو اس کا وبال بھی اسی پر پڑے گا ۔ پھر تم سب کو اسی کی طرف لوٹایا جائے گا تاکہ وہ تمہیں اعمال کے مطابق ثواب یا عذاب دے ۔

بنی اسرائیل میں فرقہ بندی

۱۶-۲۰: وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ
مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَاٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ
الْاَمْرِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَهُمُ الْعِلْمُ ۙ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۭ
اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۷﴾
ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰي شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاۗءَ
الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸﴾ اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَـيْــــًٔا ۭ وَ
اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ ۚ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹﴾
ھٰذَا بَصَاۗىِٕرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۲۰﴾

یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور حکومت اور نبوت دی تھی اور ان کو پاکیزہ رزق عطا کیا اور (ان کے زمانے میں) ان کو تمام اہل جہان پر فضیلت دی تھی ، ہم نے ان کو دین کے واضح احکام دیئے سو انہوں نے علم آجانے کے بعد آپس کی ضد سے باہم اختلاف کیا ۔ بے شک آپ کا رب قیامت کے دن ان امور کا فیصلہ کردے گا جن میں وہ اختلاف کرتے تھے ۔ پھر ہم نے آپ کو دین کے ایک خاص طریقے پر (قائم) کردیا سو آپ اسی طریقے پر چلتے رہیے اور ان نادانوں کی خواہشات پر نہ چلیے ۔ یقیناً یہ لوگ اللہ کے مقابلے میں آپ کے ذرا کام نہیں آسکتے ، بے شک کافر ایک دوسرے کے دوست ہیں اور پرہیزگاروں کا دوست اللہ ہے (جو ہر چیز پر قادر ہے) یہ (قرآن

لوگوں کے لیے نصیحت کا سبب اور ہدایت کا ذریعہ ہے ۔ اور یقین کرنے والوں کے لیے بڑی رحمت (کا سبب) ہے۔

اَھْوَاءَ : خواہشیں ،خیالات ۔ واحد ھَوٰی ۔

بَصَائِرُ : واضح نصیحتیں ،روشن دلیلیں ۔ واحد بَصِیْرَۃٌ ۔

تشریح: ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب ،سلطنت اور نبوت عطا کی تھی ۔ ان روحانی انعامات و اعزازات کے ساتھ ہم نے ان کو پاکیزہ رزق اور بہترین غذائیں دیں اور ان کو اس زمانے کے لوگوں پر فضیلت عطا کی ۔ ان سب کے علاوہ ہم نے انہیں کھلی نشانیاں اور نہایت واضح اور مفصل دلائل و احکام دین دیئے جس کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ متحد ہو کر اللہ تعالیٰ کے احکام کی اتباع کرتے اور آپس میں کسی قسم کا اختلاف نہ کرتے مگر افسوس انہوں نے علم و ہدایت آ جانے کے باوجود آپس کی ضد ،عناد ،حسد اور نفسانی خواہشات کی وجہ سے باہم اختلاف کیا اور اصل کتاب کو چھوڑ کر مختلف گروہوں میں تقسیم ہو گئے ۔ قیامت کے دن آپ کا رب یقیناً اس بارے میں فیصلہ کر دے گا جس میں وہ اختلاف کرتے تھے ۔

اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ! ہم نے آپ کو پیغمبر بنا کر دین کے صحیح راستے پر قائم کر دیا سو آپ اسی طریقے پر چلتے رہیے اور ان نادانوں کی خواہشات پر کبھی نہ چلیے جو آپ کو راہ حق سے ہٹا کر اپنے طریقے پر چلانا چاہتے ہیں ۔ اگر بالفرض محال آپ ان کے طریقے پر چلے تو اللہ کے عذاب سے بچانے میں یہ آپ کے کسی کام نہ آئیں گے ۔ یقیناً یہ ظالم و مجرم ایک دوسرے کے ہی دوست اور مددگار ہیں ۔ پرہیزگاروں کا ولی اور مددگار تو خود اللہ تعالیٰ ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے ۔ وہ ان کو تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے جاتا ہے ۔ یہ قرآن تو بصیرت و عبرت کی باتوں پر مشتمل ہے اور لوگوں کو ہدایت و کامیابی کا راستہ دکھاتا ہے ۔ جو خوش نصیب اس کی ہدایتوں اور نصیحتوں پر یقین کر کے عمل کرتے ہیں ان کے حق میں خاص طور پر رحمت و برکت ہے ۔ (عثمانی :۵۴۴ ۔ ۲/۵۴۶)

مومن و کافر کے مراتب

۲۱۔۲۲ اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْیَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ ۞ وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰى

كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٢٢﴾ أَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ
إِلَٰهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَ
جَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ غِشَاوَةً ۖ فَمَن يَهْدِيهِ مِن بَعْدِ اللَّهِ ۚ أَفَلَا
تَذَكَّرُونَ ﴿٢٣﴾

جو لوگ برے کام کرتے ہیں کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں ان لوگوں کے برابر کر دیں گے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے کہ ان سب کا مرنا اور جینا یکساں ہو جائے برے دعوے ہیں جو یہ لوگ کرتے ہیں۔ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حکمت کے ساتھ پیدا کیا تا کہ ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ دیا جائے اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا۔ کیا آپ نے اسے بھی دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اور اللہ نے بھی اس کو علم کے باوجود گمراہی میں ڈال دیا اور اُس کے کان اور دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا سو ایسے شخص کو اللہ کے سوا کون راہِ راست پر لا سکتا ہے۔ کیا تم غور نہیں کرتے۔

اِجْتَرَحُوا : انہوں نے گناہ اختیار کیا۔ اِجْتِرَاحٌ سے ماضی۔

سَوَاءٌ : برابر، پورا، ٹھیک۔ اسم مصدر۔

تشریح: کیا یہ مشرکین و منکرین جو گمراہیوں اور بدکاریوں میں مبتلا ہیں یہ خیال کئے ہوئے ہیں کہ مرنے کے بعد ہم ان کو ان لوگوں کے برابر کر دیں گے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک اعمال کئے اور ان سب کا جینا اور مرنا یکساں ہو جائے گا۔ ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ نہ اس زندگی میں دونوں برابر ہو سکتے ہیں اور نہ مرنے کے بعد آخرت میں جو حیاتِ طیبہ مومن صالح کو نصیب ہوگی وہ ایک بدکار کو کہاں میسر۔ الغرض کافروں کا یہ دعویٰ بالکل غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ نیکوں اور بدوں کا مرنا اور جینا برابر کر دے گا۔

اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو حکمت کے ساتھ پیدا کیا تا کہ اس کی ہستی، اس کی قدرت اور کامل صفات پر ان کی تخلیق سے استدلال کیا جا سکے، نیک و بد میں امتیاز ہو جائے، ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ مل جائے اور کسی پر ذرہ برابر ظلم نہیں کیا جائے گا یعنی نہ کسی کو گناہ سے زیادہ عذاب دیا جائے گا اور نہ کسی کے ثواب میں کمی کی جائے گی۔ پھر فرمایا کہ جس شخص نے اپنی خواہشات کو

اپنا معبود بنائے رکھا اور جس طرف اس کی خواہش لیجانا چاہتی ہے وہ اسی طرف چل پڑتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اسے اس کی اختیار کردہ گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے اور اس کے کانوں اور دل پر مہر لگا دیتا ہے اور آنکھوں پر پردہ ڈال دیتا ہے اس لیے اب نہ وہ نصیحت کی بات سن سکتا ہے اور نہ اللہ کی آیات پر غور کر سکتا ہے۔ اس محرومی اور بدنصیبی کے بعد کون ایسے شخص کو ہدایت دے سکتا ہے۔ کیا تم پھر بھی نہیں سمجھتے۔

(مظہری: ۳۸۵، ۳۸۷/ ۸، عثمانی ۲/۵۴۲)

باطل عقائد

۲۴-۲۶: وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُم بِذَٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۖ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ﴿٢٤﴾ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ إِلَّا أَن قَالُوا ائْتُوا بِآبَائِنَا إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٢٥﴾ قُلِ اللَّهُ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢٦﴾

وہ کہتے ہیں کہ ہماری تو بس یہی دنیا کی زندگی ہے (اسی دنیا میں) ہم مرتے اور زندہ ہوتے ہیں اور ہمیں تو صرف زمانہ ہی ہلاک کرتا ہے اور انہیں اس کا کچھ علم نہیں۔ وہ محض اٹکل سے کام لیتے ہیں جب ان کے سامنے ہماری واضح آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کے پاس اس قول کے سوا کوئی دلیل نہیں کہ اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادا کو لاؤ۔ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ہی تمہیں زندہ کرتا ہے پھر تمہیں موت دیتا ہے پھر تمہیں قیامت کے دن جمع کرے گا جس (کے بارے) میں ذرا شبہ نہیں۔ لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔

شانِ نزول: ابن جریر اور ابن المنذر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا کہ اہل جاہلیت (کافر) کہا کرتے تھے کہ رات اور دن کا چکر ہمیں ہلاک کرتا ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (مظہری: ۳۸۷/ ۸)

تشریح: یہاں ان منکرین خدا کے باطل نظریے کا رد ہے جو اللہ تعالیٰ کی خالقیت اور قدرت کا انکار

کرتے ہیں اور کائنات کی ہر چیز کو زمانے اور اس کے انقلابات کی طرف منسوب کر دیتے ہیں کہ سب کچھ زمانہ ہی ہے، اس کی پشت پر نہ کسی خالق و قادر کی طاقت و ارادہ کارفرما ہے اور نہ زمانے کا کوئی خالق ہے۔ اسی لیے اس فرقے کو دہریہ کہا جاتا ہے۔ یہ فرقہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے وہ سب زمانہ ہی کرتا ہے۔ نہ خدا ہے اور نہ خدا کا حکم اور نہ موت و حیات کا کوئی مالک۔ بس انسان دنیا میں یونہی آجاتا ہے اور یونہی مر جاتا ہے۔ ان کی موت و حیات کسی کے حکم و ارادے کے تابع نہیں۔ یہ فرقہ حوادث و آفات اور عزت و ذلت اور نفع و نقصان وغیرہ کو بھی دہر کی طرف منسوب کرتا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہماری اس دنیوی زندگی کے سوا اور کوئی زندگی نہیں۔ کسی زمانے میں ہم مر جاتے ہیں اور کسی زمانے میں زندہ ہو جاتے ہیں۔ موت و حیات کا یہ سلسلہ اسی طرح جاری ہے اور ہمیں صرف زمانے ہی کی گردش سے موت آتی ہے۔ سب انقلابات اور تبدیلیاں زمانہ ہی لاتا ہے۔ یہی مؤثر و کارساز ہے۔ ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ ان کو کچھ بھی خبر نہیں اور ان کے پاس اس کی کوئی دلیل ہے۔ ان کا گمان تو محض اٹکل ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! کہ دہر کو برا نہ کہو کیونکہ حقیقت میں اللہ ہی دہر ہے۔

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ زمانے کو برا کہنا اس خیال پر مبنی ہے کہ دہر ہی تمام حوادث و مصائب لاتا ہے۔ حقیقت میں حوادث لانے والا اور تمام مصائب نازل کرنے والا اللہ ہے۔ پس دہر کو برا کہنا حقیقت میں اللہ کو برا کہنا ہوا۔ اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔

پھر فرمایا کہ جب ان لوگوں کو ہماری آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں جو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر واضح اور صاف طور پر دلالت کر رہی ہیں اور منکرین کے عقیدے کے خلاف کھلا ثبوت پیش کر رہی ہیں، تو اس کے جواب میں ان کی دلیل اور حجت صرف یہ ہوتی ہے کہ اگر تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کر کے اٹھائے گا تو ہمارے باپ دادا کو زندہ کر کے لے آؤ۔ اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہی تمہیں زندگی عطا کرتا ہے اور وہی موت دیتا ہے پھر قیامت کے روز، جس کے واقع ہونے میں ذرا بھی شک و شبہ نہیں، وہ تمہیں جزا و سزا کے لیے جمع کرے گا لیکن اکثر لوگ اس کی قدرت کو نہیں جانتے کہ جو پروردگار ایک مرتبہ زندہ کرنے پر قادر ہے اس کے لیے مارنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنا کچھ دشوار نہیں۔

(مظہری: ۳۸۸، ۳۸۹/ ۸، معارف القرآن: مولانا کاندھلوی، ۳۹۸/ ۷)

آخرت کے احوال

۲۷۔۲۹: وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَىِٕذٍ يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۣ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰٓى اِلٰى كِتٰبِهَا ۭ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾ هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۹﴾

آسمانوں اور زمین میں اللہ ہی کی حکومت ہے اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن اہل باطل ہی خسارے میں رہیں گے (اس روز) آپ ہر اُمت کو گھٹنوں کے بل گرا ہوا دیکھیں گے۔ ہر اُمت کو اس کے نامۂ اعمال کی طرف بلایا جائے گا۔ آج تمہیں اپنے کئے کا بدلہ دیا جائے گا۔ یہ ہے ہماری کتاب (تمہارا اعمال نامہ) جو تمہارے بارے میں سچ سچ بول رہی ہے۔ بیشک ہم تمہارے اعمال لکھواتے جاتے تھے۔

جاثِیَۃٌ: زانو کے بل گری ہوئی، گھٹنوں کے بل بیٹھنے والی۔ جثُوٌّ سے اسم فاعل۔

نَسْتَنسِخُ: ہم لکھواتے ہیں۔ اِسْتِنْسَاخٌ سے مضارع۔

تشریح: آسمانوں اور زمین کی سلطنت اللہ ہی کے لیے ہے اس لیے وہ جس طرح چاہے آسمانوں اور زمین میں اپنا حکم جاری و نافذ کرے۔ اس کا ہر ارادہ اور فیصلہ اٹل ہے۔ دنیا کی کوئی طاقت اس کے ارادے اور حکم کو نہیں بدل سکتی۔ قیامت کے روز تمام جھوٹے اور باطل پرست خسارے میں ہوں گے۔ وہ دن ایسا ہولناک اور شدید ہوگا کہ ہر گروہ خوف کے مارے گھٹنوں کے بل گرا ہوا ہوگا۔ یہ اس وقت ہوگا جب جہنم سامنے لائی جائے گی اور وہ ایک جھرجھری لے گی جس سے ہر شخص کانپ اُٹھے گا اور اپنے گھٹنوں پر گر جائے گا۔ اس وقت ہر ایک کی زبان سے نفسی نفسی نکلے گا۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گویا میں تمہیں جہنم کے پاس زانو پر جھکے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔

پھر لوگوں کو ان کے اعمال ناموں کی طرف بلایا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ آج تمہیں تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ یہ ہے ہمارا رجسٹر جو تمہارے بارے میں ٹھیک بول

رہا ہے۔ اس میں ذرہ بھر بھی کمی بیشی نہیں کیونکہ ہم فرشتوں کے ذریعے تمہارے تمام اعمال لکھواتے جاتے تھے۔ بیہقی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سارے اعمال نامے عرش کے نیچے جمع ہوں گے۔ جب (حساب کے لیے) لوگوں کو میدان میں کھڑا کیا جائے گا تو ایک ہوا آئے گی جو اعمال ناموں کو اڑا کر لوگوں کے دائیں اور بائیں ہاتھوں میں پہنچا دے گی۔ اعمال ناموں میں سب سے پہلی تحریر یہ ہوگی:

اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ۭ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ۝ (الاسراء:۱۴)

اپنی کتاب (نامۂ اعمال) پڑھ۔ آج اپنا حساب لینے کے لئے تو خود ہی کافی ہے۔

(ابن کثیر: ۱۵۱، ۱۵۲/۴، مظہری: ۳۸۹، ۸/۲۹۰)

منکرینِ قیامت کا حال

۳۰۔۳۲: فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ۝ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۣ اَفَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ۝ وَاِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ ۙ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ ۝

سو جو لوگ ایمان لائے اور نہوں نے نیک کام کئے تو ان کا رب انہیں اپنی رحمت میں داخل کرے گا۔ یہی صریح کامیابی ہے جن لوگوں نے کفر کیا (ان سے پوچھا جائے گا) کیا تمہیں میری آیتیں پڑھ کر نہیں سنائی جاتی تھیں، پھر بھی تم تکبر کرتے رہے اور تم تو تھے ہی نافرمان۔ جب کہا جاتا تھا کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت کے آنے میں کوئی شک نہیں تو تم کہا کرتے تھے کہ ہم نہیں جانتے کہ قیامت کیا ہے۔ ہم تو اسے محض ایک خیال سمجھتے ہیں اور ہمیں (اس پر) یقین نہیں۔

تشریح: جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے تو ان کا رب انہیں اپنی رحمت میں داخل کرے گا یہی صریح کامیابی ہے۔ جن لوگوں نے کفر کیا (ان سے پوچھا جائے گا) کیا تمہیں میری

آیتیں پڑھ کر نہیں سنائی جاتی تھیں، پھر بھی تم تکبر کرتے رہے اور تم تو تھے ہی نافرمان۔ جب تم سے کہا جاتا تھا کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت کے آنے میں کوئی شک نہیں تو تم کہا کرتے تھے کہ ہم نہیں جانتے کہ قیامت کیا ہے۔ ہم تو اسے محض ایک خیال سمجھتے ہیں اور ہمیں (اس پر) یقین نہیں۔

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک نیتی کے ساتھ اچھے کام کئے تو اللہ تعالی اپنے کرم اور مہربانی سے ان کو جنت عطا فرمائے گا جہاں ہر قسم کی نعمتیں اور اللہ تعالی کی مہربانیاں ہوں گی۔ یہی کھلی اور واضح کامیابی ہے۔ آیت میں رحمت سے مراد جنت ہے۔ ایک صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ تعالی نے جنت سے فرمایا تو میری رحمت ہے جسے میں چاہوں عطا فرماؤں گا۔

جن لوگوں نے کفر کیا وہ بلاشبہ ناکام و ذلیل ہوں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ کیا تمہیں میری آیتیں پڑھ کر نہیں سنائی جاتی تھیں مگر تم نے ان کو قبول کرنے سے غرور سرکشی کی اور تمہاری تو عادت ہی کفر و جرم کرنے کی تھی۔ جب مومن تم سے کہتے تھے کہ اللہ کا وعدہ قطعاً سچا ہے اور قیامت کے آنے میں کوئی شک و شبہ نہیں، وہ ضرور آئے گی تو تم کہا کرتے تھے کہ ہم نہیں جانتے کہ قیامت کیا چیز ہے۔ قیامت کے جو عجیب و غریب احوال تم بیان کر رہے ہو ہم ان پر بالکل یقین نہیں رکھتے۔ ان سنی سنائی باتوں سے تو بس ہمیں وہم سا ہوتا ہے لیکن ہمیں ہرگز یقین نہیں کہ قیامت آئے گی۔

دائمی عذاب

۳۳۔۳۷: وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَقِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۳۴﴾ ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّغَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۳۵﴾ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۪ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۳۷﴾

اور ان (منکرین) پر اُن کے اعمال کی برائی ظاہر ہو جائے گی اور جس چیز کا وہ مذاق اُڑایا کرتے تھے وہ انہیں آگھیرے گی اور (ان سے) کہا جائے گا

کہ آج ہم تمہیں بھلائے دیتے ہیں جیسا کہ تم نے اس دن کی ملاقات کو بھلا رکھا تھا اور تمہارا ٹھکانا آگ ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں ۔ یہ اس لیے کہ تم نے اللہ کی آیتوں کی ہنسی اڑائی تھی اور دنیا کی زندگی نے تمہیں دھوکے میں ڈال رکھا تھا سو آج نہ تو یہ اس (دوزخ) سے نکالے جائیں گے اور نہ ان کی توبہ قبول کی جائے گی ۔ پس تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو آسمان اور زمین اور تمام عالم کا رب ہے ۔ آسمانوں اور زمین میں تمام بڑائی اسی کے لیے ہے اور وہی غالب (اور) حکمت والا ہے ۔

حاق : اس نے گھیر لیا، وہ نازل ہوا۔ حَیْقٌ سے ماضی ۔

یَسْتَعْتَبُوْنَ : ان کی توبہ قبول کی جائے گی، ان کا عذر قبول کیا جائے گا۔ اِسْتِعْتَابٌ سے مضارع مجہول ۔

تشریح: قیامت کے روز منکرین کی تمام بداعمالیاں جو انہوں نے دنیا میں کی تھیں ان پر ظاہر ہو جائیں گی اور جس عذاب کا وہ دنیا میں تمسخر اُڑاتے تھے وہ اُن پر مسلط ہو جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ جس طرح تم نے دنیا میں اس دن کے آنے کو بھلا رکھا تھا آج ہم بھی تمہیں بھلائے دیتے ہیں ۔ اب تمہارا ٹھکانا جہنم ہے اور کوئی نہیں جو تمہاری کسی قسم کی مدد کر سکے ۔ تمہاری یہ سزائیں اور ذلت و رسوائی اس وجہ سے ہے کہ دنیا میں تم نے اللہ کی آیتوں کا خوب تمسخر اُڑایا تھا اور دنیا کی زندگی نے تمہیں دھوکے میں ڈال رکھا تھا اور تمہیں کبھی خیال بھی نہ آیا کہ ایک دن تمہیں اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے سو اب تم دوزخ سے کبھی نہ نکالے جاؤ گے اور نہ تم سے کوئی معذرت اور توبہ قبول کی جائے گی اور نہ اس کا امکان ہے کہ وہ کسی طرح اللہ کو راضی کر لیں ۔

پس تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو آسمانوں اور زمین اور سارے جہان کا پروردگار ہے ۔ آسمانوں اور زمین میں اسی کی سلطنت اور بڑائی ہے ۔ وہ بڑی عظمت اور بزرگی والا ہے ۔ ہر چیز اس کے سامنے پست ہے اور ہر ایک اس کا محتاج ہے ۔ وہ ایسا زبردست ہے کہ اس پر کوئی غالب نہ آ سکے اور اس کا کوئی کام یا فیصلہ حکمت سے خالی نہیں ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الاحقاف

وجہ تسمیہ: احقاف یمن میں ایک وادی ہے جہاں قوم عاد کی بستیاں تھیں ۔ اسی مناسبت سے اس سورت کا نام الاحقاف ہے ۔

تعارف: اس میں ۴ رکوع ۳۵ آیات، ۶۵۰ کلمات اور ۲۷۰۹ حروف ہیں ۔ حضرت ابن عباس اور ابن الزبیر سے روایت ہے کہ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ۔ بعض مفسرین نے آیت ۱۰ قل ارئیتم ان کان من عند اللّٰہ کو مستثنیٰ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ مدینے میں نازل ہوئی ۔ شیخ جلال الدین محلی نے چند آیات مستثنیٰ کی ہیں ۔ ۱۔ قُلْ اَرَئَیْتُمْ اِنْ کَانَ (آیت ۱۰) ۲۔ وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ ..... اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ○ (آیت ۱۵ تا ۱۷)

۳۔ فَاصْبِرْ کَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ (آیت ۳۵)

ان آیات کے مستثنیٰ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ ہجرت کے بعد مدینے میں نازل ہوئیں ۔

اس سورت کے زیادہ تر مضامین قرآن کی حقانیت، دلائل قدرت اور اثبات حشر و نشر پر مشتمل ہیں ۔

(مواہب الرحمٰن: ۱/ ۲۶، روح المعانی ۳، ۴/ ۲۶)

مضامین کا خلاصہ

رکوع ۱: کائنات کی تخلیق کا مقصد اور منکرین کی تکذیب و افترا کا بیان ہے ۔

رکوع ۲: کفار کی ذہنیت، والدین کے حقوق اور نافرمان اولاد کا حال مذکور ہے ۔

رکوع ۳: قوم عاد کا حال اور پھر ان کا انجام بیان کیا گیا ہے ۔

رکوع ۴: جنات کا قرآن سننا اور کفار کے احوال مذکور ہیں ۔

حروف مقطعات

۱: حٰمٓ ۝

ان کے معنی و مراد اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔

کائنات کی تخلیق کا مقصد

۲۔۶: تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا
عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ۝ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۭ
اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ
صٰدِقِيْنَ ۝ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا
يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَاۗىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ
وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَاۗءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝

یہ کتاب غالب (اور) حکمت والے اللہ کی طرف سے نازل کی ہوئی ہے۔ ہم نے آسمانوں اور زمین اور ان دونوں کے درمیان کی تمام چیزوں کو بہترین تدبیر کے ساتھ اور ایک معین مدت کے لیے پیدا کیا ہے اور کافروں کو جس چیز سے ڈرایا جاتا ہے وہ اس سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ تم ذرا یہ تو بتاؤ کہ اللہ کو چھوڑ کر تم جن کو پکارتے ہو، مجھے دکھاؤ کہ انہوں نے زمین کا کون سا حصہ پیدا کیا ہے یا وہ آسمانوں (کے بنانے میں) شریک ہیں۔ اگر تم سچے ہو تو میرے پاس اس سے پہلے کی کوئی کتاب یا کوئی علم جو منقول چلا آرہا ہو، لاؤ۔ اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہوگا جو اللہ کو چھوڑ کر ایسے (معبودوں) کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی دعا کو قبول نہ کرسکیں بلکہ ان کو ان کے پکارنے کی خبر تک نہ ہو اور (قیامت کے روز) جب لوگ جمع کئے

جائیں گے تو وہ (باطل معبود) ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی عبادت ہی
کے منکر ہوں گے۔

تشریح: یہ کتاب (قرآن) اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی ہوئی ہے جو غالب وقوی ہے۔ اس کی قوت و غلبے کی وجہ سے اس کے کسی حکم یا فرمان کو ٹالا نہیں جا سکتا اس نے کمال حکمت کے ساتھ اس کتاب کو نازل کیا ہے۔ آسمانوں، زمین اور ان دونوں کے درمیان کی تمام چیزوں کو اس نے عبث اور باطل پیدا نہیں کیا بلکہ اس نے ان کو سراسر حق اور بہترین تدبیر سے ایک مقررہ وقت کے لیے پیدا کیا ہے جس میں نہ کچھ کمی ہو سکتی ہے اور نہ اضافہ۔ کافر اور بد باطن لوگ قیامت کے ان عذابوں سے بے رخی کرتے ہیں جن سے ان کو ڈرایا گیا۔ عنقریب ان کو معلوم ہو جائے گا کہ انہوں نے اپنا کس قدر نقصان کیا ہے۔

اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اللہ کے سوا جن کو تم پوجتے ہو، مجھے دکھاؤ کہ انہوں نے کونسی زمین پیدا کی یا آسمانوں کی تخلیق میں ان کا کتنا حصہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آسمانوں، زمین اور تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس کے سوا کسی کو ایک ذرے کا بھی اختیار نہیں۔ پھر منکرین ومشرکین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اگر تم اللہ کے سوا اوروں کی عبادت کے دعوے میں سچے ہو تو میرے پاس اس سے پہلے کی کوئی کتاب یا سابقہ انبیاء کی کوئی ایسی بات لاؤ جو منقول چلی آ رہی ہو۔ اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا جو اللہ کو چھوڑ کر ایسے معبود کو پکارے جو قیامت تک اس کی پکار کا جواب نہیں دے سکتا۔ یہی نہیں بلکہ ان کو اپنے پکارے جانے کی بھی خبر نہیں کیونکہ وہ یا تو جمادات ہیں یا نباتات، یا جانور یا ستارے یا اللہ کے فرماں بردار بندے ہیں جیسے حضرت عیسیٰ، حضرت عزیر اور فرشتے۔ قیامت کے روز جب لوگوں کو میدان حشر میں جمع کیا جائے گا تو باطل معبود ان پوجاریوں کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی عبادت کا انکار کر دیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ مشرکین کے باطل معبود نہ تو دنیا میں ان کے کام آ سکتے ہیں اور نہ آخرت میں لہٰذا اللہ کو چھوڑ کر باطل معبودوں کی پوجا کرنے والوں سے زیادہ گمراہ اور کون ہو سکتا ہے۔

منکرین کی تکذیب اور افترا

۷۔۸: وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلْحَقِّ لَمَّا جَاءَ
هُمْ هَٰذَا سِحْرٌ مُبِينٌ ۝ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۖ قُلْ إِنِ افْتَرَيْتُهُ

فَلَا تَمۡلِكُوۡنَ لِيۡ مِنَ اللّٰهِ شَيۡـًٔا ؕ هُوَ اَعۡلَمُ بِمَا تُفِيۡضُوۡنَ فِيۡهِ ؕ
كَفٰى بِهٖ شَهِيۡدًاۢ بَيۡنِيۡ وَبَيۡنَكُمۡ ؕ وَهُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِيۡمُ ۝

جب ہماری واضح آیتیں ان کے سامنے تلاوت کی جاتی ہیں تو یہ منکر اس سچی بات کو جوان کے پاس پہنچ چکی ہے صریح جادو کہتے ہیں بلکہ وہ کہہ دیتے ہیں کہ اس (نبی) نے اسے اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اگر میں نے اس کو اپنی طرف سے بنایا ہے تو تم میرے لیے اللہ کی طرف سے ذرا بھی اختیار نہیں رکھتے۔ وہ خوب جانتا ہے جو کچھ تم اس (قرآن) کے بارے میں کہہ رہے ہو۔ میرے اور تمہارے درمیان اظہار حق (گواہی) کے لیے وہ کافی ہے۔ وہی بہت مغفرت کرنے والا (اور) بڑا رحم کرنے والا ہے۔

تُفِيۡضُوۡنَ: تم شروع کرتے ہو،تم (باتوں میں) مشغول ہوتے ہو۔ اِفاضۃٌ سے مضارع۔

تشریح: ان منکرین کو اپنے انجام کی ذرا بھی فکر نہیں اور نہ یہ لوگ کسی نصیحت پر دھیان دیتے ہیں بلکہ جب ان کافروں کو اللہ تعالیٰ کی واضح آیات اور کھلے احکام سنائے جاتے ہیں تو یہ اس حق کو جوان کے پاس آ چکا ہے، صریح جادو کہتے ہیں۔ اسی پر بس نہیں کرتے بلکہ اس سے بھی زیادہ قبیح اور لغو دعویٰ کرتے ہیں کہ اس قرآن کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی گھڑ لیا ہے اور پھر اس کو اللہ کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ اے مشرکین مکہ تم ذرا سوچو تو سہی کہ جو شخص ساری عمر بندوں پر جھوٹ نہ بولے وہ خوامخواہ اللہ پر جھوٹ بول کر اپنے آپ کو ایک ایسی عظیم مصیبت میں پھنسائے گا جس سے بچانے والا کوئی نہیں۔ اللہ پر جھوٹ لگانا انتہائی جرم ہے۔ اے رسول ﷺ آپ ان مشرکین کو کہہ دیجئے کہ اگر بالفرض میں جھوٹا اور مفتری ہوں اور اس قرآن کو میں نے اپنی طرف سے بنایا ہے اور میں اللہ کا سچا رسول نہیں ہوں تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس جھوٹ اور بہتان پر مجھے سخت ترین عذاب دے گا اور تم تو کیا سارے جہان میں کوئی ایسا نہیں جو مجھے اس کے عذاب سے چھڑا سکے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَلَوۡ تَقَوَّلَ عَلَيۡنَا بَعۡضَ الۡاَقَاوِيۡلِ ۝ لَاَخَذۡنَا مِنۡهُ بِالۡيَمِيۡنِ ۝
ثُمَّ لَقَطَعۡنَا مِنۡهُ الۡوَتِيۡنَ ۝ فَمَا مِنۡكُمۡ مِّنۡ اَحَدٍ عَنۡهُ حٰجِزِيۡنَ ۝

اگر یہ ہم پر کوئی بات بنالیتا تو ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ کر اس کی رگ گردن کاٹ دیتے اور تم میں سے کوئی بھی اسے نہ بچا سکتا۔ (الحاقۃ: ۴۴،۴۷)

تم اس قرآن کے بارے میں جو کچھ باتیں بنا رہے ہو اللہ تعالیٰ ان کو خوب جانتا ہے۔ میری اور تمہاری کوئی بات اس سے پوشیدہ نہیں، لہٰذا تم ان بے ہودہ خیالات کو چھوڑ کر اپنے انجام کی فکر کرو۔ وہ اپنے علم محیط کے موافق ہر ایک کے ساتھ معاملہ کرے گا اس لیے میں اپنے اور تمہارے درمیان اسی کو گواہ ٹھہراتا ہوں۔ وہی میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا کہ کون حق پر ہے اور کون افترا کر رہا ہے۔ وہ بہت ہی مغفرت کرنے والا مہربان ہے۔ اگر تم اب بھی اس کی طرف رجوع کرو اور اپنی حرکتوں سے باز آجاؤ تو وہ تمہیں بھی معاف کر دے گا اور تم پر رحم فرمائے گا۔ (عثمانی ۵۵۱، ۵۵۲/ ۲)

قرآن کی سچائی کی شہادت

۹۔۱۰: قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ ؕ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۰

آپ کہہ دیجئے کہ میں کوئی انوکھا رسول تو ہوں نہیں اور نہ مجھے یہ معلوم کہ میرے اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ میں تو صرف اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میرے طرف وحی بھیجی جاتی ہے اور میں تو بس صاف صاف ڈرانے والا ہوں۔ آپ کہہ دیجئے کہ یہ تو بتاؤ کہ اگر یہ (قرآن) اللہ ہی کی طرف سے ہو اور تم نے اس کا انکار کیا اور بنی اسرائیل کا ایک گواہ اس کی گواہی بھی دے چکا ہو اور وہ ایمان بھی لا چکا ہو اور تم نے تکبر ہی کیا۔ بیشک اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

بِدْعًا: انوکھا، نیا۔ صفت مشبہ ہے۔ اسم فاعل اور اسم مفعول دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

تشریح: اے مشرکین مکہ تم میری باتوں سے بیخ پا کیوں ہوتے ہو۔ میں کوئی انوکھی چیز لے کر تو نہیں آیا۔ جس طرح مجھ سے پہلے لوگوں کی ہدایت کے لیے اللہ کے رسول آتے رہے اسی طرح میں بھی اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔ سابقہ انبیاء میری خبر دیتے چلے آئے ہیں۔ مجھ پر وحی کے ذریعے اس کا کلام

نازل ہوتا ہے۔ جس طرح سابقہ انبیا نے لوگوں کو اللہ کی وحدانیت کی دعوت دی میں بھی تمہیں اسی کی توحید کی دعوت دیتا ہوں، شرک و بت پرستی سے روکتا ہوں۔ پھر تمہیں میری نبوت و رسالت کو ماننے اور ایمان لانے میں کیا تامل ہے۔ میرا کام تو صرف اللہ کا پیغام اور اس کے احکام پہنچانا ہے مجھے اس سے کچھ سروکار نہیں کہ میرے کام کا نتیجہ کیا نکلتا ہے اور نہ میں یہ جانتا ہوں کہ اللہ میرے ساتھ کیا معاملہ کرے گا اور تمہارے ساتھ کیا کرے گا۔ میری کامیابی اور ناکامی اللہ ہی کے علم میں ہے اور تمہاری نافرمانی اور سرکشی کا انجام بھی وہی جانتا ہے۔ ان سب باتوں سے بے پروا ہو کر میں تو صرف اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی بھیجی جاتی ہے۔ میں تمہیں زبردستی ایمان پر مجبور نہیں کرتا۔ میں تو تمہیں کفر و عصیان کے ہولناک نتائج سے صاف صاف آگاہ کرنے والا ہوں۔

آپ ان مشرکین سے کہہ دیجئے کہ اگر یہ قرآن حقیقتاً اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے اور تم پھر بھی اس کا انکار کر رہے ہو تو تمہارا کیا انجام ہوگا۔ تم اس کی تکذیب کر رہے ہو حالانکہ اس کی سچائی اور صحت کی شہادت وہ کتابیں بھی دے رہی ہیں جو اس سے پہلے سابقہ انبیا پر نازل ہوتی رہیں۔ بنی اسرائیل کے جس شخص نے اس کی سچائی کی شہادت دی وہ حقیقت کو پہچان کر اس پر ایمان لایا لیکن تم اپنے تکبر اور ضد کی بناء پر اس کی اتباع سے جی ہی چراتے رہے۔ بے شک اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

جمہور مفسرین کے نزدیک شھد شاھد من بنی اسرائیل سے مراد حضرت عبداللہ بن سلام ہیں۔ بعض کے نزدیک اس سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں جنہوں نے ہزاروں برس پہلے گواہی دی کہ بنی اسرائیل کے اقارب اور بھائیوں (بنی اسماعیل) میں سے اسی کی مثل ایک رسول آنے والا ہے۔ (ابن کثیر ۱۵۴،۱۵۶/۴، عثمانی ۵۵۲،۵۵۳/۲)

کفار کی ذہنیت

۱۱۔۱۴: وَ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَیْرًا مَّا سَبَقُوْنَاۤ
اِلَیْهِ ؕ وَ اِذْ لَمْ یَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَیَقُوْلُوْنَ هٰذَاۤ اِفْكٌ قَدِیْمٌ ﴿۱۱﴾
وَ مِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰۤى اِمَامًا وَّ رَحْمَةً ؕ وَ هٰذَا كِتٰبٌ
مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِیًّا لِّیُنْذِرَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ۖۗ وَ بُشْرٰى
لِلْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۲﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا

فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿١٣﴾ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ خَالِدِينَ فِيهَا جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٤﴾

کافر مومنوں سے کہنے لگے کہ اگر یہ (قرآن یا دین) بہتر ہوتا تو یہ (مسلمان) اس کی طرف ہم پر سبقت نہ کرتے اور جب ان (کافروں) کو اس سے ہدایت نصیب نہ ہوئی تو کہنے لگے کہ یہ تو وہی پرانا بہتان ہے۔ اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب پیشوا اور رحمت تھی اور یہ کتاب اس کی تصدیق کرتی ہے (اور) عربی زبان میں ہے تا کہ ظالموں کو ڈرائے اور نیکی کرنے والوں کو بشارت دے۔ جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ (اس پر) قائم رہے تو (قیامت کے روز) ان پر نہ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ یہ لوگ اہل جنت ہیں جو اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ (یہ) بدلہ ہے ان کاموں کا جو وہ کرتے تھے۔

تشریح: کافر مومنوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ اگر دین اسلام بہتر اور خیر کا ذریعہ ہوتا تو اسلام قبول کرنے میں یہ نیچے درجے کے لوگ مثلاً بلال، عمار، صہیب اور خباب وغیرہ ہم پر سبقت نہ لے جاتے کیونکہ ہم لوگ اللہ کے مقبول ہیں، شرف وعزت اور عقل میں ان سے بہت زیادہ ہیں اور بہتر چیز کی طرف سبقت کرنا ہمارا ہی کام ہے اگر یہ دین بہتر ہوتا تو ہم جیسے عقل منداور عزت و دولت والے لوگ ان غلاموں اور کنیزوں پر ضرور سبقت کرتے۔ جب ہم نے اس کو قبول نہیں کیا تو ظاہر ہے اس میں کوئی خیر نہیں۔ منکر اپنی خام خیال اور بے عقلی کی بناء پر ایسی مہمل باتیں کرتے ہیں۔ جب یہ لوگ دین حق کی ہدایت نہ پا سکے تو اپنی خجالت مٹانے کے لیے قرآن پر ہی نام رکھنے لگے کہ یہ تو پرانا جھوٹ ہے جس کو گزشتہ زمانے والوں نے از خود گھڑ لیا تھا۔ پھر اس کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے لے لیا اور وہ بھی وہی بات کہنے لگے جو سابقہ انبیاء کہتے تھے۔ وہ بھی اللہ پر بہتان تھا اور یہ بھی اللہ پر بہتان ہے۔

اس سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب توریت ان کے لیے امام یعنی سیدھی راہ پر چلانے والی اور رحمتِ الٰہی کا سامان تھی اور یہ قرآن جو نہایت فصیح وبلیغ عربی زبان میں ہے تمام سابقہ آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے اور ظالموں کو آخرت کے عذاب سے ڈراتا اور نیکوں کو جنت کی خوشخبری سناتا ہے۔ بے شک جو لوگ دل کے اعتقاد اور ایمان ویقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو اپنا رب کہتے ہیں اور پھر اس پر ثابت قدم رہتے ہیں تو مرنے کے بعد ان پر نہ کوئی عذاب جہنم کا خوف واندیشہ

ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ یہی لوگ اہل جنت ہیں اور ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔ یہ ان کے اعمال کا بدلہ ہوگا جو وہ دنیا میں کرتے تھے۔

والدین کے حقوق

۱۵۔۱۶: وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ۭ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ۭ وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰي وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ۚ اِنِّىْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّىْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ فِيْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ۭ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ۝

ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔ اس کی ماں نے اس کو بڑی مشقت کے ساتھ پیٹ میں رکھا اور بڑی مشقت سے جنا۔ اس کے حمل کا اور اس کے دودھ چھڑانے کا (زمانہ) تیس مہینے ہیں، یہاں تک کہ جب وہ اپنی پوری جوانی کو پہنچ جاتا ہے اور چالیس برس کا ہوجاتا ہے تو کہتا ہے کہ اے میرے رب مجھے توفیق دے کہ میں تیرے اس انعام کا شکر کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر فرمایا اور یہ کہ میں ایسے نیک کام کروں جن سے تو راضی ہوجائے اور میرے لیے میری اولاد میں بھی، خیر رکھ۔ میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں فرماں برداروں میں سے ہوں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے نیک اعمال ہم قبول کرلیں گے اور ان کے گناہوں سے درگزر کرلیں گے۔ (یہ لوگ) اہل جنت میں سے ہوں گے۔ اس سچے وعدے کی بناء پر جو ان سے (دنیا میں) کیا جاتا تھا۔

كُرْهًا: ناپسند، ناگوار۔ اسم ہے۔

فِصٰلُهٗ : اُس کا دودھ چھڑانا، اس کا جدا ہونا۔ مصدر بھی ہے اسم بھی۔

اَوْزِعْنِیْ : مجھے توفیق عطا فرما۔ اِیْزَاعٌ سے امر۔

نَتَجَاوَزُ : ہم معاف کرتے ہیں، ہم درگزر کرتے ہیں۔ تَجَاوُزٌ سے مضارع۔

تشریح: قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے متعدد مقامات پر اپنے حق کے ساتھ ماں باپ کا حق بیان فرمایا ہے کیونکہ موجدِ حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن عالمِ اسباب میں والدین اولاد کے وجود کا ظاہری سبب ہیں۔ یہاں بھی پہلے اللہ تعالیٰ کے حقوق کا ذکر تھا۔ اس آیت میں والدین کے حقوق کا ذکر ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ہم نے انسان کو والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے، تعظیم و محبت کرنے اور خدمت گزاری کا حکم دیا ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَقَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاهُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ؕ

اور آپ کا رب یہ فیصلہ کر چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ (الاسراء: ۲۳)

آیت کے شروع میں حسن سلوک کا حکم ماں اور باپ دونوں کے لیے ہے۔ اس کے بعد ماں کی مشقت کا ذکر کرنے میں یہ حکمت ہے کہ ماں کی محنت و مشقت لازمی اور ضروری ہے مثلاً حمل کے زمانے کی تکلیفیں اور وضع حمل کی تکلیف صرف ماں ہی کو برداشت کرنی پڑتی ہے۔ اسی لیے ماں حسن سلوک کی زیادہ مستحق ہے۔ ایک حدیث میں ہے آپ نے فرمایا کہ تو اپنی ماں سے حسن سلوک کر، پھر اپنی ماں سے۔ پھر اپنے باپ سے پھر جو قریب تر رشتہ دار ہو پھر جو اس کے بعد ہو۔

پھر فرمایا کہ حمل اور وضع حمل کی مشقت کے بعد بھی ماں کو محنت و مشقت سے فراغت نہیں ملتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بچے کی غذا بھی ماں کے سینے میں اتاری ہے۔ اور ماں دو سال تک بچے کو دودھ پلاتی ہے اس آیت میں حمل اور دودھ پلانے کی مدت تیس ماہ بیان کی گئی ہے۔ اسی سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس پر استدلال کیا کہ حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے، کیونکہ قرآن نے رضاعت کی زیادہ سے زیادہ مدت کامل دو سال متعین فرمائی ہے، جیسے ارشاد ہے:

وَالْوَالِدٰتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَیْنِ كَامِلَیْنِ

اور مائیں اپنی اولاد کو پورے دو سال تک دودھ پلائیں۔ (البقرہ: ۲۳۳)

اور یہاں حمل اور رضاعت دونوں کی مدت تیس ماہ قرار دی گئی ہے۔ لہٰذا رضاعت کے

دو سال یعنی ۲۴ ماہ نکال کر چھ ماہ باقی بچتے ہیں جس کو حمل کی کم سے کم مدت قرار دیا گیا ہے ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ چھ ماہ سے کم مدت میں صحیح وسالم بچہ پیدا نہیں ہوسکتا ۔

پھر فرمایا کہ دودھ چھوٹنے کے بعد بچہ زندہ رہا یہاں تک کہ وہ بالغ اور قوی ہو گیا اور چالیس برس کی عمر کو پہنچ کر اس کی قوت وعقل اور فکری صلاحیتیں بھی مکمل ہو گئیں تو اس کو اپنے پیدا کرنے والے کی طرف رجوع ہونے کی توفیق نصیب ہوئی اور وہ اللہ سے دعا کرنے لگا کہ اے میرے پروردگار مجھے توفیق عطا فرما کہ میں تیری اس نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر انعام فرمائی اور تو مجھے توفیق عطا فرما کہ میں ایسا نیک عمل کروں جس سے تو راضی ہو جائے اور میری اولاد کی بھی اصلاح فرمادے ۔ میں آپ ہی کی طرف رجوع کرتا ہوں اور بے شک میں آپ کے فرماں برداروں میں سے ہوں ۔ اس آیت میں تمام صیغے ماضی کے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بیان کسی خاص واقعے اور خاص شخص کا ہے جو آیت کے نزول کے وقت ہو چکا ہے ۔ تفسیر مظہری نے اسی کو اختیار کیا ہے کہ یہ سب حالات حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے ہیں ۔

پھر فرمایا کہ ایسے مومن مسلمان جن کے یہ حالات ہوں جو اوپر گزرے ، ان کی نیکیاں قبول کر لی جاتی ہیں اور گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور ان کا شمار اہل جنت میں ہوگا ۔ یہ اللہ کا سچا وعدہ ہے جو اُن سے دنیا میں کیا جاتا تھا ۔ (معارف القرآن : مفتی محمد شفیع ، ۸۰۳، ۸۰۸/ ۷، عثمانی ۵۵۴، ۲/۵۵۵)

نافرمان اولاد

۱۷ ۔ ۱۸: وَالَّذِيْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ أُفٍّ لَّكُمَآ أَتَعِدَانِنِيْٓ أَنْ أُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِيْ ۚ وَهُمَا يَسْتَغِيْثٰنِ اللّٰهَ وَيْلَكَ اٰمِنْ ۖ إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَيَقُوْلُ مَا هٰذَآ إِلَّآ أَسَاطِيْرُ الْأَوَّلِيْنَ ﴿۱۷﴾ أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۱۸﴾

جس نے اپنے ماں باپ سے کہا کہ میں تم سے بیزار ہوں ۔ کیا تم مجھے یہی کہتے رہو گے کہ میں (قبر سے زندہ کر کے) نکالا جاؤں گا حالانکہ مجھ سے پہلے بہت سی امتیں گزر چکی ہیں (کوئی بھی زندہ نہیں کیا گیا) اور وہ دونوں

(ماں باپ) اللہ سے فریاد کرتے ہیں اور (کہتے ہیں کہ) تجھ پر افسوس ! تو ایمان لے آ۔ بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ پھر وہ (لڑکا) کہتا ہے کہ یہ تو محض اگلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر ان لوگوں کے ساتھ اللہ کا قول پورا ہو کر رہا جو ان سے پہلے جنوں اور انسانوں میں سے گزرے ہیں۔ بے شک وہ خسارے میں رہے۔

تَعِدٰنِنیٓ : تم دونوں مجھ سے وعدہ کرتے ہو۔ وَعْدٌ سے مضارع۔

خَلَتِ : وہ گزر گئی۔ خُلُوٌّ سے ماضی۔

تشریح: ماں باپ کے حق میں نیک دعائیں کرنے والوں اور ان کی خدمت کرنے والوں کے بیان کے بعد ان آیتوں میں ان بدبختوں کا حال بیان کیا گیا ہے جو اپنے ماں باپ کے نافرمان ہیں کہ جس شخص کو اس کے ماں باپ نے ایمان کی دعوت دی اور اس نے ان کے جواب میں نفرت و کراہت سے کہا کہ افسوس ہے تم پر۔ تم مجھے اس بات سے کیوں ڈراتے ہو کہ قیامت کے دن دوبارہ زندہ کر کے مجھے قبر سے نکالا جائے گا حالانکہ مجھ سے پہلے بہت سی امتیں گزر چکی ہیں اور ان میں سے کوئی بھی دوبارہ زندہ ہو کر نہیں آیا۔

اس بدبخت کے ماں باپ جذبۂ محبت میں اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ان کے بیٹے کو ایمان توفیق عطا فرمائے اور بیٹے سے کہتے ہیں کہ تو ہلاک ہو گیا۔ اللہ اور قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنے پر ایمان لے آ۔ اسی میں عافیت ہے۔ اللہ نے دوبارہ زندہ کرنے کا جو وعدہ کیا ہے بلاشبہ وہ سچ ہے۔ وہ مغرور و نافرمان اپنی ضد پر قائم رہا اور کہنے لگا کہ اللہ نے کوئی ایسا وعدہ نہیں کیا بلکہ یہ تو گزرے ہوئے لوگوں کی نقل کی ہوئی کہانیاں ہیں جو ہم پرانے وقتوں سے سنتے چلے آ رہے ہیں۔

جس طرح ان سے پہلے جنوں اور انسانوں کی بہت سی جماعتیں جہنم کی مستحق ہو چکی ہیں، یہ بدبخت یعنی ماں باپ کے نافرمان، بے ادب اور قیامت کے منکر بھی جہنم کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ہر آدمی کے دل میں فطری طور پر ایمان و سعادت کا جو بیج ڈالا تھا وہ ان بدبختوں نے ضائع کر دیا۔ اس سے بڑھ کر خسارہ کیا ہو گا کہ کوئی شخص تجارت میں نفع حاصل کرنے کی بجائے اپنی غفلت و حماقت سے اصل مال کو ہی ضائع کر دے۔

کافروں کے نیک کاموں کا بدلہ

۱۹-۲۰: وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿١٩﴾
وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ۭ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ
حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ
الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ
تَفْسُقُوْنَ ﴿٢٠﴾

ہر ایک کے لیے ان کے اعمال کے مطابق (الگ الگ) درجے ہیں اور تاکہ (اللہ) ان کو ان کے اعمال کا پوا پورا بدلہ دے اور ان پر ظلم نہ ہوگا اور جس دن کافر دوزخ کے سامنے پیش کئے جائیں گے (توان سے کہا جائے گا) تم اپنی لذت کی چیزیں اپنی دنیوی زندگی میں حاصل کر چکے اور ان سے فائدہ اٹھا چکے سو آج تمہیں اس بناء پر ذلت کے عذاب کی سزا دی جائے گی کہ تم دنیا میں ناحق تکبر کیا کرتے تھے اور اس وجہ سے کہ تم نافرمانی کیا کرتے تھے۔

تشریح: اعمال کے تفاوت سے اہل جنت کے مختلف درجے ہیں۔ اسی طرح اہل دوزخ کے بھی علیحدہ علیحدہ درجے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ درجہ بندی حکمت و مصلحت کے تحت کی ہے تاکہ ہر ایک کو اس کے عمل کا پورا پورا بدلہ دے دے اور ان پر کسی قسم کا ظلم نہیں ہوگا۔ نہ کسی کی نیکی کا ثواب کم کیا جائے گا اور نہ کسی کے جرم کے عذاب میں زیادتی کی جائے گی، قیامت کے روز جب کافر جہنم کے سامنے لائے جائیں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ تم اپنی لذت کی چیزیں جو اللہ نے تمہارے لیے مقرر کی تھیں اپنی دنیوی زندگی میں حاصل کر چکے ہو اور دنیا میں ان سے خوب نفع اٹھا چکے ہو۔ دنیوی زندگی کو تم نے غفلت و نافرمانی میں گزار دیا۔ اس لیے آج تمہیں تمہاری نافرمانیوں اور اس غرور و تکبر کی وجہ سے جو تم دنیا میں ناحق کیا کرتے تھے، ذلت کی سزا دی جائے گی۔ (مظہری: ۴۰۶-۴۱۱/ ۸، عثمانی ۵۵۵، ۲/۵۵۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ہم پر ایک ایک مہینہ گزر جاتا تھا کہ (ہمارے گھر میں) آگ نہیں جلتی تھی۔ صرف پانی اور کھجور ہوتی تھی (جس پر بسر اوقات ہوتی تھی) ہاں اللہ جزائے خیر دے انصار کی عورتوں کو، وہ کبھی ہدیے کے طور پر ہمیں دودھ بھیج دیا کرتی تھیں۔

امام احمد، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے بیان کیا کہ مسلسل راتیں ایسی گزر جاتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھوکے رہتے تھے۔ گھر والوں کو بھی شام کا کھانا نہیں ملتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کی روٹی اکثر جو کی ہوتی تھی۔

بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت علی کی روایت سے بیان کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص تھوڑے سے رزق پر اللہ سے راضی ہوگا تو اللہ (اس کے) تھوڑے عمل سے راضی ہوگا۔ (مظہری: ۸/۴۰۹)

حضرت ہودؑ کی دعوتِ توحید

۲۱-۲۲: وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ ۭ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖٓ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝۲۱ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۲۲

آپ قوم عاد کے بھائی کا ذکر کیجئے کہ جب انہوں نے اپنی قوم کو ڈرایا جو احقاف میں رہتی تھی اور یقیناً اس سے پہلے اور اس کے بعد بھی ڈرانے والے گزر چکے ہیں، کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ بے شک مجھے تم پر ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔ وہ (عاد کے لوگ) کہنے لگے کہ کیا آپ ہمارے پاس اس لیے آئے ہیں کہ ہمیں اپنے معبودوں کی پرستش سے روک دیں۔ سو اگر آپ سچے ہیں تو جس (عذاب) کا وعدہ کر رہے ہو اسے لے آؤ۔

اَحْقَاف: ریت کے بلند مستطیل خم دار ٹیلے، پہاڑ، غار، حضرت ہود علیہ السلام کی قوم عاد کے ملک کا نام جو یمن میں ہے۔ واحد حِقْفٌ۔

تَاْفِكَنَا: تو ہم کو ہٹا دے گا، تو ہم کو پھیر دے گا۔ اُفْکٌ سے مضارع۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لیے فرمایا کہ جس طرح آپ کی قوم آپ کو جھٹلاتی ہے اسی طرح سابقہ اقوام نے بھی اپنے انبیاء کی تکذیب کی۔ آپ قوم عاد کے بھائی

حضرت ہود علیہ السلام کا واقعہ یاد کیجئے جن کو قوم عاد کی طرف بھیجا گیا تھا جو احقاف میں رہتی تھی ۔ جس طرح حضرت ہود علیہ السلام سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء جیسے نوح علیہ السلام اور ان کے بعد والے انبیاء حضرت صالح، حضرت ابراہیم اور حضرت لوط علیہم السلام وغیرہ نے اپنی اپنی امتوں کو اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی تاکید کی اور ان کو عذاب سے ڈرایا اسی طرح حضرت ہود نے بھی اپنی قوم عاد کو ڈرایا کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور کفر و معصیت کے انجام سے ڈرو ۔ مجھے اندیشہ ہے کہیں تم پر بھی ایک بڑے ہیبتناک دن کا عذاب نہ آ جائے ۔ اس عذاب کو کوئی ٹالنے والا نہ ہوگا ۔ اور نہ اس دن کسی کی دوستی یا سفارش کسی کے کام آئے گی ۔

قوم کے لوگ کہنے لگے کہ کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ تم ہمیں ہمارے معبودوں سے کسی اور معبود کی طرف پھیر دو ۔ اگر یہی غرض ہے اور تم اپنے وعدے میں سچے ہو تو پھر اس عذاب کو لے آؤ جس سے ہمیں ڈرا رہے ہو ۔ ہم اپنے آباواجداد کے طریقے پر قائم رہیں گے اور اپنے معبودوں کو ہرگز نہیں چھوڑیں گے ۔

دردناک عذاب کی آندھی

۲۳۔۲۵: قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۖ وَ اُبَلِّغُكُمْ مَّاۤ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَ لٰكِنِّیْۤ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِیَتِهِمْ ۙ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ؕ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ؕ رِیْحٌ فِیْهَا عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۲۴﴾ تُدَمِّرُ كُلَّ شَیْءٍۭ بِاَمْرِ رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا یُرٰۤى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْقَوْمَ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۲۵﴾

(حضرت ہود نے) کہا کہ (اس کا) علم تو اللہ ہی کو ہے (کہ وہ عذاب کب آئے گا) میں تو تمہیں وہ پیغام پہنچا رہا ہوں جو مجھے دے کر بھیجا گیا ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم نری جہالت کی باتیں کر رہے ہو ۔ پھر جب انہوں نے اس (عذاب کے) بادل کو اپنی وادیوں کے سامنے آتے دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ بادل ہے جو ہم پر برسے گا ۔ بلکہ یہ وہی ہے جس کی تم جلدی کر رہے تھے ۔ (وہ) ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے ۔ یہ اپنے رب

کے حکم سے ہر چیز کو اکھاڑ پھینکے گی ۔ پھر وہ ایسے ہو گئے کہ ان کے مکانات
کے سوا اور کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ ہم مجرموں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں ۔

عارِضاً : پھیل جانے والا ابر، بادل ۔ عرْضٌ و عُرُوْضٌ سے اسم فاعل ۔

اَوْدِیَتِھِمْ : اُن کی وادیاں، اُن کے نالے ۔ واحد وادیٌ ۔

مُمْطِرُنَا : بارش کرنے والا، مینہ برسانے والا ۔ اِمْطَارٌ سے اسم فاعل ۔

تُدَمِّرُ : وہ ہلاک کرتی ہے، وہ تباہ کرتی ہے، وہ اُکھاڑتی ہے ۔ تَدْمِیْرٌ سے مضارع ۔

تشریح: حضرت ہودؑ نے جواب دیا کہ اس بات کا علم تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے کہ عذاب کب آئے گا ۔ میرا کام تو صرف اتنا ہے کہ میں اپنے رب کا پیغام تمہیں پہنچا دوں لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ تم بالکل بے عقل اور نرے جاہل ہو ۔ پھر جب انہوں نے سامنے سے بادل اٹھتے دیکھا جو ان کی وادیوں کی طرف آرہا تھا تو کہنے لگے کہ یہ تو ہماری ہی طرف آرہا ہے ۔ تو اب خوب بارش ہوگی اور سب ندی نالے بھر جائیں گے ۔ اس وقت خشک سالی اور سخت گرمی کے سبب پانی کی بہت ضرورت تھی اس لیے وہ بادل کو دیکھ کر خوشیاں منانے لگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ابر نہیں بلکہ وہی عذاب ہے جس کے جلد آنے کا تم حضرت ہودؑ سے مطالبہ کر رہے تھے ۔ یہ ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے ۔ یہ آندھی جس طرف سے گزرے گی وہاں اپنے رب کے حکم سے ہر چیز کو اکھاڑ پھینکے گی ۔ یہ غضب ناک آندھی مسلسل سات رات اور آٹھ دن چلتی رہی جس کے سامنے، درختوں، آدمیوں اور جانوروں کی حقیقت تنکوں سے زیادہ نہ تھی ۔ اس نے ہر چیز کو اکھاڑ پھینکا اور ہر طرف تباہی ہی تباہی تھی ۔ پھر وہ منکرین ایسے ہو گئے کہ ان کے مکانات کے کھنڈروں کے سوا کچھ دکھائی نہ دیتا تھا ۔ ہم ان مجرموں کو جو ہمارے رسولوں کی تکذیب اور ہمارے احکام کی خلاف ورزی کرتے ہیں، اسی طرح سزا دیتے ہیں ۔ ان واقعات کو سن کر قریش مکہ کو ہوش میں آجانا چاہئے ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کا بھی یہ حال ہو جائے ۔

(عثمانی ۲/۵۵۸،۵۵۷)

قومِ عاد کا انجام

۲۶۔۲۸: وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّ
اَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَةً ۖ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ

اَفۡـِٕدَتُهُمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اِذۡ كَانُوۡا یَجۡحَدُوۡنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمۡ مَّا كَانُوۡا بِهٖ یَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ﴿۲۶﴾ وَلَقَدۡ اَهۡلَكۡنَا مَا حَوۡلَكُمۡ مِّنَ الۡقُرٰى وَصَرَّفۡنَا الۡاٰیٰتِ لَعَلَّهُمۡ یَرۡجِعُوۡنَ ﴿۲۷﴾ فَلَوۡلَا نَصَرَهُمُ الَّذِیۡنَ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ قُرۡبَانًا اٰلِهَةً ؕ بَلۡ ضَلُّوۡا عَنۡهُمۡ ۚ وَذٰلِكَ اِفۡكُهُمۡ وَمَا كَانُوۡا یَفۡتَرُوۡنَ ﴿۲۸﴾

ہم نے انہیں (قوم عاد کو) ان چیزوں میں قدرت دی تھی جن میں تمہیں نہیں دی اور ہم نے ان کو کان، آنکھیں اور دل بھی دے رکھے تھے لیکن چونکہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے رہے اس لیے ان کے کان، ان کی آنکھیں اور ان کے دل ان کے کچھ کام نہ آئے۔ اور جس عذاب کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے اسی نے ان کو آ گھیرا۔ یقیناً ہم تمہارے آس پاس کی بستیاں بھی ہلاک کر چکے ہیں اور ہم نے (اپنی قدرت کی کتنی ہی) نشانیاں بیان کیں تا کہ وہ لوگ باز آ جائیں۔ پس ان لوگوں نے اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے اللہ کے سوا جن کو اپنا معبود بنا رکھا تھا ان معبودوں نے ان لوگوں کی مدد کیوں نہ کی بلکہ وہ تو ان سے غائب ہو گئے اور یہ تو ان کا محض جھوٹ اور بہتان تھا۔

اَفۡـِٕدَتُهُمۡ: ان کے دل، ان کے قلوب۔ واحد فُؤَادٌ۔

یَجۡحَدُوۡنَ: وہ انکار کرتے ہیں۔ جَحۡدٌ سے مضارع۔

صَرَّفۡنَا: ہم نے طرح طرح سے بیان کیا، ہم نے پھیر پھیر کر سمجھایا۔ تَصۡرِیۡفٌ سے ماضی۔

اِفۡكُهُمۡ: اُن کا جھوٹ، اُن کا بہتان۔

تشریح: اے مشرکین مکہ جو قدرت و طاقت، دنیوی مال و اسباب اور اولاد وغیرہ ہم نے قوم عاد کو عطا کئے تھے وہ تمہیں نہیں دیئے۔ ان کے بھی کان، آنکھیں اور دل تھے تا کہ وہ ان سے ان کے بنانے والے کی قدرت پر استدلال کریں اور ان نعمتوں کی قدر جان کر ہمیشہ اس کا شکر ادا کرتے رہیں لیکن جب انہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا اور ہمارے عذاب کا تمسخر اڑایا تو ان کو اس عذاب نے آ گھیرا جس کی وہ ہنسی اڑایا کرتے تھے اور ان کے اعضاء کان، آنکھ، دل، مال و اسباب اور اولاد وغیرہ ان کے کچھ بھی کام نہ آئے۔ اسی طرح تمہاری قوت و شوکت اور مال و اولاد بھی اللہ کے عذاب کے سامنے

بے حقیقت ہو جائے گی ۔ پھر تم کس چیز پر مغرور ہو۔

اے اہل مکہ! تم اپنے آس پاس ہی نظر ڈال لو اور دیکھو کہ کس قدر قومیں اور ان کی بستیاں نیست و نابود کر دی گئیں اور ان کو ان کے کرتوتوں کی کیسی سزا دی گئی ۔ مثلاً قوم ثمود اور قوم لوط کی بستیاں بھی اسی طرح تباہ کر دی گئیں جس طرح قوم عاد کی بستی تباہ کی گئی ۔ اہل مکہ اپنے تجارتی سفروں میں ان بستیوں کے قریب سے گزرتے ہیں مگر ان سے عبرت حاصل نہیں کرتے ۔ ہم نے ان لوگوں کو اپنی قدرت کی نشانیاں بار بار دکھائیں تاکہ وہ ہدایت کی طرف لوٹ آئیں مگر وہ اپنے کرتوتوں سے باز نہ آئے اس لیے ہلاک کر دیئے گئے ۔ انہوں نے قرب حاصل کرنے کے لیے اللہ کے سوا جن کو اپنا معبود بنا رکھا تھا عذاب کے وقت وہ ان کی مدد تو کیا کرتے بلکہ وہ تو سرے ہی سے غائب ہو گئے ۔ اللہ کے سوا دوسروں کو معبود قرار دینا ان کا محض جھوٹ، حق سے روگردانی اور بالکل بہتان تھا۔

(مظہری: ۴۱۴، ۴۱۵/ ۸، ابن کثیر: ۱۶۲/ ۴)

جنّات کا قرآن سننا

۲۹۔۳۲: وَ اِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا
حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ
مُّنْذِرِيْنَ ﴿۲۹﴾ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ
مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى
طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۳۰﴾ يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ
يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۱﴾ وَمَنْ لَّا
يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ
دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۲﴾

ہم نے جنوں کے ایک گروہ کو آپ کی طرف متوجہ کیا کہ وہ قرآن سنیں پھر جب وہ وہاں پہنچ گئے تو کہنے لگے کہ خاموش ہو جاؤ ۔ پھر جب وہ ختم ہو گیا تو وہ اپنی قوم کو آگاہ کرنے کے لیے واپس چلے گئے ۔ وہ کہنے لگے کہ اے ہماری قوم! ہم نے یقیناً وہ کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے ۔ جو اپنے

سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے، حق اور راہِ راست کی طرف رہنمائی
کرتی ہے، اے ہماری قوم! اللہ کی طرف بلانے والے کی (بات) مانو اور
اس پر ایمان لے آؤ۔ اللہ تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔ اور تمہیں دردناک
عذاب سے بچادے گا اور جو شخص اللہ کی طرف بلانے والے کی (بات) نہ
مانے گا تو وہ زمین میں کہیں بھاگ کر (اللہ کو) عاجز نہیں کرسکے گا اور نہ اللہ
کے سوا اور کوئی اس کے مددگار ہوں گے۔ ایسے لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔

نَفَرًا: جماعت، تین سے دس افراد پر مشتمل جماعت کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جمع اَنفارٌ۔

یُجِرْكُمْ: وہ تم کو پناہ دے گا، وہ تم کو محفوظ رکھے گا۔ اِجارۃٌ سے مضارع۔

شانِ نزول: ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن مسعود کا بیان نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بطن نخلہ میں قرآن پڑھ رہے تھے۔ اس وقت کچھ جن اوپر جا رہے تھے قرآن سن کر نیچے اتر آئے اور جب قرآن سنا تو کہنے لگے کہ خاموش ہو توجہ سے سنو۔ یہ جن نو تھے، جن میں سے ایک (کا نام) زوبعہ تھا۔ اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

تشریح: ہم نے جنات کی ایک جماعت کو قرآن سننے کے لیے آپ کی طرف متوجہ کیا۔ جب وہ قرآن سننے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے تو ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ خاموش ہو جاؤ۔ قرآن کا حق یہی ہے کہ جب اس کی تلاوت کی جائے تو سب سننے والے خاموشی اور توجہ کے ساتھ سنیں۔ پھر جب قرآن کی تلاوت ختم ہو گئی تو جنات کی جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دینے اور عذابِ الٰہی سے ڈرانے کے لیے واپس چلی گئی۔

جنوں کی اس جماعت نے اپنی قوم کے پاس جا کر ان کو مخاطب کر کے کہا کہ ہم ایک کتاب سن کر آئے ہیں جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے اور اپنے سے پہلے نازل ہونے والی کتابوں توریت و انجیل وغیرہ کی تصدیق کرتی ہے اور صحیح عقائد اور راہ راست کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ اے ہماری قوم کے لوگو تم اللہ کی طرف بلانے والے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مان لو اور ان پر ایمان لے آؤ۔ اس کے نتیجے میں اللہ تمہارے گناہ معاف فرما دے گا اور تمہیں دردناک عذاب سے محفوظ رکھے گا اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی بات نہیں مانے گا تو وہ اللہ کو زمین میں مغلوب نہیں کرسکتا۔ اگر اللہ اس کو عذاب دینا چاہے تو وہ اللہ کی دسترس سے چھوٹ نہیں سکتا۔ اور نہ اللہ کے سوا اس کا کوئی

حامی و مددگار ہوگا جو اس کو اللہ کے عذاب سے محفوظ رکھ سکے۔ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نہیں مانیں گے وہ کھلی گمراہی میں ہوں گے کیونکہ ہدایت کا انحصار صرف اتباع رسول میں ہے۔

کفار کا اقرار

۳۳۔۳۴: اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَلَمْ يَعْىَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْیِۦَ الْمَوْتٰى ؕ بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۳﴾ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ؕ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۴﴾

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ جس اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کر دیا اور وہ ان کی تخلیق میں ذرا نہیں تھکا (تو) وہ یقیناً مُردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے۔ ہاں۔ بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ جس دن کافر جہنم کے سامنے لائے جائیں گے (تو ان سے کہا جائے گا کہ) کیا یہ حق نہیں ہے۔ وہ کہیں گے ہاں قسم ہے ہمارے رب کی (یہ حق ہے) اللہ فرمائے گا تو اب اپنے کفر کے بدلے عذاب کا مزہ چکھو۔

یَعْیَ: وہ عاجز ہوتا ہے، وہ تھکتا ہے۔ عِیٌّ و عَیَاءٌ سے مضارع۔

یُعْرَضُ: وہ سامنے لایا جائے گا، وہ پیش کیا جائے گا۔ عَرْضٌ سے مضارع مجہول۔

تشریح: جو لوگ قیامت کے منکر ہیں اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کو محال جانتے ہیں کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی نے تمام آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور وہ ان کو پیدا کرنے سے تھکا نہیں بلکہ اس کے صرف ''ہو جا'' کہنے ہی سے یہ سب پیدا ہو گئے۔ کیا ایسی کامل قدرت وقوت والا مُردوں کو زندہ کرنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾

آسمانوں اور زمین کی پیدائش انسان کی پیدائش سے کہیں بڑی اور مشکل ہے

لیکن اکثر لوگ یہ بات نہیں جانتے۔ (المؤمن: ۵۷)

پھر فرمایا کہ یقیناً وہ ہر چیز پر قادر ہے اس لیے مرنے کے بعد زندہ کرنے پر بھی وہ پوری طرح قادر ہے۔ قیامت کے روز کافروں کو دوزخ کے سامنے لاکر پوچھا جائے گا کہ کیا یہ دوزخ جس کا تم دنیا میں انکار کرتے تھے امر واقعی نہیں ہے؟ کیا اب بھی تمہیں اس میں شک وشبہ ہے اور تم اب بھی اس کا انکار وتکذیب کرتے ہو؟ اس وقت اقرار کے سوا کوئی چارہ نہ ہوگا اور وہ کہیں گے کہ ہاں صحیح ہے۔ خدا کی قسم اب ہمیں ذرہ برابر بھی شک وشبہ نہیں۔ سو اب تم اپنے کفر وانکار کا مزہ چکھو۔

آپ کو صبر کی تلقین

۳۵: فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ۚ كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوعَدُونَ لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِّن نَّهَارٍ ۚ بَلَاغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ إِلَّا الْقَوْمُ الْفَاسِقُونَ ﴿٣٥﴾

آپ (بھی) صبر کیجئے جیسے اُولوالعزم رسولوں نے صبر کیا اور ان لوگوں کے لیے (عذاب طلب کرنے میں) جلدی نہ کیجئے جس دن یہ لوگ اس چیز کو دیکھ لیں گے جس کے بارے میں ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے تو (ان کو ایسا محسوس ہوگا) گویا کہ وہ دن کی ایک گھڑی (دنیا میں) رہے۔ (آپ کے ذمے تو پیغام) پہنچا دینا ہے۔ سو وہی برباد ہوں گے جو نافرمان ہیں۔

تشریح: اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کافروں کی طرف سے پہنچنے والی ایذاؤں اور تکلیفوں پر آپ بھی صبر کیجئے جس طرح آپ سے پہلے عالی ہمت پیغمبروں نے کیا تھا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: گویا وہ منظر میری آنکھوں کے سامنے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک نبی کا واقعہ بیان فرما رہے تھے جن کو اُن کی قوم نے مار مار کر لہولہان کر دیا تھا لیکن وہ اپنے چہرے سے خون پونچھتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے اے اللہ! میری قوم کو معاف کر دے۔ یہ لوگ نادان ہیں۔ (غالباً نبی سے مراد آپ کی اپنی ذاتِ مبارک تھی)۔

پھر فرمایا کہ ان لوگوں پر جلد عذاب الٰہی نازل ہونے کی دعا نہ کیجئے۔ عذاب تو اپنے مقررہ وقت پر آ کر رہے گا۔ جس روز یہ اس عذاب کو دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے اس دن ان کو

ایسا معلوم ہوگا کہ گویا دن بھر میں سے صرف ایک گھڑی دنیا میں رہے یعنی عذاب کی ہولناکی کی وجہ سے دنیوی زندگی ان کو بہت ہی تھوڑی محسوس ہوگی۔ جیسے ارشاد ہے:

كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحَاهَا ﴿۴۶﴾

جس دن وہ قیامت کو دیکھیں گے تو ایسا معلوم ہوگا کہ گویا دنیا میں صرف ایک صبح یا ایک شام ہی گزری تھی۔ (النزعت: ۴۶)

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَأَنْ لَّمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ

جس دن ہم انہیں جمع کریں گے تو یہ محسوس کرنے لگیں گے گویا دن کی ایک ساعت ہی دنیا میں رہے تھے۔ (یونس: ۴۵)

پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت پوری طرح پہنچادی۔ اب اگر کوئی شخص نہ مانے تو اس کے لیے کچھ عذر نہیں۔ پس سوائے نافرمان لوگوں کے کسی کو عذاب سے ہلاک نہیں کیا جائے گا۔ (مظہری: ۴۱۶، ۴۱۹/ ۸)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ محمد

وجہ تسمیہ: اکثر اہل تفسیر نے اس کا نام سورۂ محمد لکھا ہے کیونکہ اس کی دوسری آیت میں لفظ محمد آیا ہے۔ اس کو سورۃ القتال اور سورۃ الذین کفروا بھی کہتے ہیں۔

تعارف: اس میں ۴ رکوع، ۳۸ آیات، ۵۵۸ کلمات اور ۲۴۷۵ حروف ہیں۔ یہ سورت مدنی ہے۔ عبداللہ بن عباسؓ اور قتادہ سے منقول ہے کہ اس کی تمام آیتیں مدنیہ ہیں، لیکن آیت وکاین من قریۃ ھی اشدقوۃ من قریتک (آیت ۱۳) اس وقت نازل ہوئی جب ہجرتِ مدینہ کے موقع پر آپ مکہ مکرمہ سے نکل کر غارِ ثور کی طرف تشریف لے جارہے تھے اور مکے پر الوداعی نظر ڈالتے ہوئے فرمارہے تھے کہ اے سرزمین مکہ! تو مجھے روئے زمین میں سب سے زیادہ محبوب ہے۔ اگر تیرے یہ باشندے مجھے یہاں سے نکلنے پر مجبور نہ کرتے تو میں ہرگز یہاں سے نہ نکلتا۔ طبرانی نے اوسط میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سورت کو مغرب کی نماز میں پڑھتے تھے۔ (روح المعانی: ۳۶/۲۶)

اس کی ابتدا ایک عجیب اعلان سے ہوئی ہے کہ کافر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہیں۔ ان کا مقصدِ زندگی لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکنا ہے۔ ان کے اعمال برباد ہیں۔ اس کے بعد مسلمانوں کو جہاد کا حکم اور مسلمانوں کی فتح ونصرت اور غلبہ وعزت کا معیار بیان کیا گیا ہے اور ضمناً منافقین کی سازشوں کا ذکر ہے۔

مضامین کا خلاصہ

رکوع ۱: شروع میں منکرین کے کفر کا انجام بیان کیا گیا ہے۔ پھر جہاد میں سختی کرنے کا حکم ہے۔

رکوع ۲: اقوامِ سابقہ کا انجام اور اہل سعادت کے انعامات مذکور ہیں۔ آخر میں منافقین کی جہالت کا بیان ہے۔

رکوع ۳: منافقین کا جہاد سے دہشت زدہ ہونا بیان کیا گیا ہے۔

رکوع ۴: منافقین کی کینہ پروری اور جہاد کے خوف سے صلح کرنے کی ممانعت مذکور ہے۔ آخر میں اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی ترغیب ہے۔

اعمال کی بربادی

۱۔۳: اَلَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝۱ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَ اَصْلَحَ بَالَهُمْ ۝۲ ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَ اَنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ كَذٰلِكَ یَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ۝۳

جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستے سے روکا اللہ نے ان کے اعمال برباد کردیئے اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے اور وہ اس پر (بھی) ایمان لائے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل کیا گیا اور (دراصل) وہی ان کے رب کی طرف سے سچا دین ہے تو اللہ نے ان کی برائیاں دور کردیں اور ان کے حال کی اصلاح کردی۔ یہ اس لیے کہ کافروں نے باطل کی پیروی کی اور مومنوں نے اس دین حق کی اتباع کی جو اُن کے رب کی طرف سے ہے۔ اسی طرح اللہ لوگوں کو اُن کے احوال بتاتا ہے۔

تشریح: جن لوگوں نے خود بھی اللہ کی آیتوں کا انکار کیا اور دوسروں کو بھی اللہ کی راہ سے روکا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے وہ اعمال جو بظاہر بہت اچھے دکھائی دیتے تھے جیسے غریبوں کو کھانا کھلانا اور رشتے داروں سے حسن سلوک کرنا وغیرہ، ضائع کردیئے۔ ان کی تمام نیکیاں بے کار ہوگئیں۔ چونکہ کافر اللہ کی خوشنودی کے لیے نیک کام نہیں کرتے اس لیے اللہ تعالیٰ آخرت میں ان کا کوئی بدلہ نہیں دے گا۔ اس کے برعکس جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے اور وہ اس پر بھی ایمان لائے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے اور ان کے رب کی طرف سے سراسر حق ہے تو آخرت میں ایمان اور اچھے اعمال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کے گناہ معاف فرمادے گا اور ان کو دائمی راحت وخوشنودی عطا

فرمائے گا اور دنیا میں ان کی برائیوں کی عادات چھڑا کر ان کا حال درست کردے گا اور وہ دن بدن نیکی میں ترقی کرتے رہیں گے اور ان کو دشمنوں پر فتح عنایت فرمائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کفار باطل اور غلط راستے کو اختیار کرتے ہیں اور اہل ایمان باطل کو چھوڑ کر صحیح راستے پر چلتے ہیں جو ان کے رب کی طرف سے ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے کھول کھول کر مثالیں بیان کرتا ہے۔ منکرین اور نافرمانوں کے لیے ان لوگوں کی مثالیں ہیں جن کے نقش قدم پر چل کر بعد والے گمراہ ہوتے ہیں۔ اہل ایمان اور فرماں بردار لوگوں کے لیے بھی مثالیں ہیں جن کی پیروی کر کے وہ نجات و کامیابی کے مستحق ہوتے ہیں۔ یہی وہ معیار ہے جس پر اعمال کی بربادی یا احوال کی اصلاح موقوف ہے۔

(مظہری: ۴۲۰، ۴۲۱/ ۸، عثمانی ۵۶۱، ۵۶۲/ ۲)

جہاد میں سختی کا حکم

۴ ـ ۹: فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتَّىٰ إِذَا أَثْخَنتُمُوهُمْ
فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً حَتَّىٰ تَضَعَ الْحَرْبُ
أَوْزَارَهَا ۚ ذَٰلِكَ ۛ وَلَوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَانتَصَرَ مِنْهُمْ وَلَٰكِن لِّيَبْلُوَ
بَعْضَكُم بِبَعْضٍ ۗ وَالَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَلَن يُضِلَّ
أَعْمَالَهُمْ ۝ سَيَهْدِيهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ۝ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ
عَرَّفَهَا لَهُمْ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ
وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ ۝ وَالَّذِينَ كَفَرُوا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَأَضَلَّ
أَعْمَالَهُمْ ۝ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَرِهُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ ۝

پس جب کافروں سے تمہارا مقابلہ ہو جائے تو ان کی گردنیں مارو یہاں تک کہ جب خوب قتل کر چکو تو (جو زندہ بچیں) ان کو خوب مضبوط باندھ لو۔ پھر اس کے بعد یا تو احسان کر کے بلا معاوضہ چھوڑ دو یا معاوضہ لے کر چھوڑ دو یہاں تک کہ لڑنے والے اپنے ہتھیار رکھ دیں۔ یہی حکم ہے اور اگر اللہ چاہتا تو خود ہی ان سے بدلہ لے لیتا لیکن (اس نے ایسا نہیں کیا) تا کہ ایک دوسرے کے ذریعے تمہارا امتحان لے اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے

جاتے ہیں تو اللہ ان کے اعمال کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ اللہ ان کو مقصود تک پہنچا دے گا اور ان کے حال کی اصلاح کر دے گا اور ان کو جنت میں داخل کرے گا جس سے ان کو (انبیا کے ذریعے دنیا میں) متعارف کرا دیا تھا ۔ اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے تباہی ہے اور اللہ نے ان کے اعمال برباد کر دیئے ۔ یہ اس لیے کہ انہوں نے اللہ کے اتارے ہوئے (احکام) کو ناپسند کیا سو اللہ نے ان کے اعمال کو ضائع کر دیا۔

الرِّقاب : گردنیں ۔ واحد رَقبۃٌ ۔

اَثْخَنْتُمُوْھُمْ : تم نے اُن کو خوب قتل کیا، تم نے اُن کی بہت خونریزی کی ۔ اِثْخانٌ سے ماضی ۔

الوَثَاقَ : قید، بندش ۔ اسم ہے۔

تَعْساً : تباہی، ذلت، اوندھے منہ گرنا۔ مصدر ہے۔

تشریح: یہاں مومنوں کو جنگی احکام دیئے گئے ہیں کہ جب کافروں سے تمہارا مقابلہ ہو جائے اور دست بدست لڑائی شروع ہو جائے تو ان کی خوب گردنیں مارو۔ پھر کافی خونریزی کے بعد جب تمہاری دھاک بیٹھ جائے اور دشمن کا زور ٹوٹ جائے یعنی ہار جائے تو ان کے باقی لوگوں کو مضبوطی سے باندھ کر قید کر لو تا کہ وہ بھاگ نہ جائیں ۔ ممکن ہے وہ اس قید و بند سے عبرت حاصل کر لیں اور مسلمانوں کے پاس رہ کر ان کو اسلامی تعلیمات میں غور کرنے کا موقع مل جائے اور ان میں سے کچھ لوگ حق کا راستہ اختیار کر لیں ۔ جب لڑائی ختم ہو جائے اور معرکہ پورا ہو جائے تو پھر تمہیں صرف دو باتوں کا اختیار ہے کہ یا تو فدیہ لے کر چھوڑ دو یا کچھ لئے بغیر ہی احسان کے طور پر قیدیوں کو چھوڑ دو ۔ ممکن ہے اس طرح بعض تمہارے حسن سلوک اور حسن اخلاق سے متاثر ہو کر تمہارے دین سے محبت کرنے لگیں اور بالآخر اسلام قبول کر لیں ۔ مشرکوں کے بارے میں یہی حکم ہے ۔ اگر اللہ چاہتا تو خود ہی کافروں سے انتقام لے لیتا اور تمہارے جہاد کے بغیر ہی ان کو قوم عاد و ثمود کی طرح ہلاک کر دیتا لیکن اللہ نے جنگ اور قتال کا حکم اس لیے دیا تا کہ وہ تم میں سے بعض کی بعض کے ذریعہ جانچ کر لے یعنی مومنوں اور کافروں کی جانچ ہو جائے یعنی مومن کافروں سے جہاد کر کے ثواب کے مستحق ہو جائیں اور کافروں کو مسلمانوں کے ہاتھوں سزا مل جائے تا کہ کچھ لوگ کفر سے باز آ جائیں اور بعض لوگ کفر پر قائم رہ کر دوزخ کے مستحق ہو جائیں ۔ تم میں

سے جو لوگ جہاد کے دوران اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے خواہ بظاہر وہ یہاں کامیاب نظر نہ آتے ہوں لیکن حقیقت میں وہ کامیاب ہیں۔ اللہ تعالیٰ انکے اعمال کو ضائع نہیں کرے گا بلکہ انجام کار ان کی محنت کو ٹھکانے لگائے گا اور دونوں جہانوں میں ان کے حالات کو درست رکھے گا اور ان کو جنت میں داخل فرمائے گا جہاں پہنچ کر وہ اپنے ٹھکانوں کو خود بخود پہچان لیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس کی جس نے مجھے حق دے کر بھیجا ہے۔ تم لوگ دنیا میں اپنی بیویوں اور اپنے گھروں کو اس سے زیادہ شناخت نہیں کرتے جتنی شناخت اہل جنت اپنی بیویوں اور اپنے گھروں کی رکھتے ہوں گے۔

اے ایمان والو! اگر تم اللہ کے دین اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرو گے تو اللہ تمہیں تمہارے دشمن پر فتح دے گا اور میدان جہاد میں تمہیں ثابت قدم رکھے گا اللہ کی مدد سے تمہارے قدم کبھی نہیں ڈگمگائیں گے۔ اس کے برعکس کافروں کے لیے تباہی اور ہلاکت ہے اور اللہ ان کے اعمال ضائع کر دے گا۔ اس لیے کوئی اچھا اور نیک عمل ان کے کام نہ آئے گا۔ کافروں کی ہلاکت اور تباہی کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے اللہ کے نازل کئے ہوئے احکام کو پسند نہیں کیا اس لیے ان کے تمام اعمال برباد ہو گئے۔ اگر یہ لوگ ایمان کی حالت میں خیر کے کام کرتے تو اللہ تعالیٰ ان کو اجر و ثواب دیتا۔

(عثمانی ۲/۵۶۳،۵۶۲، مظہری ۴۲۳۔۸/۴۲۵)

اقوام سابقہ کا انجام

۱۰۔۱۳ اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ
مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ ۫ وَ لِلْكٰفِرِیْنَ اَمْثَالُهَا ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّ
اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ اَنَّ الْكٰفِرِیْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ۝۱۱ اِنَّ
اللّٰهَ یُدْخِلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یَتَمَتَّعُوْنَ وَ یَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ
الْاَنْعَامُ وَ النَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۝۱۲ وَ كَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ هِیَ اَشَدُّ
قُوَّةً مِّنْ قَرْیَتِكَ الَّتِیْۤ اَخْرَجَتْكَ ۚ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ۝۱۳

کیا ان لوگوں نے زمین میں چل پھر کر نہیں دیکھا کہ ان لوگوں کا انجام کیسا

ہوا جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں ۔ اللہ نے انہیں تباہ کر دیا اور کافروں کے لیے اسی طرح کی سزائیں ہیں یہ اس لیے کہ مومنوں کا کارساز خود اللہ ہے اور کافروں کا کوئی کارساز نہیں ۔ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے تو یقیناً اللہ انہیں ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور جو کافر ہیں وہ (گو دنیا میں کچھ) فائدہ اٹھا رہے ہیں اور وہ اس طرح کھاتے ہیں جس طرح چوپائے کھاتے ہیں اور جہنم ان کا ٹھکانا ہے اور (اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم) کتنی ہی بستیاں ایسی تھیں جو قوت میں آپ کی اس بستی سے زیادہ تھیں جس نے آپ کو نکالا ہے ۔ ہم نے ان کو ہلاک کر دیا سو ان کا کوئی مددگار نہ ہوا۔

دَمَّرَ: اُس نے تباہی ڈالی، اُس نے اُکھاڑ ڈالا۔ تَدْمِیْرٌ سے ماضی ۔

مَثْوًیٌ: رہنے کی جگہ، ٹھکانا۔ ثُوِیًّا سے ظرف مکان ۔

تشریح: کیا ان مشرکین مکہ نے زمین میں گھوم پھر کر نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے گزرے ہوئے منکرین کا کیسا انجام ہوا ۔ اللہ نے ان کو کس طرح جڑ بنیاد سے اُکھاڑ پھینکا ۔ ان میں سے صرف اہل ایمان و اسلام ہی نجات پا سکے اور کافروں کے لیے اسی طرح عذاب آیا کرتے ہیں ۔ مشرکین مکہ کو گزشتہ اقوام کے واقعات سے عبرت حاصل کرنی چاہئے ۔ ابھی وقت ہے کہ وہ راہ راست پر آ جائیں اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئیں ۔ ورنہ ان پر بھی سابقہ اقوام جیسی تباہی آ سکتی ہے ۔ یہ سب اس لیے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کا مددگار ہے ۔ وہ ان کی مدد کرے گا، ان کو نیکی کی توفیق دے گا اور ان کو شیطانی خطرات سے محفوظ کر دے گا۔

جیسے ارشاد ہے:

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ ط

بے شک تیرا تسلط میرے بندوں پر نہ ہوگا۔ (الاسراء: ۶۵)

اس کے برعکس کافروں کا کوئی مددگار نہیں حتیٰ کہ ان کے معبود بھی ان کو عذاب سے نہ بچا سکیں گے، نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں ۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک اعمال کئے، اللہ تعالیٰ ان کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی ۔ اور کافر جو دنیا کے

مزے اڑاتے رہے ہیں اور جانوروں کی طرح کھانے کی حرص کرتے ہیں، اپنے منعم حقیقی سے غافل ہیں، اس کا شکر ادا نہیں کرتے اور نہ اپنے انجام بد سے ڈرتے ہیں، ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! کتنی ہی بستیاں ایسی تھیں جنکے رہنے والے قوت و طاقت کے اعتبار سے آپ کی بستی کے رہنے والوں سے جنہوں نے آپ کو وطن سے نکال دیا ہے، کہیں زیادہ طاقتور تھے، ہم نے ان کو ہلاک کر دیا اور ان کا کوئی مددگار بھی نہ تھا۔ اے مشرکین مکہ تم قوم عاد و ثمود اور مدین والوں کے انجام سے عبرت حاصل کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہیں بھی اسی طرح ہلاک کر دیا جائے۔

اہل سعادت کے انعامات

۱۴۔۱۵: اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ﴿۱۴﴾ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّاۗءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ڬ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ۭ وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ۭ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوْا مَاۗءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَاۗءَهُمْ ﴿۱۵﴾

پھر جو شخص اپنے رب کی طرف سے ایک واضح راستے پر ہو، کیا وہ اس شخص کی مانند ہو سکتا ہے جس کے برے اعمال اس کی نگاہ میں خوشنما بنا دیئے گئے ہوں اور وہ اپنے نفس کی خواہشوں کی اتباع کرتا ہو۔ جس جنت کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے۔ اس کی کیفیت یہ ہے کہ اس میں ایسے پانی کی نہریں ہیں جن میں ذرا تغیر نہ ہوگا۔ اور دودھ کی ایسی نہریں ہیں جس کا ذائقہ ذرا نہیں بدلے گا۔ اور شراب کی ایسی نہریں ہیں جس میں پینے والوں کے لئے بڑی لذت ہے اور بالکل صاف شہد کی نہریں ہیں اور ان کے لئے وہاں ہر قسم کے پھل ہوں گے اور ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہوگی۔ کیا ایسے لوگ اس کی مانند ہو سکتے ہیں۔ جو ہمیشہ آگ میں رہنے والا ہے۔ اور جنہیں کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا جو ان کی آنتوں کو کاٹ ڈالے گا۔

آسِنٍ: سخت بدبودار، متغیر، بدل جانے والا۔ اَسَنٌ سے اسم فاعل۔

لَبَنٍ: دودھ، جمع اَلْبَانٌ۔ اسم جنس ہے۔

خَمْرٍ: انگوری شراب۔ جمع خُمُوْرٌ۔

عسلٍ: شہد۔ مذکر و مونث دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جمع اَعْسَالٌ و عُسُلٌ۔

حمیمًا: کھولتا ہوا پانی۔ جمع حمائم۔

اَمْعاءَ: آنتیں۔ واحد معاءٌ۔

تشریح: جو شخص اپنے رب کے واضح راستے پر ہو۔ وہ اس شخص کی طرح نہیں ہوسکتا جو اپنی بداعمالیوں کو اچھا سمجھتا ہو اور اپنے نفس کی خواہشات پر چلتا ہو اور بتوں کی پوجا کرتا ہو۔ جس جنت کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے۔ اس کی کیفیت یہ ہے کہ اس میں بہت سی نہریں تو ایسے پانی کی ہیں جو کبھی خراب نہیں ہوتا نہ اس کی بو بدلتی ہے اور نہ مزہ، خواہ کتنے ہی زمانے تک رکھا رہے۔ اس میں بہت سی نہریں ایسے دودھ کی ہیں جن کے مزے میں ذرا بھی فرق نہیں آتا خواہ کتنا ہی وقت گزر جائے اور اس میں بہت سی نہریں شراب کی ہیں جس میں پینے والوں کے لئے سراسر لذت ہی لذت ہے۔ دنیا کی شراب کی طرح نہ اُس کی بو ناگوار ہوگی اور نہ اس میں ایسا نشہ اور خمار ہوگا۔ جو انسان کو مدہوش اور حواس باختہ کردے۔ اس میں بہت سی نہریں صاف و شفاف شہد کی ہوں گی جس کے اندر نہ موم کی آمیزش ہوگی اور نہ مکھیوں کے فضلے کی۔

بیہقی اور ترمذی نے حضرت معاویہ بن حیدہ کی روایت سے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ میں نے خود سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے کہ جنت کے اندر پانی کا دریا ہے اور شہد کا دریا ہے اور دودھ کا دریا ہے اور شراب کا دریا ہے۔ پھر ہر ایک سے نہریں نکالی گئی ہیں۔ ابن حبان، بیہقی، حاکم، طبرانی اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کی نہریں مشک کے پہاڑ سے پھوٹ کر نکلتی ہیں۔

پھر فرمایا کہ پرہیزگاروں کے لئے جنت میں ہر قسم کے مفرح اور لذیذ پھل ہوں گے۔ ان سب نعمتوں سے بڑھ کر یہ کہ اللہ کی طرف سے ان کے لئے بخشش و مغفرت ہوگی اب ان کو اللہ کی طرف سے کسی بات پر عتاب و عقاب کا کوئی خوف ہوگا اور نہ کسی نعمت کے زائل ہونے کا اندیشہ۔ حضرت ثوبان کہتے ہیں کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جنتی آدمی جوں ہی جنت کا کوئی

پھل درخت سے توڑے گا فوراً اُس کی جگہ ویسا ہی دوسرا پھل لگ جائے گا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ دنیا میں کوئی پھل ایسا نہیں جو جنت میں نہ ہو۔ میٹھا ہو یا کڑوا یہاں تک کہ حنظل بھی۔

کیا وہ لوگ جن کو مذکورہ بالا نعمتیں حاصل ہوں گی ان کافروں کی مانند ہو سکتے ہیں جو ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور ان کو کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا جو ان کی آنتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔ یقیناً یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ (مظہری: ۴۲۷۔۴۲۹/ ۸)

منافقین کی جہالت

۱۶۔۱۹: وَمِنْهُم مَّن يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ ۚ حَتَّىٰ إِذَا خَرَجُوا مِنْ عِندِكَ قَالُوا
لِلَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ آنِفًا ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ
قُلُوبِهِمْ وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ ﴿١٦﴾ وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى
وَآتَاهُمْ تَقْوَاهُمْ ﴿١٧﴾ فَهَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَن تَأْتِيَهُم بَغْتَةً ۖ
فَقَدْ جَاءَ أَشْرَاطُهَا ۚ فَأَنَّىٰ لَهُمْ إِذَا جَاءَتْهُمْ ذِكْرَاهُمْ ﴿١٨﴾
فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ
وَالْمُؤْمِنَاتِ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوَاكُمْ ﴿١٩﴾

ان میں سے بعض ایسے ہیں جو آپ کی طرف کان لگاتے ہیں یہاں تک کہ جب وہ آپ کے پاس سے جاتے ہیں تو اہل علم سے پوچھتے ہیں کہ رسول اللہ نے ابھی کیا کہا تھا۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے مہر کر دی اور وہ اپنی خواہشوں کی پیروی کرتے ہیں۔ جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں اللہ ان کو اور زیادہ ہدایت دیتا ہے اور ان کو تقویٰ عطا فرماتا ہے۔ پس وہ لوگ تو قیامت کے منتظر ہیں کہ وہ ان کے پاس اچانک آ جائے۔ سو اس کی علامتیں تو آ چکی ہیں۔ پھر جب قیامت ان کے پاس آ جائے گی تو ان کو نصیحت کہاں میسر ہوگی سو آپ یقین رکھیئے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنی خطاؤں کے لئے استغفار کرتے رہیے اور مومن مردوں اور عورتوں کے لئے بھی۔ اور اللہ تمہاری آمد و رفت اور رہنے سہنے کی خبر رکھتا ہے۔

اٰنِفًا: اب، ابھی اسی وقت۔ اسم ظرف ہے۔

مُتَقَلَّبَکُمْ: تمہارے چلنے پھرنے کی جگہ، تمہاری آمدرفت کی جگہ۔ تَقَلُّبٌ سے اسم ظرف مکان۔

تشریح: ان آیتوں میں منافقین کی جہالت اور بیوقوفی کا بیان ہے کہ آپ کی مجلس میں شریک ہونے اور آپ کا کلام سننے کے باوجود ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا پھر جب وہ آپ کی مجلس سے اٹھ کر باہر جاتے ہیں۔ تو دوسرے اہل علم صحابہ سے پوچھتے ہیں کہ آپ نے کیا فرمایا۔ ایسے ہی لوگوں کے دلوں پر اللہ تعالیٰ مہر لگا دیتا ہے۔ پھر ان کو نیکی کی توفیق نہیں ملتی اور وہ محض اپنے نفس کی خواہشات پر چلتے رہتے ہیں۔ ان کے برعکس جن لوگوں نے ہدایت قبول کی اور سچائی کا راستہ اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ ان کی ہدایت میں روز بروز اضافہ کرتا رہتا ہے۔ اور وہ سوجھ بوجھ اور پرہیزگاری میں بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ جو لوگ قرآن کی نصیحتیں، گزشتہ اقوام کی عبرتناک مثالیں اور جنت و دوزخ کا احوال سن لینے کے بعد بھی اپنے کفر و شرک سے توبہ نہیں کرتے اور اطاعت و فرماں برداری اختیار نہیں کرتے تو کیا وہ اسی انتظار میں ہیں کہ قیامت کی گھڑی اُن کے سر پر اچانک آ کھڑی ہو۔ سو قیامت کی کئی نشانیاں تو آ چکیں اور جب خود قیامت آ جائے گی تو اس وقت سمجھنے اور ماننے کا موقع کہاں رہے گا کیونکہ قیامت آ جانے کے بعد ایمان لانا اور توبہ کرنا نافع نہ ہوگا۔

قرآن کریم میں دوسری جگہ ارشاد ہے :

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝

قیامت قریب ہوگئی اور چاند پھٹ گیا۔ (القمر: ۱)

اور ارشاد ہے :

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ

لوگوں کا حساب قریب آ گیا پھر بھی وہ غفلت میں منہ موڑے ہوئے ہیں۔

(الانبیاء: ۱)

پس آپ کا دنیا میں آنا بھی قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے کیونکہ آپ خاتم النبیین ہیں آپ کی آمد کے ساتھ ہی وحی و نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو کامل کر دیا۔

مسلم اور ابن ماجہ نے حضرت سہل بن سعد کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے درمیانی انگلی اور اس کے برابر والی انگلی کو جو انگوٹھے سے متصل ہے جوڑ کر اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ میں قیامت کے ساتھ ان دونوں انگلیوں کی طرح متصل بھیجا گیا ہوں۔ بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دوران گفتگو ایک بدوی آیا اور عرض کیا کہ قیامت کب ہوگی۔ آپ نے فرمایا جب امانت ضائع کر دی جائے تو اس وقت قیامت کا انتظار کر۔ اس نے عرض کیا امانت ضائع کرنے کا کیا مطلب ہے۔ آپ نے فرمایا جب معاملات (حکومت) ایسے لوگوں کے سپرد کر دیئے جائیں جو اہل نہیں ہیں تو قیامت (قائم) ہونے کا منتظر رہ۔ (مظہری: ۸/۴۳۰)

اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! مشرکین و منکرین خواہ دعوت توحید کو مانیں یا نہ مانیں آپ یقین رکھیے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور آپ اپنے اور مومن مردوں اور عورتوں کے لئے استغفار کرتے رہیے یعنی اُن کے لئے دعائے مغفرت کیجیے اور ان کو ایسے عمل پر آمادہ کیجیے جو باعث مغفرت ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے چلنے پھرنے اور رہنے سہنے کو خوب جانتا ہے۔ تمہارا کوئی حال اس سے پوشیدہ نہیں۔ (عثمانی: ۵۶۶،۵۶۵/۲، ابن کثیر ۱۷۸،۱۷۷/۴)

منافقین کا جہاد سے دہشت زدہ ہونا

۲۰-۲۳ وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُورَةٌ ۚ فَإِذَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَذُكِرَ فِيهَا الْقِتَالُ ۙ رَأَيْتَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ يَنظُرُونَ إِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۖ فَأَوْلَىٰ لَهُمْ ﴿٢٠﴾ طَاعَةٌ وَقَوْلٌ مَّعْرُوفٌ ۚ فَإِذَا عَزَمَ الْأَمْرُ فَلَوْ صَدَقُوا اللَّهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ﴿٢١﴾ فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِن تَوَلَّيْتُمْ أَن تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ﴿٢٢﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ ﴿٢٣﴾

جو لوگ ایمان والے ہیں وہ کہتے ہیں کہ (جہاد کے بارے) میں کوئی سورت کیوں نہ نازل ہوئی پھر جب کوئی واضح (مضمون کی) سورت نازل ہوتی ہے اور اس میں قتال (جہاد) کا ذکر ہوتا ہے تو آپ دیکھیں گے کہ جن لوگوں کے

دلوں میں (نفاق کی) بیماری ہوتی ہے وہ آپ کو اس طرح دیکھتے ہیں جیسے کوئی
موت کی بے ہوشی طاری ہونے پر دیکھتا ہے۔ سو اُن کے لئے خرابی ہے۔ حکم
ماننا اور بہتر بات کہنا۔ سو اگر منافق بھی اللہ سے سچے رہتے تو اُن کے لئے بہتر
تھا۔ پھر تم سے یہ بھی بعید نہیں کہ اگر تم (جہاد) سے اعراض کرو گے۔ تو تم ملک
میں فساد برپا کر دو اور قرابتیں توڑ لو۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی
پھر ان کو بہرا کر دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا۔

مُحْکَمَۃٌ: صاف صاف مضمون والی، واضح۔ اِحْکَامٌ سے اسم مفعول۔ جمع مُحْکَمٰتٌ۔

اَلْمَغْشِیِّ: بے ہوشی۔ غَشْیٌ سے اسم مفعول۔

اَصَمَّھُمْ: اُس نے ان کو بہرا کر دیا۔ اِصْمَامٌ سے ماضی۔

تشریح: جہاد کی فرضیت سے پہلے صحابۂ کرام تمنا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ کوئی ایسی سورت کیوں نہیں نازل کی گئی جس میں خاص طور پر جہاد کی اجازت دی جائے اور اس میں احکام جہاد کا مفصل بیان ہو۔ اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! جب جہاد کے بارے میں صاف صاف مضمون والی سورت نازل کی گئی۔ تو وہ منافقوں اور ان لوگوں پر گراں گزری جو ابھی ایمان میں پختہ نہیں ہوئے تھے۔ اس لئے وہ خوف کی وجہ سے آپ کو اس طرح دیکھنے لگے۔ جیسے کسی پر موت کی غشی طاری ہو رہی ہو اور وہ خوفزدہ ہو کر پھٹی پھٹی اور بے رونق آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ پس ہلاکت و بربادی ہے اُن کے واسطے جو نفاق کی وجہ سے اس طرح کی کیفیات میں مبتلا ہیں۔ ان کے حق میں بہتر تو یہی ہوتا کہ یہ زبان سے اسلام اور احکام اسلام کا اقرار کرتے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مانتے اور جب جہاد کا موقع آتا اور معرکۂ کارزار گرم ہو جاتا تو نیک نیتی کے ساتھ جہاد کر کے اپنے خلوص کا ثبوت دیتے۔

اے بزدل منافقو! اگر تم اللہ کی راہ میں جہاد سے اعراض کرو گے تم سے یہی توقع کی جا سکتی ہے کہ تم اپنے کفر و معاصی اور منافقانہ شرارتوں سے ملک میں تباہی اور فتنہ و فساد پھیلاؤ گے اور جن مسلمانوں سے تمہاری قرابتیں ہیں ان کی مطلق پرواہ نہ کرتے ہوئے کافروں کے کھلے مددگار بن جاؤ گے زمین میں فساد کرنے والے اور قرابت داریاں منقطع کرنے والے ہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے اپنی رحمت سے دور کر دیا۔ کلام حق سننے سے بہرا کر دیا اور حقائق کے مشاہدے سے اُن کی آنکھوں کو اندھا کر دیا۔ اس لئے اب ان کو نہ تو کوئی حق بات سننے کی توفیق ہوتی ہے اور نہ حق کا مشاہدہ ممکن ہے۔
(ابن کثیر ۴/۱۷۸، ۱۷۹)

منافقین کو شیطانی دھوکہ

۲۴۔۲۸: اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا۝ اِنَّ الَّذِیْنَ
ارْتَدُّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ۙ
الشَّیْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ ؕ وَ اَمْلٰى لَهُمْ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِیْنَ
كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِیْعُكُمْ فِیْ بَعْضِ الْاَمْرِ ۚۖ وَ اللّٰهُ
یَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ۝ فَكَیْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ یَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ
وَ اَدْبَارَهُمْ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَاۤ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَ كَرِهُوْا
رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ۝

کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے پڑ گئے ہیں۔ بیشک جو لوگ سیدھی راہ ظاہر ہو جانے کے بعد اپنی پشت پھیر کر ہٹ گئے تو شیطان نے ان کو دھوکہ دیا اور ان کو بڑی امیدیں دلائیں۔ یہ اس لئے ہوا کہ انہوں نے ایسے لوگوں سے جو اللہ کی نازل کی ہوئی (کتاب) کو ناپسند کرتے ہیں کہا کہ بعض کاموں میں ہم تمہارا کہنا مان لیں گے اور اللہ ان کی پوشیدہ باتیں خوب جانتا ہے۔ سو (اس وقت ان کا) کیا حال ہوگا جب فرشتے اُن کی روح قبض کریں گے اور ان کے منہ اور پیٹھوں پر ماریں گے۔ یہ اس لئے ہوگا کہ وہ اسی راستے پر چلے جو اللہ کی ناراضی کا موجب تھا اور انہوں نے اس کی خوشنودی کو پسند نہ کیا سو اللہ نے ان کے اعمال ضائع کر دیئے۔

سَوَّلَ: اُس نے چکمہ دیا، اس نے فریب دیا، اس نے زینت دلائی۔ تَسْوِیْلٌ سے ماضی۔

اَمْلٰی: اُس نے دور کی سجھائی، اس نے ڈھیل دلائی، اس نے مہلت دلائی۔ اِمْلَاءٌ سے ماضی۔

اَسْخَطَ: اُس نے بیزار کر دیا، اُس نے ناراض کر دیا، اُس نے ناخوش کر دیا۔ اِسْخَاطٌ سے ماضی۔

تشریح: کیا یہ لوگ قرآن کریم میں غور و فکر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر غفلت اور بداعمالیوں کے تالے پڑے ہوئے ہیں کہ ان کے اندر نصیحت داخل ہونے کا کوئی راستہ ہی نہیں رہا اس لئے کوئی کلام ان پر اثر ہی نہیں کرتا۔ اگر بالفرض اس حال میں یہ لوگ قرآن پر غور بھی کریں تب بھی یہ اسے سمجھ نہیں پائیں گے۔ یہ منافقین اسلام کا اقرار کرنے اور اس کی سچائی ظاہر ہو جانے کے بعد وقت آنے

پراپنے قول وقرار سے پھر جاتے ہیں اور جہاد میں شرکت نہیں کرتے۔ شیطان نے ان کو دھوکے میں ڈال رکھا ہے اور ان کے دل میں یہ بات بٹھادی ہے کہ لڑائی میں شرکت نہ کر کے زیادہ عرصے تک زندہ رہ سکتے ہیں اس لئے خواہ مخواہ لڑائی میں جا کر مرنے سے کیا فائدہ۔

منافقین جو ہدایت آنے کے بعد الٹے پھر گئے تھے اس کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے قرآن کے دشمنوں سے خفیہ طور پر وعدہ کیا تھا یعنی منافقوں نے یہودی کافروں یا مشرکوں سے کہا تھا کہ بعض باتوں میں ہم تمہارے مشورے پر عمل کریں گے مثلاً تمہارے کہنے سے جہاد میں شریک نہیں ہوں گے یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دشمنی میں تمہارے ساتھ رہیں گے وغیرہ۔ اگرچہ ہم نے ظاہر میں اسلام کا دعویٰ کیا ہے لیکن ہم حقیقت میں ان کے ساتھ نہیں بلکہ دل سے تمہارے ساتھ ہیں۔ منافقین اپنے ان معاہدوں اور رازدارانہ مشوروں کے بارے میں یہ سمجھتے تھے کہ کسی کو ان کی خبر نہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ ان کی خفیہ باتوں کو خوب جانتا ہے اور وہ ان کو منافقانہ سازشوں کی سزا ضرور دے گا۔ اس وقت ان کا کیا حال ہوگا جب فرشتے ان کی جان نکالیں گے، ان کے چہروں اور پیٹھ پر مارتے جارہے ہوں گے اور ان کی روحیں جسموں میں چھپتی پھر رہی ہوں گے۔ یہ اس وجہ سے ہوگا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضامندی چھوڑ کر اس کی ناراضگی کا راستہ اختیار کیا سو اللہ نے ان کے تمام اعمال اکارت کر دیئے اور انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جو خفیہ تدبیریں اور سازشیں کی تھیں۔ وہ سب برباد ہوگئیں اور ان کو ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑا۔ (عثمانی: ۵۶۷، ۵۶۸/۲۔ مظہری: ۴۳۵، ۴۳۶/۸)

منافقین کی کینہ پروری

۲۹۔۳۱: اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ ﴿۲۹﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ؕ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۰﴾ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَنَبْلُوَا۠ اَخْبَارَكُمْ ﴿۳۱﴾

کیا انہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے جن کے دلوں میں بیماری ہے کہ اللہ ان کی عداوتوں کو ظاہر نہ کرے گا۔ اگر ہم چاہیں تو آپ کو وہ لوگ دکھادیں اور آپ اُن کو ان کے چہروں سے پہچان لیں اور یقیناً آپ ان کو ان کے طرز کلام

سے پہچان لیں گے یہاں تک کہ معلوم کر لیں کہ تم میں مجاہد کون ہیں اور صبر
کرنے والے کون اور ہم تمہاری حالتوں کا بھی امتحان لیں گے۔

اَضْغَانُهُم: اُن کی بد نیتی، ان کی عداوت، اُن کا حسد۔ واحد ضِغْنٌ۔

سِيمٰهُمْ: اُن کا حلیہ، اُن کا چہرہ، اُن کی علامت۔

تشریح: کیا منافقین یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُن کے دلوں میں چھپی ہوئی عیاری و مکاری اور حسد وعناد کو مسلمانوں پر ظاہر نہیں کرے گا۔ اُن کا یہ خیال بالکل غلط ہے۔ اُن کا بغض وعناد اور خبث باطن ظاہر ہو کر رہے گا۔ ان کو امتحان و آزمائش کی ایسی بھٹی میں ڈالا جائے گا کہ سب کھرا کھوٹا الگ ہو جائے گا۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! اگر ہم چاہیں تو ان کے وجود آپ کو دکھا دیں اور آپ کو نام بنام مطلع کر دیں کہ فلاں فلاں آدمی منافق ہیں مگر یہ حکمت الٰہی کے خلاف ہے۔ آپ تو ان کو علامات اور نشانات ہی سے پہچان لیں گے۔ آپ کو ان کی بات چیت اور طرز کلام سے صاف صاف پتہ چل جائے گا کہ کون منافق ہے کیونکہ مخلص اور منافق کی بات چیت کا انداز الگ الگ ہوتا ہے۔ بعض احادیث سے ثابت ہے کہ بہت سے منافقین کو آپ نے نام بنام پکار کر اپنی مجلس سے اُٹھا دیا۔ یہ تو ممکن ہے کہ بندوں سے تمہاری کوئی بات چھپی رہے مگر اللہ تعالیٰ تمہارے اچھے برے تمام کاموں سے واقف ہے خواہ تم ظاہر کر کے کرو یا چھپا کر کرو۔ پھر فرمایا کہ ہم جہاد کا حکم دے کر تم سب کا امتحان ضرور لیں گے تاکہ معلوم ہو جائے کہ کون لوگ جہاد کرنے والے ہیں اور کون صبر کرنے اور ثابت قدم رہنے والے ہیں اور ہم تمہارے اندرونی احوال کا بھی امتحان لیں گے۔ (عثمانی: ۵۲۸۔۵۲۹/۲)

جہاد سے بچنے کے لئے صلح کی ممانعت

۳۲۔۳۵: اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۝ فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْۤا اِلَى السَّلْمِ ۖۗ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۖۗ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ۝

جن لوگوں نے ہدایت ظاہر ہو جانے کے بعد کفر کیا اور لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکا اور رسول کی مخالفت کی تو وہ اللہ کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گے اور عن قریب اللہ اُن کے اعمال کو غارت کر دے گا۔ اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو برباد نہ کرو۔ بیشک جن لوگوں نے کفر کیا اور (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے روکا پھر وہ کفر کی حالت ہی میں مر گئے تو اللہ ان کو ہرگز نہ بخشے گا۔ سو تم (کافروں سے مرعوب ہو کر) ہمت نہ ہارو اور دب کر صلح کی طرف مت بلاؤ اور تم ہی غالب رہو گے۔ اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور وہ ہرگز تمہارے اعمال میں کمی نہ کرے گا۔

شاقُّوا: وہ مخالف ہوئے۔ مُشاقَّةٌ سے ماضی۔

تَهِنُوا: تم ہمت ہارو، تم کمزور پڑ جاؤ تم سست ہو جاؤ۔ وَهْنٌ سے مضارع۔

يَتِرَكُمْ: وہ تم سے کم کرے گا، وہ تم سے چھین لے گا، وہ تم سے ضائع کر دے گا۔ وَتْرٌ سے مضارع۔

تشریح: جو لوگ ہدایت اور راہِ راست ظاہر ہو جانے کے باوجود اپنے کفر و انکار پر قائم ہیں اور وہ دوسروں کو ایمان لانے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے روکتے ہیں اور اللہ کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں تو ایسے لوگ اپنے کفر و انکار سے اللہ کا کچھ نہیں بگاڑتے بلکہ اپنا ہی نقصان کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بہت جلد ان تمام کوششوں کو خاک میں ملا دے گا جو وہ اسلام اور اللہ کے رسول کو نقصان پہنچانے کے لئے کرتے ہیں۔ قیامت کے روز ایسے لوگ خالی ہاتھ ہوں گے ایک بھی نیکی ان کے پاس نہ ہوگی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آیت میں وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے بدر کے زمانے میں (کافروں کے لشکر کو) کھانا دیا تھا۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ ۚ فَسَيُنْفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ ۚ

بے شک جو لوگ کافر ہیں وہ اپنے مال اس لئے خرچ کر رہے ہیں کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکیں، سو یہ لوگ ابھی اور بھی خرچ کریں گے۔ پھر وہ مال ان کے لئے حسرت و افسوس کا باعث ہو جائے گا۔ پھر بھی وہ مغلوب ہو کر رہیں گے۔ (الانفال: ۳۶)

یہ آیت بھی ان ہی لوگوں کے بارے میں ہے جنہوں نے بدر کے موقع پر کافروں کو کھانا دیا تھا۔

پھر فرمایا اے ایمان والو! تم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو۔ اور اپنے اعمال کو ضائع نہ کرو۔ جہاد یا اللہ کی عبادت میں محنت و ریاضت کرنا اس وقت مقبول ہے جب وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے موافق ہو۔ محض اپنے شوق یا نفس کی خواہش کے تحت کیا ہوا عمل یا عبادت ضائع جائے گی۔ جو کافر دوسرے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے ہیں اور اسی حالتِ کفر میں اُن کی موت واقع ہوگئی تو اللہ تعالیٰ اُن کو ہرگز معاف نہیں کرے گا اس لئے کہ اللہ کے ہاں کفر و شرک کی معافی نہیں۔ سوائے مومنو! تم کافروں کے مقابلے میں عاجزی اور کمزوری کا اظہار نہ کرو اور جنگ کی سختیوں سے گھبرا کر ان کو صلح کی دعوت نہ دو ورنہ دشمن شیر ہو کر تمہیں دباتا چلا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی مدد سے تم ہی غلبہ پاؤ گے کیونکہ اللہ تمہارے ساتھ ہے۔ وہ تمہارے اعمال کے ثواب میں کوئی کمی نہیں کرے گا۔ وہ تمہیں چھوٹی سے چھوٹی نیکی کا بھی پورا پورا اجر و ثواب دے گا۔

اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا

۳۶۔۳۸: اِنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّ لَھْوٌ ؕ وَ اِنْ تُؤْمِنُوْا وَ تَتَّقُوْا یُؤْتِکُمْ اُجُوْرَکُمْ وَ لَا یَسْـَٔلْکُمْ اَمْوَالَکُمْ ﴿۳۶﴾ اِنْ یَّسْـَٔلْکُمُوْھَا فَیُحْفِکُمْ تَبْخَلُوْا وَ یُخْرِجْ اَضْغَانَکُمْ ﴿۳۷﴾ ھٰۤاَنْتُمْ ھٰۤؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ۚ فَمِنْکُمْ مَّنْ یَّبْخَلُ ۚ وَ مَنْ یَّبْخَلْ فَاِنَّمَا یَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِہٖ ؕ وَ اللّٰہُ الْغَنِیُّ وَ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ ۙ ثُمَّ لَا یَکُوْنُوْۤا اَمْثَالَکُمْ ﴿۳۸﴾

دنیوی زندگی تو محض کھیل تماشا ہے اور اگر تم ایمان و تقویٰ اختیار کرو تو وہ تمہیں تمہارے اجر عطا کرے گا اور تم سے تمہارے مال طلب نہ کرے گا۔ اگر وہ تم سے تمہارے مال مانگے اور زور دے کر مانگے تو تم بخل کرنے لگو اور (اللہ) تمہاری ناگواری ظاہر کردے۔ دیکھو تم وہ لوگ ہو کہ تمہیں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے بلایا جاتا ہے۔ پھر تم میں سے بعض بخل کرنے لگتے ہیں اور جو شخص بخل کرتا ہے وہ خود اپنی ذات سے بخل کرتا ہے اور اللہ کسی کا محتاج نہیں اور تم سب محتاج ہو اور اگر تم روگردانی کرو گے تو اللہ تمہاری جگہ

دوسری قوم لے آئے گا جو تم جیسے نہ ہوں گے۔

لَھْوٌ: کھیل، تماشا، غفلت کرنا۔ مصدر و اسم۔

یُحْفِکُمْ: وہ تم سے مانگتے ہیں، وہ ضد کرتے ہیں، وہ تم سے اصرار کرتے ہیں۔ اِحْفَاءٌ سے مضارع۔

تشریح: اگر دنیا کی زندگی میں اللہ کی یاد نہ ہو تو وہ یقیناً محض کھیل تماشا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دنیا ملعون ہے۔ اس میں اللہ کی ذات کے سوا جو کچھ ہے وہ سب ملعون ہے۔ اگر تم ایمان لے آؤ اور پرہیزگاری اختیار کرو، اس کھیل تماشے سے بچ کر چلو تو اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا پورا پورا اجر ثواب دے گا اور تم سے تمہارا مال بھی طلب نہیں کرے گا کیونکہ اس کو تمہارے اموال کی حاجت نہیں۔ وہ تو خود دینے والا ہے۔ اگر وہ طلب کرے تو اس کو اس کا پورا پورا حق ہے کیونکہ وہی اس کا حقیقی مالک ہے مگر اس کے باوجود جب وہ دین کے معاملے میں خرچ کرنے کا کہتا ہے۔ تو وہ تم سے سارے مال کا مطالبہ نہیں کرتا بلکہ ایک تھوڑا سا حصہ خرچ کرنے کو کہتا ہے اور وہ بھی اپنے لئے نہیں بلکہ تمہارے ہی فائدے کے لئے ہے۔

اگر وہ سختی کے ساتھ تمام مال طلب کرنے لگے جو اس نے تمہیں دے رکھا ہے تو کتنے ہی لوگ ایسے ہوں گے جو خوش دلی اور خندہ پیشانی سے اس حکم کی تعمیل کریں گے لیکن اکثر لوگ بخل اور تنگدلی کا مظاہرہ کریں گے اور مال خرچ کرنے کے وقت ان کے دل کی خفگی ظاہر ہو جائے گی۔ جب تم لوگوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے کہا جاتا ہے خواہ وہ زکوۃ ہو۔ جہاد کے مصارف ہوں یا کچھ اور ہو تو تم میں سے کچھ لوگ بخل کرنے لگتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ اس بخل کا نقصان خود انہی کو ہوگا اس لئے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے جو فوائد اور برکات اس کو حاصل ہوتے، خرچ نہ کرنے کی صورت میں وہ ان سے محروم رہے گا۔ اللہ تعالیٰ تو بے نیاز ہے اس کو کسی کی حاجت نہیں اور نہ وہ کسی کے خرچ کرنے کا محتاج ہے۔

اگر تم انفاق فی سبیل اللہ میں کوتاہی کرو گے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے روگردانی کرو گے تو وہ تمہاری جگہ دوسرے لوگوں کو لے آئے گا جو تم جیسے نہ ہوں گے بلکہ وہ سننے اور ماننے والے اور فرماں بردار ہوں گے۔ (عثمانی: ۲-۶۷۵، مظہری: ۴۴۵، ۸/۴۴۷)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الفتح

وجہ تسمیہ: یہ سورت حدیبیہ کے موقع پر نازل ہوئی۔اس میں صلح حدیبیہ کو فتح مبین کہا گیا ہے،اس لئے اس کا نام الفتح ہوگیا۔

تعارف: اس میں ۴رکوع ،۲۹آیات، ۵۶۸ کلمات اور ۲۵۵۵ حروف ہیں۔ یہ سورت واقعہ حدیبیہ کے موقع پر ۶ ھ میں حدیبیہ اور مدینے کے درمیان دورانِ سفر نازل ہوئی۔اس لئے یہ سورت مدنیہ ہے۔اس میں مسلمانوں کے غلبے اور کامیابی کا ذکر ہے اور فتح مبین کی بشارت ہے، نیز بیعتِ رضوان جیسے عظیم واقعے اور حضراتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم کے فضائل وکمالات کا بیان ہے۔اس کے اہم مقاصد میں سے وہ معاہدہ ہے جو صلح حدیبیہ کے عنوان سے کفارِ قریش اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان طے پایا تھا۔ یہی معاہدہ اسلام کی اشاعت اور دین کے غلبے کا سبب بنا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح مکہ کی نعمت سے نوازا۔

مضامین کا خلاصہ

رکوع ۱: واقعہ حدیبیہ کا حال مذکور ہے۔

رکوع ۲: شروع میں منافقین کے حیلوں بہانوں کا بیان ہے۔ پھر ان لوگوں کو غزوہ خیبر کے لئے ساتھ لیے جانے کی ممانعت ہے جو واقعہ حدیبیہ میں شریک نہیں ہوئے تھے۔آخر میں مستقبل کے معرکوں کی خبر دی گئی ہے۔

رکوع ۳: بیعتِ رضوان کا بیان اور غنائم کی بشارت مذکور ہے، پھر مشرکین پر غلبے کی بشارت اور حدیبیہ کے موقع پر جنگ نہ ہونے کی مصلحت بیان کی گئی۔

رکوع ۴: آپ کا خواب اور صحابہ کرام کے فضائل مذکور ہیں۔

فتح مبین

۱۔۳: اِنَّا فَتَحۡنَا لَكَ فَتۡحًا مُّبِيۡنًا ۙ﴿۱﴾ لِّيَغۡفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ
ذَنۡۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعۡمَتَهٗ عَلَيۡكَ وَيَهۡدِيَكَ صِرَاطًا
مُّسۡتَقِيۡمًا ۙ﴿۲﴾ وَّيَنۡصُرَكَ اللّٰهُ نَصۡرًا عَزِيۡزًا ﴿۳﴾

بیشک ہم نے آپ کو کھلی فتح دی تا کہ اللہ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف کر دے اور آپ پر اپنی نعمت تمام کر دے اور آپ کو سیدھے راستے پر لے چلے۔ اور اللہ آپ کی ایسی مدد کرے جس میں عزت اور غلبہ ہو۔

شانِ نزول: شیخین نے صحیحین میں اور ترمذی و حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا کہ حدیبیہ سے واپسی میں صحابۂ کرامؓ بہت کبیدہ خاطر اور غمگین تھے اس وقت آیت **انا فتحنا لک فتحا مبینا** الخ نازل ہوئی اور آپ نے فرمایا کہ مجھ پر ایک ایسی آیت نازل ہوئی ہے جو مجھے ساری دنیا سے زیادہ محبوب ہے (مظہری: ۹/۴، ابن کثیر ۱۸۳/۴)

تشریح: اس میں کوئی شبہ نہیں کہ صلح حدیبیہ سے مسلمانوں کو رنج تھا کہ مکہ کے قریب آ جانے کے باوجود مشرکین مکہ نے مسلمانوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں داخل ہو کر عمرہ کرنے سے روک دیا اور آئندہ سال پر ٹال دیا۔ اس صلح سے گویا مسلمان دب گئے۔ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تواضع کو اختیار کیا اور جنگ و جدل کو مناسب نہ جانا۔ اس کے صلے میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر فتوحات کے دروازے کھول دیئے اور جلد ہی پہلے خیبر پھر مکہ، طائف اور حنین وغیرہ فتح ہو گئے اور اسلام کو روز بروز غلبہ ہوتا گیا۔ (حقانی ۳۲، ۳۳/ ۴)

اللہ تعالیٰ نے اس سورت کی ابتدا ہی ان الفاظ سے فرمائی کہ بیشک ہم نے آپ کو فتح مبین عطا فرمائی۔ اس بارے میں مختلف اقوال ہیں کہ فتح مبین سے کونسی فتح مراد ہے صحیح قول یہ ہے کہ فتح مبین سے مراد صلح حدیبیہ ہے۔ امام احمد، ابن سعد، ابوداؤد، حاکم، ابن المنذر، ابن مردویہ اور بیہقی نے (دلائل میں) حضرت مجمع بن حارثہ انصاری کی روایت سے بیان کیا۔ حضرت مجمع نے فرمایا کہ ہم حدیبیہ سے کراع الغمیم کی طرف مڑے تو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کراع الغمیم کے پاس پایا۔ (آپ وہاں پہلے پہنچ گئے تھے) لوگ آپ کے پاس جمع ہو گئے۔ آپ نے **انا فتحنا لک**

فتحامبینا پڑھ کر سنائی ۔ ایک صحابی نے عرض کیا! کیا یہ فتح ہے، آپ نے فرمایا قسم ہے اُس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ۔ بلاشبہ یہ فتح مبین ہے ۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اسلام میں کوئی فتح حدیبیہ کی صلح سے بڑھ کر نہیں ہوئی ۔ بغوی نے حضرت براء کی روایت سے بھی یہی بیان کیا ہے ۔ زہری نے کہا کہ صلح حدیبیہ سے بڑی اور کوئی فتح نہیں ہوئی ۔ اسی کی وجہ سے مشرکوں کو مسلمانوں سے ملنے جلنے اور اسلام کو سمجھنے کا موقع ملا ۔ جس کے نتیجے میں بکثرت لوگ اسلام میں داخل ہوئے اور مسلمانوں کی تعداد بہت بڑھ گئی ۔ ضحاک نے کہا کہ بغیر لڑے فتح مبین ہوگئی ۔ یہ صلح فتح ہی کا ایک حصہ تھی ۔ بیضاوی نے لکھا ہے کہ اس صلح کو فتح اس لئے فرمایا کہ یہ صلح اس وقت ہوئی تھی جب آپ مشرکوں پر غالب آچکے تھے ۔ اسی لئے صلح کی درخواست مشرکوں کی طرف سے کی گئی تھی ۔ یہی صلح فتح مکہ کا ذریعہ بنی، اس کے بعد آپ کو باقی عرب کی طرف متوجہ ہونے کی فراغت ملی اور خیبر سمیت بہت سے مقامات فتح کئے ۔

پھر فرمایا کہ آپ کو فتح مبین اس لئے دی گئی تا کہ آپ کو یہ چار کمالات حاصل ہو جائیں ۔

۱۔**غفران ذنوب**: اللہ آپ کی تمام اگلی پچھلی کوتاہیاں معاف فرمادے، واحدی وغیرہ نے مجاہد، سفیان ثوری اور ابن جریر سے نقل کیا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ زمانۂ رسالت سے پہلے اور رسالت کے بعد جو کوتاہیاں ہوئی ہوں وہ سب معاف ہیں ۔ انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں ۔ قرآن کریم میں جہاں کہیں ذنب یا عصیان جیسے الفاظ ان کی طرف منسوب کئے گئے ہیں وہ اُن کے عالی مقام کی مناسبت سے ایسے کاموں کے لئے استعمال کئے گئے جو خلاف اولی تھے ۔ حدیث میں آیا ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد آپ اس قدر عبادت کرتے تھے کہ راتوں کو کھڑے کھڑے پاؤں سوج جاتے تھے ۔ صحابہؓ عرض کرتے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس قدر محنت کیوں کرتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ تو آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرما چکا ہے ۔ آپ جواب میں فرماتے کیا میں اس کا شکر گزار بندہ نہ بنوں ۔

۲۔**اتمام نعمت**: آپ پر اپنے انعامات کی تکمیل کردے ۔ آپ کے دین کو کامل اور تمام ادیان پر غالب کردے ۔

۳۔**صراط مستقیم کی ھدایت**: ہدایت کے معنی منزل مقصود کا راستہ دکھانا یا اُس پر پہنچانا ہے ۔ انسان کی اصل منزل مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا اور قرب کا حصول ہے جس کے بے شمار درجات ہیں ایک درجہ حاصل ہونے کے بعد دوسرے اور تیسرے درجے کی ضرورت باقی رہتی ہے،

جس سے کوئی بڑے سے بڑا ولی بے نیاز ہوسکتا ہے اور نہ کوئی نبی و رسول۔

۴۔ **نصر عزیز**: ایسی کامیابی اور غلبہ جو نہایت مضبوط اور مستحکم ہو اور جو کسی مخالفت اور بغاوت سے متاثر نہ ہوسکے۔ (معارف القرآن: مفتی محمد شفیع، ۲۶، ۶۷/۸، عثمانی: ۲/۵۷۴)

مختصر واقعہ حدیبیہ: حدیبیہ ایک کنویں کا نام ہے۔ اس کنویں سے متصل اور مکہ مکرمہ سے ۹ میل کے فاصلے پر اسی نام (حدیبیہ) سے ایک بستی آباد ہے۔ جس کا اکثر حصہ حرم میں اور باقی حصہ حل میں ہے۔ حدیبیہ روانگی سے پہلے شوال ۶ ھ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں ایک خواب دیکھا کہ آپ صحابہ کرامؓ کے ہمراہ مکہ مکرمہ میں امن کے ساتھ داخل ہوئے۔ کچھ لوگوں نے سر منڈوائے اور کچھ نے سر کے بال کتروائے۔ اسی حالت میں آپ نے کعبے کی کنجی لی اور بیت اللہ میں داخل ہوگئے۔ انبیا علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے اس لئے اس صورت کا واقع ہونا یقینی تھا مگر خواب میں اس کے لئے کوئی مہینہ یا سال متعین نہیں کیا گیا تھا اس لئے ایک احتمال یہ تھا کہ شاید یہ مقصد ابھی حاصل ہوجائے۔ درحقیقت یہ خواب فتح مکہ کے وقت پورا ہونے والا تھا۔

صحابہ کرامؓ آپ کا خواب سن کر مکہ جانے اور بیت اللہ کا طواف کرنے کے لئے بے قرار ہوگئے اور انہوں نے فوراً تیاری شروع کردی۔ آپ نے بھی تیاری شروع کردی اور آس پاس کے قبائل میں بھی اعلان کرادیا۔ پھر یکم ذی قعدہ بروز پیر آپ مدینے سے روانہ ہوگئے۔ آپ کے ہمراہ ۱۴ سو، ۱۵ سو یا ۱۶ سو صحابہ کرامؓ تھے۔ قریش کو جب آپ کے ارادے اور روانگی کی خبر ملی تو وہ سخت پریشان ہوئے کیونکہ ذیقعدہ ان حرمت والے مہینوں میں سے تھا جن میں حج یا عمرے کے لئے جانے والے قافلے کو روکنے کا کسی کو حق نہیں تھا۔ مسلمانوں کا قافلہ بھی ایسے لوگوں پر مشتمل تھا جو احرام باندھے ہوئے اور غیر مسلح تھے اور ان کے ساتھ قربانی کے جانور تھے قریش نے بڑے سوچ و بچار کے بعد اپنی انا کی تسکین کے لئے طے کیا کہ مسلمانوں کو کسی قیمت پر مکے میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔

بسر بن سفیان جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کی خبریں معلوم کرنے کے لئے ذوالحلیفہ سے مکے بھیجا تھا وہ مکے سے واپس آکر غدیر الاشطاط میں آپ سے ملے اور عرض کیا کہ قریش کو آپ کی اطلاع مل گئی ہے۔ وہ عورتوں اور بچوں کے ساتھ مقام ذی طوی میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ سب نے قسمیں کھا کر معاہدہ کرلیا ہے کہ آپ کو کسی قیمت پر بھی مکے میں داخل نہیں ہونے دیں گے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے آخری کنارے پر قیام فرمایا جہاں ایک گڑھے میں تھوڑا

سا پانی تھا جو لوگوں کے استعمال سے جلد ہی ختم ہو گیا۔ لوگوں نے پیاس کی شکایت کی تو آپ نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکال کر فرمایا کہ اس کو گڑھے میں گاڑ دو۔ اسی وقت پانی جوش مارنے لگا اور سب لوگوں نے خوب سیر ہو کر پیا۔

بدیل بن ورقاء خزاعی (فتح مکہ میں مسلمان ہوئے) نے اپنے قبیلے کے چند لوگوں کے ہمراہ آپ سے ملاقات کی اور قریش کے عزائم کے بارے میں بتایا۔ آپ نے جواب میں فرمایا ہم کسی سے لڑنے نہیں آئے بلکہ عمرہ کرنے آئے ہیں پھر بدیل نے قریش کے پاس جا کر ان کو آپ کی گفتگو سے مطلع فرمایا۔ اس کے بعد قریش کی طرف سے عروہ بن مسعود، حلیس اور مکرز نے آ کر آپ سے گفتگو کی۔ پھر آپ نے حضرت عثمانؓ سے فرمایا کہ قریش کے پاس جا کر ان کو دعوتِ اسلام دو اور اطلاع دو کہ ہم ان سے لڑنے نہیں آئے ہم صرف عمرہ کرنے آئے ہیں، مکہ پہنچ کر حضرت عثمانؓ نے قریش کے سرداروں سے ملاقات کر کے ان کو آپ کا پیغام پہنچایا مگر سب نے یہی کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کبھی مکے میں داخل نہیں ہو سکتے۔ پھر قریش نے حضرت عثمانؓ کو طواف کی اجازت دیدی مگر انہوں نے کہا کہ میں اس وقت تک طواف نہیں کروں گا جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کا طواف نہ کر لیں۔ اسی اثنا میں آپ کو خبر ملی کہ حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا جب تک میں ان سے بدلہ نہ لے لوں یہاں سے حرکت نہیں کروں گا۔ پھر آپ نے لوگوں کو بیعت کے لئے طلب فرمایا اور اسی درخت کے نیچے اُن سے بیعت لی جس کے سائے میں آپ بیٹھے ہوئے تھے۔ اسی کو بیعتِ رضوان کہتے ہیں۔ بیعت کے بعد حضرت عثمانؓ بھی صحیح و سالم واپس پہنچ گئے۔ قریش کو جب بیعت کا علم ہوا تو وہ مرعوب اور خوفزدہ ہو گئے اور صلح پر آمادہ ہو گئے۔ چنانچہ انہوں نے سہل بن عمرو کو سفیر بنا کر صلح کی شرائط طے کرنے کے لئے بھیجا۔ یہ شخص نہایت فصیح و بلیغ مقرر تھا اور لوگ اسے خطیبِ قریش کہتے تھے۔

صلح کی شرائط: احادیث میں جو صلح کی شرائط مذکورہ ہیں وہ یہ ہیں:

۱۔ دس سال تک فریقین میں جنگ بند رہے گی اور کوئی کسی سے خیانت نہیں کرے گا۔

۲۔ مسلمان اس سال عمرے کے بغیر واپس چلے جائیں۔ آئندہ سال آ کر عمرہ کریں۔ سوائے تلوار کے کوئی ہتھیار ساتھ نہ لائیں۔ تلوار بھی نیام میں ہو۔ صرف تین دن مکے میں قیام کریں۔

۳۔ قریش کا کوئی آدمی بھاگ کر مدینے جائے تو اس کو واپس کیا جائے گا اگرچہ وہ مسلمان ہو جائے۔

۴۔محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں میں سے جو شخص مکہ میں قریش کے پاس آ جائے اس کو واپس نہیں کیا جائے گا۔

۵۔عرب قبائل جس فریق کے ساتھ چاہیں معاہدے میں شریک ہو جائیں۔

۶۔مکے میں پہلے سے مقیم کسی مسلمان کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں اور اگر مسلمانوں میں سے کوئی شخص مکے میں رہ جانا چاہے تو اس کو روکا نہ جائے۔

صلح کے فوائد:

۱۔مسلمانوں کو باقاعدہ سیاسی قوت تسلیم کر کے دوسرے عرب قبائل کو اختیار دے دیا کہ وہ فریقین میں سے جس کے ساتھ چاہیں حلیفانہ معاہدہ کر لیں۔

۲۔دس سال تک جنگ نہ کرنے کے معاہدے نے مسلمانوں کو امن وسکون فراہم کیا اور عرب قبائل میں تیزی سے اسلام کی اشاعت کا موقع دیا۔ اس کے نتیجے میں صرف دو سال کے عرصے میں مسلمانوں کی تعداد دوگنی سے بھی زیادہ بڑھ گئی۔

۳۔آپ نے اسلامی حکومت کو اچھی طرح مستحکم کیا اسلامی قوانین جاری کر کے مسلم معاشرے کو مکمل تہذیب وتمدن کی شکل دے دی۔

۴۔مسلمانوں کو عمرے کی اجازت دے کر قریش نے جو بزعم خود اسلام کو بے دینی کہتے تھے یہ تسلیم کر لیا کہ اسلام کوئی بے دینی نہیں ہے۔

۵۔صلح کے نتیجے میں مسلمانوں نے شمالی اور وسطی عرب کی قوتوں کو آسانی سے زیر کر لیا جس میں یہود کا گڑھ خیبر اور تبوک کی یہودی بستیاں شامل ہیں۔ان فتوحات سے مشرکین کمزور ہو گئے اور اسلام دن بدن قوی ہوتا چلا گیا۔ (ہادی اعظم: ۳۶۲۔۳۸۳/۱)

نزولِ سکینت

۴۔۷: هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِیَزْدَادُوْٓا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِهِمْ ؕ وَ لِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ۟ۙ لِّیُدْخِلَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَ یُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ ؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِیْمًا ۟ۙ وَّ یُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِیْنَ

وَ الْمُنٰفِقٰتِ وَ الْمُشْرِكِيْنَ وَ الْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ؕ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَ لَعَنَهُمْ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا ۝ وَ لِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝

اسی نے مومنوں کے دلوں میں تسکین نازل فرمائی تا کہ ان کا ایمان اور بڑھ جائے اور آسمانوں اور زمین کے لشکر اللہ ہی کے ہیں اور اللہ بڑا جاننے والا حکمت والا ہے تا کہ اللہ مومن مردوں اور عورتوں کو ایسے باغوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور تا کہ وہ اُن کے گناہ دور کردے اور اللہ کے نزدیک یہ بڑی کامیابی ہے تا کہ منافق مردوں اور عورتوں اور مشرک مردوں اور عورتوں کو جو اللہ کے بارے میں بدگمانیاں رکھتے ہیں، عذاب دے۔ اُن پر براوقت آنے والا ہے اور اُن پر اللہ کا عذاب ہوگا اور اُن پر لعنت ہوگی اور اُن کے لئے دوزخ تیار ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔ آسمانوں اور زمین کے لشکر اللہ ہی کے ہیں اور اللہ زبردست اور حکمت والا ہے۔

سَكِيْنَةً: تسکین، اطمینان۔

دَائِرَةُ: دائرہ، حلقہ، مصیبت۔ دَوْرٌ سے اسم فاعل۔

سَوْءِ: براہونا۔ مصدر ہے۔

مَصِيْرًا: لوٹنے کی جگہ، ٹھکانا۔ صَيْرٌ سے اسم ظرف مکان و مصدر میمی۔

شان نزول: سورت کی ابتدائی تین آیات میں ان خاص انعامات کا ذکر ہے جو کہ فتح مبین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مبذول ہوئے۔ بعض صحابہؓ نے جو حدیبیہ کے سفر میں ساتھ تھے عرض کیا یارسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ انعامات تو آپ کے لئے ہیں اللہ آپ کو مبارک فرمائے۔ ہمارے لئے کیا ہے۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ (معارف القرآن: مفتی محمد شفیع، ۸/۷۰)

تشریح: حدیبیہ کے موقع پر مشرکین کے مقابلے میں مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی اور ان کے پاس سامانِ جنگ بھی نہ ہونے کے برابر تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں میں سکون وطمانیت پیدا فرمادی

تا کہ مومنین کو اپنے ایمان ویقین کے ساتھ نصرت الٰہی کا بھی پختہ یقین ہو جائے ۔ پھر وہ نہایت وقار کے ساتھ پرسکون رہے ۔ ان میں ذرا بھی اضطراب نہ تھا کیونکہ انہیں اللہ کی نصرت پر کامل یقین اور بھروسہ تھا ۔ فتح ونصرت کا تعلق اسباب وکثرت تعداد پر نہیں بلکہ اس کا انحصار محض اُس کے فضل اور مہربانی پر ہے اسی لئے مومن اللہ پر کامل بھروسہ کر کے اُس کے وعدۂ نصرت پر پختہ یقین رکھتا ہے ۔ اور اپنے سے کئی گنا اور ہر طرح کے سامان حرب وضرب سے لیس دشمن پر غلبہ پالیتا ہے ۔ اس کے برعکس کافر کثرت وسامان حرب پر نظر کر کے اللہ تعالیٰ کو بھول جاتا ہے ۔ اس لئے وہ اللہ کی رحمت ومدد سے محروم ہو جاتا ہے ۔ اور انجام کار مسلمانوں کے مقابلے میں مغلوب ہو جاتا ہے ۔

پھر فرمایا کہ اللہ کے لشکر آسمانوں میں بھی ہیں اور زمین میں بھی اگر وہ چاہتا تو ان سرکشوں اور متکبروں کو آسمانی لشکروں یعنی فرشتوں کے ذریعے پامال کر دیتا مگر اس نے زمین کے لشکر سے کام لیا یعنی صحابہ کرامؓ کے دلوں میں قوت واطمینان دے کر ان کو زمین میں خدائی لشکر بنا دیا ۔ ظاہر ہے خدائی لشکر سے کون مقابلہ کر سکتا تھا ۔ وہ علیم وحکیم ہے اس لئے اگر وہ تمہیں صلح اور ترک قتال کا حکم دے تو ضرور اسی میں بہتری اور حکمت ہوگی ۔ سو تمہیں ترک قتال کے حکم پر کسی قسم کا تردد نہیں ہونا چاہئے ۔ ہر قسم کی مدد ونصرت اللہ ہی کی طرف سے حکمت اور مصلحت کے تحت ہوتی ہے اسی لئے اس نے آسمانی لشکروں کو ظاہر نہیں فرمایا بلکہ مخفی رکھا تا کہ منافقین مضطرب ہو جائیں اور کفار دلیر ہو کر آگے بڑھیں اور مومنین اور منافقین میں امتیاز ہو جائے تا کہ اللہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایسی جنتوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور وہ اُن میں ہمیشہ رہیں گے اُن کے جہاد کے بدلے میں اللہ اُن کے گناہوں کو دور کر دے گا ، اللہ کے نزدیک یہی عظیم کامیابی ہے ۔

اس کے بعد مخالفین کے بدانجام کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور منافقہ عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو جو اللہ کے بارے میں برے گمان رکھتے ہیں عذاب دے گا اور اُن پر برا وقت آنے والا ہے ۔ آخرت میں اُن پر اللہ کا غضب ولعنت ہوگی اور اللہ نے ان کے لئے دوزخ تیار کر رکھی ہے جو برا ٹھکانا ہے ۔ آیت میں ظن السوء سے ان منافقوں کا گمان مراد ہے جو عمرے کے لئے مدینے سے چلتے وقت مسلمانوں کے ساتھ نہیں آئے تھے اور بہانے کر کے وہیں ٹھہر گئے تھے ان کا خیال تھا کہ مشرکین کے ساتھ مسلمانوں کی مڈبھیڑ ضرور ہوگی اور مسلمان لڑائی میں تباہ ہو جائیں گے ان میں سے ایک بھی زندہ واپس نہیں آئے گا کیونکہ وطن سے دور ، فوج کم ، دشمن کا دیس ہوگا ایسے میں ان

کے ساتھ ہم اپنے آپ کو ہلاکت میں کیوں ڈالیں مشرکین ومنافقین اس گمان میں نہ رہیں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ سلم کے پاس ظاہری اسباب نہیں اس لئے وہ منکرین پر فتح کیسے پائیں گے۔ آسمانوں اور زمین کے لشکر اللہ ہی کے قبضے میں ہیں وہ جس سے چاہے کام لے وہ رب الافواج ہے اس کا مقابلہ کون کر سکتا ہے۔ سو وہ اپنے پیغمبر اور مومنوں کے دشمنوں کی سازشوں کو جس طرح چاہے گا دفع کر دے گا۔ وہ سب پر غالب ہے اس لئے جو چاہے کرے اس کو کوئی نہیں روک سکتا اسی لئے اس کے عذاب کو کافروں سے کوئی نہیں دفع کر سکتا۔ وہی حکمت والا ہے اس لئے جس طرح چاہتا ہے انتظام وتدبیر کرتا ہے۔ (عثمانی: ۵۷۵/۲،حقانی ۵۳۲ /۴)

آپ کی صفات

۸۔۱۰: إِنَّآ أَرۡسَلۡنَٰكَ شَٰهِدٗا وَمُبَشِّرٗا وَنَذِيرٗا ۝ لِّتُؤۡمِنُواْ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُۚ وَتُسَبِّحُوهُ بُكۡرَةٗ وَأَصِيلًا ۝ إِنَّ ٱلَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ ٱللَّهَ يَدُ ٱللَّهِ فَوۡقَ أَيۡدِيهِمۡۚ فَمَن نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنكُثُ عَلَىٰ نَفۡسِهِۦۖ وَمَنۡ أَوۡفَىٰ بِمَا عَٰهَدَ عَلَيۡهُ ٱللَّهَ فَسَيُؤۡتِيهِ أَجۡرًا عَظِيمٗا ۝

بیشک ہم نے آپ کو گواہی دینے والا خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اُس کی مدد کرو، اُس کی تعظیم کرو اور صبح وشام اس کی تسبیح میں لگے رہو۔ بیشک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ یقیناً اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں پر ہے پھر جو شخص عہد شکنی کرے تو اس کی عہد شکنی کا وبال اُسی پر پڑے گا اور جو شخص اس عہد کو پورا کرے گا جو اُس نے اللہ سے کیا ہے تو بہت جلد اللہ اُس کو اجرِ عظیم دے گا۔

بُکْرَۃً: صبح، دن کا ابتدائی حصہ۔

اَصِیْلاً: شام یعنی عصر ومغرب کا درمیانی وقت۔ جمع اصائل۔

نَکَثَ: اُس نے بیعت کو توڑا، اُس نے عہد شکنی کی۔ نَکْثٌ سے ماضی۔

تشریح: یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تین صفات کا بیان ہے۔

۱۔ **شاھد**: گواہی دینے والا: جب آپ نے امت کو اللہ تعالی کا پیغام پہنچا دیا تو جو لوگ اس پر ایمان لائے، قیامت کے روز آپ اُن پر شہادت دیں گے کہ انہوں نے یقین کیا اور اطاعت کی اور جن لوگوں نے کفر کیا ان پر کفر و انکار کی گواہی دیں گے۔

۲۔ **مبشرا**: بشارت دینے والا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جو لوگ لا الہ الا اللہ پر ایمان لائے اور آپ کے فرماں بردار ہوئے آپ ان کو جنت کی بشارت دینے والے ہیں۔

۳۔ **نذیرا**: کافروں اور فاجروں کو دوزخ کے شدید عذاب سے ڈرانے والے۔

پھر فرمایا کہ یہ سب اس لئے ہے تاکہ لوگ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں اور اللہ کے دین کی اعانت کریں اور اس کی بزرگی و پاکیزگی کو تسلیم کریں اور صبح و شام اللہ کی تسبیح کریں۔ بعض مفسرین کے نزدیک یہاں تسبیح سے مراد نماز پڑھنا ہے کیونکہ تسبیح سے نماز بھی مراد لی جاتی ہے۔ پس اس اللہ کا شکر ہے جس نے ہمارے لئے ایسا رسول بھیجا جو مذکورہ بالا صفات کا حامل ہے۔

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں تو وہ دراصل اللہ تعالی ہی سے بیعت کرتے ہیں کیونکہ رسول اللہ کا نائب ہے اور اللہ کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں پر ہے یعنی اللہ ان کے ساتھ ہے اور ان کے ظاہر و باطن کو جانتا ہے، جیسے دوسری جگہ ارشاد ہے:

مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ

جس نے رسول کی اطاعت کی تو گویا اُس نے اللہ کی اطاعت کی (النساء: ۸۰)

اِنَّ اللّٰہَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَنۡفُسَہُمۡ وَ اَمۡوَالَہُمۡ بِاَنَّ لَہُمُ الۡجَنَّۃَ ؕ یُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ فَیَقۡتُلُوۡنَ وَ یُقۡتَلُوۡنَ ۟ وَعۡدًا عَلَیۡہِ حَقًّا فِی التَّوۡرٰىۃِ وَ الۡاِنۡجِیۡلِ وَ الۡقُرۡاٰنِ ؕ وَ مَنۡ اَوۡفٰی بِعَہۡدِہٖ مِنَ اللّٰہِ فَاسۡتَبۡشِرُوۡا بِبَیۡعِکُمُ الَّذِیۡ بَایَعۡتُمۡ بِہٖ ؕ وَ ذٰلِکَ ہُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ

اللہ نے ایمان والوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لئے اور ان کے بدلے میں ان کو جنت عطا فرما دی۔ وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں، مرتے ہیں، مارتے ہیں۔ اللہ کا یہ سچا وعدہ توریت و انجیل میں بھی موجود ہے اور اس

قرآن میں بھی، سواللہ سے زیادہ سچے وعدے والا کون ہے۔ سو تمہیں اس خرید
وفروخت پر خوش ہو جانا چاہئے اور یہی عظیم کامیابی ہے۔ (سورۃ التوبہ: ۱۱۱)

ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اللہ کی راہ میں تلوار تولی اُس نے اللہ سے بیعت کر لی۔

پھر فرمایا کہ جس نے بیعت کے بعد عہد شکنی کی تو اس کا وبال اسی پر ہوگا۔ وہ اللہ کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا اور جو اپنی بیعت پر قائم رہے گا تو اللہ اس کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔ آیت میں جس بیعت کا ذکر ہے وہ بیعت رضوان ہے جو عمرہ حدیبیہ کے موقع پر ببول کے ایک درخت کے نیچے حدیبیہ کے میدان میں اس وقت ہوئی تھی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پیغام دے کر مکے بھیجا تھا اور قریش نے اُن کو وہیں روک لیا تھا اور بعد ازاں اُن کی شہادت کی خبر مشہور ہوگئی تھی۔ اس سے آپ کو اور مسلمانوں کو سخت صدمہ ہوا اور آپ نے فرمایا کہ اب ہم یہاں سے فیصلہ کئے بغیر نہیں ہٹیں گے۔ اس وقت آپ ببول کے ایک درخت کے سائے میں تشریف فرما تھے کہ آپ نے صحابہ کرامؓ سے جہاد پر بیعت لی، صحابہؓ آتے تھے اور آپ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر یہ کہتے تھے کہ ہم لڑتے لڑتے مر جائیں گے اور ہرگز کسی صورت میں میدان سے منہ نہ موڑیں گے۔ تقریباً چودہ سو صحابہؓ نے بیعت کی۔ بعض روایتوں میں ۱۳سو اور ۱۵سو کی تعداد بھی آئی ہے۔ اسی کو بیعت رضوان کہتے ہیں۔ اس بیعت سے مشرکین کانپ اُٹھے۔ اُن کے پاس جتنے مسلمان تھے انہوں نے سب کو چھوڑ دیا اور صلح کی درخواست کرنے لگے۔

(ابن کثیر: ۴/۱۸۶،۱۸۵، حقانی: ۴/۳۲۴،۳۲۳)

منافقین کے حیلے بہانے

۱۱۔۱۴: سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ شَغَلَتْنَا أَمْوَالُنَا وَأَهْلُونَا
فَاسْتَغْفِرْ لَنَا يَقُولُونَ بِأَلْسِنَتِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ قُلْ فَمَنْ
يَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ
نَفْعًا بَلْ كَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿۱۱﴾ بَلْ ظَنَنْتُمْ أَنْ لَنْ
يَنْقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَىٰ أَهْلِيهِمْ أَبَدًا وَزُيِّنَ ذَٰلِكَ
فِي قُلُوبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُورًا ﴿۱۲﴾ وَ

مَنۡ لَّمۡ یُؤۡمِنۡۢ بِاللّٰہِ وَ رَسُوۡلِہٖ فَاِنَّاۤ اَعۡتَدۡنَا لِلۡکٰفِرِیۡنَ سَعِیۡرًا ۝
وَ لِلّٰہِ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ یَغۡفِرُ لِمَنۡ یَّشَآءُ وَ یُعَذِّبُ
مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ کَانَ اللّٰہُ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا ۝

جو دیہاتی لوگ پیچھے رہ گئے تھے وہ اب آپ سے کہیں گے کہ ہم اپنے مالوں اور اہل و اعیال میں لگے رہ گئے سو آپ ہمارے لئے مغفرت کی دعا کیجئے۔ یہ لوگ اپنی زبانوں سے وہ کہتے ہیں، جو ان کے دلوں میں نہیں ہے آپ کہہ دیجئے کہ اگر وہ تمہیں نقصان پہنچانا چاہے یا تمہیں کوئی نفع دینا چاہے تو وہ کون ہے جو تمہارے لئے اللہ کے سامنے کسی چیز کا کچھ اختیار رکھتا ہو بلکہ اللہ تمہارے سب کاموں سے باخبر ہے، بلکہ تم نے تو یہ خیال کیا تھا کہ رسول اور مومن اپنے گھر والوں میں کبھی لوٹ کر نہیں آئیں گے اور تمہارے دلوں کو یہ بات اچھی معلوم ہوئی اور تم نے برا گمان کر رکھا تھا اور تم تو تھے ہی تباہ ہونے والے۔ جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائے تو ہم نے بھی (ان) کافروں کے لئے دہکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔ اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ ہی کے لئے ہے۔ وہ جس کی چاہے مغفرت فرمادے اور جس کو چاہے سزا دے اور اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

بُوۡرًا: برباد ہونے والے، ہلاک ہونے والے۔ واحد بائر۔

اَعۡتَدۡنَا: ہم نے تیار کیا۔ اِعۡتَادٌ سے ماضی۔

سَعِیۡرًا: دہکتی ہوئی آگ دوزخ۔ سَعۡرٌ سے صفت مشبہ بمعنی مفعول۔

تشریح: مدینے سے عمرے کے لئے روانہ ہوتے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی روانگی کا اعلان فرمادیا تھا اور مسلمانوں کو ساتھ چلنے کی ترغیب دی تھی۔ اس وقت دیہاتی قبائل جن کے دلوں میں ایمان راسخ نہیں ہوا تھا جہاد سے جی چرا کر موت کے خوف سے گھروں میں بیٹھ رہے اور آپس میں کہنے لگے کہ جو قوم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر یعنی مدینے آکر ان کے کتنے ہی ساتھیوں کو قتل کر گئی اگر یہ لوگ اس کے گھر جا کر اس سے لڑیں گے تو اس کی زبردست طاقت انہیں چکنا چور کر دے گی اور مسلمانوں کا یہ گروہ جو اتنی بڑی جماعت سے ٹکر لینے جا رہا ہے تباہ ہو جائے گا۔ اب یہ واپس نہیں

آ سکتے سب وہیں مرکٹ جائیں گے۔ ابن عباس اور مجاہد نے کہا کہ آیت میں اعراب سے قبائل غفار مزینہ، جہنیہ، نخع اور اسلم کے بدوی مراد ہیں۔ جب حدیبیہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ساتھ چلنے کی دعوت دی تو قریش سے لڑائی کا ڈر اُن کے دلوں میں بیٹھ گیا۔ ان کے خیال میں مسلمان کمزور تھے اور تعداد میں بھی کم تھے اس لئے ان کی شکست یقینی تھی اسی لئے انہوں نے جانے سے گریز کیا اور آپ ﷺ کی دعوت کو ٹال دیا۔

پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان صحیح سلامت مدینے واپس آ گئے تو ان لوگوں نے ساتھ نہ جانے کی معذرت پیش کی کہ ہمارے اموال اور اہل عیال کی خبر گیری کرنے والا کوئی نہیں تھا، اس لئے ہم ساتھ نہ جا سکے۔ پس آپ اللہ تعالیٰ سے ہماری کوتاہی کو معاف کر دینے کی دعا کیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعے مدینے پہنچنے سے پہلے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دیا تھا کہ اعراب یہ بات کہیں گے اور اللہ نے آپ کو یہ بھی بتا دیا تھا کہ یہ لوگ جو معذرت کریں گے اور معافی کی درخواست کریں گے وہ محض زبانی بات ہوگی ان کے دلوں میں ایسی کوئی بات نہیں ہوگی۔ آپ ان کو جواب دے دیجئے کہ تمہارا معاملہ اللہ کے سپرد ہے وہ دلوں کے بھید خوب جانتا ہے۔ اگر اللہ تمہارے مال اولاد میں نقصان پہنچانے کا ارادہ کرے تو کیا تم گھر میں رہ کر اسے روک دو گے یا اگر وہ تمہیں کچھ فائدہ پہنچانا چاہے اور تم سفر میں ہو تو کیا کوئی اسے روک سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کی مشیت وارادے کے سامنے کسی کا کچھ بس نہیں چلتا۔ اس کو منظور نہیں تھا کہ تمہیں اس مبارک سفر کے فوائد حاصل ہوں اور نہ اب منظور ہے کہ میں تمہارے لئے استغفار کروں۔

حقیقت یہ ہے کہ تمہارا پیچھے رہ جانا کسی عذر کے باعث نہ تھا بلکہ نافرمانی کے طور پر تھا تمہارا خیال تھا کہ اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اپنے گھروں کو کبھی نہیں لوٹ کر آئیں گے۔ شیطان نے اس خیال کو تمہارے دلوں میں مزین کر دیا تھا۔ تم اللہ اور اس کے رسول کے بارے میں برے گمان رکھتے تھے اور تم تو اپنے برے گمانوں اور بداعتقادیوں کی وجہ سے تھے ہی برباد ہونے والے لوگ۔ جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر خلوص کے ساتھ ایمان نہ لائے تو ایسے منکرین کے لئے ہم نے دہکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔ تمام آسمانوں اور زمین میں اللہ ہی کی حکومت ہے۔ وہی مالک ومتصرف ہے وہ جسے چاہے معاف کر دے اور جسے چاہے عذاب دے۔ وہ قادر مطلق ہے اور بڑا مغفرت کرنے والا مہربان ہے جو اُس کی طرف جھکے اور اس کا دروازہ کھٹکھٹائے تو اس کے لئے وہ اپنا دروازہ کھول دیتا ہے خواہ اس نے کتنے ہی گناہ کئے ہوں۔ وہ نہ صرف توبہ قبول اور گناہ معاف فرما دیتا ہے بلکہ وہ مہربانی

سے پیش آتا ہے۔(مظہری: ۹/۲۰، عثمانی ۵۷۷، ۵۷۸/۲)

خیبر میں ساتھ لے جانے کی ممانعت

۱۵ سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا انطَلَقْتُمْ إِلَىٰ مَغَانِمَ لِتَأْخُذُوهَا ذَرُونَا نَتَّبِعْكُمْ ۖ يُرِيدُونَ أَن يُبَدِّلُوا كَلَامَ اللَّهِ ۚ قُل لَّن تَتَّبِعُونَا كَذَٰلِكُمْ قَالَ اللَّهُ مِن قَبْلُ ۖ فَسَيَقُولُونَ بَلْ تَحْسُدُونَنَا ۚ بَلْ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿١٥﴾

جب تم غنیمتیں لینے چلو گے تو پیچھے رہ جانے والے کہیں گے کہ ہمیں بھی ساتھ چلنے کی اجازت دو۔ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے حکم کو بدل دیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ پہلے ہی فرما چکا ہے کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے۔ سو وہ لوگ کہیں گے کہ تم ہم سے حسد کرتے ہو۔ بلکہ وہ بہت ہی کم سمجھتے ہیں۔

اِنطَلَقْتُمْ: تم چلے۔ انطلاق سے ماضی۔

ذَرُوْنَا: تم ہم کو چھوڑ دو۔ وَذْرٌ سے امر۔

تشریح: حدیبیہ سے واپس آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند ماہ مدینے میں قیام فرمایا۔ پھر محرم یا جمادی الاولیٰ ۷ھ میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ نے خیبر پر چڑھائی کی جہاں غدار یہود آباد تھے۔ غزوۂ احزاب کے موقع پر انہی یہود نے بدعہدی کی اور دیگر کافر قوموں کو جمع کر کے مدینے پر یلغار کر دی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے خیبر روانگی سے پہلے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع فرما دیا تھا کہ جو اعراب حدیبیہ کے سفر میں آپ کے ساتھ نہیں گئے تھے وہ اب ساتھ چلنے کو کہیں گے کیونکہ وہاں خطرہ کم اور غنیمت کی امید زیادہ ہے۔ آپ ان کو بتا دیجئے کہ تمہاری درخواست سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کہہ چکا ہے کہ تم اس سفر میں ہمارے ساتھ ہرگز نہیں جاؤ گے کیونکہ تم جنگ سے جی چرا کر اپنے گھروں میں بیٹھ رہے تھے اس لئے خیبر کی غنیمت میں تمہارا کوئی حصہ نہیں، اللہ تعالیٰ نے خیبر کی غنیمت کا وعدہ اہل حدیبیہ سے کیا ہے، نہ کہ ان لوگوں سے جو عین مصیبت کے وقت گھروں میں دبک گئے تھے۔ اب یہ لوگ چاہتے ہیں کہ معرکۂ خیبر میں شریک ہو کر اللہ کے کلام کو بدل دیں۔

پھر فرمایا کہ حدیبیہ میں شرکت نہ کرنے والے اعراب اب یہ کہیں گے کہ اللہ نے اس بارے میں کچھ بھی نازل نہیں فرمایا بلکہ تم لوگ ہم سے حسد کرتے ہو کہ ہم مال غنیمت میں تمہارے ساتھ شریک

ہو جائیں گے اور چاہتے ہو کہ ہمارا فائدہ نہ ہو اور غنیمت کا حصہ تمہارے سوا کسی اور کو نہ ملے۔ درحقیقت یہ لوگ حق بات تو بہت ہی کم سمجھتے ہیں۔

مستقبل کے معرکوں کی خبر

۱۶۔۱۷ قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ
شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا
حَسَنًا ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا
اَلِيْمًا ﴿١٦﴾ لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّ
لَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ ۗ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ
تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿١٧﴾

آپ پیچھے رہ جانے والے دیہاتیوں سے کہہ دیجئے کہ بہت جلد تم ایک سخت جنگجو قوم کی طرف بلائے جاؤ گے۔ تم ان سے لڑتے رہو یا وہ اطاعت قبول کر لیں۔ سو اگر تم اطاعت کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اچھا بدلہ دے گا اور اگر تم روگردانی کرو گے جیسا کہ تم اس سے پہلے کر چکے ہو تو تمہیں دردناک عذاب دے گا۔ نہ اندھے پر (جنگ میں عدم شرکت کا) کوئی گناہ ہے اور نہ لنگڑے پر اور نہ بیمار پر کوئی گناہ ہے اور جو شخص اللہ اور اُس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرے گا تو اللہ اُس کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ اور جو شخص روگردانی کرے گا تو وہ اس کو دردناک عذاب دے گا۔

باْس : قتال، لڑائی، جنگ۔
اعْرج: لنگڑا۔ عَرَجٌ سے صفت مشبہ۔

تشریح: غزوۂ خیبر کے وقت جتنے متخلفین حدیبیہ تھے، سب کو غزوۂ خیبر میں شرکت سے رد کر دیا گیا تھا حالانکہ ان میں سب منافق نہیں تھے بلکہ ان میں سے بعض مسلمان تھے نیز حدیبیہ کے موقع پر جو لوگ منافق تھے ان میں سے بھی بعض کو سچے ایمان کی توفیق ہو گئی تھی، اس لئے ایسے لوگوں کی دلجوئی اور تسلی کے لئے فرمایا کہ اللہ کے وعدے کے مطابق اگرچہ غزوۂ خیبر اہل حدیبیہ کے لئے

مخصوص کر دیا گیا ہے مگر متخلفین حدیبیہ میں سے جو لوگ مخلص مسلمان ہیں اور دل سے جہاد میں شرکت چاہتے ہیں ان کے لئے دوسرے مواقع آنے والے ہیں۔ قرآن کریم نے ان مواقع کو ایک خاص پیشنگوئی کی صورت میں بیان کیا ہے جس کا ظہور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہونے والا ہے۔

(معارف القرآن: مفتی محمد شفیع، ۸/۷۷)

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ حدیبیہ کے موقع پر پیچھے رہ جانے والوں سے کہہ دیجئے کہ تم خیبر کی لڑائی میں تو نہیں جا سکتے لیکن اس کے بعد بہت سے معرکے پیش آنے والے ہیں۔ بڑی سخت جنگجو قوموں سے مسلمانوں کے مقابلے ہوں گے۔ یہ سلسلہ اُس وقت تک جاری رہے گا جب تک وہ قومیں مسلمان ہو کر یا جزیہ وغیرہ دے کر اسلام کے فرماں بردار نہ ہو جائیں۔ اگر تمہیں واقعی جہاد کا شوق ہے تو اُس وقت دادِ شجاعت دینا۔ اگر اُس وقت تم اللہ کی عبادت کرو گے تو وہ تمہیں بہترین بدلہ دے گا۔ اور اگر اُس وقت بھی تم نے روگردانی کی جیسا کہ حدیبیہ کے موقع پر کر چکے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں دردناک عذاب دے گا۔

جنگجو قوم سے کون سی قوم مراد ہے اس میں کئی اقوال ہیں۔ بعض کے نزدیک ہوازن کا قبیلہ ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے ثقیف کا قبیلہ مراد ہے، بعض کا خیال ہے کہ اس سے مراد اہل فارس یا اہل روم وغیرہ ہیں جن سے خلفائے راشدین کے زمانے میں لڑائیاں ہوئیں اور بعض کے نزدیک کوئی خاص قبیلہ یا گروہ مراد نہیں بلکہ مطلق جنگجو قوم مراد ہے جو ابھی تک مقابلے پر نہیں آئی۔ زہری اور مقاتل کہتے ہیں کہ اس سے بنی حنیفہ مراد ہیں یعنی اہل یمامہ جو مسیلمہ کذاب کے ساتھی تھے، حضرت رافع بن خدیج نے کہا کہ ہم یہ آیت پڑھتے تھے لیکن یہ نہیں جانتے تھے کہ قوم سے کون لوگ مراد ہیں یہاں تک کہ حضرت ابو بکر نے بنی حنیفہ سے لڑنے کے لئے لوگوں کو دعوت دی۔ اس وقت ہم سمجھے کہ قوم سے مراد بنی حنیفہ ہیں۔ اکثر مفسرین کا یہی قول ہے۔ بیضاوی نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے۔

بغوی نے لکھا ہے کہ جب مذکورہ بالا آیت ۱۶ر نازل ہوئی تو معذور لوگوں نے دریافت کیا یارسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے کیا حکم ہے، اس پر یہ آیت ۱۷ر نازل ہوئی کہ جو شخص اندھا یا لنگڑا ہو یا بیمار ہو اس پر جہاد فرض نہیں ہے پہلے دونوں عذر یعنی اندھا یا لنگڑا ہونا، مستقل ہیں اور تیسرا عذر یعنی بیمار ہونا عارضی ہے یعنی بیمار صرف بیماری کے زمانے میں معذور ہے۔ بیماری سے تندرست ہونے کے بعد اس

کا عذر ختم ہو جائے گا اور جو شخص جہاد وغیرہ میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر چلے گا تو اللہ اس کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور جو اللہ کی اطاعت سے روگردانی کرے گا تو اللہ اس کو دردناک عذاب دے گا۔ (روح المعانی ۱۰۲، ۲۶/۱۰۳، مظہری ۹/۲۲)

بیعتِ رضوان

۱۸۔۱۹: لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۱۸﴾ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۹﴾

(اس وقت) یقیناً اللہ مومنوں سے خوش ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے (جہاد کے لئے) آپ سے بیعت کر رہے تھے۔ اور جو کچھ اُن کے دلوں میں تھا وہ اللہ کو خوب معلوم تھا پھر اللہ نے اُن پر تسکین نازل فرمائی اور ان کو فتح قریب بطور انعام عطا فرمائی اور بہت سی غنیمتیں جن کو وہ حاصل کریں گے اور اللہ زبردست اور حکمت والا ہے۔

تَحْتَ: نیچے۔ اسم ظرف مکان ہے۔

شجرت: درخت، پیڑ۔ جمع شجرات۔

اَثَابَھُمْ: اُس نے اُن کو ثواب دیا، اس نے ان کو انعام دیا۔ اِثابۃٌ سے ماضی۔

تشریح: حدیبیہ کے موقع پر مشرکین کے ہاتھوں حضرت عثمانؓ کی شہادت کی افواہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے میدان میں صحابۂ کرامؓ سے آخری دم تک لڑنے کی جو بیعت لی تھی اس آیت میں اسی کا ذکر ہے۔ اس سے پہلے اسی سورت کی آیت دس میں اس کی تفصیل بیان ہو چکی ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیعت کے شرکاء سے اپنی رضا کا اعلان فرمایا ہے، اسی لئے اس کو بیعت رضوان کہتے ہیں۔ صحیحین میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حدیبیہ کے دن ہماری تعداد ۱۴ سو نفر تھی۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا کہ تم لوگ روئے زمین کے تمام انسانوں سے بہتر ہو۔ صحیح مسلم میں ام بشر سے مرفوعاً روایت ہے جن لوگوں نے اس درخت کے نیچے بیعت کی ہے اُن میں سے کوئی جہنم میں نہیں جائے گا۔ گویا بیعت رضوان کے شرکاء کی مثال غزوۂ بدر کے شرکاء کی سی ہے۔ جس طرح

قرآن وحدیث میں اُن کے متعلق رضائے الٰہی اور جنت کی بشارتیں بیان ہوئی ہیں اسی طرح بیعت رضوان کے شرکاء کے لئے بھی رضائے الٰہی اور جنت کی بشارتیں ہیں۔

پھر فرمایا کہ صحابۂ کرامؓ کے دلوں میں صدق اخلاص اور بیعت کے عہد کو پورا کرنے کا جو عزم تھا وہ اللہ کو معلوم تھا پھر اللہ نے اُن کے دلوں میں سکون واطمینان پیدا فرمادیا جس سے ان کو اللہ کا حکم ماننے میں ذرا بھی پس وپیش اور تردد نہیں ہوا اور اس کے ساتھ ہی اللہ نے ان کو ایک فتح (خیبر کی فتح) بھی عنایت فرمادی جس میں بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا اور مسلمانوں کو خوشحالی حاصل ہوئی۔ اللہ بڑا زبردست اور حکمت والا ہے۔

آیت میں جس شجرہ کا ذکر ہے اس سے مراد ببول کا وہ درخت ہے جس کے نیچے آپ نے صحابۂ کرامؓ سے بیعت لی تھی۔ صحیح بخاری میں حضرت عبدالرحمٰن سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حج کیلئے گیا۔ راستے میں میرا گزر ایسے لوگوں پر ہوا جو ایک مقام پر جمع تھے اور نماز پڑھ رہے تھے میں نے ان سے پوچھا کہ یہ کون سی مسجد ہے انہوں نے کہا کہ یہ وہ درخت ہے جس کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعتِ رضوان لی تھی۔ میں اس کے بعد حضرت سعید بن مسیبؒ کے پاس حاضر ہوا اور ان کو واقعے کی خبر دی انہوں نے فرمایا! کہ میرے والد اُن لوگوں میں سے تھے جو اس بیعت رضوان میں شریک تھے۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ جب ہم (بیعت رضوان کے) اگلے سال مکہ مکرمہ حاضر ہوئے تو ہم نے وہ درخت تلاش کیا۔ وہ ہم سب کو بھلا دیا گیا اور ہمیں اس کا پتہ نہ چل سکا۔ پھر سعید بن مسیبؒ نے فرمایا کہ تعجب ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو تو اس درخت کا پتہ نہیں جو خود اس بیعت میں شریک تھے تمہیں وہ معلوم ہو گیا، کیا تم اُن سے زیادہ واقف ہو۔ (روح المعانی: ۲۶،۱۰۸، ابن کثیر: ۱۹۰،۱۹۱/۴)

مغانم کی بشارت

۲۰-۲۱: وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۲۰﴾ وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿۲۱﴾

اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کیا ہے۔ جن کو تم حاصل کرو گے سو یہ

غنیمت تو تمہیں جلد ہی عطا فرمادی اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے تاکہ مومنوں کے لئے یہ ایک نمونہ ہوجائے تاکہ وہ تمہیں سیدھے راستے پر چلائے۔ ایک فتح (فتح مکہ) اور بھی ہے جو تمہارے قابو میں نہیں آئی۔ وہ اللہ کے احاطۂ قدرت میں ہے اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

مَغَانِمَ: غنیمت کے مال۔ واحد مَغْنَمٌ۔

کَفَّ: اُس نے روک دیا، اُس نے باز رکھا۔ کَفٌّ سے ماضی۔

تشریح: خیبر کی فتح اور اُس کے نتیجے میں حاصل ہونے والے مال غنیمت کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے بہت سے مغانم کا وعدہ فرمایا جن کو وہ بعد کے زمانے میں حاصل کریں گے۔ ان مغانم سے قیامت تک حاصل ہونے والی تمام فتوحات اور اُن کے اموال غنیمت مراد ہیں جن پر ابھی ان کو قدرت نہیں۔ ان فتوحات میں چونکہ سب سے پہلے فتح مکہ ہوئی اس لئے بعض حضرات نے اس سے فتح مکہ مراد لی مگر الفاظ عام ہیں اس لئے قیامت تک ہونے والی فتوحات اس میں شامل ہیں اگر چہ خیبر کے مغانم اہل حدیبیہ کے لئے مخصوص تھے مگر اُس کے بعد کی فتوحات کے اموال غنیمت سب کے لئے عام ہیں۔

پھر فرمایا کہ اُس نے لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے تاکہ اہل ایمان کے لئے یہ واقعہ دوسرے وعدوں کے سچا ہونے کا ایک نمونہ بن جائے، یعنی اللہ کے وعدوں کے سچا ہونے پر اُن کا ایمان اور زیادہ پختہ ہوجائے اور تمہیں توکل کے راستے پر ڈال دے تاکہ آئندہ تم ہر کام میں اللہ پر بھروسہ کرنے لگو اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ آیت میں کف ایدالناس میں کف ماضی کا صیغہ ہے اور آئندہ ہونے والی چیزوں کو ماضی کے صیغے سے بیان کرنا قرآن کا محاورہ ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل خیبر کو اپنی قوت دکھانے کا موقع ہی نہیں دیا، بغوی کہتے ہیں کہ قبیلہ غطفان خیبر کے یہود کا حلیف تھا جب اس قبیلے کو خبر ملی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر پر چڑھائی کردی ہے تو وہ پوری حربی تیاری کے ساتھ یہود کی مدد کے لئے نکلے مگر اللہ نے اُن کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور ان کو یہ اندیشہ پیدا ہوگیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم یہود کی مدد کے لئے جائیں۔ اور مسلمانوں کا کوئی لشکر ہماری عدم موجودگی میں ہمارے گھروں پر حملہ کردے اس لئے ان میں سے کوئی بھی یہود کی مدد کو نہ جاسکا۔

(مظہری: ۹/۲۳، معارف القرآن: مفتی محمد شفیع، ۸/۸۲)

مشرکین پر غلبہ

۲۲۔۲۴: وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ
وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۲۲﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۚۖ
وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾ وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ
عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ
عَلَيْهِمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴿۲۴﴾

اگر کافر تم سے لڑتے تو ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگتے پھر نہ ان کو کوئی حمایتی ملتا اور نہ مددگار۔ اللہ کا یہی دستور پہلے سے چلا آ رہا ہے اور آپ اللہ کے دستور میں ہرگز ردوبدل نہ پائیں گے۔ اور اللہ وہی ہے جس نے اُن کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے خاص مکے میں روک دیا بعد اس کے کہ اُس نے تمہیں اُن پر فتح یاب کر دیا تھا اور تم جو کچھ کر رہے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔

تشریح: حدیبیہ کے موقع پر اگر لڑائی کی نوبت آ جاتی تو اس میں مسلمان ہی غالب رہتے اور کفار پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے اور ان کو کوئی مددگار بھی نہ ملتا مگر اللہ کی حکمت کا تقاضا یہ تھا کہ فی الحال فریقین میں صلح ہو اور صلح کی عظیم الشان برکات سے مسلمان مستفید ہوں جب اہلِ حق اور اہلِ باطل میں فیصلہ کن مقابلہ ہو جائے تو آخر کار اہلِ حق ہی غالب ہوتے ہیں اور اہلِ باطل مغلوب و مقہور کئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ہمیشہ سے یہی دستور چلا آ رہا ہے کہ اللہ کے اولیا اور انبیا، اللہ کے دشمنوں پر غالب رہیں گے جیسے ارشاد ہے:

لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ۭ

بلاشبہ میں اور میرے رسول غالب آئیں گے۔ (المجادلۃ:۲۱)

اور ارشاد ہے:

فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۵۶﴾

بے شک اللہ کا گروہ ہی غالب رہے گا۔ (المائدۃ:۵۶)

اُس کا دستور بدلتا نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دین بھی اسی دستور کے تحت غلبہ

پائے گا۔ یہی آسمانی منشا ہے آپ کے بارے میں سابقہ انبیاء فرما گئے ہیں کہ یہ پتھر جس پر گرے گا اس کو چور چور کردے گا اور جو اس پر گرے گا وہ پاش پاش ہو جائے گا۔

مشرکین مکہ نے اپنے کچھ آدمی ٹولیوں کی شکل میں حدیبیہ میں بھیجے تھے تاکہ وہ موقع پا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ شہید کردیں یا مسلمانوں میں سے جو اکا دکا لوگ اُن کے ہاتھ آجائیں اُن کو ستائیں۔ چنانچہ انہوں نے بعض لوگوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ بھی کی، اشتعال انگیز کلمات کہے اور ایک مسلمان کو قتل بھی کیا۔ صحابۂ کرامؓ نے ان میں سے بعض کو زندہ گرفتار کر کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے اُن کو معاف فرما دیا اور کچھ انتقام نہیں لیا۔ آیت وھو الذی کف ایدیھم اسی کے بارے میں نازل ہوئی اور اس میں اسی قسم کے واقعات کی طرف اشارہ ہے۔

(عثمانی: ۲/۵۸۱، حقانی: ۴/۴۵)

حدیبیہ کے موقع پر جنگ نہ ہونے کی مصلحت

۲۵۔۲۶: هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ۚ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَـُٔوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝۲۶

یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تمہیں مسجد حرام میں داخل ہونے سے روکا اور قربانی کے جانور بھی اپنی (ذبح ہونے کی) جگہ پہنچنے سے رکے رہے۔ اگر (اس وقت مکہ میں) بہت سے مومن مرد اور مومن عورتیں جن کو تم نہیں جانتے تھے، نہ ہوتیں اور یہ کہ تم ان کو پیس ڈالو گے پھر اُن کی وجہ سے تمہیں بھی ایسے کام کی بنا پر نقصان پہنچ جاتا جو تم نے بے خبری میں کیا (تو ان کافروں

کا قصہ ہی تمام کر دیا جاتا لیکن ایسا نہیں کیا) تاکہ اللہ جس کو چاہے اپنی رحمت میں داخل کر لے۔ اگر وہ (کلمہ گو) کافروں سے الگ ہو جاتے تو اُن میں سے جو کافر تھے ہم اُن کو دردناک عذاب دیتے۔ جب ان کافروں نے اپنے دلوں میں ضد کو جگہ دی اور ضد بھی جاہلیت کی تو اللہ نے اپنے رسول اور مومنوں پر تسکین نازل فرمائی اور ان مومنوں کو پرہیزگاری کی بات پر قائم رکھا اور وہ اس کے اہل اور مستحق تھے اور اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

مَعْكُوفًا: بند کیا ہوا، روکا ہوا۔ عَكْفٌ سے اسم مفعول۔

تَطَئُوهُمْ: تم اُن کو روندڈالو گے، تم اُن کو پامال کرو گے۔ وَطْأٌ سے مضارع۔

مَعَرَّةٌ: ایذا، ضرر، تکلیف، عیب۔

تَزَيَّلُوا: وہ ٹل گئے، وہ جدا ہو گئے۔ تَزَيُّلٌ سے ماضی۔

تشریح: وہ اہل مکہ ہی ہیں جنہوں نے کفر کیا اور حدیبیہ کے موقع پر تمہیں مسجد حرام جانے اور قربانی کے جانور کو حرم کے اُس حصے تک پہنچنے سے روکا جہاں لے جا کر ذبح کرنے کا عام دستور اور معمول ہے۔ قربانی کے یہ جانور حدیبیہ ہی میں رکے رہے اور مجبوراً وہیں ذبح کئے گئے۔ مکے میں کچھ مرد اور کچھ عورتیں درپردہ ایمان لائے ہوئے تھے اور مسلمان اُن کو پوری طرح جانتے نہ تھے اگر اس موقع پر مشرکین کے ساتھ لڑائی ہو جاتی تو یہ مسلمان بے خبری میں تمہارے ہاتھوں پامال ہو جاتے اور کافروں کو یہ کہنے کا موقع مل جاتا کہ مسلمان، مسلمانوں کو بھی نہیں چھوڑتے اسی لئے فی الحال لڑائی کو موقوف رکھا گیا تھا تاکہ وہ مسلمان محفوظ رہیں اور اس بے مثال صبر و تحمل کی بدولت اللہ تم پر اپنی رحمت نازل فرمائے، اللہ جس پر چاہتا ہے مہربانی فرماتا ہے۔ اگر مکے میں محبوس مسلمان مشرکین سے الگ اور ممتاز ہوتے کہ مسلمان اُن کو پہچان کر جنگ کے مصائب سے محفوظ رکھتے تو ان کفار کے حالات کا تقاضا یہی تھا کہ اُن کو اُسی وقت مسلمانوں کے ہاتھوں سخت سزا دلوا دی جاتی۔

پھر فرمایا گویا کہ وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جب مشرکین مکہ نے اپنے دلوں میں نادانی کی ضد کو بٹھالیا تھا، جاہلیت کی حمیت کو جمالیا تھا کہ اس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عمرہ نہ کرنے دیا جائے۔ صلح نامے پر بسم اللہ نہ لکھی جائے اور محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے صرف محمد بن عبداللہ تحریر کیا جائے وغیرہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سب باتیں قبول فرمالیں اور مسلمانوں نے سخت اضطراب کے باوجود اللہ کے رسول کے ارشاد کے آگے سر تسلیم خم کر دیا۔ پھر اللہ نے مومنوں کو سکون

وطمانیت عطا فرمائی اور انہوں نے اللہ کے حکم کی تعمیل کی اور جنگ پر قدرت رکھنے کے باوجود لڑائی سے باز رہے اور اللہ ہر چیز کو جانتا ہے۔ (عثمانی:۵۸۱، ۲/۵۸۲، مظہری ۳۳، ۳۴)

آپ ﷺ کا خواب

۲۷۔۲۸: لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ
الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ
لَا تَخَافُوْنَ ۭ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا
قَرِيْبًا ۝ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهُ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ
لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝

یقیناً اللہ نے اپنے رسول کو واقعے کے مطابق سچا خواب دکھایا کہ انشاء اللہ تم امن وامان کے ساتھ مسجد حرام میں ضرور داخل ہو گے بعض سر منڈواتے ہوئے اور بعض بال کترواتے ہوئے کسی اندیشے کے بغیر، سو اللہ کو وہ معلوم ہے جو تم نہیں جانتے، پھر اس نے اس (فتح مکہ) سے پہلے ہی ایک نزدیک کی فتح دیدی (یعنی خیبر کی فتح) اس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے تمام دینوں پر غالب کردے اور اللہ حق ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔

مُحَلِّقِیْنَ: بال منڈوانے والے، سر منڈوانے والے۔ تَحْلِیْقٌ سے اسم فاعل۔

مُقَصِّرِیْنَ: بال کتروانے والے، کم کرنے والے۔ تَقْصِیْرٌ سے اسم فاعل۔

شان نزول: حدیبیہ میں جب صلح مکمل ہوگئی اور یہ بات یقینی ہوگئی کہ عمرہ ادا کئے بغیر مدینے واپس جانا ہے تو صحابۂ کرامؓ کے دلوں میں شکوک پیدا ہونے لگے کہ آپ نے مدینے میں جو خواب دیکھا تھا کہ ہم مکے میں امن وامان کے ساتھ داخل ہوئے اور عمرہ کر کے حلق اور قصر کرایا تو (معاذ اللہ) آپ کا خواب سچا نہ تھا ادھر کفار ومنافقین نے مسلمانوں کو طعنہ دیا کہ تمہارے رسول کا خواب صحیح نہیں ہوا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

تشریح: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرے کیلئے مدینے میں خواب دیکھا تھا اس میں سال کا تعین

نہیں تھا مگر صحابۂ کرامؓ نے خیال کیا کہ شاید یہ اسی سال ہو اس لئے انہوں نے آپ کا خواب سن کر عمرے میں رغبت ظاہر کی اور اسی سال سفر کا ارادہ کر لیا۔ آپ نے بھی اپنے اصحابؓ کے اشتیاق کی وجہ سے اُن کی موافقت فرمائی۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی بڑی حکمتیں تھیں جن کا ظہور صلح حدیبیہ کے وقت ہوا۔ جب صلح مکمل ہوگئی تو حدیبیہ سے واپسی کے وقت بعض صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ نے نہیں فرمایا تھا کہ ہم امن وامان سے مکے میں داخل ہوں گے اور عمرہ کریں گے۔ آپ نے فرمایا کیا میں نے یہ بھی کہا تھا کہ اسی سال ایسا ہوگا صحابہؓ نے عرض کیا! نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا بیشک اسی طرح ہو کر رہے گا۔ امن وامان کے ساتھ مکہ پہنچ کر بیت اللہ کا طواف کرو گے اور تم میں سے کوئی سر منڈوا کر اور کوئی بال کترا کر احرام کھولے گا اور وہاں کسی قسم کا کھٹکا نہ ہوگا چنانچہ حدیبیہ سے اگلے سال اسی طرح ہوا، پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اسی کو بیان فرمایا ہے کہ بیشک اللہ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا ہے۔ اللہ کی قدرت میں تو یہ بھی تھا کہ وہ اسی سال تمہیں مسجدِ حرام میں داخل ہونے اور عمرہ کرنے کی سعادت نصیب فرما دیتا مگر ایک سال تک تاخیر کرنے میں بڑی مصلحتیں تھیں جن کو اللہ خوب جانتا ہے اور تم نہیں جانتے تھے انہی مصلحتوں میں سے ایک خیبر کی فتح بھی ہے تاکہ مسلمانوں کی قوت اور سامان میں اضافہ ہو اور وہ فراغت وسکون کے ساتھ عمرہ ادا کریں۔

اللہ ہی نے اپنے رسول برحق کو سچے دین اور ہدایت کے سامان (قرآن) کے ساتھ بھیجا تاکہ اس دین کو تمام دینوں پر غالب کردے۔ اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! اگر حمیت جاہلیت والے (مشرکین مکہ) آپ کے نام کے ساتھ رسول کا لفظ لکھنے سے گریز کرتے ہیں تو آپ اس پر رنجیدہ خاطر نہ ہوں کیونکہ آپ کی رسالت پر اللہ کی گواہی کافی ہے جس نے آپ کی رسالت کو دلائل اور کھلے معجزات سے ثابت کر دکھایا ہے۔ سو آپ کے اللہ کا رسول ہونے میں کسی شک وشبہے کی گنجائش نہیں۔

(عثمانی: ۲/۵۸۳، معارف القرآن: مفتی محمد شفیع، ۸۹-۸/۹۱)

صحابہ کرامؓ کے اوصاف

۲۹: مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ
بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ
رِضْوَانًا ۖ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۚ ذٰلِكَ

مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۖۛ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ ۚ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْئَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۗ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ﴿۲۹﴾

محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ اُن کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت ہیں آپس میں رحم دل، اے مخاطب تو اُنہیں دیکھے گا کہ وہ رکوع کر رہے ہیں سجدہ کر رہے ہیں اللہ کے فضل اور رضامندی کے طلب گار ہیں۔ اُن کی نشانی سجدوں کے اثر سے اُن کے چہروں پر نمایاں ہے۔ ان کے یہ اوصاف توریت اور انجیل میں آئے ہیں، ان کی مثال ایک کھیتی کی مانند ہے کہ اس نے پہلے زمین سے سوئی کی طرح ایک پتی نکالی پھر اسے مضبوط کیا۔ پھر وہ موٹی ہوئی اور اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی اور کسانوں کو خوش کرنے لگی تاکہ ان سے کافروں کا جی جلے۔ اللہ نے اُن لوگوں سے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے، مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے۔

سِيمَاهُمْ : اُن کا حلیہ، ان کا چہرہ، ان کی علامت۔

شَطْئَهُ : اُس کی سوئی، اُس کی کونپل، اس کا پتہ۔ جمع شُطُوءٌ۔

آزَرَ : اُس نے قوی کیا۔ مُوءٌ ازرۃٌ سے ماضی۔

سُوقِهِ : کھیتی کی نالیں، اُس کی جڑیں، اُس کے تنے۔ واحد ساقٌ۔

تشریح: چار جگہ کے سوا اللہ تعالیٰ نے آپ کو پورے قرآن میں القاب واوصاف کے ساتھ مخاطب فرمایا ہے جیسے یایھا النبی. یایھا المزمل. یایھا المدثر وغیرہ۔ جن چار مقامات پر آپ کا نام مبارک مذکور ہے وہ یہ ہیں:

۱۔ ومامحمد الارسول ..... (آل عمران ۱۴۴) ۲۔ ماکان محمد ابا احد من رجالکم (الاحزاب ۴۰) ۳۔ وامنوبمانزل علیٰ محمد ..... (محمد: ۲) ۴۔ محمد رسول اللہ (الفتح: ۲۹) اس کے برعکس دوسرے انبیا کو نام کے ساتھ پکارا گیا ہے جیسے یاابراہیم یاموسیٰ، یاعیسیٰ۔ یایحییٰ وغیرہ۔ حدیبیہ کے صلح نامے میں جب حضرت علیؓ نے محمد رسول اللہ لکھا تو مشرکین مکہ نے اس

کو مٹا کر محمد بن عبداللہ لکھنے پر اصرار کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کو قبول فرمالیا پھر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں آپ کے نام مبارک کے ساتھ رسول اللہ کے الفاظ لا کر اس کو دائمی بنا دیا۔ اب قیامت تک یہ اسی طرح پڑھا اور لکھا جائے گا۔

اس کے بعد صحابۂ کرامؓ کی صفات بیان فرمائی ہیں کہ وہ کفار کے لئے بہت سخت اور آپس میں مہربان ہیں کیونکہ ان کی دوستی اور دشمنی اور محبت یا عداوت سب اپنے نفس کے لئے نہیں بلکہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہوتی ہے۔ یہی وہ چیز ہے جو ایمان کامل کا اعلیٰ مقام ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے اللہ کے لئے محبت کی اور اللہ ہی کے لئے بغض کیا تو اس نے اپنا ایمان مکمل کرلیا۔ (بخاری: ۱/۱۰)

پھر فرمایا کہ وہ لوگ رکوع اور سجود اور نماز میں مشغول رہتے ہیں۔ ان کو دیکھنے والے ان کو اکثر اسی کام میں مشغول پائیں گے۔ سو پہلا وصف کمال ایمان کی علامت تھی تو دوسرا وصف کمال عمل کی علامت ہے کیونکہ اعمال میں سب سے افضل عمل نماز ہے۔ رکوع اور سجود کے آثار ان کے چہرے سے نمایاں ہوتے ہیں۔ اس سے مراد وہ نشان نہیں جو سجدے کی وجہ سے بعض لوگوں کی پیشانی پر پڑ جاتا ہے بلکہ وہ انوار مراد ہیں جو متقی اور عبادت گزار لوگوں کے چہروں پر مشاہدہ کئے جاتے ہیں اس آیت میں اگر لفظ توریت پر وقف کیا جائے تو یہ معنی ہوں گے کہ صحابۂ کرامؓ کے مذکورہ اوصاف کی مثال توریت میں بیان کی گئی ہے اور انجیل میں ان کی ایک اور مثال یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ ایسے ہیں جیسے کوئی کاشت کار زمین میں بیج اُگائے تو پہلے وہ ایک کمزور سی سوئی کی شکل میں نمودار ہوتا ہے، پھر اُس میں شاخیں نکلتی ہیں اور رفتہ رفتہ مضبوط تنا بن جاتا ہے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب شروع میں بہت کم اور کمزور تھے۔ پھر رفتہ رفتہ اُن کی تعداد اور قوت بڑھتی رہی یہاں تک کہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ کے ساتھ حج میں شریک ہونے والوں کی تعداد ڈیڑھ لاکھ کے قریب تھی۔

اگر توریت کی بجائے انجیل پر وقف کیا جائے تو معنی یہ ہوں گے کہ چہروں کے نور کی نشانی توریت میں بھی ہے اور انجیل میں بھی اور کزرع سے علیحدہ مثال ہے، اکثر مفسرین نے پہلے معنی کو ترجیح دی ہے اللہ تعالیٰ نے صحابۂ کرامؓ کو ضعف کے بعد قوت اور قلت کے بعد کثرت اس لئے عطا فرمائی تاکہ ان کو دیکھ کر کافر حسد کی آگ میں جلیں۔ سو جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے تو اللہ نے ان سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔ (معارف القرآن: مفتی محمد شفیع، ۸/۹۵،۹۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الحجرات

وجہ تسمیہ: اس سورت کی چوتھی آیت میں بنوتمیم کے وفد کے بارے میں ہے کہ جو لوگ حجروں کے پیچھے سے آپ کو پکارتے ہیں ان میں سے اکثر بے عقل ہیں اسی مناسبت سے اس کا نام الحجرات مشہور ہو گیا۔

تعارف: اس میں ۲ رکوع، ۱۸ آیات، ۳۴۳ کلمات اور ۱۴۷۶ حروف ہیں۔ یہ سورت بالاجماع مدنیہ ہے، یعنی ہجرت کے بعد مدینے میں نازل ہوئی۔ اس میں آدابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حقوق رسالت کا بیان ہے کہ اُمتی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کیا کیا حقوق عائد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو جو فضائل وکمالات عطا فرمائے تھے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع ہی کے سبب سے تھے۔

مضامین کا خلاصہ

رکوع ۱: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب وحقوق اور جھوٹی خبروں کے تحقیق کرنے کا حکم ہے۔ آخر میں لڑائی کی صورت میں مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرانے کا حکم ہے۔

رکوع ۲: ایک دوسرے کا مذاق اڑانے، بدگمانی اور غیبت کی ممانعت کا بیان ہے۔ پھر فضیلت وبزرگی کا مدار اور ایمان واسلام کا فرق مذکور ہے۔ آخر میں اعراب کی طرف سے اپنے ایمان کا احسان جتانا بیان کیا گیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے آداب وحقوق

۱۔۲: يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿١﴾ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ

بَعۡضِكُمۡ لِبَعۡضٍ اَنۡ تَحۡبَطَ اَعۡمَالُكُمۡ وَاَنۡتُمۡ لَا تَشۡعُرُوۡنَ ۝

اے ایمان والو! تم اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے (کسی معاملے میں) سبقت نہ کیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بیشک اللہ سننے والا (اور) جاننے والا ہے۔ اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند نہ کیا کرو اور نہ ان سے اُونچی آواز میں بات کرو، جس طرح تم ایک دوسرے سے بات کرتے ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

تَجۡهَرُوۡا: تم پکارتے ہو، تم آواز بلند کرتے ہو۔ **جَهۡرٌ** سے مضارع۔

تَحۡبَطَ: وہ مٹ جائے، وہ ضائع ہو جائے، وہ اکارت ہو جائے۔ **حَبۡطٌ** سے مضارع۔

شانِ نزول: ان آیات کے شانِ نزول میں متعدد واقعات منقول ہیں۔ قرطبی کے مطابق حدیث میں ۶ واقعات منقول ہیں۔ قاضی ابوبکر بن عربی کہتے ہیں کہ تمام واقعات صحیح ہیں کیونکہ وہ سب واقعات آیات کے عمومی مفہوم میں داخل ہیں۔ بخاری وغیرہ نے بطریق ابن جریج ابوملیکہ کا بیان نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے فرمایا بنی تمیم کا ایک وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا (یہ بات زیرِ غور تھی کہ اس قبیلے پر کس کو حاکم بنایا جائے) حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا قعقاع ابن معبد کو ان کا امیر بنا دیجئے اور حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ اقرع بن حابس کو سردار مقرر کر دیجئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا آپ تو میرے خلاف ہی چلنا چاہتے ہیں، حضرت عمرؓ نے فرمایا میرا مقصد آپ کی مخالفت کرنا نہیں ہے۔ دونوں کی گفتگو بڑھی یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دونوں کی آوازیں اُونچی ہو گئیں۔ اس پر آیت نمبر: ۱ نازل ہوئی۔

طبرانی نے الاوسط میں حضرت عائشہؓ کی روایت سے بیان کیا کہ کچھ لوگ ماہ رمضان کے شروع ہونے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے رکھنے سے بھی پہلے روزے رکھ لیا کرتے تھے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (مظہری: ۳۹، ۹/۴۰، معارف القرآن: مفتی محمد شفیع، ۹۸۔۸/۱۰۳)

تشریح: اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ جس معاملے میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی طرف سے حکم ملنے کی توقع ہو اُس کا فیصلہ اپنی رائے سے نہ کرو بلکہ اللہ اور اس کے رسول کے حکم کا انتظار کرو۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ ارشاد فرمائیں تو خاموشی سے کان لگا کر سنو اور ان سے

پہلے بولنے کی کوشش نہ کرو اور جو حکم وہ دیں اس پر بلا چوں و چرا عمل کرو۔ ہر معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہو کیونکہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی فرماں برداری اور تعظیم اسی وقت میسر ہوگی جب دل میں اللہ کا خوف ہوگا۔ بیشک اللہ تمہارے سب اقوال کو سننے والا اور تمام افعال کو جاننے والا ہے۔ بعض اہل علم کے نزدیک اصل مقصد اللہ کے رسول کے سامنے پیش دستی کی ممانعت کرنا ہے۔ آیت میں اللہ کا ذکر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے اظہار کے لئے کیا گیا ہے اور اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اللہ کے رسول پر تقدم گویا اللہ پر تقدم ہے کیونکہ اللہ کے نزدیک آپ کا مرتبہ اتنا بلند ہے کہ آپ کی تعظیم اللہ کی تعظیم اور آپ سے بے ادبی اللہ سے بے ادبی ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ

جس نے رسول کی اطاعت کی گویا اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ (النساء: ۸۰)

اور ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ۗ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ

بیشک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں۔ وہ یقیناً اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں پر ہے (الفتح: ۱۰)

پھر فرمایا کہ جب تم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرو تو اپنی آواز کو اُن کی آواز سے بلند نہ کرو اور اُن کو اس طرح مخاطب نہ کرو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کو مخاطب کرتے ہو۔ جیسے ارشاد ہے:

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۭ

تم رسول کے بلانے کو ایسا نہ سمجھو جیسا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔ (النور: ۶۳)

بلکہ آپ سے گفتگو کے وقت ادب احترام اور تعظیم و تکریم کا پورا پورا خیال رکھنا چاہئے کہیں ایسا نہ ہو کہ ذرا سی بے احتیاطی سے تمام اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں پتہ بھی نہیں چلے۔ آپ ﷺ کے انتقال فرمانے کے بعد روضۂ مبارک پر حاضری اور آپ کی احادیث سننے اور پڑھنے کے وقت بھی اسی طرح ادب و احترام ملحوظ رکھنا چاہئے۔

آپ ﷺ کی تعظیم وتکریم کے ثمرات

۳: اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝

بے شک جولوگ رسول اللہ کے سامنے اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کواللہ نے تقویٰ کے لئے آزمالیا ہے۔ اُن کے لئے مغفرت اوراجرِ عظیم ہے۔

یَغُضُّوْنَ: وہ نیچی رکھتے ہیں، وہ بند رکھتے ہیں۔ غضٌّ سے مضارع۔

شانِ نزول: ابن جریر نے محمد بن ثابت بن قیس بن شماس کی روایت سے بیان کیا کہ جب آیت یاایھاالذین امنو لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی نازل ہوئی تو حضرت ثابتؓ راستے ہی میں بیٹھ کررونے لگے۔ حضرت عاصم بن عدیؓ اُدھر سے گزرے اوررونے کا سبب دریافت کیا تو حضرت ثابتؓ نے کہا کہ مجھے خوف ہے کہ یہ آیت میرے ہی بارے میں نازل ہوئی ہے، میری آواز بلند ہے۔ حضرت عاصمؓ یہ سن کر چلے گئے ادھرحضرت ثابتؓ کی ہچکی بندھ گئی اوروہ دھاڑیں مار مارکر رونے لگے اورگھرجاکراپنی بیوی جمیلہ بنت عبداللہ بن ابی بن سلول سے کہا کہ میں اپنے گھوڑے کے باندھنے کی جگہ جارہا ہوں۔ تم اس کا دروازہ باہر سے بندکرکے لوہے کی کیلوں سے جڑ دینا۔ خدا کی قسم میں اس میں سے نہ نکلوں گا یہاں تک کہ یا تو مرجاؤں یا اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو مجھ سے راضی کردے۔ ادھرحضرت عاصمؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضرہوکرحضرت ثابتؓ کی حالت بیان کی تو آپ نے فرمایا کہ تم جاؤ اورثابت کو بلالاؤ۔ حضرت عاصمؓ جب اس جگہ پہنچے تو حضرت ثابتؓ وہاں موجود نہیں تھے۔ پھروہ اُن کے گھر گئے تو اُن کوگھوڑا باندھنے کی جگہ میں بند پایا۔ حضرت عاصمؓ نے اُن سے کہا کہ چلو رسول صلی اللہ علیہ وسلم یاد فرمارہے ہیں۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے تم دروازے کے کیل نکال دو۔ پھروہ آپ کی خدمت میں حاضرہوئے تو آپ ﷺ نے رونے کی وجہ دریافت فرمائی۔ حضرت ثابتؓ نے کہا کہ میری آواز اُونچی ہے مجھے خوف ہے کہ یہ آیت میرے ہی بارے میں نازل ہوئی ہے۔ پھرآپ نے فرمایا کہ کیاتم اس بات سے خوش نہیں کہ تم قابل تعریف زندگی گزاروگے، شہادت کی موت مارے جاؤگے اورجنت میں داخل ہوگے۔ یہ سن کرحضرت ثابتؓ نے

کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اللہ اور آپ کی بشارت پر راضی ہوں۔ اب میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کبھی آواز اُونچی نہیں کروں گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(ابن کثیر: ۲۰۶/۴، مظہری: ۴۱، ۹/۴۲)

تشریح: جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کی وجہ سے آپ کے سامنے اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں کو کمال تقویٰ سے خالص کر دیا۔ ایسے متقی اور پرہیزگاروں کے لئے مغفرت اور ثوابِ عظیم ہے۔ اگر ان لوگوں سے کبھی بے دھیانی میں ایسی حرکت واقع ہوئی جس سے آواز بلند ہوگئی تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرمادے گا اور ان کی حسن نیت پر ان کو ثواب عظیم دے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کی وجہ سے آہستہ آواز سے بات کرنا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے اور ایسے لوگ کمال کے انتہائی درجے پر فائز ہیں اس کے برعکس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اُونچی آواز سے بات کرنا اور شور غل مچانا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت ہی برا ہے۔ بغوی نے حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کی روایت سے بیان کیا کہ اس آیت کے نزول کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت آہستگی سے بات کرتے تھے۔ حضرت ابن زبیرؓ کی روایت میں ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنی پست آواز سے بات کرتے تھے۔ کہ آپ سن بھی نہ پاتے تھے اور (دوبارہ) دریافت فرماتے تھے۔ (مظہری: ۴۲، ۹/۴۳)

آپ ﷺ کا ادب واحترام

۴-۵: إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِن وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۝ وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّىٰ تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

بے شک جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔ اگر یہ لوگ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ خود نکل کر ان کے پاس آجاتے تو یہ ان کے لئے بہتر ہوتا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

شان نزول: احمد، ابن جریر، ابو القاسم البغوی، طبرانی اور ابن مردویہ نے صحیح سند کے ساتھ ابی سلمہ

بن عبدالرحمن کے طریق سے اقرع بن حابس سے بیان کیا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہماری طرف نکل کر آیئے۔ آپ نے اسے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر اس نے کہا سنو اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میری تعریف کرنا بڑائی کا سبب ہے اور میری مذمت کرنا ذلت کا سبب ہے۔ آپ نے فرمایا ایسی ذات محض اللہ تعالیٰ کی ہے اُس پر اللہ تعالیٰ نے آیت ان الذین ینادونک الخ نازل فرمائی۔ (روح المعانی: ۲۶/۱۳۹)

حضرت زید بن ارقمؓ فرماتے ہیں کہ کچھ اعراب جمع ہو کر کہنے لگے کہ ہمیں اس شخص کے پاس لے چلو اگر وہ سچا نبی ہے تو اس سے سعادت حاصل کرنے کے ہم سب سے زیادہ مستحق ہیں اور اگر وہ بادشاہ ہے تو ہم اس کے پیروں تلے پل جائیں گے۔ میں نے آ کر آپ سے یہ واقعہ بیان کیا ۔ پھر وہ لوگ آئے اور حجرے کے پیچھے سے آپ کا نام مبارک لے کر پکارنے لگے۔ اس پر یہ آیت اتری۔ آپ نے میرا کان پکڑ کر فرمایا اللہ نے تیری بات سچی کر دی۔ اللہ نے تیری بات سچی کر دی ۔ (ابن کثیر: ۴/۲۰۸)

تشریح: اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں ان لوگوں کی مذمت فرمائی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے حجروں کے پیچھے جا کر آوازیں دیتے اور پکارتے ہیں۔ ان میں سے اکثر لوگ بے عقل ہیں۔ وہ آپ کی عظمت اور ادب احترام کو نہیں سمجھتے، کیا معلوم اُس وقت آپ پر وحی نازل ہو رہی ہو یا آپ کسی اور اہم کام میں مشغول ہوں، اس لئے اُن کو چاہئے تھا کہ کسی ذریعے سے آپ کو اطلاع کراتے اور آپ کے باہر تشریف لانے تک انتظار کرتے، پھر جب آپ باہر تشریف لا کر اُن کی طرف متوجہ ہوتے تو اُس وقت بات کرتے۔ یہی اُن کے حق میں بہتر ہوتا اور اسی میں دین و دنیا کی بہتری تھی۔ اب ایسے لوگوں کو اپنی تقصیر پر نادم ہو کر توبہ واستغفار کرنی چاہئے کیونکہ اللہ بہت معاف کرنے والا مہربان ہے۔ وہ ناسمجھی اور نادانستگی میں سرزد ہونے والی باتوں کو معاف فرما دیتا ہے۔ (عثمانی ۵۸۶، ۲/۵۸۷)

فاسق کی خبر کی تحقیق

۶۔۸: يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۝ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۭ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ

لَعَنِتُّمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَ زَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَ كَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَ الْفُسُوْقَ وَ الْعِصْيَانَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۙ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ نِعْمَةً ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کر لیا کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم کو نادانی میں ایذا پہنچا دو پھر اپنے کئے پر پچھتانے لگو اور جان لو کہ تم میں اللہ کے رسول موجود ہیں۔ اگر وہ تمہاری اکثر باتیں مان لیا کریں تو تم مشکل میں پڑ جاؤ، لیکن اللہ نے ایمان کو تمہارا محبوب بنا دیا اور اسے تمہارے دلوں میں مزین کر دیا اور کفر و گناہ اور نافرمانی سے تمہیں متنفر کر دیا۔ یہی لوگ راہ راست پر ہیں اللہ کے فضل اور انعام کے باعث اور اللہ بڑے علم والا حکمت والا ہے۔

تَبَيَّنُوْا: تم بیان کرو، تم ظاہر کرو، تم تحقیق کر لو۔ تَبَيُّنٌ سے امر۔

عَنِتُّمْ: تم کو تکلیف پہنچی، تم مشقت میں پڑے۔ عَنَتٌ سے ماضی۔

شان نزول: اکثر مفسرین کے مطابق یہ آیتیں ولید بن عقبہ بن ابی معیط کے بارے میں نازل ہوئیں۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قبیلہ بنی مصطلق سے زکوٰۃ لینے کے لئے بھیجا تھا۔ مسند احمد میں اُمّ المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے والد حضرت حارث بن ضرار خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھے اسلام کی دعوت دی جو میں نے قبول کر لی اور مسلمان ہو گیا۔ پھر آپ نے زکوٰۃ کی فرضیت سنائی۔ میں نے اس کا بھی اقرار کر لیا اور کہا کہ میں اپنی قوم کے پاس واپس جاتا ہوں اور ان میں سے جو ایمان لائیں اور زکوۃ ادا کریں میں اُن کی زکوٰۃ جمع کرتا ہوں آپ میرے پاس فلاں وقت میں کسی کو بھیج دیجئے میں اس کے ہاتھ جمع شدہ مال زکوٰۃ آپ کی خدمت میں بھیج دوں گا۔

حضرت حارثؓ نے واپس جا کر مال زکوٰۃ جمع کر لیا جب مقررہ وقت گزر چکا اور آپ کا کوئی قاصد نہ آیا تو انہوں نے اپنی قوم کے سرداروں کو جمع کر کے ان سے کہا کہ یہ تو ناممکن ہے کہ اللہ کے رسول اپنے وعدے کے مطابق آدمی نہ بھیجیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کسی وجہ سے ہم سے ناراض نہ ہو گئے ہوں اور اس بنا پر آپ نے مالِ زکوٰۃ کے لئے اپنا کوئی قاصد نہ بھیجا

ہو۔ اگر آپ لوگ متفق ہوں تو اس مال کو لے کر ہم خود ہی مدینہ منورہ چلیں اور آپ کی خدمت میں پیش کردیں۔ چنانچہ یہ حضرات اپنا مالِ زکوٰۃ لے کر چل دیئے۔ ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولید بن عقبہ کو اپنا قاصد بنا کر بھیج چکے تھے مگر وہ ڈر کے مارے راستے ہی سے لوٹ آئے اور آ کر کہہ دیا کہ حارث نے زکوٰۃ روک لی ہے اور میرے قتل کے درپے ہوگیا۔ اس پر آپ ناراض ہوئے اور حارث کی تنبیہ کے لئے کچھ آدمی روانہ فرمائے جنہوں نے مدینے کے قریب راستے ہی میں حضرت حارثؓ کو پالیا۔ حضرت حارثؓ نے پوچھا کہ تم کہاں اور کس کے پاس جارہے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم تیری ہی طرف بھیجے گئے ہیں کیونکہ تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد ولید کو زکوٰۃ نہیں دی بلکہ اُس کے قتل کے درپے ہوگئے۔ حضرت حارث نے کہا قسم ہے اُس خدا کی جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا رسول بنا کر بھیجا ہے۔ نہ میں نے اسے دیکھا ہے اور نہ وہ میرے پاس آیا۔ چلو میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہورہا ہوں۔

حضرت حارثؓ جب آپ ﷺ کے پاس پہنچے تو آپ نے اُن سے دریافت فرمایا کہ تو نے زکوٰۃ بھی روک لی اور میرے آدمی کو بھی قتل کرنا چاہا، حضرت حارث نے جواب دیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! قسم ہے اُس خدا کی جس نے آپ کو سچا رسول بنا کر بھیجا، نہ میں نے انہیں دیکھا اور نہ وہ میرے پاس آئے بلکہ میں خود اس ڈر سے حاضر ہوا ہوں کہ کہیں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول مجھ سے ناراض نہ ہوگئے ہوں اور اسی لئے قاصد نہ بھیجا ہو۔ اس پر یہ آیتیں حکیم تک نازل ہوئیں۔

(ابن کثیر: ۲۰۸، ۲۰۹ / ۴)

تشریح: یہاں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو حکم دیا ہے کہ اگر کوئی فاسق آدمی تمہارے پاس کسی معاملے کی کوئی خبر لائے تو پوری تحقیق و تفتیش اور چھان بین کے بغیر اس کی خبر پر اعتماد نہ کرو۔ ممکن ہے اس نے کوئی جھوٹ بات کہہ دی ہو یا بات کہنے اور سمجھنے میں غلطی کی ہو۔ اگر تم نے بلا تحقیق یقین کرلیا اور اس پر کاربند ہوگئے تو اس بات کا امکان ہے کہ جلد بازی اور معاملے کی حقیقت معلوم نہ ہونے کی بنا پر تم کسی قوم کو ایذا اور نقصان پہنچادو اور بعد میں جب حقیقت حال معلوم ہو تو اپنے کئے پر پچھتانا پڑے۔ لہٰذا خبر کی تصدیق اور چھان بین ضروری ہے اور یہ بھی خیال رکھو کہ تمہارے درمیان اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں اس لئے تم ان سے جھوٹ نہ بولو اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعے ان کو واقعے کی صحیح اطلاع دیدے گا جس سے جھوٹ کا پردہ فاش ہوجائے گا۔ سو تم ان کی حد درجہ تعظیم و توقیر کرو۔ اُن کے ساتھ

ادب سے پیش آؤ اور ہر معاملے میں ان کی پوری پوری اطاعت وفرماں برداری کرو اور ایسے معاملات میں اپنی رائے پر اصرار نہ کرو کیونکہ مشورہ طلب امور میں کوئی رائے دے دینا تو درست ہے لیکن یہ کوشش کرنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری رائے کے مطابق ہی عمل کریں درست نہیں۔

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر معاملات میں تمہاری رائے پر عمل کرنے لگیں اور وحی کا انتظار نہ کریں تو تم گناہ اور ہلاکت میں پڑ جاؤ گے، کیونکہ تمہاری بہت سی باتیں خطا سے خالی نہیں ہوتیں اس لئے ان پر چلنے کا انجام برا ہوگا۔ لیکن اللہ نے تمہارے لئے ایمان کو پسندیدہ بنادیا اور تمہارے دلوں میں اُس کی محبت ڈال دی اور کفر و بدکاری اور نافرمانی سے تمہیں نفرت دلا دی۔ اس لئے تم دل سے رسول کی اطاعت کو پسند کرتے ہو۔ اللہ کے فضل اور احسان سے ایسے ہی لوگ راہ راست پر ہیں اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے احوال کو خوب جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

(حقانی: ۳۴۱، ۳۴۲/ ۴، مواہب الرحمٰن: ۱۷۱۔ ۱۷۷/ ۲۶)

مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرانا

۹۔۱۰: وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝

اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرادو۔ پھر اگر ان دونوں میں سے ایک فریق دوسرے پر زیادتی کرے تو تم سب زیادتی کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔ پھر اگر وہ رجوع کرے تو دونوں کے درمیاں عدل کے ساتھ صلح کرادو اور انصاف کا خیال رکھو اور بیشک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ بیشک مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ سو اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرادیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

طائفتٰن: دو گروہ، دو جماعتیں۔ طَوف سے اسم فاعل۔

تفِیۡ ءَ: وہ رجوع کرے۔ وہ لوٹ آئے۔ فَیۡءٌ سے مضارع۔

شان نزول: اس کے شان نزول میں کئی روایتیں ہیں۔ احمد، ابن مردویہ، ابن المنذر، ابن جریر، شیخین اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت انسؓ کی روایت سے بیان کیا کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گدھے پر سوار ہو کر عبداللہ ابن ابی کی طرف تشریف لے گئے۔ عبداللہ نے کہا کہ آپ گدھے کو ادھر ہی رکھیے۔ مجھے آپ کے گدھے کی بدبو سے اذیت ہوتی ہے۔ اس پر ایک انصاری نے کہا واللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گدھا تجھ سے زیادہ خوشبودار ہے۔ یہ سن کر عبداللہ کا ایک طرف دار بھڑک اٹھا۔ دونوں باہم سخت سست کہنے لگے۔ ہر ایک کے ساتھی بھی اپنے آدمی کی طرف داری میں غضب آلود ہو گئے۔ یہاں تک کہ کچھ ہاتھا پائی ہوئی، چھڑیوں اور جوتوں سے لڑائی ہونے لگی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ابن جریر، ابن ابی حاتم نیز بغوی نے سدی کا بیان نقل کیا ہے کہ ایک عمران نامی انصاری تھے۔ اُن کی بیوی اُم زید نے اپنے میکے جانے کا ارادہ کیا تو شوہر نے روک دیا اور اُس کو ایک بالا خانے میں رکھا۔ عورت نے اپنے میکے میں خبر کر دی وہاں سے اُس کے قبیلے والے آ گئے اور اس کو بالا خانے سے اُتار کر لے جانے لگے۔ اس کا شوہر باہر گیا ہوا تھا۔ اُس کے لوگوں نے اپنے کنبے والوں سے مدد طلب کی۔ اُس کے چچا کے بیٹے آ گئے اور عورت کو لے جانے میں مزاحمت کی۔ آخر دونوں فریقوں میں دھکم دھکا ہونے لگی اور جوتوں سے لڑائی شروع ہو گئی۔ ان ہی کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو بھیج کر ان میں صلح کرا دی اور سب اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔ (روح المعانی: ۱۵۰، ۲۶/۱۵۱)

تشریح: اگر مسلمانوں کے دو گروہوں میں لڑائی ہو جائے تو دوسرے مسلمانوں کو چاہئے کہ ان میں صلح کرا دیں اور دونوں گروہوں کو آپس کی عداوت اور بغض چھوڑ دینے کی ہدایت کریں۔ اگر کوئی گروہ اس کے بعد بھی دوسرے پر زیادتی کرے اور وہ اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کا انکار کر دے اور اُس کے پاس ایسی طاقت ہو کہ اُس کو ظلم سے نہ روکا جا سکے تو اس زیادتی کرنے والے سے قتال کرو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔ پھر اگر وہ باغی گروہ لڑائی میں مغلوب ہو کر اللہ کے حکم کو قبول کر لے تو دونوں گروہوں میں عدل کے ساتھ صلح کرا دو اور تمام امور میں انصاف سے کام لو۔ بلاشبہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ تمام اہل ایمان آپس میں بھائی بھائی ہیں

اگر کسی وقت ان میں اختلاف ہو جائے تو ان میں ملاپ کرادیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ اگر تم اللہ سے ڈرتے رہے تو امید ہے کہ اللہ تم پر مہربان ہوگا اس لئے کہ خوف خدا اور تقوی ہی تمام احوال کی اصلاح کا ضامن اور اللہ تعالی کی عنایات اور مہربانیوں کا موجب ہے۔

بغوی وغیرہ نے حضرت سالم کی وساطت سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے اس کی حق تلفی نہ کرے نہ گالی دے۔ جو شخص اپنے بھائی کی حاجت پوری کرنے میں لگا رہتا ہے اللہ اس کی حاجت پوری کرتا رہتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان کی سختی دور کرتا ہے۔ اللہ تعالی اس سے روز قیامت کی سختیوں میں سے کوئی سختی دور کردے گا۔ جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ تعالی قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ (مظہری: ۹/۴۹)

باہم مذاق اُڑانے کی ممانعت

۱۱: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِنْ نِسَاءٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُنَّ خَيْرًا مِنْهُنَّ ۖ وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ ۖ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ ۚ وَمَنْ لَمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿١١﴾

اے ایمان والو! کوئی جماعت دوسری جماعت کا مذاق نہ اڑایا کرے ممکن ہے وہ اس سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اُڑائیں ممکن ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ آپس میں طعنہ دو اور نہ ایک دوسرے کو برے لقب سے پکارو۔ ایمان لانے کے بعد برا نام رکھنا بھی گناہ ہے اور جو توبہ نہ کریں وہی ظالم ہیں۔

تَلْمِزُوْا: تم عیب دو، تم طعنہ دو۔ لَمْزٌ سے مضارع۔

تَنَابَزُوْا: تم برے نام سے پکارو، تم برے لقب سے پکارو۔ تَنَابُزٌ سے مضارع۔

تشریح: قرطبی کہتے ہیں کہ تمسخر اور استہزا یہ ہے کسی کی تحقیر و تذلیل کے لئے اس کے کسی عیب کا اس طرح ذکر کرنا کہ لوگ ہنسنے لگیں۔ جس طرح یہ زبان سے ہوتا ہے اسی طرح ہاتھ پاؤں وغیرہ سے اُس

کی نقل اُتارنے یا اشارہ کرنے سے بھی ہوتا ہے۔ قرآن کریم نے مردوں اور عورتوں کو علیحدہ علیحدہ مخاطب کر کے تمسخر اور استہزا سے منع فرمایا اسی سے اس کی اہمیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ سو ایسا مذاق اور تمسخر جو کسی کی تحقیر اور دل آزادی کے لئے کیا جائے وہ حرام ہے خواہ کوئی مرد کسی مرد کے ساتھ ایسا مذاق کرے یا عورت کسی عورت کے ساتھ یا مرد، عورت کے ساتھ اور عورت، مرد کے ساتھ تحقیر آمیز مذاق کرے۔ البتہ جس مزاح سے دوسرے کی تحقیر اور دل آزاری نہ ہو وہ جائز ہے۔ پس جو شخص کسی کے ساتھ تمسخر کرتا ہے وہ یہ نہیں جانتا کہ اللہ کے نزدیک اس کا کیا درجہ ہے جس کا وہ تمسخر اڑا رہا ہے، بہت ممکن ہے وہ اللہ کے ہاں استہزا کرنے والے سے بہتر اور افضل ہو۔ اسی طرح تمسخر کرنے والی عورتوں کا معاملہ ہے۔ شاید وہ عورت جس کا تمسخر اُڑایا جا رہا ہے اللہ کے نزدیک تمسخر کرنے والی عورت سے بہتر و افضل ہو۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی صورتوں اور اُن کے مال و دولت پر نظر نہیں فرماتا بلکہ وہ اُن کے قلوب اور اعمال کو دیکھتا ہے۔

پھر فرمایا کہ کوئی شخص کسی کو طعنہ نہ دے۔ طعنہ زنی بھی دل دکھانے والی چیز ہے اس سے اتفاق و محبت میں فرق آ جاتا ہے۔ اسی طرح کوئی کسی کو برے لقب سے نہ پکارے، مثلاً اے فاسق، اے منافق، اے کافر نہ کہے یا اگر کوئی یہودی یا عیسائی یا ہندو مسلمان ہو جائے تو اس کو اے یہودی، اے عیسائی اے ہندو کہہ کر پکارنا یا اگر کسی کے کئی نام ہوں تو ان میں سے برے نام سے اس کو پکارنا یا کسی کو لنگڑا، اندھا، کانا، لولا وغیرہ صفاتِ مذمومہ سے یاد کرنا خواہ وہ اوصاف اس میں موجود ہوں، یہ سب ممنوع ہے کیونکہ یہ سب باتیں دل دکھانے والی اور باہمی رنجش و عداوت کو پیدا کرنے والی ہیں۔ پھر مزید تاکید کے لئے فرمایا کہ ایمان لانے کے بعد برے ناموں سے یاد کرنا بری بات ہے۔ اگر کسی نے تمسخر و استہزا یا طنز کیا یا کسی کو برے لقب سے یاد کیا تو اسے چاہئے کہ نادم و شرمندہ ہو کر توبہ کرے۔ اگر ایسے لوگوں نے توبہ نہ کی تو وہی ظالم گنہگار اور دل دکھانے والے ہوں گے۔ (حقانی: ۵۷، ۴/۵۸)

بدگمانی اور غیبت کی ممانعت

۱۲: يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا ٱجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ ٱلظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ
ٱلظَّنِّ إِثْمٌ ۖ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا ۚ
أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ ۚ وَ

اتَّقُوا اللّٰهَ ۗ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۱۲﴾

اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو بیشک بعض بدگمانیاں گناہ ہیں۔
اور جاسوسی نہ کیا کرو اور نہ تم میں سے کوئی کسی کی غیبت کرے۔ کیا تم میں سے
کوئی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا۔ تمہیں اس سے کراہت
آئے گی اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

تشریح: یہاں مومنوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سے فساد اور باہمی عداوت پیدا ہوتی ہے۔ بعض لوگوں کو ہر بات اور ہر ایک کے بارے میں برا خیال ہی پیدا ہوتا ہے۔ جس سے بڑی خرابیاں جنم لیتی ہیں۔ پس کسی معقول وجہ کے بغیر بدگمانی نہیں کرنی چاہئے اس لئے کہ اس سے انسان گنہگار ہوتا ہے۔ بدگمانی کی طرح لوگوں کے عیوب دریافت کرنا ان کی تفتیش کرنا اور ان کی پوشیدہ باتیں معلوم کرنے کے پیچھے پڑے رہنا بھی سب ممنوع ہیں، جب اللہ نے کسی کے عیوب پر پردہ ڈال دیا۔ تو تم بھی اُن کی پردہ کشائی نہ کرو۔ اسی طرح کسی کی عدم موجودگی میں اُس کی برائی یعنی غیبت نہیں کرنی چاہئے۔ غیبت ایسی برائی ہے جیسے کوئی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے جو سخت مکروہ اور قابل نفرت فعل ہے۔ چونکہ غیبت کے وقت وہ شخص موجود نہیں ہوتا جس کی غیبت کی جاتی ہے اس لئے آیت میں اس کو مردہ سے تشبیہ دی گئی، یعنی وہ مردے کی مانند بے خبر ہے، لہٰذا اُس کی برائی کرنا اس کا گوشت کھانا ہے۔ پھر فرمایا کہ جس کام کی برائی کردی گئی ہے اس کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو اور جو کچھ ممنوع فعل سرزد ہو گیا ہو اس پر ندامت و شرمندگی کے ساتھ توبہ کرو۔ بیشک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

مالک، احمد، ابن ماجہ، ابوداؤد، ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (بدگمانی سے پرہیز کرو) بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے، کسی کے عیب کی ٹوہ میں نہ لگو۔ باہم نفرت نہ کرو۔ آپس میں بغض وحسد نہ کرو۔ ایک دوسرے کی طرف سے پشت نہ موڑو (یعنی عداوت اور نفرت کی وجہ سے دوسرے کی طرف سے منہ نہ موڑو) اور سب اللہ کے بندے اور بھائی بھائی ہو جاؤ۔ کوئی شخص اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر اپنا پیغام نکاح نہ دے یہاں تک کہ اس کا نکاح مکمل ہو جائے یا لڑکی والوں کی طرف سے انکار ہو جائے۔

حضرت ابوسعید خدری اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا غیبت زنا سے بھی زیادہ سخت بہت بری ہے صحابہ نے عرض کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! غیبت زنا سے زیادہ سخت کیسے ہو سکتی ہے؟۔ آپ نے فرمایا آدمی زنا کرتا ہے پھر توبہ کر لیتا ہے تو اللہ اس کو معاف فرما دیتا ہے لیکن غیبت کرنے والے کو تو اللہ اس وقت تک معافی نہیں دے گا جب تک وہ شخص معاف نہ کر دے جس کی غیبت کی گئی ہو۔ (مظہری: ۵۴-۵۶ /۹)

فضیلت و بزرگی کا معیار

۱۳ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ﴿۱۳﴾

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہارے مختلف خاندان اور قبیلے بنا دیئے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ بزرگی والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔ بیشک اللہ خوب جاننے والا اور پوری طرح باخبر ہے۔

شانِ نزول: بغوی نے مقاتل کا بیان نقل کیا ہے کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کعبے کی چھت پر چڑھ کر اذان دی عباد بن اسد نے اذان سن کر کہا۔ اللہ کا شکر ہے کہ یہ دن دیکھنے سے پہلے میرا باپ مر گیا۔ حارث بن ہشام نے کہا کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس کالے کوّے کے سوا کوئی اور موذن نہیں ملا، سہیل بن عمرو نے کہا اگر اللہ چاہے گا تو حالت کو بدل دے گا۔ ابو سفیان نے کہا میں اپنی زبان سے کچھ نہیں کہوں گا مجھے ڈر ہے کہ میری زبان سے جو لفظ نکلے گا اس کی اطلاع آسمان کا رب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا دے گا، اس پر جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور ان لوگوں نے جو کچھ کہا اُس کی اطلاع آپ کو دے دی، آپ ﷺ نے ان لوگوں کو طلب فرمایا اور جو کچھ انہوں نے کہا تھا اُس کی باز پرس کری۔ انہوں نے اپنی باتوں کا اقرار کیا اور اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (مظہری: ۵۶ /۹)

تشریح: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس نے تمام لوگوں کو ایک مرد یعنی حضرت آدم علیہ السلام اور ایک عورت حضرت حوا علیہا السلام سے پیدا کیا ہے اس لئے سب کی ذات اور نسب ایک ہے۔ حضرت آدم

علیہ السلام چونکہ مٹی سے پیدا کئے گئے تھے اور تمام جہان کے آدمی انہی کی اولاد ہیں۔ اس لئے اُن کی طرف نسبت کے اعتبار سے سب ہم مرتبہ ہیں اب اگر کسی کو کچھ فضیلت حاصل ہوگی تو وہ اطاعت خداوندی اور اتباع رسول کی وجہ سے ہوگی نہ کہ ذات پات، کنبے، قبیلے، برادریوں، جماعتوں اور علاقوں کی سے وجہ سے، کنبے، قبیلے اور برادریاں وغیرہ تو محض پہچان کے لئے ہیں آپس میں تفاخر کے لئے نہیں۔ اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ بزرگ اور عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار ہے۔ اور جو فاجر فاسق ہے وہ اللہ کی نظر میں ذلیل وخوار ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے فضائل اور باطنی احوال سے خوب باخبر ہے۔

نسب کے اعتبار سے عرب کے چھوٹے بڑے چھ دائرے تھے۔ سب سے بڑے دائرے کو شعب کہتے تھے۔ جو گویا اپنی تمام شاخوں کی جڑ ہوتی تھی۔ اس کے اندر تمام قبائل شامل ہوتے تھے اس سے چھوٹے دائرے کو قبیلہ کہا جاتا تھا۔ قبیلے سے چھوٹے دائرے کو جو قبیلے کے اندر ہوتا تھا۔ عمارہ کہتے تھے عمارہ کے اندر بطون ہوتے تھے اور ہر بطن کے اندر مختلف افخاذ اور فخذ کے اندر متعدد فصائل اور فصیلے کے دائرے میں مختلف عشائر ہوتے تھے۔ عشیرہ سے چھوٹے دائرے کا کوئی نام نہیں تھا۔ گویا عشیرہ سب سے چھوٹے خاندانی حلقے کو کہتے ہیں۔ (مظہری: ۵۶، ۹/۵۷، ابن کثیر: ۲۱۷، ۴/۲۱۸)

ایمان اور اسلام کا فرق

۱۴-۱۵: قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا
وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَ
رَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ
رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ
ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ
اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴿۱۵﴾

یہ دیہاتی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے۔ آپ کہہ دیجئے کہ تم ایمان نہیں لائے البتہ تم یہ کہو کہ ہم مسلمان ہوگئے کیونکہ ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو گے تو اللہ

تمہارے اعمال میں سے کچھ بھی کم نہ کرے گا۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ مومن تو وہ ہیں جو اللہ اور اُس کے رسول پر پختہ ایمان لائیں اور شک میں نہ پڑیں اور اپنے اموال اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہیں۔ یہی لوگ اپنے دعویٰ ایمان میں سچے ہیں۔

یَرْتَابُوْا: وہ شک کرتے ہیں، وہ شبہ کرتے ہیں۔ اِرْتِیَابٌ سے مضارع۔

یَلِتْکُمْ: وہ تم کو کم کردے گا۔ ولت سے مضارع۔

شانِ نزول: بغوی نے لکھا ہے کہ بنی اسد کے کچھ لوگ قحط کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بظاہر مسلمان ہوگئے لیکن باطن میں وہ مومن نہیں تھے۔ ان لوگوں نے مدینے کے راستے (قضائے حاجت کی) گندگیوں سے بھر دیئے اور مدینے میں چیزوں کے نرخ گراں کر دیئے، صبح شام رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے اور کہتے تھے کہ دوسرے عرب آپ کے پاس اونٹنیوں پر سوار ہو کر تنہا آئے اور ہم سارا سامان اور اہل وعیال کو لے کر آئے ہیں فلاں فلاں قبائل نے آپ سے جنگ کی پھر مسلمان ہوئے لیکن ہم آپ سے کبھی نہیں لڑے۔ اس کلام سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے اسلام کا احسان رکھنا چاہتے تھے اور مال صدقات کے طلب گار تھے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (مظہری ۵۸،۵۷/۹)

تشریح: کچھ اعرابی اسلام میں داخل ہوتے ہی اپنے ایمان کا بڑھا چڑھا کر دعویٰ کرنے لگتے تھے حالانکہ حقیقت میں اُن کے دلوں میں ایمان پختہ نہیں ہوا تھا۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسے دعوے سے روکا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ ان سے کہہ دیجئے کہ چونکہ ابھی تمہارے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا اس لئے تم یہ نہ کہو کہ ہم ایمان لائے بلکہ یہ کہو کہ ہم مسلمان ہوگئے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرماں برداری میں آگئے۔

ایمان دل کی ایک خاص کیفیت کا نام ہے جس کو تصدیق قلبی کہتے ہیں اور زبان سے اقرار، ایمان کا ایک زائد رکن ہے جو اسلامی احکام جاری کرنے کے لئے ضروری ہے۔ آیت میں جن اعراب کا ذکر ہے وہ منافق نہ تھے بلکہ وہ مسلمان ہی تھے مگر اب تک ایمان ان کے دلوں میں صحیح طور پر مستحکم نہیں ہوا تھا۔ اس کے باوجود انہوں نے اس بلند مقام تک اپنی رسائی کا دعویٰ کر دیا تھا۔ اس لئے انہیں ادب سکھایا گیا۔ پھر فرمایا کہ اگر تم اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت

وفرماں برداری کرتے رہو گے تو پچھلی کمزوریوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال میں سے کسی عمل کے اجر میں ذرا بھی کمی نہیں کرے گا۔ جو شخص برائی کو ترک کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اُس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے اور اُس کے ساتھ مہربانی کا معاملہ کرتا ہے۔

بیشک کامل ایمان والے صرف وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر خلوص دل سے یقین رکھتے ہیں اور آپ کے لائے ہوئے دین میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں کرتے اور اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں ایسے لوگ اگر اپنے ایمان کا دعویٰ کریں تو وہ اپنے دعوے میں سچے ہیں۔ (ابن کثیر: ۲۱۸،۲۱۹/۴)

اعراب کا احسان جتانا

۱۶۔۱۸: قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۶﴾ يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ۖ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾

آپ کہہ دیجئے کہ کیا تم اللہ کو اپنی دینداری جتاتے ہو حالانکہ اللہ خوب جانتا ہے ان چیزوں کو جو آسمان اور زمین میں ہیں اور اللہ ہر چیز کو جانتا ہے۔ یہ لوگ آپ پر اپنے اسلام لانے کا احسان رکھتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ مجھ پر اپنے اسلام لانے کا احسان نہ رکھو بلکہ اللہ نے تم پر احسان کیا ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کی راہ دکھائی، اگر تم واقعی اپنے دعویٰ ایمان میں سچے ہو۔ بیشک اللہ ہی آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اُسے دیکھ رہا ہے۔

شانِ نزول: مذکورہ بالا آیتیں نازل ہونے کے بعد کچھ بدوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم سچے مومن ہیں لیکن اللہ جانتا تھا کہ وہ ایسے نہیں۔ اس

پر آیت ذیل نازل ہوئی۔ (مظہری: ۹/۵۹)

تشریح: اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان اعراب سے کہہ دیجئے کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کو اپنی دینداری جتاتے ہو حالانکہ وہ تو آسمانوں اور زمین کی ساری چیزوں سے باخبر ہے۔ آسمانوں اور زمین کا کوئی ذرہ بھی اس سے مخفی نہیں۔ وہ تو تمہارے دلوں میں آنے والے خیالات سے بھی واقف ہے بلکہ جو خیالات ابھی تمہارے دلوں میں آئے نہیں اور آئندہ آنے والے ہیں وہ سب اس کو معلوم ہیں۔ اس لئے اس کو تمہارے اظہار ایمان کی ضرورت نہیں۔ تم تو اپنی اندرونی حالت درست کرنے کی فکر کرو۔

جو اعراب آپ پر اسلام لانے کا احسان رکھتے ہیں آپ ان سے کہہ دیجئے کہ تم اپنے اسلام لانے کا احسان مجھ پر نہ رکھو۔ تم جو اسلام قبول کرو گے، میری اتباع اور مدد کرو گے تو اس کا نفع بھی تمہیں ہی ملے گا۔ اگر تم اپنے ایمان کے دعوے میں سچے ہو اور تمہارے قول کے مطابق تمہارا ایمان اخلاص کے ساتھ ہے تو یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان نہیں بلکہ تم پر اللہ کا بڑا انعام و احسان ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کی توفیق دی۔ بیشک اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کی مخفی باتوں کو جانتا ہے اور تمہارے تمام اعمال کو خوب دیکھ رہا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ پر آسمانوں اور زمین کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں اور وہ تمام اعمال و افعال حتیٰ کہ دلوں کے بھید اور راز بھی جانتا ہے تو اس رب العالمین سے کسی کا ایمان و اطاعت اور اس کا اخلاص و نفاق کیسے مخفی رہ سکتا ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ قٓ

وجہ تسمیہ: سورت کی ابتدا حروف تہجی کے اکیسویں حرف ق سے ہوئی ہے جو حروف مقطعات میں سے ہے۔ اسی سے اس کا نام سورۃ ق مشہور ہوگیا۔ اس کو سورۃ الباسقات (بلند و بالا) بھی کہتے ہیں جو اس کی دسویں آیت میں مذکور ہے۔

تعارف: اس میں ۳ رکوع، ۴۵ آیتیں ۳۵۷ کلمات اور ۱۴۹۴ حروف ہیں۔ جمہور مفسرین کے نزدیک یہ سورت مکیہ ہے یعنی ہجرت سے پہلے مکے میں نازل ہوئی۔ ابن عباس اور قتادہ کہتے ہیں کہ پوری سورت مکیہ ہے سوائے آیت ولقد خلقنا السموت والارض کے جو یہود کے بارے میں مدینے میں نازل ہوئی۔ جن سورتوں کو مفصل کی سورتیں کہا جاتا ہے۔ ان میں سب سے پہلی سورت یہی ہے، گو ایک قول یہ بھی ہے کہ مفصل کی سورتیں سورۃ حجرات سے شروع ہوتی ہیں۔ اس سورت کے اکثر مضامین تخلیق کائنات کی ابتدا، بعث بعد الموت، حشر نشر، جنت و جہنم، ثواب و عقاب اور ترغیب و ترہیب پر مشتمل ہیں۔ اس لحاظ سے یہ سورت قرآن کریم کے اہم اور اعظم مضامین کا خلاصہ ہے۔

ابن مردویہ میں ابی العلا رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ ق والقران مجید یکھو کیونکہ یہ عظیم سورتوں میں سے ہے۔ مسلم وغیرہ میں جابر بن سمرہ کی روایت سے آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر فجر کی نماز میں اس کو پڑھتے تھے۔ ابن ماجہ میں قطبہ بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سورت کو نماز فجر کی پہلی رکعت میں پڑھا کرتے تھے۔ احمد، مسلم ابوداؤد، ابن ماجہ، ترمذی اور نسائی میں بھی واقد اللیثی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کی نماز میں ''ق'' اور ''اقترب'' پڑھتے تھے۔

(روح المعانی: ۱۷۰، ۱۷۱/ ۲۶، ابن کثیر: ۲۲۰، ۲۲۱/ ۴، مواہب الرحمٰن: ۲۲۰۔۲۲۳/ ۲۶)

مضامین کا خلاصہ

رکوع ۱: کلامِ خداوندی کی عظمت، پھر زمین اور اُس کی نعمتوں کا بیان ہے۔ آخر میں امم سابقہ کی ہلاکت مذکور ہے۔

رکوع ۲: اللہ تعالیٰ کا انسان کی رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہونا مذکور ہے، پھر مشرکین کا انجام بیان کیا گیا ہے۔

رکوع ۳: جہنم کی وسعت مشرکین مکہ کو تنبیہ اور قیامت کے روز زمین کا پھٹنا بیان کیا گیا ہے۔

حروفِ مقطعات

قٓ: حروف ہجا میں سے اکیسواں حرف ہے۔ حروف ہجا میں سے بعض حروف سورتوں کی ابتدا میں آتے ہیں، جیسے ص، ن، الـم، حـم، وغیرہ ان کو حروفِ مقطعات کہتے ہیں۔ ان کی اصل مراد اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

کلامِ خداوندی کی عظمت

۱۔۵: قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ۝۱ بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَاۗءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ ۝۲ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ ۝۳ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ۝۴ بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاۗءَهُمْ فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ ۝۵

ق۔ قسم ہے بزرگی والے قرآن کی، بلکہ انہیں اس پر تعجب ہے کہ ان کے پاس انہی میں سے ایک ڈرانے والا آیا۔ سو کافر کہنے لگے یہ تو عجیب چیز ہے۔ کیا جب ہم مر گئے اور مٹی ہو گئے (تو دوبارہ زندہ ہوں گے) یہ تو بہت بعید ہے۔ ہم ان (کے اُن اجزا) کو جانتے ہیں جن کو مٹی کم کرتی ہے

اور ہمارے پاس تو وہ کتاب ہے جس میں سب کچھ محفوظ ہے ۔ بلکہ انہوں نے دینِ حق کی تکذیب کی جب کہ وہ ان تک پہنچ گیا سو وہ اُلجھن میں پڑے ہوئے ہیں۔

تُرَابًا : مٹی، خاک۔

مَرِیْجٍ : اُلجھا ہوا کام، اُلجھی ہوئی بات ۔ مَرْجٌ سے مفعول کے معنی میں صفتِ مشبہ۔

تشریح: قسم ہے اس بڑی شان اور عظمت والے قرآن کی جس میں آگے یا پیچھے کہیں سے بھی باطل داخل نہیں ہوسکتا جو حکمتوں اور تعریفوں والے خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے ۔ یہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو تمہیں قیامت سے ڈرا رہے ہیں یقیناً سچے ہیں ۔ چاہئے تو یہ تھا کہ لوگ اس قرآن اور اللہ کے رسول پر ایمان لاتے اور اس کے ذریعے ہدایت اور سعادت حاصل کرتے لیکن افسوس کہ اہل مکہ اس پر ایمان لانے کی بجائے اس پر تعجب کرنے لگے کہ ان کے پاس انہی میں سے ایک خبردار کرنے والا آیا جو اُن کو عذابِ آخرت سے خبردار کرتا ہے ۔ اور کہنے لگے کہ یہ تو بہت ہی عجیب بات ہے کہ ہم مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوں گے ۔ جب ہم مر جائیں گے اور ہمارے جسم ریزہ ریزہ ہوکر مٹی ہو جائیں گے تو کیا پھر بھی ہم دوبارہ زندہ ہوں گے ۔ یہ تو بالکل ناممکن اور عقل و عادت اور امکان سے بہت بعید ہے ۔

ہم اُن کے جسم کے اُن اجزا کو جانتے ہیں جن کو زمین کھا کر کم کرتی ہے ۔ ہمیں خوب معلوم ہے کہ اُن کے جسم کے ذرے کہاں گئے اور کس حالت میں ہیں، کوئی چیز ہمارے علم سے باہر نہیں اور ان تمام ذرات کو جمع کر کے دوبارہ زندہ کرنا ہمارے لئے ذرا دشوار نہیں ۔ ہمارے پاس ایک کتاب ہے جس میں یہ تمام تفصیلات موجود و محفوظ ہیں اور جس میں کسی قسم کا تغیر نہیں ہوسکتا ۔ یہ لوگ اپنے عناد و سرکشی کی بنا پر حق آ جانے کے بعد بھی اس کو جھٹلاتے ہیں اور حیرت و تردد میں پڑے ہوئے ہیں ۔

زمین اور اُس کی نعمتیں

۶ ۔ ۱۱: اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَ زَيَّنّٰهَا وَ مَا لَهَا
مِنْ فُرُوْجٍ ۝ وَ الْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَ اَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَ اَنْۢبَتْنَا
فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ۝ تَبْصِرَةً وَّ ذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ
مُّنِيْبٍ ۝ وَ نَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ

وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ ۝ وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ ۝ رِّزْقًا
لِّلْعِبَادِ ۙ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۭ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ ۝

کیا اُنہوں نے اپنے اوپر آسمان کونہیں دیکھا کہ ہم نے اُسے کیسا بنایا اوراس کو زینت دی ہے اور اس میں شگاف (تک) نہیں۔ ہم نے زمین کو پھیلا دیا ہے اور اس میں پہاڑ ڈال دیئے ہیں اور ہم نے اس میں ہرقسم کی خوش نما چیزیں اُگائیں تاکہ ہر رجوع کرنے والے بندے کے لئے نصیحت اور ہدایت کا ذریعہ ہو۔ اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی برسایا پھر اس سے باغ اُگائے۔ اور کاٹنے کا غلہ اور کھجور کے بلند درخت جن کے خوشے تہ بہ تہ ہیں۔ بندوں کو رزق دینے کے لئے اور اس پانی سے ہم نے مردہ زمین کو زندہ کیا۔ اسی طرح قیامت کے دن قبروں سے نکلنا ہوگا۔

فُرُوْج: شرم گاہیں، شگاف۔ واحد فَرْجٌ۔

رَوَاسِیَ: جمے ہوئے، پہاڑ، بوجھ۔ واحد راسِیَۃٌ۔

بَهِيْج: بارونق، تروتازہ، خوش منظر۔ بَهْجٌ سے صفت مشبہ۔

تَبْصِرَۃٌ: دکھانا، سمجھانا۔ مصدر ہے۔

حَصِيْد: کٹی ہوئی کھیتی، جڑ سے کٹا ہوا۔ حَصَادٌ سے صفتِ مشبہ بمعنی مفعول۔

بٰسِقٰتٍ: بلند وبالا، لمبی لمبی۔ بُسُوْقٌ سے اسمِ فاعل۔

طَلْعٌ: خوشہ، گچھا، کھجور کے درخت کا پہلا پھول۔ واحد طَلْعَۃٌ۔

نَضِيْدٌ: اُوپر تلے، تہ بہ تہ، گوندھے ہوئے۔ نَضَدٌ سے صفتِ مشبہ بمعنی مفعول۔

تشریح: مشرکین مکہ قیامت کے روز مردوں کو زندہ کرکے اٹھائے جانے کو ناممکن خیال کرتے ہیں۔ کیا یہ لوگ اپنے اوپر آسمان اور روشن ستاروں کو نہیں دیکھتے جن سے ہم نے آسمان کو مزین کیا ہوا ہے اور اس کی بناوٹ میں غور نہیں کرتے کہ ہم نے اتنے بڑے آسمان کو کسی ستون کے بغیر اتنی بلندی پر قائم کر رکھا ہے اور ہزاروں لاکھوں سال گزرنے پر بھی نہ اس کے رنگ میں کچھ فرق آیا، نہ اس میں کوئی چھید اور شگاف نظر آیا اور نہ کوئی دراڑ۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۭ مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ
تَفٰوُتٍ ۭ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ۝ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ

كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ ۝٤

اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان اوپر نیچے پیدا کئے ۔ (اے مخاطب) تو خدا کی اس صفت میں کوئی خلل نہ دیکھے گا۔ تو پھر نگاہ ڈال کر دیکھ لے کہیں تجھے کوئی خلل نظر آتا ہے۔ پھر بار بار غور کر کے دیکھ تیری نگاہ نامراد اور عاجز ہو کر تیری طرف لوٹ آئے گی۔ (الملک: ۳،۴)

ہم نے زمین کو پھیلا کر بچھا دیا اور اس میں پہاڑوں کو جما دیا تاکہ وہ ہل نہ سکے کیونکہ وہ ہر طرف سے پانی میں گھری ہوئی ہے۔ ہم نے اس میں ہر قسم کی خوشنما اور فرحت بخش چیزیں، سبزہ اور پھل اُگائے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝٤٩

اور ہم نے ہر چیز کو جوڑا جوڑا پیدا کیا تاکہ تم نصیحت وعبرت حاصل کرو۔
(الذٰریٰت: ۴۹)

آسمان و زمین اور اس کی قدرت کاملہ کے دوسرے نشانات ہراس شخص کے لئے دانائی اور رہنمائی کا ذریعہ ہیں جو اللہ کی طرف رجوع کرے اور ان عجائباتِ قدرت کو دیکھ کر ان کے خالق و مالک کو پہچانے، ہم ہی آسمان سے برکت والا پانی برساتے ہیں، جس سے باغات، سبزہ، اناج کے دانے جن کے کھیتوں کو کاٹا جاتا ہے، اور لمبے لمبے کھجور کے درخت جن کے خوشے خوب گوندھے ہوئے اور پھل سے لدے ہوئے ہوتے ہیں۔ یہ مخلوق کی روزیاں ہیں۔ اسی پانی سے ہم مردہ زمین کو زندہ کرتے ہیں کہ وہ تروتازہ ہو کر لہلہانے لگتی ہے اور چٹیل سوکھے میدان سرسبز ہو جاتے ہیں۔ میدان حشر میں بھی تمام انسان اسی طرح زندہ ہو کر نکل کھڑے ہوں گے۔ یہ موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کی مثال ہے۔ (ابن کثیر: ۲۲۲،۲۲۳/۴)

اُممِ سابقہ کی ہلاکت

۱۲۔۱۵: كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّاَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُوْدُ ۝ وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ
وَاِخْوَانُ لُوْطٍ ۝ وَّاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ۭ كُلٌّ كَذَّبَ
الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ ۝ اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ۭ بَلْ هُمْ فِيْ

لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ⑮

ان سے پہلے قوم نوح اور کنویں والوں اور قوم ثمود نے جھٹلایا، اور قوم عاد اور فرعون اور لوط کے بھائیوں نے اور بن کے رہنے والوں اور تبع کی قوم، سب نے رسولوں کو جھٹلایا۔ سو میرا وعدۂ عذاب پورا ہو کر رہا۔ کیا ہم پہلی بار پیدا کر کے تھک گئے بلکہ یہ لوگ از سرِنو پیدا ہونے کے بارے میں شک میں پڑے ہوئے ہیں۔

عَيِيْنَا: ہم تھک گئے، ہم عاجز ہو گئے۔ عیٌّ سے ماضی۔

لَبْسٍ: شک، شبہ، دھوکہ دینا۔ مصدر ہے۔

تشریح: ان مشرکین مکہ سے پہلے قوم نوح، اصحٰب الرس، قوم ثمود، عاد وفرعون، لوطؑ کے بھائی اصحٰب الایکہ اور قوم تبع سب پیغمبروں کی تکذیب کر چکے ہیں۔ تکذیب انبیا پر ان کو جس عبرت ناک انجام اور عذاب سے ڈرایا گیا تھا وہ ان پر آ کر رہا۔ کسی کو طوفان سے ہلاک کیا گیا، کوئی آندھیوں سے ہلاک ہوا، کسی کو زلزلے نے تباہ کیا، کسی کو زمین میں دھنسا کر نیست و نابود کیا گیا اور کسی کو آسمان سے پتھروں کی بارش نے تباہ کیا۔ یہ سب عبرت ناک واقعات ہیں جو اللہ کے رسولوں کی تکذیب کرنے والوں کو پیش آئے۔ تاریخ عالم اس کی گواہ ہے سو مشرکین مکہ کو ڈرنا چاہئے کہ کہیں ان کو بھی اسی طرح کا کوئی عذاب ہلاک و برباد نہ کر دے۔ پھر فرمایا کہ جب یہ کچھ نہ تھے تو ان کا پیدا کرنا ہم پر ذرا بھی بھاری نہ پڑا تو اب یہ دوبارہ پیدا کرنے کا انکار کیوں کرتے ہیں۔ حالانکہ پہلی دفعہ کرنے کے مقابلے میں دوبارہ کرنا تو بہت آسان ہوتا ہے۔

مذکورہ قوموں کا مختصر حال درج ذیل ہے:

۱۔ **قوم نوح:** حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو نو سو پچاس برس تک اللہ کے عذاب سے ڈرایا مگر وہ حضرت نوح علیہ السلام کو جھٹلاتے ہی رہے۔ آخر طوفان نے ان کو آ پکڑا اور سوائے اُن لوگوں کے جو حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لے آئے تھے، سب غرق ہو گئے۔

۲۔ **اصحٰب الرس:** رس اُس کنوئیں کو کہتے ہیں جس کی منڈیر پتھروں سے بنائی گئی ہو۔ یہاں وہ کنواں مراد ہے جو نسلِ ثمود کے بقیہ لوگوں نے بنایا تھا۔ صاحبِ قاموس کے مطابق اس سے نسلِ ثمود کے

بقیہ لوگ مراد ہیں۔ بغوی نے ضحاک کا قول بیان کیا ہے کہ حضرموت کے ایک شہر حاضورا میں ایک کنواں تھا۔ حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لانے والوں کی تعداد چار ہزار تھی جو حضرت صالح علیہ السلام کے ساتھ مقام حضرموت آ کر آباد ہو گئے تھے یہیں حضرت صالح علیہ السلام کی موت واقع ہوئی، اسی لئے اس مقام کا نام حضرموت ہو گیا یعنی حضرت صالحؑ کی موت اس جگہ حاضر ہو گئی۔ یہ لوگ ایک طویل مدت تک یہاں رہے اور رفتہ رفتہ بتوں کو پوجنے لگے۔ اللہ نے ان کی ہدایت کیلئے ایک پیغمبر کو مبعوث فرمایا مگر ان کی سرکشی بڑھتی گئی آخر اللہ نے ان سب کو اور ان کے کنوئیں کو زمین میں دھنسا دیا۔

۳۔ **قوم ثمود**: قوم ثمود نے بھی اپنے پیغمبر حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلایا تھا۔ ان ظالموں کی نافرمانی کے نتیجے میں ایک شدید چیخ کے عذاب نے ان کو آ پکڑا اور سب کے سب اپنے گھروں میں زمین سے چمٹے ہوئے مر گئے۔ ان کا ذکر قرآن مجید میں متعدد جگہ آیا ہے۔

۴۔ **قوم عاد**: یہ لوگ خوب لمبے تڑنگے تھے اور اپنے ڈیل ڈول اور قوت و شجاعت میں ضرب المثل تھے۔ حضرت ہود علیہ السلام کو ان کی طرف بھیجا گیا تھا۔ انہوں نے حضرت ہودؑ کو ستایا، ان کی تکذیب کی آخر ہوا کے طوفان کے عذاب نے آ لیا جو سات رات اور آٹھ دن تک ان پر مسلط رہا اور ان کو بیخ و بن سے اُکھاڑ پھینکا۔ مرنے کے بعد یہ لوگ زمین پر ایسے پڑے ہوئے تھے جیسے کھجور کے درخت کے کھوکھلے تنے۔

۵۔ **قوم فرعون**: مصر کے مشہور بادشاہ کا لقب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو فرعون اور اس کی قوم عمالقہ کی طرف بھیجا تھا، مگر انہوں نے حضرت موسیٰ کی تکذیب کی اللہ تعالیٰ نے ان پر متعدد عذاب بھیجے۔ مثلاً پانی کے طوفان کا عذاب، ٹڈی دل کا عذاب، جوؤں کا عذاب، مینڈکوں کا عذاب، خون کا عذاب۔ جب وہ اپنی سرکشی سے کسی طرح باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو بحر قلزم (احمر) میں غرق کر دیا۔

۶۔ **اخوان لوط**: حضرت لوط علیہ السلام کی امت مراد ہے۔ جن کا قصہ کئی جگہ گزر چکا ہے۔ انہوں نے بھی اپنے پیغمبروں کو جھٹلایا اور انجام کار عذاب الٰہی میں ہلاک ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر آسمان سے کنکریلے پتھر برسائے جو ہر ایک کے لئے الگ الگ نشان زدہ تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے اہل و عیال کے سوا سب ہلاک ہو گئے۔ ہلاک ہونے والوں میں حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی بھی تھی۔ جب حضرت لوط علیہ السلام اور اُن کے اہل و عیال بستی سے نکلے تو ان کی بیوی پیچھے رہ گئی تھی، وہ کافروں میں سے تھی اس لئے ہلاک کر دی گئی۔

۷۔ **اصحٰب الایکہ** : ایک گھنے جنگل کو کہتے ہیں۔ یہ لوگ ایسے ہی مقام پر آباد تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کو ان کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا تھا۔ انہوں نے بھی اپنے پیغمبر کی تکذیب کی آخر ایک (آتشیں) سائے کے عذاب نے ان کو آ پکڑا۔ سخت گرمی کی وجہ سے سب لوگ تہ خانوں میں جا گھسے وہاں بھی گرمی محسوس ہوئی تو باہر نکلے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن پر ایک آتشیں بادل کے ٹکڑے سے سایہ کر دیا۔ جب سب لوگ اس بادل کے نیچے جمع ہو گئے تو بادل سے ایک آگ برسی اور سب جل کر ہلاک ہو گئے۔

۸۔ **قوم تبع** : تبع یمن کے بادشاہ کا لقب ہے یہ شخص حمیر کا بادشاہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے تبع کی مذمت نہیں فرمائی بلکہ اس کی قوم کافر و فاجر تھی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں کہ تبع کو برا مت کہو وہ اسلام لے آیا تھا۔

پس خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے آسمان کو بغیر کسی شگاف اور رخنے کے بنایا۔ زمین کو پھیلایا، پہاڑوں کو جمایا آسمان سے پانی برسایا، پانی سے کھیتوں کو اُگایا۔ اور تم سب دیکھتے اور اعتراف کرتے ہو کہ ہم ان سب چیزوں کو پہلی مرتبہ پیدا کرنے سے عاجز نہیں ہوئے تو ان کی دوبارہ تخلیق سے کیسے عاجز ہو سکتے ہیں۔ تخلیق اول، تخلیق دوم سے آسان نہیں تھی۔ پھر کیا وجہ ہے کہ تخلیق اول کا اعتراف کرنے والے تخلیق ثانی کا انکار کرتے ہیں۔

(مظہری: ۶۳ ۔ ۶۷ / ۹، معارف القرآن: مفتی محمد شفیع، ۱۳۵، ۱۳۶ / ۸)

رگِ جان سے قریب

۱۶ ۔ ۲۲: وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚ وَنَحْنُ
اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ۝ اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ
وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ۝ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ
عَتِيْدٌ ۝ وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۗ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ
تَحِيْدُ ۝ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ ۗ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ۝ وَجَآءَتْ
كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّ شَهِيْدٌ ۝ لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا
فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ۝

اور ہم ہی نے انسان کو پیدا کیا ہے اور ہم ان خیالات کو جانتے ہیں جو اُس کے دل میں گزرتے ہیں اور ہم اُس کی رگِ جان سے بھی زیادہ اُس کے قریب ہیں۔ جب دو لینے والے (فرشتے) لے لیتے ہیں۔ ایک دائیں طرف اور دوسرا بائیں طرف بیٹھا ہوا ہے۔ انسان منہ سے کوئی لفظ نکالنے نہیں پاتا مگر ایک نگہبان اُس کے پاس لکھنے کے لئے تیار رہتا ہے اور موت کی سختی (قریب) آ پہنچی۔ یہ وہ ہے جس سے تو کتراتا تھا۔ اور صور پھونک دیا جائے گا۔ یہی عذاب کے وعدے کا دن ہے۔ ہر شخص (میدانِ قیامت میں) اس طرح آئے گا کہ اُس کے ساتھ ایک اس کو ہمراہ لانے والا ہوگا اور ایک اُن کے (اعمال) کی گواہی دینے والا، یقیناً تو اس دن سے غافل رہا سو ہم نے تجھ پر سے غفلت کا پردہ ہٹا دیا اور آج تیری نگاہ بہت تیز ہے۔

حَبْلِ: رسی، سلسلہ، عہد۔ جمع حِبَالٌ۔

وَرِيْد: گردن کی رگ، شہ رگ۔ جمع اَوْرِدَةٌ۔

يَتَلَقّٰى: وہ لیتے ہیں، وہ اخذ کرتے ہیں۔ تَلَقِّیٌّ سے مضارع۔

لَدَيْهِ: اُس کے پاس۔

رَقِيْبٌ: منتظر، نگہبان۔ رُقُوْبٌ سے صفت مشبہ۔

عَتِيْدٌ: موجود، حاضر، تیار۔ عَتَادٌ سے صفت مشبہ۔

سَكْرَةُ: بیہوشی، ضلالت، گمراہی۔ جمع سَكَرَاتٌ۔

تَحِيْدُ: تو مڑتا ہے، تو کنارہ کرتا ہے، تو کتراتا ہے۔ حَيْدٌ سے مضارع۔

سَائِقٌ: ہمراہ لانے والا، ہانکنے والا، یہاں وہ فرشتہ مراد ہے جو حشر میں کھینچ کر لائے گا۔ سُوْقٌ سے اسمِ فاعل۔

غِطَاءَكَ: تیرا (غفلت کا) پردہ، تیری جہالت۔ جمع اَغْطِيَةٌ۔

حَدِيْدٌ: لوہا، تیز چیز۔ دوسرے معنی میں حِدَّةٌ (تیزی) سے صفت مشبہ۔

تشریح: یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انسان نہ تو اپنے آپ پیدا ہوا ہے اور نہ کسی اور نے اُس کو پیدا کیا بلکہ ہم ہی نے اُس کو پیدا کیا ہے اور ہمارا علم تمام چیزوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ یہاں تک کہ

انسان کے دل میں جو برے خیالات وخطرات پیدا ہوتے ہیں ہم انہیں بھی جانتے ہیں ہم اس کی رگ جان سے بھی زیادہ اُس کے قریب ہیں اس لئے انسان کو اتنا زیادہ جانتے ہیں کہ وہ خود بھی اپنے آپ کو اتنا نہیں جانتا۔ بعض علماء کے نزدیک یہاں قرب سے علمی قرب مراد ہے کیونکہ ذات باری تعالیٰ تو ہر مکان سے بالا اور منزہ ہے۔ وہ نہ جسم ہے نہ جسمانی، وہ ہر قرب وبعد مکانی سے پاک ہے، ہر انسان پر دو فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کے حکم سے اس کی تاک میں لگے رہتے ہیں۔ ان میں سے ایک اُس کے دائیں طرف بیٹھا رہتا ہے اور دوسرا بائیں طرف اور اُس کے ہر قول وفعل کو حفاظت کے ساتھ لکھتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو فرشتوں کے لکھنے اور محفوظ رکھنے کی ضرورت نہیں وہ تو ان چیزوں کو بھی جانتا ہے جو فرشتوں سے پوشیدہ ہیں لیکن حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ قیامت کے دن انسان کے اقوال وافعال پر فرشتوں کی شہادت پیش کر کے حجت قائم کر دی جائے۔

پھر فرمایا کہ موت برحق ہے اس میں کسی کو بھی کلام وشبہ نہیں، اُس کی بیہوشی اور سختی جو آدمی پر چھا جاتی ہے اس کی عقل کو زائل کر دیتی ہے وہ یقیناً آئے گی۔ اس وقت اس کا وہ شک وشبہ دور ہو جائے گا جس میں وہ دنیا میں مبتلا تھا۔ اور اس سے کہا جائے گا کہ یہی ہے وہ جس سے تو نفرت کرتا اور بھاگتا تھا۔ اب تو اس سے کسی طرح نجات نہیں پا سکتا۔ نہ تو اُس سے بچ سکتا ہے نہ اسے روک سکتا ہے اور نہ ٹال سکتا ہے۔ نہ مقابلہ کر سکتا ہے اور نہ کسی کی مدد وسفارش کچھ کام آسکتی ہے۔ پھر مردوں کو زندہ کر کے قبروں سے اٹھانے کے لئے صور پھونکا جائے گا۔ یہ وہی دن ہوگا جس سے تمام انبیا اپنی اپنی قوموں کو ڈراتے رہے اور یہی وہ پیغام تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہِ صفا پر چڑھ کر تمام قبائل قریش کو پہنچایا تھا۔ اُس دن ہر انسان میدان حشر میں اس طرح آئے گا کہ اُس کے ساتھ ایک ہانکنے والا فرشتہ ہوگا اور ایک گواہی دینے والا فرشتہ، جو اُس کے احوال واعمال کی گواہی دے گا۔ اس وقت اُس سے کہا جائے گا کہ اے دنیا کی لذتوں میں پڑ کر آخرت سے غافل ہونے والے انسان! بیشک تو اس دن کے بارے میں بڑی غفلت میں پڑا رہا اور مادی لذتوں نے تیری آنکھوں پر پردہ ڈال رکھا تھا۔ سو اب وہ غفلت کا پردہ ہم نے تجھ سے ہٹا دیا تو آج تیری نظر خوب تیز ہے، اس چیز کا تجھے دنیا میں انکار تھا اور تجھے نظر نہیں آتی تھی۔ آج تو اس کو دیکھ رہا ہے۔ (ابن کثیر: ۴/۲۲۵-۲۲۳)

مشرکین کا انجام

۲۳-۲۹: وَقَالَ قَرِيْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ ﴿۲۳﴾ اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ

كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿٢٤﴾ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيْبٍ ﴿٢٥﴾ الَّذِيْ جَعَلَ
مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِيٰهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ ﴿٢٦﴾ قَالَ قَرِيْنُهٗ
رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ وَلٰكِنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ﴿٢٧﴾ قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا
لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ ﴿٢٨﴾ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ
وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿٢٩﴾

اس کے ساتھ رہنے والا فرشتہ کہے گا یہ اعمال نامہ حاضر ہے جو میرے پاس تھا۔ تم دونوں ہر کافر سرکش کو جہنم میں ڈال دو جو نیک کام سے روکنے والا، حد سے بڑھنے والا اور شک کرنے والا تھا۔ جس نے اللہ کے ساتھ دوسروں کو معبود بنا رکھا تھا سواسے سخت عذاب میں ڈال دو۔ اس کا ساتھی (شیطان) کہے گا کہ اے ہمارے رب میں نے اس کو گمراہ نہیں کیا تھا بلکہ یہ (خود ہی) گمراہ ہو کر (حق سے) دور ہو گیا تھا۔ اللہ فرمائے گا میرے سامنے جھگڑا نہ کرو۔ میں تو پہلے ہی تمہارے پاس (عذاب کی) وعید بھیج چکا تھا۔ میرے ہاں بات نہیں بدلا کرتی اور میں اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

قَرِیْنُهٗ: اُس کا ساتھی، اس کا ہم نشین۔ جمع قُرَنَاء۔

عَنِیْد: عناد رکھنے والا، مخالف۔ عُنُوْد سے صفت مشبہ۔ جمع عُنُد۔

مَنَّاع: بہت منع کرنے والا۔ بخیل مَنْع سے مبالغہ۔

تشریح: انسان کے اعمال پر جو فرشتہ مقرر ہے قیامت کے روز وہ اس کے اعمال کی شہادت دے گا اور کہے گا کہ یہ اس کا اعمال نامہ میرے پاس تیار ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ سائق اور گواہ دونوں فرشتوں کو حکم دے گا کہ تم دونوں ہر اس شخص کو جہنم میں ڈال دو جو نافرمان و سرکش ہو، جو لوگوں کو بھلائی کے کاموں سے روکنے والا ہو، حد سے بڑھنے والا اور دین کے بارے میں شک وشبہ میں ڈالنے والا ہو اور جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے معبود بنائے ہوئے ہوں۔ اس وقت اُس کا ساتھی شیطان کہے گا کہ اے ہمارے پروردگار! میں نے اس کو زبردستی گمراہ نہیں کیا تھا بلکہ یہ تو خود ہی پرلے درجے کی گمراہی میں پڑا ہوا تھا۔ میں نے تو اس کو صرف دعوت دی تھی اور اس کو تو حق و ہدایت کی دعوت بھی پہنچی تھی۔ یہ تو خود قصوروار ہے کہ اس نے اپنے اختیار سے ہادیٔ حق کی دعوت ٹھکرا کر گمراہی کی دعوت

کو قبول واختیار کیا اور برضا ورغبت تمام عمر گمراہی کی راہ پر چلتا رہا۔ جب یہ گفتگو ہو رہی ہوگی تو اللہ تعالی فرمائے گا کہ میرے سامنے جھگڑا مت کرو۔ اب اس سے کوئی فائدہ نہیں، میں تو اپنے پیغمبروں اور کتابوں کے ذریعے پہلے ہی تمہارے پاس وعید بھیج چکا ہوں اور یہ بتا چکا ہوں کہ کس جرم کی کیا سزا ہوگی اور کوئی شخص بھی اپنے اعمال کی جزا یا سزا سے نہ بچ سکے گا۔

اس کے بعد یہ لوگ اپنے گناہوں کا اقرار کر کے یہ چاہیں گے کہ دوبارہ دنیا قائم کر کے ان کو دنیا میں واپس بھیج دیا جائے۔ حالانکہ یہ بات بھی ان کو دنیا ہی میں بتا دی گئی تھی کہ ایک دفعہ مرنے کے بعد دوبارہ کبھی دنیا میں واپس آنا نہ ہوگا۔ بلکہ دار الآخرت ہمیشہ ہمیشہ کا گھر ہے۔ اگر دنیا میں اللہ اور اس کے رسول کی اتباع کرو گے تو آخرت میں جنت ملے گی اور اگر ان کی نافرمانی کرو گے تو جہنم میں جانا ہوگا۔ ان کی دنیا میں دوبارہ آنے کی خواہش کے جواب میں اللہ تعالی فرمائے گا کہ میرے ہاں بات نہیں بدلتی اب دنیا میں واپس جانے کی کوئی صورت نہیں۔ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ

بے شک اللہ اُس کو معاف نہیں کرے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے اور اس کے سوا جس کو چاہے گا بخش دے گا۔ (النساء:۴۸)

اس لئے اب میری طرف سے مغفرت کی امید نہ رکھو۔ میرا قانون اٹل ہے۔ میں بندوں پر ذرا بھی ظلم نہیں کرتا اور نہ میں کسی کو دوسرے کے گناہ پر سزا دیتا ہوں اور نہ کسی کو بغیر گناہ کے عذاب میں پکڑتا ہوں بلکہ جب اس کا گناہ اس کے اقرار و حجت سے اس پر ثابت ہو جاتا ہے۔ تو بقدر گناہ عذاب دیتا ہوں۔ (مواہب الرحمن ۲۳۸ / ۲۴۰ / ۲۶)

جہنم کی وسعت

۳۰۔۳۵: يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ۞ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ۞ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ ۞ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ ۞ ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ۞ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ ۞

جس دن ہم دوزخ سے کہیں گے کہ کیا تو بھر چکی اور وہ کہے گی کچھ اور بھی ہے
اور جنت پرہیزگاروں کے قریب کردی جائے گی ذرا بھی دور نہ رہے گی۔ یہ
ہے وہ جنت جس کا تم سے (دنیا میں) وعدہ کیا جاتا تھا۔ ہر رجوع کرنے
والے (اور) یاد رکھنے والے کے لئے جو بن دیکھے اللہ سے ڈرتا رہا اور (اللہ کی
طرف) رجوع ہونے والا دل لے کر آیا (اس سے کہا جائے گا) تم اس جنت
میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ یہ ہمیشہ رہنے کا دن ہے۔ ان کو جنت
میں وہ سب کچھ ملے گا جو وہ چاہیں گے اور ہمارے پاس اور بھی زیادہ ہے۔

امْتَلَئْتِ: تو بھر گئی، تو پُر ہو گئی۔ اِمْتِلاءٌ سے ماضی۔

اُزْلِفَتْ: وہ قریب کی جائے گی، وہ نزدیک کی جائے گی۔ اِزْلاف سے ماضی مجہول۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے جہنم سے وعدہ کر رکھا ہے کہ وہ اس کو جنوں اور انسانوں سے بھر دے گا اس لئے قیامت کے دن جنوں اور انسانوں میں سے جو لوگ جہنم کے قابل ہوں گے ان کو اس میں ڈال دیا جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس سے دریافت فرمائے گا کہ کیا تو پر ہو گئی جہنم کہے گی کہ کیا کچھ مجرم اور گنہگار باقی ہیں۔ بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گنہگار جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ اور وہ زیادتی طلب کرتی رہے گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا قدم اس میں رکھے گا تو وہ کہے گی بس بس۔

اُس وقت جب کہ کافروں کے سامنے قہر و خداوندی کا یہ ہیبت ناک منظر ہوگا تو جنت پرہیزگاروں کے بالکل قریب کردی جائے گی اور فرشتوں کے ذریعے ان کو بشارت دی جائے گی کہ یہ ہے وہ عظیم نعمت جس کا دنیا میں رسولوں کے ذریعے تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ جنت کی یہ بشارت ہر اس متقی کے لئے ہوگی جو ہر کام میں اپنے ربّ کی طرف بہت رجوع کرنے والا اور گناہ کے کام سے توبہ کرنے والا ہوگا۔ اور اپنی شرم گاہ کو بدکاری، مال کو اسراف اور لہو و لعب میں صرف کرنے سے اور اوقات کو بے کار ضائع کرنے سے حفاظت کرنے والا ہوگا۔ جس نے لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ جہاں اُس کو اللہ کے سوا کوئی نہیں دیکھتا وہاں اپنے ربّ سے خشیت اور پرہیزگاری اختیار کی اور خلوص دل سے اللہ کی طرف متوجہ ہوا تو ایسے لوگوں کے لئے جنت نزدیک کردی جائے گی اور ان سے کہا جائے گا کہ تم اس میں امن و سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ یہی دن ہمیشہ رہنے کا ہے۔ اس دن پرہیزگار لوگ ہمیشہ کے لئے جنت میں داخل کئے جائیں گے۔ پھر یہاں سے کبھی نہ نکالے جائیں گے اور نہ یہاں کبھی موت آئے گی۔ جنت میں ان کو وہ سب کچھ ملے گا جس کی وہ خواہش کریں گے بلکہ

ہمارے پاس تو ان کے لئے اس کے علاوہ مزید نعمتیں ہیں جن کا نہ کسی کے دل میں خیال آیا نہ کسی آنکھ نے ان کو دیکھا نہ کسی کان نے اُن کے بارے میں کچھ سنا، سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ ان سے راضی ہوگا اور ان کو اپنے دیدار سے نوازے گا۔ (مواہب الرحمٰن: ۲۴۱۔۲۴۸/۲۶)

مشرکین مکہ کو تنبیہ

۳۶۔۴۰: وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا
فِی الْبِلَادِ ؕ هَلْ مِنْ مَّحِیْصٍ ۝ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰی لِمَنْ
كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِیْدٌ ۝ وَلَقَدْ خَلَقْنَا
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ۖۗ وَّمَا مَسَّنَا
مِنْ لُّغُوْبٍ ۝ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا یَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ
طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ۝ وَمِنَ الَّیْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ
السُّجُوْدِ ۝

ان سے پہلے بھی ہم بہت سی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں جو طاقت میں ان سے بہت زیادہ تھیں (لیکن جب عذاب آیا) تو وہ پناہ کے لئے شہروں کو چھانتے پھرتے تھے (مگر کہیں پناہ نہ ملی) بیشک اس میں ہر صاحب دل کے لئے بڑی نصیحت ہے جو متوجہ ہوکر کان لگائے اور ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو چھ دن میں پیدا کیا اور ہمیں تکان نے چھوا تک نہیں پس جو کچھ یہ لوگ کہتے ہیں آپ اس پر صبر کرتے رہئے اور سورج کے طلوع اور غروب ہونے سے پہلے اپنے ربّ کی تسبیح و تحمید کرتے رہیے اور رات میں بھی اس کی تسبیح کیجئے اور نماز کے بعد بھی۔

نَقَّبُوْا: وہ گھومے پھرے، اُنہوں نے سوراخ کردیئے۔ تَنْقِیْبٌ سے ماضی۔

محیص: پناہ گاہ، بھاگنے کی جگہ۔ حَیْصٌ سے اسم ظرف مکان۔

لُغوب: تھکنا، ماندگی، خستگی۔

تشریح: یہ مشرکین مکہ تو کیا چیز ہیں ہم ان سے پہلے بہت سی امتوں کو اسی جرم میں تہ و بالا کر چکے ہیں، جیسے قوم عاد و ثمود اور قوم فرعون وغیرہ۔ وہ لوگ قد و کاٹھ۔ قوت و طاقت مال و اسباب اور تعداد

کے اعتبار سے ان سے کہیں زیادہ تھے۔ انہوں نے زمین میں خوب فساد کیا تھا، لمبے لمبے سفر کرتے تھے، ہمارے عذاب کو دیکھ کر پناہ کی تلاش میں مارے مارے پھر رہے تھے مگر ان کی تمام کوششیں بے سود رہیں اور ان کو کہیں پناہ نہ ملی۔ اللہ تعالیٰ کی قضا وقدر اور اُس کی پکڑ سے کون بچ سکتا ہے۔ سوائے مشرکین مکہ تم بھی یاد رکھو کہ جب میرا عذاب آئے گا تو تم کہیں جائے فرار اور جائے پناہ نہ پاؤ گے اور تمہیں نیست ونابود کر دیا جائے گا۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نقبوا کی ضمیر اہل مکہ کی طرف راجع ہو یعنی اہل مکہ ملکوں ملکوں گھومے پھرے، گزشتہ امتوں کی بستیوں کی سیر کی، آثار قدیمہ دیکھے تو کیا انہوں نے اقوام پارینہ کے بچاؤ کا کوئی مقام بھی پایا کہ ان کو بھی اپنے بچاؤ کی توقع ہو سکے۔ بیشک اس میں ہر شخص کے لئے عبرت ونصیحت کا کافی سامان ہے۔ جس کا دل پاک صاف یا کم ازکم وہ اللہ کی باتوں کو توجہ اور انہماک سے سنتا ہو اور ان میں غور وفکر کرتا ہو۔

پھر فرمایا کہ اس نے آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کو چھ روز میں پیدا کر دیا اور اسے ذرا بھی تکان نہیں ہوئی۔ سو آپ یہودیوں کے اس قول پر صبر کیجئے کہ اللہ تھک گیا۔ پھر اس نے آرام کیا۔ آیت کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ مشرکین جو قیامت کا انکار کرتے ہیں اور آپ کی باتوں کا تمسخر اڑاتے ہیں تو آپ اس پر صبر کیجئے کیونکہ جو خدا ابتدائی تخلیق پر قادر ہے وہ ان کو دوبارہ زندہ کرنے اور ان سے انتقام لینے پر بھی قدرت رکھتا ہے۔ آپ تو بس طلوع وغروب آفتاب سے پہلے اور رات کے کچھ حصے میں اور فرض نمازوں کے بعد اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرتے رہیے یعنی ہمہ وقت اللہ کی یاد میں لگے رہیے۔ شیخین نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص صبح وشام سو بار سبحان اللہ پڑھتا ہے۔ قیامت کے دن کوئی اس سے بہتر عمل لے کر نہیں آئے گا ہاں اُس شخص کا عمل اس سے بہتر ہوگا جو دوسرے نیک اعمال کے ساتھ یہ عمل بھی کرتا ہے۔ شیخین نے حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک مرفوع حدیث بیان کی کہ جو شخص ایک دن میں سو بار سبحان اللہ وبحمدہ پڑھتا ہے اس کے گناہ ساقط ہو جاتے ہیں۔ خواہ سمندر کے برابر ہوں۔ (ابن کثیر: ۲۲۹، ۴/۲۳۰، مظہری: ۴۷۔۹/۷۷)

قیامت کے روز زمین کا پھٹنا

۴۱۔۴۵: وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ۙ يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ۝ اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَ

نُمِيْتُ وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ ﴿۴۳﴾ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ۭ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ﴿۴۴﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۣ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ﴿۴۵﴾

اور سن لو کہ جس دن ایک پکارنے والا قریب ہی کی جگہ سے پکارے گا۔ جس دن لوگ چیخ کو یقیناً سن لیں گے وہ (قبروں سے) نکلنے کا دن ہوگا۔ بیشک ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ جس دن زمین ان (مُردوں) پر سے پھٹ جائے گی اور یہ دوڑتے ہوئے (نکل پڑیں گے) یہ جمع کر لینا ہم پر بہت آسان ہے۔ جو کچھ یہ کہہ رہے ہیں ہمیں خوب معلوم ہے اور آپ ان پر زبردستی کرنے والے نہیں۔ سو آپ تو اس شخص کو نصیحت کرتے رہیے جو میری وعید سے ڈرتا ہو۔

تشریح: خوب سن لو کہ ایک دن ایسا آنے والا ہے جب ایک پکارنے والا قریب کی جگہ سے پکارے گا اُس دن لوگ ایک چیخ کو ٹھیک ٹھیک سنیں گے۔ یہی وہ دن ہوگا جس میں مردے دوبارہ زندہ ہو کر اپنی قبروں سے نکل پڑیں گے۔ یہی زمین اُن کی قبر ہے خواہ مرنے کے بعد کے اُن کے اجسام اس میں دفن کئے گئے ہوں یا جل کر راکھ ہو گئے ہوں یا سمندر میں غرق ہوئے ہوں یا درندوں کی غذا بن کر زمین میں مل گئے ہوں بہرصورت سب اسی زمین سے نکالے جائیں گے۔

بلاشبہ ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی موت دیتے ہیں اور پھر سب کو ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہوگا۔ مردوں کو زندہ کر کے اس روز اٹھایا جائے گا، ان کو حساب و کتاب کے لئے پکارا جائے گا۔ اس روز زمین پھٹ جائے گی اور لوگ نکل کر تیزی سے دوڑتے ہوئے میدان حشر میں جمع ہو رہے ہوں گے۔ لوگوں کو اس طرح جمع کرنا ہمارے لئے بہت ہی آسان ہے۔ کفار مکہ جو کچھ کہتے ہیں اور آپ ﷺ کی تکذیب کرتے ہیں ہم اس سے بخوبی واقف ہیں۔ آپ کا کام زبردستی کرنا نہیں۔ آپ نہ تو کسی کو زبردستی ہدایت پر لا سکتے اور نہ کسی کو بے ہودہ باتوں سے روک سکتے ہیں۔ آپ تو ہر اُس شخص کو قرآن کے ذریعے نصیحت کرتے رہیے جو میرے عذاب کی وعید سے ڈرتا ہو۔

(مواہب الرحمٰن: ۲۶/۲۶۳-۲۶۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الذٰریٰت

وجہ تسمیہ: اس سورت کی ابتدا لفظ ذاریٰت سے ہوئی ہے اور یہی اس کے نام کے طور پر مشہور ہو گیا۔

تعارف: اس میں تین رکوع، ساٹھ آیتیں، ۳۶۰ کلمات اور ۱۲۸۹ حروف ہیں۔ حضرت ابن عباس اور ابن الزبیر رضی اللہ عنہم کی روایتوں کے مطابق یہ سورت مکیہ ہے یعنی ہجرت سے پہلے مکے میں نازل ہوئی۔ گزشتہ سورت کی طرح اس سورت کے مضامین بھی زیادہ تر اثبات حشر و نشر پر مشتمل ہیں اس میں نہایت عظمت و اہمیت کے ساتھ قیامت کی خبر دی گئی ہے اور لوگوں کو آخرت کی فکر اور اس کی تیاری کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔

(روح المعانی ۲/ ۲۷، مواہب الرحمٰن ۲۶۳/ ۲۶)

مضامین کا خلاصہ

رکوع ۱: منکرین حشر کا انجام اور پرہیز گاروں کی صفات کا بیان ہے۔

رکوع ۲: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مہمان اور قوم لوط کی ہلاکت بیان کی گئی ہے، آخر میں قوم فرعون اور عاد و ثمود کا اجمالی تذکرہ ہے۔

رکوع ۳: ہر نوع میں جوڑے پیدا کرنا اور جنوں اور انسانوں کی تخلیق کا مقصد بیان کیا گیا ہے۔

منکرین حشر کا انجام

۱۔۱۴: وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ۝ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ۝ فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ۝ فَالْمُقَسِّمٰتِ

اَمْرًا ۞ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ۞ وَّ اِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ ۞
وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ۞ اِنَّكُمْ لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۞ يُّؤْفَكُ
عَنْهُ مَنْ اُفِكَ ۞ قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ۞ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ
غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ۞ يَسْئَلُوْنَ اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ ۞ يَوْمَ هُمْ
عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ ۞ ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ
بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ۞

قسم ہے ان ہواؤں کی جو اڑا کر بکھیرتی ہیں پھر ان بادلوں کی جو بارش کا بوجھ اٹھاتے ہیں پھر ان کشتیوں کی جو نرمی سے چلتی ہیں پھر ان فرشتوں کی جو حکم کے مطابق تقسیم کرتے ہیں۔ بیشک جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ بالکل سچ ہے، بیشک انصاف ہونے ہی والا ہے۔ اور قسم ہے راستوں والے آسمان کی یقیناً تم (قیامت کے بارے میں) اختلاف میں پڑے ہوئے ہو اس سے وہی پھرتا ہے جس کو پھرنا ہوتا ہے۔ بے سند باتیں کرنے والے غارت ہوگئے جو غفلت میں بھولے ہوئے ہیں وہ پوچھتے ہیں کہ جزا کا دن کب ہوگا جس دن وہ آگ پر الٹے سیدھے پڑیں گے۔ اپنی شرارت کا مزہ چکھو یہ وہی ہے جس کی تم جلدی کیا کرتے تھے۔

ذٰرِیٰت: بکھیرنے والیاں، اڑانے والیاں۔ مراد ہوائیں۔ ذَرْوٌ سے اسم فاعل۔

وِقْرًا: بوجھ۔ پانی سے بھرا ہوا بادل مراد ہے۔ اسم ہے جمع اَوْقَارٌ۔

حُبُک: راستے، راہیں۔ واحد حِبَاکٌ و حَبِیْکَۃٌ۔

یُؤْفَکُ: اس کو لوٹایا جاتا ہے، اس کو پھیرا جاتا ہے۔ اَفْکٌ سے مضارع مجہول۔

خَرّٰصُوْن: انکل دوڑانے والے، جھوٹ بکنے والے۔ خَرْصٌ سے مبالغہ۔

غَمْرَۃ: کثیر پانی، جہالت، غفلت۔ مراد حیرت۔ جمع غَمَرَاتٌ۔

تشریح: قسم ہے اُن ہواؤں کی، جو گرد کو اڑا کر بکھیرتی ہیں پھر اُن بادلوں کی قسم جو بارش کا بوجھ اُٹھاتے ہیں یا ان عورتوں کی قسم جو حمل کا بوجھ اٹھاتی ہیں۔ پھر اُن کشتیوں کی جو نرمی سے چلتی ہیں یا ان ستاروں کی جو اپنی اپنی منزلوں میں آہستہ آہستہ چلتے ہیں۔ پھر ان فرشتوں کی قسم جو اللہ کے حکم کے

مطابق تقسیم کرتے ہیں۔ ان چار قسموں کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم لوگوں سے قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونے کا جو وعدہ کیا جارہا ہے وہ یقیناً حق اور سچ ہے اور حساب و کتاب، جزا اور سزا ضرور واقع ہونے والی ہے۔ اس روز نہ کسی کی کوئی نیکی ضائع ہوگی اور نہ کوئی اپنی بداعمالی کی سزا سے بچ سکے گا۔ پھر آسمان کی قسم جس میں فرشتوں کے چلنے کے راستے ہیں۔ اے مشرکین و منکرین بیشک تم لوگ قیامت کے بارے میں پراگندہ خیالوں میں بھٹکے پھرتے ہو۔ تم لوگ نہ کسی صحیح نتیجے پر پہنچے ہو اور نہ کسی ایک رائے پر متفق ہو۔ تم لوگ رسول کی حق بات کو نہیں مانتے اور قرآن کا انکار کرتے ہو یہ ہی تمہاری بے عقلی اور گمراہی کی دلیل ہے۔ پس جس کو اللہ نے قرآن اور رسول پر ایمان لانے سے محروم کردیا وہی محروم رہتا ہے۔ جھوٹی اور بے سند باتیں بنانے والے، رسولوں اور آسمانی کتابوں کا انکار کرنے والے غارت ہوگئے۔ غفلت اور جہالت نے ان کو احکامِ خداوندی سے غافل کر رکھا ہے۔ وہ تمسخر اور مذاق کے طور پر پوچھتے ہیں کہ جزا اور بدلے کا دن کب آئے گا، ایسے احمقانہ سوال کرنے والوں کو بتادو کہ جب وہ دن آئے گا تو ان کو آگ پر جلایا جائے گا۔ اور ان کو اوندھے منہ جہنم میں ڈالا جائے گا۔ اس وقت ان سے کہا جائے گا کہ اب اپنی شرارت اور خباثت کا مزہ چکھو۔ یہی ہے وہ عذاب یا جزا کا دن، جس کی تم جلدی کررہے تھے۔ (مظہری: ۹/۷۹۔۸۱، مواہب الرحمٰن ۲۶۴، ۲۶۸/۲۶)

پرہیزگاروں کی صفات

۱۵۔۲۳: إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ۞ آخِذِينَ مَا آتَاهُمْ رَبُّهُمْ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذَٰلِكَ مُحْسِنِينَ ۞ كَانُوا قَلِيلًا مِنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ ۞ وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ۞ وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ۞ وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِلْمُوقِنِينَ ۞ وَفِي أَنْفُسِكُمْ ۚ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ۞ وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ۞ فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ لَحَقٌّ مِثْلَ مَا أَنَّكُمْ تَنْطِقُونَ ۞

بے شک متقی لوگ باغوں میں چشموں میں ہوں گے۔ ان کے رب نے جو کچھ انہیں عطا فرمایا ہے وہ اسے لے رہے ہوں گے۔ بیشک وہ تو اس سے

پہلے دنیا میں بھی نیکی کرنے والے تھے وہ رات کو کم سوتے تھے، اخیر شب میں استغفار کرتے تھے اور ان کے مال میں مانگنے والوں اور نہ مانگنے والوں کا حق تھا۔ اور یقین کرنے والوں کے لئے زمین میں (بھی بہت سی نشانیاں ہیں اور خود تمہاری ذات میں بھی کیا تمہیں دکھائی نہیں دیتا۔ تمہارا رزق اور جو تم سے وعدہ کیا جاتا ہے سب آسمان میں ہے۔ سو قسم ہے آسمان اور زمین کے رب کی کہ یہ بالکل اسی طرح حق ہے جیسے تم بات کرتے ہو۔

یَھْجَعُوْنَ: وہ سوتے ہیں۔ ھُجُوْعٌ سے مضارع۔

تَنْطِقُوْنَ: تم بولتے ہو۔ نُطْقٌ سے مضارع۔

تشریح: بلاشبہ قیامت کے روز پرہیزگار لوگ اللہ تعالیٰ کے فضل و انعام سے باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔ ان لوگوں کو جنت میں جو محل ملیں گے، یہ نہریں اور چشمے ان کے نیچے بہہ رہے ہوں گے۔ اس کے برخلاف نافرمان اور منکرین عذاب و سزا اور طوق و زنجیر کی سختیوں میں ہوں گے۔ پرہیزگار لوگ چونکہ دنیا میں نیک کام کرتے تھے اور اللہ کے احکام پر عمل کرتے تھے اس لئے جنت میں وہ بڑی فرحت و خوشی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی نعمتیں حاصل کریں گے۔ یہ نیک لوگ دنیا میں اللہ کی محبت اور ذوق عبادت سے ایسے سرشار تھے کہ رات کو بہت کم سویا کرتے تھے۔ بعض مفسرین کے نزدیک آیت کا مطلب یہ ہے کہ ان پر کوئی رات ایسی نہ گزرتی تھی جس کا کچھ حصہ اللہ کی یاد میں نہ گزارتے ہوں خواہ رات کے ابتدائی حصے میں کچھ عبادت کریں یا درمیان میں یا آخر میں۔ پھر آخری رات میں بارگاہ الٰہی میں گڑگڑا کر توبہ و استغفار کرتے تھے۔ یہ لوگ مسکینوں اور ضرورت مندوں میں سے سوال کرنے والوں اور ان لوگوں کو جو محتاج و تنگ دست ہونے کے باوجود سوال سے بچتے ہیں اپنے مال کا ایک حصہ ان کا حق سمجھ کر ادا کرتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ اللہ پر ایمان اور آخرت پر یقین رکھنے والوں کے لئے زمین میں بھی اس کی قدرت کی بہت سی نشانیاں ہیں جو خالق کی عظمت و عزت اور ہیبت و جلالت پر دلالت کرتی ہیں اور خود تمہارے اندر بھی اللہ کی قدرت کی بے شمار نشانیاں ہیں۔ کیا تمہیں یہ نشانیاں نظر نہیں آتیں؟ پھر تم ان میں غور و فکر کیوں نہیں کرتے تمہارا رزق آسمان میں ہے جو کچھ تمہارے لئے لکھ دیا گیا ہے وہ تمہیں ضرور اور ہر حال میں ملے گا اور تمہیں ہر وہ نعمت ملے گی جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ سو قسم ہے آسمان

وزمین کے رب کی کہ یہ بات حق اور قطعی ہے کہ قیامت قائم ہوگی ۔ مردوں کو زندہ کر کے اٹھایا جائے گا ۔ حساب وکتاب اور جزا اور سزا ہوگی ۔ جس طرح تم کوئی بات کہتے ہو اور تمہیں اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہوتا اسی طرح اللہ کا وعدہ بھی یقینی اور حق ہے اس میں بھی کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ۔

(ابن کثیر ۲۳۳۔۲۳۵/۴)

حضرت ابراہیمؑ کے مہمان

۲۴۔۳۰: هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ۝ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ۭ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ۝ فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ فَجَاۗءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ۝ فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ۝ فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ۭ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۭ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ۝ فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ ۝ قَالُوْا كَذٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ۝

کیا آپ کو ابراہیم کے معزز مہمانوں فرشتوں کی خبر پہنچی ۔ جب وہ ان کے پاس آئے تو ان کو سلام کیا ۔ ابراہیم نے بھی (جواب میں) سلام کیا ۔ دل میں خیال فرمایا کہ یہ تو اجنبی لوگ ہیں پھر وہ اپنے گھر والوں کے طرف گئے اور ایک فربہ بچھڑا (بھنا ہوا) لا کر ان کے پاس رکھا اور کہا کہ تم کھاتے کیوں نہیں ۔ پھر وہ اپنے دل میں ان سے خوفزدہ ہو گئے انہوں نے (فرشتوں نے) کہا آپ خوف نہ کریں اور ابراہیم کو ایک علم والے لڑکے کی بشارت دی ۔ پھر ان کی بیوی نے حیرت سے اپنے منہ پر ہاتھ مار کر کہا (ایک تو میں) بڑھیا ہوں (اور ساتھ میں بانجھ) انہوں نے کہا تیرے رب نے اسی طرح فرمایا ہے ۔ بیشک وہ بڑا حکمت والا، بڑا جاننے والا ہے ۔

عِجْلٍ: بچھڑا، گائے کا بچہ ۔ جمع عُجُوْلٌ و عِجْلَانٌ ۔

سَمِيْنٍ: فربہ، موٹا، تازہ ۔ سِمَنٌ سے صفت مشبہ ۔

اَوْجَسَ: اُس نے دل میں محسوس کیا، وہ دل میں گھبرایا ۔ اِیْجَاسٌ سے ماضی ۔

صَرَّۃٍ: چیخ، فریاد، شور، حیرت۔

صَکَّتْ: اُس نے ہاتھ مارا، اُس نے پیٹ لیا۔ صَکٌّ سے ماضی۔

عَجُوْزٌ: بوڑھی عورت۔ جمع عَجَائِزُ۔

عَقِیْمٌ: بے اولاد، بانجھ، بے اثر، منحوس۔

تشریح: یہ واقعہ سورۃ ہود اور سورہ حجر میں بھی گزر چکا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جن معزز مہمانوں کا یہاں ذکر ہے وہ فرشتے تھے، جو انسانی شکل میں آئے تھے۔ جب یہ مہمان ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے اور سلام کیا، حضرت ابراہیم نے بھی جواب میں سلام کیا اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ یہ لوگ تو اجنبی ہیں جن کو میں نہیں پہچانتا۔ فرشتوں نے جو سلام کیا تھا حضرت ابراہیم کا جواب اس سے بہتر اور احسن تھا کیونکہ حضرت ابراہیم نے جملہ فعلیہ کی بجائے جملہ اسمیہ بولا تھا کہ سلامتی کی دعا دوامی ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد بھی یہی ہے:

وَ اِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّةٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا

جب تمہیں سلام کیا جائے تو جواب میں اُس سے بہتر سلام کرو یا ویسا ہی جواب لوٹا دو۔ (النساء:۸۶)

پھر حضرت ابراہیمؑ گھر میں گئے اور جلد ہی ایک تلا ہوا فربہ بچھڑا لا کر ان کے سامنے رکھ دیا۔ چونکہ وہ فرشتے تھے اور فرشتے کھاتے پیتے نہیں، اس لئے انہوں نے کچھ نہیں کھایا۔ حضرت ابراہیم نے فرشتوں سے فرمایا کہ تم کھاتے کیوں نہیں۔ پھر جب انہوں نے دیکھا کہ مہمان کھانے کی طرف مائل نہیں ہیں اور کھانے سے اعراض کر رہے ہیں تو انہوں نے اپنے دل میں خوف محسوس کیا کہ کہیں یہ لوگ دشمن تو نہیں۔ اُس زمانے میں جب کوئی دشمن کسی کے ہاں آتا تو اس کے ہاں کھانا نہیں کھاتا تھا کیونکہ کھانا کھا کر دشمنی کرنا انسانی وقار کے خلاف سمجھا جاتا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کیفیت کا اندازہ کر کے معزز مہمانوں نے کہا کہ آپ خوفزدہ نہ ہوں ہم آپ کے دشمن نہیں بلکہ اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں اور قوم لوط کی ہلاکت کے لئے آئے ہیں۔ پھر انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک لڑکے کی (حضرت اسحاقؑ) کی بشارت دی جو بڑا عالم ہوگا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی پاس ہی کھڑی ہوئی یہ گفتگو سن رہی تھیں۔ سو انہوں نے حیرت سے اپنے منہ پر ہاتھ مار کر کہا کہ اب میرے ہاں بچہ کیسے ہوگا میں تو بالکل بوڑھی اور بانجھ ہوں اور میرے شوہر بھی بالکل بوڑھے ہیں۔

حضرت سارہ کی عمر اس وقت نوے سال تھی اور ان کے کوئی بچہ نہیں ہوا تھا۔ فرشتوں نے کہا کہ کیا تم اللہ کے کاموں سے تعجب کرتی ہو۔ اللہ تعالیٰ بڑی بزرگی اور اعلیٰ شان والا ہے ہم اُسی کے حکم سے بشارت دے رہے ہیں، سو یہ اسی طرح ہوگا۔ آپ کے ربّ نے اسی طرح فرمایا ہے وہ بڑی حکمتوں والا اور بڑے علم والا ہے۔ (مظہری: ۸۶، ۸۷/۹)

قومِ لوط کی ہلاکت

۳۱-۳۷ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ۝ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ۝ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ ۝ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ۝ فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ وَتَرَكْنَا فِيْهَآ اٰيَةً لِّلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۝

ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا اے فرشتو! پھر تمہارا کیا مقصد ہے۔ انہوں نے کہ کہ ہم ایک گنہگار قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں تاکہ ہم اُن پر مٹی کے پتھر برسائیں جو آپ کے رب کی طرف سے ان حد سے گزرنے والوں کے لئے نامزد ہو چکے ہیں۔ پس جتنے ایماندار وہاں تھے۔ ہم نے ان سب کو نکال لیا اور ہم نے وہاں مسلمانوں کا صرف ایک ہی گھر پایا اور ہم نے ان لوگوں کے لئے جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں وہاں ایک نشان (عبرت) چھوڑا۔

خَطْبُكُمْ: تمہارا معاملہ، تمہارا مقصد، تمہارا حال، تمہاری حقیقت۔ جمع خُطُوْبٌ۔

حِجَارَةً: پتھر، کنکریاں۔ واحد حَجَرٌ۔

مُسَوَّمَةً: نامزد، نشان کی ہوئی۔ تَسْوِيْمٌ سے اسم مفعول۔

تشریح: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرشتوں سے پوچھا کہ تمہارا یہاں آنے کا کیا مقصد ہے۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ ہمیں حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے گناہ گاروں کو ہلاک کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے۔ ہم ان پر پتھراؤ اور سنگ باری کریں گے۔ جو پتھر اُن پر برسائے جائیں گے۔ اُن پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے پہلے ہی ان حد سے تجاوز کرنے والوں کے نام لکھے جا چکے ہیں اور ہر گناہ گار کے

لئے الگ الگ پتھر مقرر کر دیئے گئے ہیں۔

یہ لوگ ایسے بے حیائی کے کام کرتے تھے جو ان سے پہلے کسی نے نہیں کئے تھے۔ یہ عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے اپنی خواہش پوری کرتے تھے۔ رہزن تھے، لٹیرے تھے، اللہ نے ان کی ہدایت کے لئے حضرت لوطؑ کو بھیجا تھا مگر انہوں نے حضرت لوطؑ کی تکذیب کی اور کہا کہ اگر تو سچا ہے تو ہم پر اللہ کا عذاب لے آ۔ آخر حضرت لوط علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی جو اللہ نے قبول فرمائی اور فرشتوں کو اُن کی ہلاکت کے لئے بھیج دیا۔ فرشتوں نے حضرت لوطؑ سے کہا کہ ہم اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ آپ تک نہیں پہنچ سکیں گے، اس لئے آپ رات کے آخری حصے میں اپنے گھر والوں کو لے کر بستی سے نکل جایئے اور کوئی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے۔ البتہ آپ کی بیوی پیچھے مڑ کر دیکھے گی۔ اس لئے جو پتھر اوروں کو لگیں گے ویسا ہی پتھر اس کو بھی لگے گا۔ پھر جب ان بستیوں پر عذاب کا وقت آیا تو جتنے ایماندار وہاں تھے ان سب کو صحیح سلامت نکال لیا گیا سوائے حضرت لوطؑ کی بیوی کے، جو مجرموں میں سے تھی اور انہی کے ساتھ ہلاک ہوئی۔ پھر فرشتوں نے بستی کی تلاشی لی تو انہوں نے وہاں مسلمانوں کا ایک گھر کے سوا کوئی گھر نہ پایا۔ یہ گھر حضرت لوطؑ اور اُن کی مومنہ اولاد کا تھا۔ انہوں نے اس گھرانے کو بچالیا باقی سب کو ہلاک کر دیا، ان کی شادو آباد بستی کو عذاب سے برباد کر کے اسے کھنڈر بنا دینے میں لوگوں کے لئے عبرت کا پورا سامان ہے۔ جو لوگ اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہوں وہ ان نشانات کو دیکھ کر عبرت و نصیحت حاصل کر سکتے ہیں۔ (مظہری: ۸۷۔ ۸۸/ ۹ مواہب الرحمٰن: ۱۔ ۳/ ۲۷)

قومِ فرعون اور عاد و ثمود کا حال

۳۸۔۴۶ وَفِيْ مُوْسٰٓى اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۞ فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ
وَقَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ۞ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِى الْيَمِّ وَ
هُوَ مُلِيْمٌ ۞ وَفِيْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ ۞ مَا تَذَرُ
مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ ۞ وَفِيْ ثَمُوْدَ اِذْ قِيْلَ
لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰى حِيْنٍ ۞ فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ
الصّٰعِقَةُ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۞ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِيَامٍ وَّمَا كَانُوْا
مُنْتَصِرِيْنَ ۞ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۞

اور موسیٰ (کے واقعے) میں بھی عبرت ہے جب ہم نے ان کو ایک واضح دلیل دے کر فرعون کی طرف بھیجا، سو اُس نے معہ اپنے ارا کین سلطنت منہ موڑا اور کہنے لگا کہ یہ موسیٰ جادوگر یا دیوانہ ہے۔ پھر ہم نے اسے اور اُس کے لشکروں کو پکڑ کر دریا میں پھینک دیا اور وہ تھا ہی ملامت کے قابل، اسی طرح عاد (کے قصے) میں بھی عبرت ہے جب ہم نے ان پر خیر و برکت سے خالی آندھی بھیجی۔ وہ جس چیز پر گزرتی تھی اس کو بوسیدہ ہڈی کی مانند ریزہ ریزہ کر دیتی تھی۔ اور ثمود (کے واقعے) میں بھی عبرت ہے جب اُن سے کہا گیا کہ کچھ دنوں تک دنیا میں فائدہ اُٹھالو۔ سو اُنہوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی تو اُن کو ایک کڑک نے آ پکڑا اور وہ دیکھتے رہ گئے پھر نہ وہ کھڑے ہو سکے اور نہ ہم سے بدلہ لے سکے۔ اس سے پہلے قوم نوح کو بھی (ہم ہلاک کر چکے ہیں) بیشک وہ بھی بڑے نافرمان تھے۔

نَبَذْنٰهُمْ: ہم نے اُن کو پھینک دیا۔ نبذٌ سے ماضی۔

يَمّ: دریا، سمندر گہرا پانی۔ جمع یُمُوْمٌ۔

عَقِيْمَ: بے اولاد، بے اثر، منحوس۔

تَذَرُ: تو چھوڑتا ہے۔ وَذْرٌ سے مضارع۔

رَمِيْمَ: بوسیدہ، ریزہ ریزہ، گلی ہوئی۔ رِمَّۃٌ سے صفت مشبہ۔

عَتَوْا: اُنہوں نے سرکشی کی، انہوں نے نافرمانی کی۔ عُتُوٌّ سے ماضی۔

تشریح: جس طرح قوم لوط کے انجام سے لوگ عبرت حاصل کر سکتے ہیں اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعے میں بھی عبرت کا سامان اور ہمارے قہر کی نشانیاں موجود ہیں۔ جب ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو روشن دلائل کے ساتھ فرعون کے پاس بھیجا تو اپنی طاقت کے گھمنڈ پر اس نے اپنے ارکان سلطنت سمیت ہمارے احکام سے روگردانی کی اور حضرت موسیٰ کے بارے میں کہنے لگا کہ یہ تو جادوگر یا دیوانہ ہے۔ سو ہم نے اُس کو اور اُس کے لشکر کو پکڑ کر دریا میں پھینک دیا اور اُس نے کام ہی ملامت کا کیا تھا اس لئے اس کو ایسی ذلت و رسوائی کے ساتھ غرق کیا گیا کہ تاریخ ہمیشہ اُس پر ملامت کرتی رہے گی۔ اسی طرح تم قوم عاد کے عبرت ناک واقعات بھی سن چکے ہو۔ ہم نے اُن پر ایک بہت

منحوس آندھی بھیجی تھی۔ وہ جس چیز سے گزرتی اس کو بوسیدہ ہڈی کی طرح ریزہ ریزہ کر دیتی، قوم ثمود کے حالات اور اُن کے انجام پر بھی غور کرو جبکہ اُن سے کہہ دیا گیا تھا کہ تم ایک مقررہ مدت تک مزے اڑا لو اور یہ مقررہ وقت تین دن ہے۔ اگر تم اپنے کفر وسرکشی سے باز نہ آئے تو مقررہ مدت گزرنے پر تباہ کر دیئے جاؤ گے مگر وہ پھر بھی اپنی سرکشی پر قائم رہے اور تین دن تک عذاب کے انتظار میں رہے۔ آخر چوتھے دن صبح ہی صبح اللہ کا عذاب دفعتاً اُن پر آ پڑا اور بجلی جیسی کڑک نے اُن کو آ دبوچا۔ انہیں اتنی مہلت بھی نہ ملی کہ کھڑے ہو کر کہیں بھاگ جانے کی کوشش کرتے بلکہ وہیں اوندھے منہ پڑے رہے۔ اُن سے پہلے قوم نوح بھی ہمارے عذاب کا مزہ چکھ چکی ہے ایک مدت تک حضرت نوحؑ ان کو وعظ ونصیحت کرتے رہے مگر وہ اپنی بداعمالیوں اور نافرمانیوں سے باز نہ آئے۔ آخر طوفان میں غرق کر دیئے گئے اور ان کا نام ونشان بھی باقی نہ رہا۔ ان واقعات کی تفصیل اس سے پہلے کئی سورتوں میں گزر چکی ہے۔

ہر نوع میں جوڑے بنانا

۴۷۔۵۵　وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ۝ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا
فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ۝ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ
تَذَكَّرُوْنَ ۝ فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَلَا
تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ؕ اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ كَذٰلِكَ مَآ
اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ۝
اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ۝ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ۝
وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

ہم نے آسمان کو اپنے دستِ قدرت سے بنایا اور ہم ہی وسیع قدرت والے ہیں اور ہم ہی نے زمین کو فرش بنایا اور سو ہم کیا خوب بچھانے والے ہیں اور ہم نے ہر چیز کے جوڑے پیدا کئے تاکہ تم نصیحت پکڑو۔ سو تم اللہ ہی کی طرف دوڑو یقیناً میں تمہیں اس (اللہ) کی طرف سے صاف صاف ڈرانے والا ہوں۔ اسی طرح ان سے پہلے لوگوں کے پاس جب بھی کوئی رسول آیا تو انہوں نے اس کو جادوگر اور دیوانہ ہی کہا۔ کیا وہ ایک دوسرے کو اس کی

وصیت کرتے آئے ہیں بلکہ یہ سب سرکش ہیں۔ سو آپ ان سے منہ پھیر
لیجئے۔ آپ پر ان کے ایمان نہ لانے کا کچھ الزام نہیں۔ آپ تو نصیحت
کرتے رہیے۔ یقیناً یہ نصیحت ایمان والوں کو نفع دے گی۔

مٰھِدُوْنَ: بچھانے والے، تیار کرنے والے۔ مَھْدٌ سے اسم فاعل۔

مَلُوْمٌ: ملامت کیا ہوا۔ لَوْمٌ سے اسم فاعل۔

تشریح: ہم وسیع قدرت والے ہیں اس لئے ہم نے اپنی قدرت سے آسمان کو محفوظ اور بلند چھت بنادیا اور اس کو کشادہ اور بغیر ستون کے قائم کر رکھا ہے۔ اسی طرح ہم نے زمین کو نہایت عمدہ بچھونا بنادیا ہے تاکہ لوگ اس پر سکون واطمینان سے رہ سکیں اور نقل وحرکت کر سکیں۔ ہم نے تمام مخلوق کو جوڑے جوڑے پیدا کیا ہے۔ جیسے دن ورات، تلخ وشیریں، سورج وچاند، خشکی وتری، اندھیرا واجالا۔ بلند وپست، خوبصورت وبدصورت، ایمان وکفر، زندگی وموت، نیکی وبدی، جنت ودوزخ یہاں تک کے حیوانات، نباتات کے بھی جوڑے بنائے ہیں تاکہ تم نصیحت حاصل کرو اور جان لو کہ ان سب کا خالق اللہ ہی ہے۔ وہ واحد ویکتا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں، سو تم اُسی کی طرف دوڑو، اپنے تمام امور میں اُسی پر اعتماد کرو۔ ہمہ وقت اُسی کے احکام کی تعمیل میں لگے رہو اور اُس کے ساتھ کسی کو معبود نہ ٹھہراؤ۔ اے مشرکین مکہ! میں تو تمہیں اللہ کے عذاب سے صاف صاف آگاہ کر دینے والا ہوں۔

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ کفار جو آپ کو ساحر اور مجنون کہتے ہیں وہ کوئی نئی بات نہیں۔ ان سے پہلے گزرے ہوئے کافروں نے بھی اپنے اپنے زمانے کے رسولوں کو ساحر اور مجنون کہا، کافروں کا یہ کہنا سلسلہ بسلسلہ اسی طرح چلا آرہا ہے جیسے یہ آپس میں ایک دوسرے کو وصیت کر کے جاتے ہوں، حقیقت یہ ہے کہ سرکشی اور عناد میں سب یکساں ہیں اس لئے جو بات پہلے والوں کے منہ سے نکلی وہی ان کی زبان سے نکلتی ہے، سو آپ ان کی احمقانہ باتوں پر نہ جائیے بلکہ ان کو صبر وتحمل سے سنتے رہیے اور ان کو نصیحت کرتے رہیے۔ جن لوگوں کے دلوں میں ایمان کی قبولیت کا مادہ ہے وہ ایک نہ ایک دن راہ راست پر آجائیں گے۔ (ابن کثیر: ۴/۲۳۸،۲۳۷)

جنوں اور انسانوں کی تخلیق کا مقصد

۵۶۔۶۰: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۝ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ

رِزْقٍ وَّمَآ اُرِیْدُ اَنْ یُّطْعِمُوْنِ ﴿۵۷﴾ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّۃِ الْمَتِیْنُ ﴿۵۸﴾ فَاِنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِہِمْ فَلَا یَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۵۹﴾ فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ یَّوْمِہِمُ الَّذِیْ یُوْعَدُوْنَ ﴿۶۰﴾

ہم نے جنوں اور انسانوں کو عبادت ہی کے لئے پیدا کیا ہے نہ میں ان سے رزق چاہتا ہوں اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں۔ بیشک اللہ ہی رزق دینے والا، قوت والا اور مضبوط ہے۔ پس جن لوگوں نے ظلم کیا ہے انہیں بھی عذاب میں اُن کے ساتھیوں کے حصے کی مانند حصہ ملے گا۔ سو یہ مجھ سے جلدی طلب نہ کریں۔ پس منکرین کے لئے اُس دن بڑی خرابی ہے جس کا ان سے وعدہ کیا جا چکا ہے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے جنوں اور انسانوں کو اپنی کسی ضرورت کے لئے پیدا نہیں کیا بلکہ میں نے ان کے نفع کے لئے ان کو عبادت کی ادائیگی کی صلاحیت اور استعداد کے ساتھ پیدا کیا ہے تاکہ وہ میرے معبودِ برحق ہونے کا اقرار کریں اور مجھے پہچانیں۔ صحیحین کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کہ ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا عیسائی یا مجوسی بنا لیتے ہیں جیسے جانور کا بچہ صحیح سالم پیدا ہوتا ہے کیا تم نے کسی چوپائے کو ناک کان کٹا پیدا ہوتے دیکھا ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

فِطْرَتَ اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْہَا ؕ لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰہِ ؕ

اللہ کی دی ہوئی فطرت پر (قائم ہو جایئے) جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، اللہ کی بنائی ہوئی (فطرت) میں کوئی تغیر و تبدل نہیں۔ (الروم: ۳۰)

غرض اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بندگی کے لئے پیدا کیا ہے۔ جو شخص یکسوئی کے ساتھ اُس کی عبادت بجا لائے گا اور کسی کو اُس کا شریک نہ ٹھہرائے گا تو اللہ تعالیٰ اُس کو پوری پوری جزا عنایت فرمائے گا اور جو شخص اُس کی نافرمانی کرے گا اور اُس کے ساتھ کسی اور کو شریک کرے گا تو اُس کو بدترین سزا ملے گی۔

پھر فرمایا کہ میں ایسا مالک و آقا نہیں کہ اپنے غلاموں سے کہوں کہ تم میرے لئے کما کر لاؤ

یا میرے سامنے کھانا لاکر رکھو۔ میری ذات ایسے خیالات سے پاک و برتر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ میں ہی سب کو روزی دینے والا زور آور اور مضبوط ہوں۔ میں کسی کا محتاج نہیں۔ تمام مخلوق ہر وقت اور ہر حال میں میری محتاج ہے۔ عبادت کا حکم بھی اس لئے دیا کہ لوگ میری عظمت اور کبریائی کو پہچان کر میری بندگی کریں اور میرے الطاف و انعامات کے مستحق بنیں۔

اگر یہ ظالم بندگی کی طرف نہیں آتے تو سمجھ لو کہ دوسرے ظالموں کی طرح ان کا ڈول بھی بھر چکا ہے، بس اب ڈوبنے ہی والا ہے۔ جس طرح دوسرے ظالم میرے عذاب سے نہ بچ سکے اسی طرح ان کے لئے بھی میرا عذاب طے ہو چکا ہے۔ اس لئے یہ لوگ عذاب کی جلدی نہ کریں۔ سو اس دن کافروں کے لئے ہلاکت ہے جس کا ان سے وعدہ ہو چکا ہے یعنی قیامت کے دن۔

(مظہری: ۹۰، ۹/۹۲، عثمانی: ۲/۶۰۵)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الطّور

وجہ تسمیہ: اس سورت کی ابتدا لفظ الطّور سے ہوئی ہے جس سے مراد طور سینا ہے۔ اس لئے یہ سورت اسی نام سے مشہور ہوگئی۔

تعارف: اس میں ۲ رکوع، ۴۹ آیات، ۳۱۲ کلمات اور ۱۵۰۰ احروف ہیں۔ قرطبی نے کہا کہ جمہور علماء کے نزدیک یہ سورت مکیہ ہے یعنی یہ سورت ہجرت سے پہلے مکے میں نازل ہوئی۔ مؤطا امام مالک میں جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب کی نماز میں سورۃ الطّور پڑھتے ہوئے سنا۔ آپ سے زیادہ خوش آواز اور آپ سے زیادہ اچھی قرأت والا میں نے کسی کو نہیں سنا۔

اس سورت میں توحید و رسالت، بعث بعد الموت، جزا اور سزا اور قیامت کے احوال کی شدت اور ہول ناکی کو نہایت جامعیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

(مواہب الرحمٰن: ۲۴/ ۲۷، ابن کثیر ۴/ ۲۳۸)

مضامین کا خلاصہ

رکوع ۱: کفار کا انجامِ بد اور جنت کی نعمتوں پر اہل جنت کا اظہار اطمینان مذکور ہے۔

رکوع ۲: منکرین کی بے عقلی ضد اور عناد کا بیان ہے۔

کفار کا انجامِ بد

۱-۱۶: وَالطُّوْرِ ۝ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۝ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ۝ وَّالْبَيْتِ
الْمَعْمُوْرِ ۝ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ۝ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ۝ اِنَّ عَذَابَ

رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ﴿۷﴾ مَّا لَهُ مِن دَافِعٍ ﴿۸﴾ يَوْمَ تَمُورُ السَّمَاءُ مَوْرًا ﴿۹﴾ وَ
تَسِيرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ﴿۱۰﴾ فَوَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿۱۱﴾ الَّذِينَ هُمْ
فِي خَوْضٍ يَلْعَبُونَ ﴿۱۲﴾ يَوْمَ يُدَعُّونَ إِلَىٰ نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ﴿۱۳﴾ هَٰذِهِ
النَّارُ الَّتِي كُنتُم بِهَا تُكَذِّبُونَ ﴿۱۴﴾ أَفَسِحْرٌ هَٰذَا أَمْ أَنتُمْ لَا
تُبْصِرُونَ ﴿۱۵﴾ اصْلَوْهَا فَاصْبِرُوا أَوْ لَا تَصْبِرُوا سَوَاءٌ عَلَيْكُمْ
إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۱۶﴾

قسم ہے (کوہ) طور کی اور لکھی ہوئی کتاب کی (جو) کشادہ اوراق میں ہے، اور قسم ہے آباد گھر کی اور اونچی چھت (آسمان) کی اور اُبلتے ہوئے سمندر کی، بیشک تیرے رب کا عذاب واقع ہوکر رہے گا۔ اس کو کوئی نہیں ٹال سکتا۔ اُس دن آسمان لرزنے لگے گا اور پہاڑ چلنے لگیں گے، سو اُس دن جھٹلانے والوں کے لئے خرابی ہے جو باطل میں پڑے کھیل رہے ہیں، یہ وہ دن ہوگا جس دن دھکے دے کر اُن کو جہنم کی آگ کی طرف لایا جائے گا۔ یہی وہ دوزخ ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے۔ تو کیا یہ سحر ہے یا تمہیں نظر ہی نہیں آتا۔ اس دوزخ میں داخل ہو جاؤ اب تمہارا صبر کرنا اور نہ کرنا تمہارے لئے برابر ہے تمہیں صرف تمہارے اعمال کا بدلہ مل رہا ہے۔

رَقٍّ: کاغذ، باریک جھلی، ورق۔ جمع رُقُوقٌ۔

مَنْشُوْرٍ: کھلا ہوا، پھیلا ہوا۔ نَشْرٌ سے اسم مفعول۔

مَعْمُوْرٌ: آباد، وہ گھر مراد ہے جو ساتویں آسمان پر ہے اور ہر وقت فرشتوں سے آباد رہتا ہے، یعنی فرشتوں کا کعبہ۔ عِمَارَةٌ سے اسمِ مفعول۔

سَقْفٍ: چھت، آسمان۔ جمع سُقُوْفٌ۔

مَسْجُوْرٍ: خشک کیا ہوا، بھڑکایا ہوا، لبریز۔ سِجْرٌ و سُجُوْرٌ سے اسم فاعل۔

تَمُوْرُ: وہ لرزتی ہے، وہ تھرتھراتی ہے، وہ پھٹتی ہے۔ مَوْرٌ سے مضارع۔

خَوْضٍ: جھگڑا کرنا، باتیں بنانا۔ مصدر ہے۔

تشریح: ۱۔ والـطـور: عربی زبان میں طور ایسے پہاڑ کو کہتے ہیں جس پر درخت اُگتے ہوں۔

یہاں طور سے مراد طور سینا ہے جوارض مدین میں واقع ہے۔ اسی پہاڑ پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ سے شرف ہم کلامی نصیب ہوا تھا۔

۲۔ وکتب مسطور فی رق منشور: کتاب مسطور سے مراد انسان کا اعمال نامہ ہے بعض کے نزدیک اس سے مراد قرآن کریم ہے، لفظ رق باریک کھال کے لئے بولا جاتا ہے، جو کاغذ کی جگہ لکھنے کے لئے استعمال ہوتی ہے۔ یہاں اس سے مراد وہ چیز ہے جس پر قرآن کریم لکھا ہوا ہو۔

۳۔ والبیت المعمور: یہ فرشتوں کے کعبے کا نام ہے جو ساتویں آسمان میں دنیا کے کعبے کے بالمقابل ہے۔ اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے عبادت کے لئے داخل ہوتے ہیں جن کو قیامت تک دوبارہ کبھی یہاں آنے کی نوبت نہیں آئے گی۔

۴۔ والسقف المرفوع: یہاں اُونچی چھت سے مراد آسمان ہے۔

۵۔ والبحر المسجور: بحر سے مراد سمندر ہے۔ مسجور کے کئی معنی ہیں ان میں سے ایک معنی آگ بھڑکانے کے ہیں۔ بعض مفسرین نے یہاں یہی معنی لئے ہیں کہ قسم ہے سمندر کی جو آگ بنا دیا جائے گا۔ قتادہ وغیرہ نے مسجور کے معنی مملو یعنی پانی سے بھرا ہوا کئے ہیں۔ ابن جریر نے اسی معنی کو اختیار کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے مذکورہ بالا پانچ چیزوں کی قسم کھا کر جو اُس کی عظیم الشان قدرت کی نشانیاں ہیں، فرمایا کہ اُس کا عذاب کافروں پر واقع ہو کر رہے گا۔ جب وہ عذاب آئے گا تو کسی کی مجال نہ ہوگی کہ وہ اسے ٹال سکے۔ اُس دن آسمان تھر تھرانے لگے گا اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور آخر روئی کے گالوں کی طرح ادھر اُدھر اُڑ کر بے نام ونشان ہو جائیں گے۔ اس روز ان لوگوں کی کم بختی اور خرابی ہوگی جو عذاب قیامت حساب وکتاب اور جزا وسزا کو جھٹلاتے تھے اور دنیا وی عیش وآرام میں مگن تھے۔ اس دن ان کو دھکے دے کر جہنم کی آگ کی طرف دھکیلا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ یہ وہی جہنم ہے جس کو تم نہیں مانتے تھے۔ اب بتاؤ کیا یہ جادو ہے جیسا کہ تم دنیا کی زندگی میں کہا کرتے تھے۔ یا تمہیں اب بھی نظر نہیں آتا۔ پس اب تم اس میں داخل ہو جاؤ خواہ تم اس کو برداشت کرو یا نہ کرو۔ تمہارے حق میں دونوں برابر ہیں۔ اب تم یہاں سے کسی طرح نہ چھوٹ سکو گے۔ یہ تمہارے ساتھ کوئی ظلم وزیادتی نہیں بلکہ تمہارے اعمال کا بدلہ ہے کیونکہ تم دنیا میں اپنے ہوش وحواس اور اپنے اختیار سے کفر کرتے رہے جو اللہ کی سب سے بڑی نافرمانی ہے، اور تم نے دنیا

میں کبھی اس کفر و معصیت سے باز آنے کا سوچا بھی نہیں تھا۔ جس طرح تم دنیا میں ساری زندگی کفر کرتے رہے اسی طرح اس کی سزا بھی دوامی ہے۔ اب واویلا کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔

(معارف القرآن: مفتی محمد شفیع، ۸/۱۷۹،۱۷۸، ابن کثیر ۴/۲۴۱۔۲۳۹)

حضرت جبیر بن معطمؓ فرماتے ہیں کہ مسلمان ہونے سے پہلے ایک مرتبہ میں مدینہ منورہ اس لئے آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بدر کے قیدیوں کے بارے میں گفتگو کروں۔ جب میں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ آپ مغرب کی نماز میں سورۃ طور پڑھ رہے تھے اور آواز مسجد سے باہر تک پہنچ رہی تھی۔ جب آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی۔ اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ لَوَاقِعٌ مَّالَهٗ مِنْ دَافِعٍ تو اچانک میری یہ حالت ہوگئی کہ گویا میرا دل خوف سے پھٹ جائے گا، میں نے فوراً اسلام قبول کیا۔ مجھے اس وقت یہ محسوس ہو رہا تھا کہ میں اس جگہ سے ہٹ نہیں سکوں گا کہ مجھ پر عذاب آ جائے گا۔

(معارف القرآن: مفتی محمد شفیع، ۸/۱۸۰)

پرہیزگاروں کا انعام

۲۰-۱۷: اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ ﴿۱۷﴾ فٰكِهِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۚ وَوَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿۱۸﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿۲۰﴾

بلاشبہ متقی لوگ جنتوں اور نعمتوں میں ہوں گے جو کچھ اُن کے رب نے ان کو دیا ہوگا اس پر خوش ہوں گے اور اُن کے رب نے اُن کو جہنم کے عذاب سے بچالیا۔ اپنے اعمال کے بدلے میں مزے سے کھاؤ پیو۔ وہ برابر برابر بچھے ہوئے تختوں پر تکیے لگا بیٹھے ہوں گے اور ہم ان کا نکاح بڑی آنکھوں والی حوروں سے کردیں گے۔

فٰکِهِیْنَ: خوش ہونے والے، مزے اُڑانے والے۔ فَکَاهَةٌ سے اسم فاعل۔

وَقٰهُمْ: اُس نے ان کو محفوظ رکھا۔ وِقَایَةٌ سے ماضی۔

هَنِیْئًا: خوش مزہ، پاکیزہ، زود ہضم۔ هَنَاءٌ سے صفتِ مشبہ۔

سُرُرٍ: تخت ۔ واحد سَرِیْرٌ۔

تشریح: قیامت کے روز بدبختوں کو جو عذاب اور سزا دی جائے گی، پرہیزگاروں کو اس سے محفوظ کر کے جنتوں میں پہنچا دیا جائے گا۔ جہاں وہ ہر طرح کی عظیم الشان نعمتوں سے لطف اندوز اور مسرور ہوں گے۔ قسم قسم کے کھانے، طرح طرح کے مشروبات، بہترین لباس، عمدہ سواریاں، بلند و بالا مکانات غرض ہر طرح کی نعمتیں انہیں مہیا ہوں گی اور ان کو کسی قسم کا خوف و اندیشہ نہ ہوگا۔ پھر اللہ تعالی کی طرف سے مہمان نوازی کے طور پر ان سے کہا جائے گا کہ اپنے اعمال کے بدلے میں جو تم نے دنیا میں کئے تھے خوش ذائقہ مزیدار اور مرغوب چیزیں خوب کھاؤ پیو، اور عیش و راحت سے رہو۔ ان انعامات اور عزت و اکرام کے ساتھ سکون و اطمینان کا یہ عالم ہوگا کہ یہ لوگ برابر برابر بچھائے ہوئے تختوں پر بے فکری اور فارغ البالی سے تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے ہوں گے بے شمار سلیقہ شعار باادب خدام ہر وقت خدمت کے لئے حاضر اور جس چیز کو دل چاہا آن کے آن میں حاضر۔ پھر فرمایا کہ ہم کشادہ چشم حوروں کو ان کی زوجیت میں دیدیں گے۔ (ابن کثیر: ۴/۲۴۱)

اہل جنت کا اظہار اطمینان

۲۱۔۲۸: وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَ
مَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ كُلُّ امْرِئٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ﴿۲۱﴾
وَاَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۲۲﴾ يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا
كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ ﴿۲۳﴾ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ
لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿۲۴﴾ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ
يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ ﴿۲۶﴾ فَمَنَّ اللّٰهُ
عَلَيْنَا وَوَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ ؕ
اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ ﴿۲۸﴾

جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان کے ساتھ ان کی اتباع کی تو ہم (جنت میں) ان کی اولاد کو بھی ان سے ملا دیں گے اور ان کے اعمال جزا میں ذرا بھی کمی نہ کریں گے ہر شخص اپنے اپنے اعمال میں پھنسا ہوا

ہوگا اور ہم اُن کو میوے اور گوشت اور جو وہ چاہیں گے دیتے رہیں گے۔ وہ (خوش طبعی کے ساتھ) جام شراب جھپٹ لیا کریں گے جس میں نہ بے ہودہ گوئی ہوگی اور نہ گناہ، اور اُن کے اردگرد خدمت گار لڑکے پھر رہے ہوں گے گویا کہ وہ حفاظت سے رکھے ہوئے موتی ہیں، وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوکر بات چیت کریں گے کہیں گے کہ اس سے پہلے ہم اپنے گھروں میں ڈرتے رہتے تھے۔ سو اللہ نے ہم پر بڑا احسان کیا اور ہمیں گرم ہواؤں کے عذاب سے بچالیا۔ ہم اس سے پہلے اس سے دعائیں مانگا کرتے تھے۔ بیشک وہ بڑا محسن اور مہربان ہے۔

اَلَتْنٰھُمْ: ہم نے اُن کو گھٹا دیا، ہم نے اُن کو کم کر دیا۔ اَلَاتَۃٌ سے ماضی۔

رَھِیْنٌ: گروی، پھنسا ہوا، محبوس۔ رَھْنٌ سے صفت مشبہ بمعنی مفعول۔

مَکْنُوْنٌ: چھپایا ہوا، پوشیدہ، محفوظ۔ کَنٌّ سے اسم مفعول۔

مُشْفِقِیْنَ: ڈرنے والے۔ اِشْفَاقٌ سے اسم فاعل۔

سَمُوْم: گرم ہوا، لُو، تیز بھاپ۔ جمع سَمَائِمُ۔

تشریح: جن مومنوں کی اولاد ایمان کی حالت میں اپنے والدین کی پیروی کرے گی تو ہم ان کے ماں باپ کی خوشنودی کے لئے اُن کو بھی اُن کے اعمال کے اجر میں اضافہ کر کے انہی کے ساتھ شامل کردیں گے خواہ اُن کے اعمال اپنے بزرگوں جیسے نہ ہوں تاکہ اُن بزرگوں کی آنکھیں اپنی اولاد کو اپنے پاس دیکھ کر ٹھنڈی رہیں اور اولاد بھی اپنے والدین کے پاس ہشاش بشاش رہے، اور ہم اہلِ جنت کے اعمال میں ذرا بھی کمی نہیں کریں گے، یعنی ایسا نہیں ہوگا کہ ماں باپ کی کچھ نیکیاں کم کر کے اُن کی اولاد کے حساب میں جمع کردیں اور اس طرح دونوں کے درجے برابر ہو جائیں بلکہ اولاد کو اُن کے استحقاق سے زیادہ دے کر اُن کے ماں باپ کے برابر کر دیا جائے گا۔

ہم ان اہل جنت کی نعمتوں میں وقتاً فوقتاً اضافہ کرتے رہیں گے۔ اور ان کو ان کی پسند کے ہر قسم کے پھل اور گوشت دیں گے۔ جس چیز کو اُن کا دل چاہے گا اور جو اُن کو پسند ہوگی وہ فوراً آموجود ہوگی۔ وہ جنت کی نعمتوں اور راحتوں سے اس قدر مسرور ہوں گے کہ خوش طبعی کے طور پر ایک دوسرے سے شراب طہور کے پیالوں کی چھینا جھپٹی کریں گے۔ اس چھینا جھپٹی میں کوئی لغو اور بے ہودہ بات نہ

ہوگی جیسے دنیا کی شراب میں بدمست لوگ بے ہودہ گوئی اور گناہ کے کام کرتے ہیں، اُن کی خدمت کے لئے اُن کے پاس ایسے لڑکے حاضر رہیں گے جو خاص انہی کے لئے ہوں گے گویا کہ وہ حفاظت سے رکھے ہوئے موتی ہیں۔ اہلِ جنت ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوکر گزشتہ دنیوی احوال و واقعات پوچھیں گے اور کہیں گے کہ ہم اس سے پہلے دنیوی زندگی میں اپنے گھروں میں رہتے ہوئے ڈرا کرتے تھے کہ پتہ نہیں ہمارا انجام کیا ہوگا۔ اور ہم پر کیا گزرے گی لیکن اللہ تعالیٰ نے ہم پر بڑا احسان فرمایا کہ ہمیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھا جس سے ہم ڈرا کرتے تھے اور جنت کی راحتوں سے نواز دیا۔ بیشک ہم دنیا میں بھی اس کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔ اُس نے ہماری دعائیں قبول کیں۔ واقعی وہ بڑا محسن اور مہربان ہے۔ (مظہری: ۹۵۔۹۸/۹)

منکرین کی بے عقلی

۲۹۔۳۴: فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ۝ قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ ۝ اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ۝

سو آپ نصیحت کرتے رہیے کیونکہ آپ اپنے رب کے فضل سے نہ کاہن ہیں اور نہ دیوانے، کیا یہ کافر کہتے ہیں کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شاعر ہیں اور ہم ان کے بارے میں موت کے حادثے کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ تم منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں کیا ان کی عقلیں ان کو یہی سکھاتی ہیں۔ یا یہ شریر لوگ ہیں کیا وہ کہتے ہیں کہ انہوں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ (قرآن) خود گھڑ لیا ہے بلکہ یہ لوگ ایمان ہی نہیں رکھتے۔ اگر یہ لوگ سچے ہیں تو ان کو چاہئے کہ یہ بھی اسی طرح کی بات لے آئیں۔

نَتَرَبَّصُ: ہم انتظار کریں گے۔ تَرَبُّصٌ سے مضارع۔

احلامُھُمْ: اُن کے خواب، اُن کی عقلیں ۔ واحد حِلْمٌ و حُلُمٌ ۔

تَقَوَّلَهٗ: اُس نے اس کو گھڑ لیا، اُس نے اس کو بنالیا۔ تَقَوُّلٌ سے ماضی ۔

تشریح: آپ تو ان منکرین ومکذبین کو نصیحت کرتے رہئے خواہ یہ آپ کو کچھ بھی کہیں کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے نہ تو کاہن ہیں کہ کوئی جن آ کر آپ کو کچھ بتا تا ہو، اور نہ آپ مجنون ہیں ۔ مشرکین مکہ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہیں جن کے متعلق ہم حادثۂ موت کا انتظار کر رہے ہیں ۔ جس طرح دنیا میں شاعر آئے اور اپنی زندگی گزار کر چلے گئے اسی طرح یہ بھی اپنی زندگی گزار کر چلے جائیں گے، آپ ان کو کہہ دیجئے کہ تم لوگ انتظار کرتے رہو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں کہ تمہارے کفر وانکار کی سزا تمہیں کب ملتی ہے ۔ اس وقت تمہیں معلوم ہو جائے گا ۔ جو کچھ میں کہتا ہوں وہی حق اور اللہ کا دین ہے اور اللہ کا دین غالب ہو کر رہتا ہے ۔ یہ منکرین خلاف فطرت اور خلاف عقل باتیں کر رہے ہیں ۔ کبھی کہتے ہیں کہ یہ کاہن ہے حالانکہ کاہن تو بڑا زیرک اور دقیق النظر ہوتا ہے ۔ کبھی آپ کو مجنون کہتے ہیں اور مجنون تو بے عقل اور مخبوط الحواس ہوتا ہے ۔ اس کے کلام میں نہ وزن ہوتا ہے نہ بلاغت، اور نہ تخیل، کبھی یہ آپ کو شاعر کہتے ہیں ۔ اور شاعر وہ ہوتا ہے جس کا کلام بلیغ موزوں اور تخیل کا حامل ہوتا ہے ۔ قریش کے لوگ جو بڑے عقلمند سمجھے جاتے ہیں، اُن کو تو دانا اور پاگل میں بھی امتیاز نہیں اور نہ یہ حق و باطل میں تمیز کر سکتے ہیں پھر یہ کیسے عقلمند ہیں ۔ کیا ان کی عقلیں ان کو ایسی ہی باتوں کی تعلیم دے رہی ہیں یا یہ لوگ ہیں ہی سرکش کہ عناد وعداوت میں حد سے بڑھے ہوئے ہیں ۔

یہ لوگ تو یہ بھی کہتے ہیں کہ اس قرآن کو آپ نے خود بنایا ہے حالانکہ یہ خوب جانتے ہیں کہ یہ کسی بشر کا کلام نہیں ۔ اس بارے میں ان کو ذرا بھی شک وشبہ نہیں ۔ لیکن چونکہ ان کو ایمان نہیں لانا اس لئے ایسی باتیں کرتے ہیں ۔ اگر یہ مشرکین اسی پر اصرار کرتے رہیں کہ یہ قرآن اللہ کا کلام نہیں بلکہ آپ نے خود گھڑ لیا ہے تو ان کو چاہئے کہ یہ بھی اس جیسا فصیح و بلیغ اور غیب کی خبریں دینے والا کلام بنالائیں اگر یہ اپنی بات میں سچے ہیں کیونکہ یہ بھی عرب ہیں اور بڑے فصیح و بلیغ قادر الکلام اور مایہ ناز شاعر ہیں ۔

قدرتِ کاملہ کا اظہار

۳۵۔۴۳: اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ۝ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ

وَ الْاَرْضَ ۚ بَلْ لَّا یُوْقِنُوْنَ ﴿۳۶﴾ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ اَمْ
هُمُ الْمُصَۜیْطِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ یَّسْتَمِعُوْنَ فِیْهِ ۚ فَلْیَاْتِ
مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ﴿۳۸﴾ اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَ لَكُمُ الْبَنُوْنَ ﴿۳۹﴾
اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴿۴۰﴾ اَمْ عِنْدَهُمُ
الْغَیْبُ فَهُمْ یَكْتُبُوْنَ ﴿۴۱﴾ اَمْ یُرِیْدُوْنَ كَیْدًا ؕ فَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا هُمُ
الْمَكِیْدُوْنَ ﴿۴۲﴾ اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۴۳﴾

کیا یہ کسی خالق کے بغیر خود بخود پیدا ہو گئے یا یہ خود خالق ہیں؟ کیا انہوں نے ہی آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے؟ بلکہ یہ لوگ یقین نہیں رکھتے۔ کیا ان کے پاس تیرے رب کے خزانے ہیں یا یہ ان خزانوں کے داروغے ہیں؟ کیا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے جس پر چڑھ کر آسمان کی باتیں سن آتے ہیں۔ ان میں سے جو سن آتا ہے اس کو چاہئے کہ وہ واضح دلیل پیش کرے۔ کیا اللہ کے لئے تو بیٹیاں اور تمہارے لئے بیٹے ہیں؟ کیا آپ ان سے کچھ معاوضہ طلب کرتے ہیں کہ تاوان کے بوجھ سے دبے جا رہے ہیں، کیا ان کے پاس غیب کا علم ہے کہ اسے لکھتے جاتے ہیں؟ کیا یہ کوئی چال چلنا چاہتے ہیں۔ سو یہ کافر خود ہی اپنی چال میں آنے والے ہیں۔ کیا اللہ کے سوا ان کا کوئی اور معبود ہے۔ اللہ ان کے شریک بنانے سے پاک ہے۔

مُصَیْطِرُوْنَ: داروغہ، حاکم، نگران۔ جمع کا صیغہ ہے۔

سُلَّمٌ: سیڑھی، زینہ۔ جمع سَلَالِمُ۔

مغرمٌ: جرمانہ، تاوان۔ غُرْمٌ سے مصدر میمی۔ جمع مغارِمُ۔

مُثْقَلُوْنَ: گراں بار، لدے ہوئے۔ بوجھل ثِقْلٌ و ثقالۃ سے اسم مفعول۔

تشریح: کیا یہ لوگ خالق کے بغیر خود بخود پیدا ہو گئے یا یہ خود ہی اپنے خالق ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں باتیں نہیں بلکہ ان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ اسی نے ان کو اس وقت پیدا کیا جب یہ کچھ بھی نہ تھے۔ کیا آسمانوں اور زمین کو انہوں نے پیدا کیا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی صفت خالقیت میں شریک ہو گئے ہیں۔ اس لئے اُس کی وحدانیت کو تسلیم نہیں کرتے۔ حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ یہ خوب جانتے

ہیں کہ خود ان کا اور تمام مخلوق کا خالق اللہ تعالیٰ ہے پھر بھی یہ اپنے جہل کی بنا پر اپنی بے یقینی سے باز نہیں آتے ۔ اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کیا ان کے پاس آپ کی نعمتوں اور رحمتوں کے خزانے ہیں جن میں نبوت بھی شامل ہے کہ جس کو چاہیں نبوت و رسالت دے دیں یا یہ لوگ محکمۂ نبوت کے حکمران ہیں کہ یہ لوگ جس کو رسول بنانے کی اجازت دیں اُسی کو رسول بنایا جائے ۔ پھر یہ آپ کی نبوت کا انکار کیوں کرتے ہیں حقیقت میں مالک متصرف تو صرف اللہ تعالیٰ عز وجل ہی ہے، وہ قادرِ مطلق ہے جو چاہے کرے، کیا ان کے پاس کوئی ایسی سیڑھی ہے جس پر چڑھ کر یہ لوگ آسمان کی باتیں سن لیں اور پھر یہ دعویٰ کریں کہ ہمارے پاس بھی آسمانی وحی آتی ہے جس سے ظاہر ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر نہیں بھیجا گیا۔ اگر کوئی ایسی جرأت کرتا ہے تو اُس کو چاہئے کہ وہ کوئی واضح دلیل لے کر آئے اور ثابت کرے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول نہیں (العیاذ باللہ) بلکہ فلاں شخص کو رسول بنایا گیا ہے۔

پھر فرمایا کہ یہ بھی ان کی بڑی بھاری غلطی ہے کہ یہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے ہیں۔ کیا خوب تقسیم ہے کہ اپنے لئے تو لڑکے پسند کریں اور اللہ کے لئے لڑکیاں تجویز کریں۔ اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ کی توحید اور آپ کی رسالت دلائل سے ثابت ہو چکی ہے پھر بھی یہ لوگ آپ کی نبوت پر ایمان نہیں لاتے تو کیا آپ اپنی تبلیغ پر ان سے کوئی معاوضہ طلب کر رہے ہیں جو ان پر بھاری پڑ رہا ہے یا ان کے پاس علم غیب ہے جس کو یہ لوگ لکھ کر اپنے پاس محفوظ کر رہے ہیں۔ نہیں بلکہ زمین و آسمان کی تمام مخلوق میں سے کوئی بھی غیب کی باتیں نہیں جانتا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ اللہ کے رسول کے ساتھ کچھ برائی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں ان کی مخفی سازشیں یہی ظاہر کر رہی ہیں۔ یاد رکھو یہ دھوکے باز خود ہی اس برائی کا شکار ہوں گے۔ غرض یہ سب حقائق اس بات کی دلیل ہیں کہ اللہ تعالیٰ واحد و یکتا ہے، اُس کا کوئی شریک نہیں، وہ قادرِ مطلق اور خالق کائنات ہے، اگر ان کو اب بھی تسلیم نہیں تو بتائیں کہ کیا اللہ کے سوا اُن کا کوئی اور معبود ہے۔ ہرگز نہیں، اللہ کی ذات اُن چیزوں سے پاک و مبرا ہے جن کو یہ اُس کے ساتھ شریک کرتے ہیں۔ (معارف القرآن: مفتی محمد شفیع، ۱۸۳۔۸/۱۸۵)

منکرین کی ضد اور عناد

۴۴۔۴۹: وَإِنْ يَرَوْا كِسْفًا مِنَ السَّمَاءِ سَاقِطًا يَقُولُوا سَحَابٌ مَرْكُومٌ ﴿٤٤﴾
فَذَرْهُمْ حَتَّىٰ يُلَاقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي فِيهِ يُصْعَقُونَ ﴿٤٥﴾ يَوْمَ لَا

يُغْنِي عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَ اِنَّ لِلَّذِيْنَ
ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَاصْبِرْ
لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿۴۸﴾
وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَ اِدْبَارَ النُّجُوْمِ ﴿۴۹﴾

اگر یہ لوگ آسمان سے کوئی ٹکڑا گرتا ہوا دیکھ لیں تب بھی کہہ دیں گے کہ یہ تو تہ بہ تہ بادل ہے سو آپ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیجئے یہاں تک کہ انہیں اس دن سے سابقہ پڑے جس میں ان کے ہوش اُڑ جائیں گے۔ اُس دن ان کی چالاکی ان کے کچھ کام نہ آئے گی اور نہ ان کو کہیں سے مدد پہنچے گی۔ بیشک ظالموں کے لئے اس کے علاوہ اور بھی عذاب ہیں لیکن ان میں سے اکثر کو معلوم نہیں۔ آپ اپنے رب کے حکم کے انتظار میں صبر سے کام لیجئے۔ آپ تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں اور سونے یا مجلس سے اُٹھتے وقت اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرتے رہیے اور رات کو بھی ستاروں کو ڈوبنے کے وقت بھی اُس کی تسبیح کرتے رہیے۔

کِسْفًا: ایک ٹکڑا۔ اسم جنس۔

مَرْکُوْمٌ: تہ بہ تہ، جما ہوا، گہرا بادل۔ رَکْمٌ سے اسم مفعول۔

یُصْعَقُوْنَ: وہ بے ہوش کئے جائیں گے، اُن کے ہوش اُڑ جائیں گے۔ پہلے معنی میں اِصْعَاقٌ سے اور دوسرے معنی میں صَعْقٌ سے مضارع مجہول۔

تشریح: یہ مشرکین ومنکرین اپنی سرکشی ضد اور ہٹ دھرمی میں اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ اللہ کے عذاب کو محسوس کر لینے کے بعد بھی ان کو ایمان کی توفیق نہ ہوگی۔ ان کی کیفیت تو یہ ہے کہ اگر یہ دیکھ لیں کہ آسمان کا کوئی ٹکڑا اللہ کا عذاب بن کر ان کے سروں پر گر رہا ہے تو بھی انہیں یقین نہیں آنے گا۔ اور صاف کہہ دیں گے کہ یہ آسمان کا ٹکڑا نہیں بلکہ ایک گہرا بادل ہے جو پانی برسانے آرہا ہے۔ جیسے دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ ﴿﴾
لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ﴿۱۵﴾

اگر ہم ان کے لئے آسمان کا کوئی دروازہ کھول دیں اور یہ وہاں چڑھ جائیں تب بھی یہی کہیں گے کہ ہماری آنکھیں باندھ دی گئی ہیں۔ بلکہ ہم پر جادو کردیا گیا ہے۔ (الحجر:۱۴، ۱۵)

پس ان معاندین کو ان کے حال پر چھوڑ دیجئے یہ چند روز اور باتیں بنالیں۔ آخر جب قیامت کا دن آئے گا تو قہر الٰہی کی کڑک سے ان کے ہوش وحواس جاتے رہیں گے کوئی مکاری وہاں کام نہ دے گی۔ آج جن معبودوں کو یہ پکارتے ہیں اور اپنا مددگار جانتے ہیں اُس دن یہ لوگ ان سب کے منہ تکتے رہ جائیں گے اور کوئی ان کی ذرا بھی مدد نہ کر سکے گا۔ یہی نہیں کہ انہیں صرف قیامت کے دن ہی عذاب ہوگا اور یہ دنیا میں اطمینان و آرام سے زندگی گزار لیں بلکہ ان کے لئے دنیا میں بھی عذاب تیار ہے جو ان پر آ کر رہے گا لیکن اکثر لوگ یہ نہیں جانتے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝

ہم انہیں آخرت کے بڑے عذاب کے علاوہ دنیا میں بھی عذاب کا مزہ چکھائیں گے تاکہ یہ رجوع کریں۔ (الم السجدہ:۲۱)

پھر فرمایا کہ آپ ان کی ایذارسانیوں سے تنگ دل نہ ہوں بلکہ صبر و استقامت کیساتھ اپنے رب کے حکم کا انتظار کیجئے جو بہت جلد آپ کے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دے گا۔ آپ کو ان معاندین کی طرف سے ذرا بھی نقصان نہ پہنچے گا۔ کیونکہ آپ ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری حفاظت میں ہیں آپ تو بس ہمہ وقت اپنے رب کی تحمید و تسبیح کرتے رہیے، خاص طور پر جب آپ سو کر اُٹھیں یا نماز کے لئے کھڑے ہوں یا مجلس سے اُٹھ کر تشریف لے جائیں اور تہجد کے وقت اور صبح کے وقت جب ستارے غائب ہونے لگیں۔ (عثمانی:۶۱۱/۲، ابن کثیر:۲۴۵، ۴/۲۴۶)

درس سیرت

سید عزیز الرحمن

مقدمہ: مولانا زاہد الراشدی

ہمارے فاضل دوست مولانا سید عزیز الرحمن نے زیر نظر کتاب میں سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے عملی پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے اور ہماری عملی اور معاشرتی زندگی سے تعلق رکھنے والے سبق آموز واقعات اور ارشادات کا انتخاب پیش کیا ہے۔

پیش لفظ: ڈاکٹر ظفر اسحاق انصاری

مصنف نے سیرت پاک کے بے کراں سمندر میں غوطہ زن ہو کر قارئین کے سامنے نہایت درخشاں موتی نکال کر پیش کر دیئے ہیں...... اس کتاب سے رسالت مآب ﷺ کی زندگی کی ایک چلتی پھرتی تصویر نگاہوں کے سامنے پھرنے لگتی ہے۔

تعارف: ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی

یہ پچاس مختصر مضامین کا مجموعہ ہے، اگر ہر دن ایک درس پڑھا جائے اور اس پر غور کیا جائے تو پڑھنے والے کی فکر اور عمل کی کتنی ہی راہیں روشن ہو جائیں گی

صفحات: ۲۷۲ قیمت: ۱۴۰ روپے

ناشر

زوار اکیڈمی پبلی کیشنز